

بسم الله الرحمن الرحيم

الهداية الى معرفة

الحق والباطل

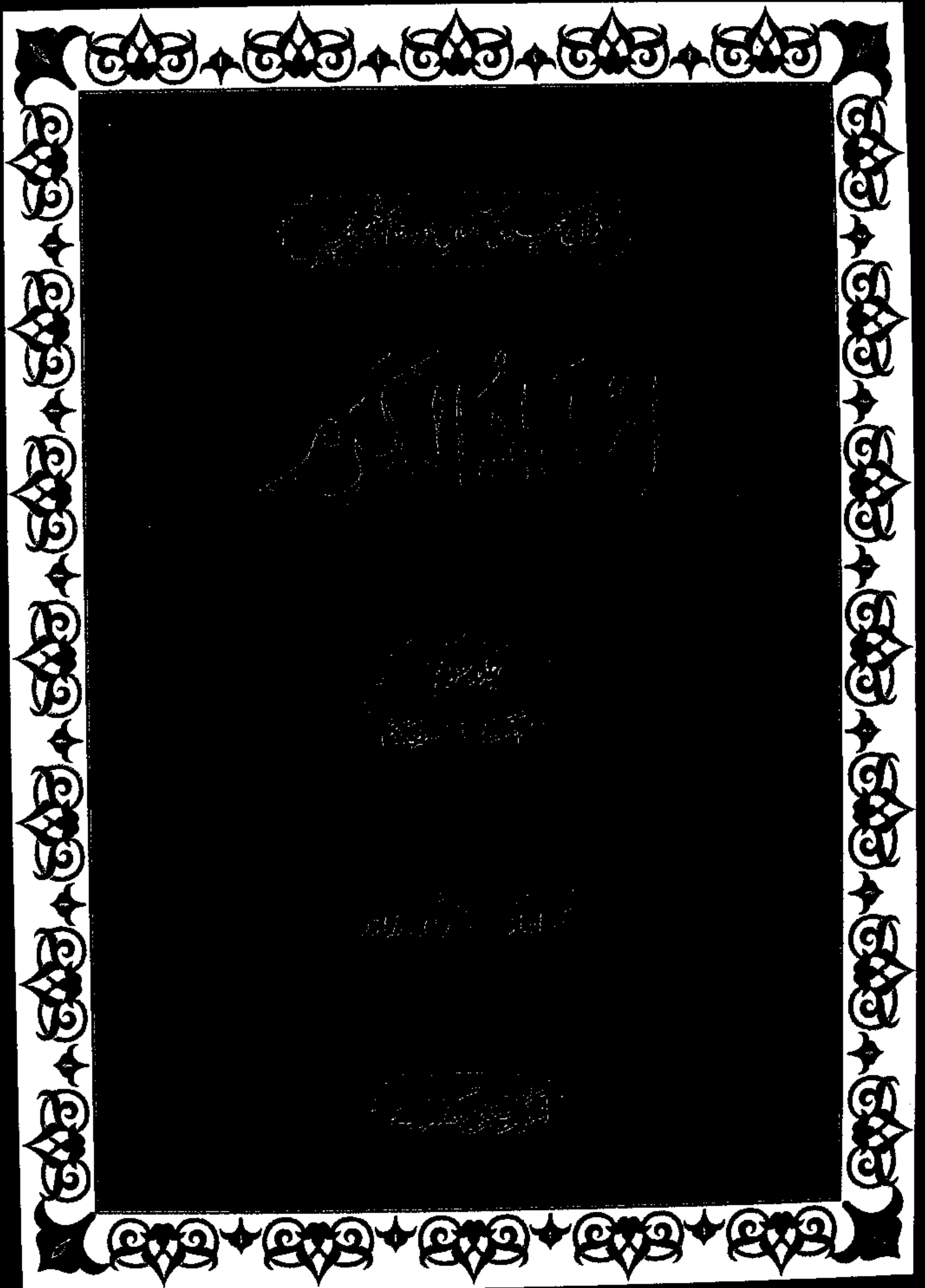
كتاب

الهداية الى معرفة

الحق والباطل

كتاب

الهداية الى معرفة



امداد الکرم

قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد سوم

الحکمت و السجدة



الکریم پبلی کیشنز

جميع الحقوق محفوظة للناسر

© All Rights Reserved

Al-Karam Publications, UK.

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher.

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت : 2013
تیسرا ایڈیشن : 1000
ناسر : الکرم پبلی کیشنز، یو کے

Al-Karam Publications, UK

Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR

England

Tel : 01777 706441

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	فہرست مطالب (جلد سوم)	1189
2	سورة الكهف (۱۸)	1191
3	سورة مريم (۱۹)	1235
4	سورة طه (۲۰)	1263
5	سورة الانبياء (۲۱)	1304
6	سورة الحج (۲۲)	1348
7	سورة المؤمنون (۲۳)	1383
8	سورة النور (۲۴)	1413
9	سورة الفرقان (۲۵)	1460
10	سورة الشعراء (۲۶)	1484
11	سورة النمل (۲۷)	1524
12	سورة القصص (۲۸)	1559
13	سورة العنكبوت (۲۹)	1594
14	سورة الروم (۳۰)	1632
15	سورة لقمان (۳۱)	1655
16	سورة السجدة (۳۲)	1681
17	فہرست مطالب (سورة الكهف تا سورة السجدة)	1695
18	ماخذ و مراجع	1739

فہرست مطالب
(جلد سوم)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
1716	علم اور اہل علم	1695	اللہ تعالیٰ
1718	تقویٰ اور اہل تقویٰ	1698	محمد رسول اللہ ﷺ
1718	ایمان اور اہل ایمان۔ اولیاء اللہ	1704	انبیائے کرام علیہم السلام
1720	جنت اور دوزخ	1708	دین اسلام
1721	نیکی اور گناہ	1709	امت مسلمہ
1722	قیامت	1710	پہلی امتیں
1724	توبہ، موت اور قبر	1711	اہل بیت علیہم السلام
1725	قرآن مجید	1711	صحابہ کرام علیہم السلام
1726	عورت کا مقام اور اس کے حقوق و فرائض	1712	انسان اور اس کی عظمت
1727	رزق حلال اور جھوٹی گواہی	1713	جہاد اور شہادت
1728	والدین اور اولاد کے حقوق و فرائض	1713	وفا
1729	نماز	1714	مساجد
1730	حج اور روزہ	1714	شیطان
1731	زنا، حرام اور حدود	1714	نوجوان
1732	زکوٰۃ اور صدقات	1715	سیاست
1732	سلام اور لباس	1715	کفر، شرک اور نفاق
1733	حج اور جھوٹ	1715	عبادت اور عابدین

1736	عہد اور امانت	1733	فرشتے
1736	حیوان اور بے زبان جانور	1734	جادو
1736	ظلم و زیادتی	1734	رشتہ دار
1736	صبر و شکر	1734	توکل
1737	مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ	1734	ایصال ثواب
1737	متفرقات	1734	دنیا اور اس کا مال و متاع
		1735	اجتہاد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ الکھف (۱۸)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام کھف (غار) ہے کیونکہ اس میں اصحاب کھف (غار والوں) کا ذکر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ اعلان ہے کہ قرآن مجید ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور قرآن مجید رشد و ہدایت اور علم و حکمت کا ایسا کامل صحیفہ ہے جس کی تعلیمات میں کوئی کجی اور غامی نہیں ہے۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر سمندر کا پانی سیاہی میں بدل جائے اور اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی باتیں لکھی جائیں تو کئی سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا مگر اس کی قدرتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

اس سورت میں تین قصے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ اصحاب کھف کا قصہ

یہ وہ مومن نوجوان تھے جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن سے ہجرت کر کے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سو نو سالوں تک نیند مسلط کر دی۔ (صفوة الصفاس) پھر ان کو نیند سے اٹھایا۔ اس میں مشرکین مکہ کے لئے یہ سبق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اصحاب کھف کو سینکڑوں سالوں کی نیند کے بعد از سر نو زندگی عطا فرما سکتا ہے وہ تمہیں بھی قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ مکہ کے کچھ مسلمان اپنا ایمان بچانے کے لئے حبشہ کو ہجرت کر چکے تھے باقی مغرب مدینہ ہجرت کرنے والے تھے، تو اصحاب کھف کے واقعہ سے انہیں تسلی دی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے بھی اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لئے ہجرت کیا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین ایسے واقعات کا مشاہدہ کیا جو بظاہر عدل اور حکمت کے خلاف نظر آتے تھے مگر جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا تو وہ حکمت کے عین مطابق ثابت ہوئے۔ اس حکمت کو آیات نمبر ۸۲-۷۹ میں ملاحظہ کریں۔ اسی طرح ہم بھی اس دنیا میں کچھ ایسے واقعات دیکھتے ہیں جن کی ہم کوئی توجیہ نہیں کر سکتے اور انہیں عدل و حکمت کے خلاف سمجھتے ہیں مگر یہ ہمارا خیال ہے دراصل اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور میدان حشر میں جب ان واقعات کی حقیقت سے پردہ اٹھے گا تو پھر یہی واقعات ہمیں حکمت کے عین مطابق نظر آئیں گے۔

۳۔ حضرت ذوالقرنین کا قصہ

اس قصہ میں امیر لوگوں اور حکمرانوں کے لئے درس عبرت ہے کہ تم معمولی سی دولت یا چھوٹی سی حکومت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہو حالانکہ ذوالقرنین مشرق سے مغرب تک کے عظیم علاقہ کا حکمران تھا اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا، اور رعایا کے حق میں بڑا شفیق اور مہربان تھا۔

تقریر: محمد امداد حسین عزیز زادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

۶ مئی ۲۰۰۷ء بروز اتوار بعد از نماز عصر

بمطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

سُورَةُ الْكَافِي ١٨ مَكِّيَّةٌ ٢٩ رُكُوعَاتُهَا ١٢

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۝

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ [۱]

قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّمَّنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝

۲۔ درست کرنے والی کتاب تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوش خبری سنائے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔

مَا كُذِّبَ فِيهِ أَبَدًا ۝

۳۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۝

۴۔ اور ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ [۲]

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝

۵۔ حالانکہ نہ انہیں اس (عقیدہ) کا کوئی علم ہے اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو تھا، یہ کتنی بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ محض جھوٹ ہے۔

[۱] پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص حضرت محمد ﷺ پر جو قرآن مجید نازل فرمایا اس میں کوئی کجی اور کجی نہیں ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید بذات خود ایک کامل اور بے عیب کتاب ہے بلکہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں یہ ان کے عقائد اور اعمال کو بھی درست کرتی ہے۔ نیز وہ غلط کاروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتی ہے کہ اگر وہ غلط کاریوں سے باز نہ آئے تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور نیکو کاروں کو اچھے اجر اور جنت کی خوش خبری سناتی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

[۲] نزول قرآن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَىٰ اثَارِهِمْ إِنَّ لَكَ
يَوْمَئِذٍ أَهْلًا عَصَا ①

۶۔ اگر وہ اس کلام (قرآن) پر ایمان نہ لائے تو کیا آپ ان
کے پیچھے فرط غم سے اپنی جان تلف کر دیں گے؟ [۳]

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا
لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ②

۷۔ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کے لئے
زینت بنایا ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں
سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔ [۴]

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُومًا ③

۸۔ اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے چیل میدان بنانے
والے ہیں۔ [۵]

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ

۹۔ کیا آپ نے یہ خیال کیا کہ اصحاب کہف اور اصحاب

ہیں جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے
حالانکہ ان کے پاس اور ان کے باپ دادا کے پاس اس عقیدہ کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے اور یہ کتنا بڑا جھوٹ اور بہتان ہے
جو وہ اللہ تعالیٰ پر لگاتے ہیں۔

[۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جو مشرکین ایمان نہیں لاتے آپ ان کے غم میں اپنی زندگی کو
روگ نہ لگائیں کیونکہ آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، لہذا اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کے متعلق آپ سے باز پرس
نہیں ہوگی۔ وہ اپنے کفر کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

[۴] اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے کھیت، درخت اور باغات وغیرہ سے زینت دے رکھی ہے اور ان نعمتوں کے ذریعہ وہ انسانوں کو
آزماتا چاہتا ہے کہ کون ان نعمتوں کے حسن و جمال میں کھو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور کون ان نعمتوں کے باوجود اپنے
خالق و مالک کے حکم کے سامنے سرگرم رہتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر
۲۳۳۶) دنیاوی مال و زینت کی حقیقت جاننے کے لئے سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۸۵ اور حاشیہ نمبر ۱۳۲ نیز سورہ
بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۱۰۰ اور حاشیہ نمبر ۹۸ ملاحظہ کریں۔

[۵] اس زمین کی نعمتیں عارضی اور فانی ہیں، یہ ایک دن ختم ہونے والی ہیں، قیامت کے میدان میں باغات اور سبزہ نہیں ہوگا بلکہ
ساری زمین ایک چیل اور بخر میدان کی طرح ہوگی، لہذا اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو چھوڑ کر ان فانی نعمتوں سے
دل لگانا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

وَالرَّقِیمُ ۱ کائوا من الیتنا عجباً ①

رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے؟ [۶]

[۶] اصحاب کہف سے مراد وہ مومن نوجوان ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اور توحید پرست تھے، انہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن سے ہجرت کر کے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی اور اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لئے دعا مانگی۔

رقیم سے مراد یا تو وہ علاقہ ہے جس میں یہ غار تھا یا اس سے مراد وہ کتبہ ہے جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ لہذا اصحاب کہف اور اصحاب رقیم سے ایک ہی جماعت مراد ہے۔ اس آیت میں اہل مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم صرف اس واقعہ کو بڑا عجیب خیال کرتے ہو حالانکہ زمین و آسمان اور شمس و قمر کی پیدائش اس سے بھی بڑی نشانیاں ہیں۔ نیز لیل و نہار کی گردش جو کروڑ ہا سالوں سے پورے نظم و نسق سے رواں دواں ہے یہ بھی کوئی معمولی نشانی نہیں ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ

قرآن مجید میں صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کئی احوال ایسے ہیں جن میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ دیگر قصوں کے صرف وہ اجزا بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق لوگوں کی تعلیم اور ان کی ہدایت سے تھا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اصحاب کہف کے بھی چند مخصوص واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، البتہ مفسرین نے ان کے متعلق بہت کچھ نقل کیا ہے۔ میں ان میں سے بعض کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

روم کے حکمران بت پرست تھے۔ ۲۲۸ء میں دقیا نوس (decius) جب روم کا حکمران بنا تو اس نے عیسائیت پر پابندی لگادی اور اپنے ملک کے جس حصے میں جاتا وہاں عیسائیوں کو قتل کروادیتا۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا: جلد ۷ صفحہ ۱۲۰) جب دقیا نوس ایشیائے کوچک میں گیا تو وہاں کے سات عیسائی نوجوانوں نے عیسائیت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ دقیا نوس نے انہیں کہا: تم ابھی نوجوان ہو اس لئے میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس مدت میں اگر تم نے بت پرستی قبول نہ کی تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ وہاں سے ہجرت کر گئے اور اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انہیں اس ظالم حکمران کے شر سے بچا اور ایمان پر ثابت قدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی اور ان پر نیند مسلط کر دی۔ ایک کتاب بھی ان نوجوانوں کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے اسے واپس بھگانے کی کوشش کی لیکن اس نے ساتھ نہ چھوڑا۔ جب وہ نوجوان غار میں سو گئے تو وہ بھی پاسبانی کے لئے غار کے دہانے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ رہا۔

اس طرح تین سو نو سال کا عرصہ گزر گیا، اس اثنا میں دقیا نوس مر گیا، مختلف بادشاہ آئے اور اپنی چند روزہ شاہی کاڈ کا بجا کر چلے گئے۔ کئی شہر اجڑے، نئی بستیاں آباد ہوئیں حتیٰ کہ رومی حکمران اور عوام نے عیسائیت قبول کر لی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو طویل نیند سے بیدار کیا۔ وہ آنکھیں ملنے ہوئے اٹھ بیٹھے، خیال انہیں بھی گزرا کہ وہ آج معمول سے کچھ زیادہ اسی سوئے ہیں لیکن یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ انہیں یہاں سوئے ہوئے تین صدیاں بیت چکی ہیں اس لئے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں؟

اِذْ اٰوٰى الْفَتٰىةَ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَا
اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ
اَمْرِ نَا رَشَدًا ۝

۱۰۔ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے کہا:
اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما
اور ہمارے لئے ہمارے مشن میں کامیابی عطا فرما۔

فَضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ
عَدَدًا ۝

۱۱۔ پس ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر تھکی دے کر
گنتی کے کئی سالوں تک کے لئے ان پر نیند مسلط
کردی۔ [۷]

ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ اَسَى الْجُزْبَيْنِ اَخْطٰى
لِىَالِئِهِمْ اَمْ دَاۤءُ

۱۲۔ پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ ہم دیکھیں کہ ان دو
گروہوں میں سے اس مدت کو کون صحیح شمار کر سکتا ہے
جو وہ (غار میں) ٹھہرے رہے۔ [۸]

انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ وہ شہر میں جا کر کھانا خرید لائے اور ذرا احتیاط سے جائے تاکہ لوگ اسے پہچان
نہ سکیں، لیکن جب وہ شہر میں گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دنیا بالکل بدل چکی ہے اور سب لوگ عیسائی ہو چکے ہیں۔ اس نے
ایک نابائی سے کچھ روٹیاں خریدیں اور دکان دار کو وہی پرانا چاندی کا ایک سکہ دیا جس پر دقیا نوس بادشاہ کی تصویر
تھی۔ دکان دار اس سکہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا، معاملہ نے طول پکڑا، ارد گرد کے دکان دار اکٹھے ہو گئے اور اس پر الزام لگا
کہ اسے کوئی پرانا شاہی خزانہ مل گیا ہے۔ معاملہ حاکم شہر تک جا پہنچا تو انہیں پتہ چلا کہ یہ تو ان سات نوجوانوں میں سے ایک
ہے جو دقیا نوس کے مظالم سے بھاگ گئے تھے۔ لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، سب ان کی جھلک دیکھنے کے لئے غارتک
گئے۔ اصحاب کہف نے جب ایک جم غفیر غار کی طرف آتا دیکھا تو انہیں خیال آیا کہ شاید ان کا ساتھی پکڑا گیا ہے اور اس
کے بتانے پر یہ ہجوم انہیں گرفتار کرنے کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ جب لوگ حاکم شہر کی قیادت میں وہاں پہنچے تب اصحاب
کہف کو معلوم ہوا کہ انہیں یہاں ٹھہرے ہوئے تین صدیاں گزر چکی ہیں۔ لوگوں نے اصحاب کہف سے ملاقات کر کے ان
سے برکت حاصل کی۔ اس کے بعد اچانک وہ ساتوں نوجوان لیٹے اور فوت ہو گئے اور لوگوں نے اس غار پر ایک زیارت
گاہ تعمیر کر دی۔ یہ بنی اسرائیل کے اولیائے کرام کی ایک کرامت ہے۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو بند کر دیا تاکہ کوئی آواز ان کی نیند میں خلل پیدا نہ کر سکے۔

[۸] جب وہ بیدار ہوئے تو ان کی آپس میں بحث شروع ہو گئی کہ وہ کتنی دیر سوئے رہے ہیں؟ ایک نے کہا: پورا دن سوئے رہے
ہیں، دوسرے نے کہا: دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں، جب کہ شہر والوں نے انہیں بتایا کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے ہیں۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۖ إِنَّهُمْ
فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٦﴾

۱۳۔ ہم آپ کو ان کا قصہ حق کے ساتھ بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے لئے ہدایت میں اضافہ فرمادیا۔ [۹]

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا
رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوهُ مِنْ
دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذْ شَطَطًا ۝

۱۴۔ اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے جب وہ (ظالم حکمران کے سامنے) کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے (اگر ہم ایسا کریں تو) گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے [۱۰]

لَهُوَ لَا عِزٌّ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً ۚ
لَوْ لَا يَأْتِيهِمْ عَلَيْهُمْ رَسُولٌ مِّنْ رَبِّهِمْ لَقَٰنُوا أَكْثَرَ
الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ آلِهَتِهِمْ كَاذِبُونَ ۚ

۱۵۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے
سوا کئی معبود بنائے ہیں، یہ ان (کے معبود ہونے) پر
کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ سو اس سے بڑا
ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان
باندھے؟ [۱۱]

وَإِذْ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ
فَآوَا إِلَى الْكَهْفِ يَشْرِكُكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

۱۶۔ اور (ان نوجوانوں نے آپس میں کہا:) جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے ہو جن

[۹] بت پرستی کے ماحول میں جب یہ سات نو جوان سچے دل سے اپنے رب پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہدایت کی راہ مزید واضح اور روشن فرمادی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا: جو لوگ ہماری راہ میں پوری کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی (ہدایت کی) راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ (قرآن: ۲۹: ۶۹)

[۱۰] نیز ہم نے ان کے دلوں کو اتنا مضبوط کر دیا کہ انہوں نے ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے اور اگر ہم ان بتوں کی عبادت کریں تو یہ حق کے خلاف ہوگا، لہذا ہم یہ غلطی کرنے والے نہیں ہیں۔

[۱۱] ہماری قوم کے لوگ بڑے عجیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کئی معبود بنائے ہیں اور ان کے پاس ان کے معبود ہونے کی کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، لہذا ان سے بڑا عالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں؟

رَاحَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا ۝

کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو اب کسی غار میں پناہ لو تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) کشادہ کر دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا۔ [۱۲]

وَتَرَى الشَّيْءَ إِذَا طَلَعَتْ تَرَوُا عَنْ
كُهُفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ
تَقَرُّهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ
مِنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۚ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ
وَلِيًّا مَرْشِدًا ۝

۱۷۔ اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ کر گزرتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی ایک کشادہ جگہ میں (لیٹے ہوئے) ہیں، [۱۳] یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار (اور) رہنما نہیں پائیں گے۔ [۱۴]

وَتَحْسَبُهُمْ آيِقًا وَالْهُمْ مُقْتَدُونَ ۚ وَتُقَلِّبُهُمْ
ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ

۱۸۔ اور (اے مخاطب!) اگر تو انہیں دیکھے تو) تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم ان

[۱۲] پھر وہ نوجوان آپس میں کہنے لگے کہ جب تم نے ان کے معبودوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ان کے فتنوں سے بچنے کے لئے یہاں سے نکلنا اور کسی غار میں جا کر چھپ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہاری مشکلیں آسان فرما دے گا، چنانچہ وہ ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔ ظالم بادشاہ کے سپاہیوں نے ان کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے، جس طرح نبی کریم ﷺ کی تلاش میں کفار مکہ غار ثور تک جا پہنچے مگر غار کے اندر آپ تک نہ پہنچ سکے۔

[۱۳] اگرچہ وہ غار کی ایک کشادہ جگہ میں لیٹے ہوئے تھے پھر بھی دھوپ ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی اور اس کی صورت یہ تھی کہ اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا، پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ غار کے دائیں جانب ہوتا اور جب غروب ہوتا تو غار کی بائیں جانب ہوتا۔ اس طرح وہ سارا دن دھوپ کی شدت اور حدت سے محفوظ رہتے۔

[۱۴] یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور اصحاب کہف کی کرامت ہے۔ نیز اس میں درس عبرت بھی ہے کہ جو لوگ سچے دل سے ہدایت کے طالب ہوتے ہیں ان کے ایمان کے تحفظ کے لئے پہاڑ کا غار بھی وسیلہ بن جاتا ہے اور جو دانستہ گمراہی اختیار کرتے ہیں تو ان کو بڑے سے بڑے انسان بھی ہدایت نہیں دے سکتے۔

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِاطِلٌ عَلَيْهِمْ لَوِيتٌ مِنْهُمْ فِرَارًا وَكَلِمَةٌ مِنْهُمْ رَعْبًا ۝

کی دائیں جانب اور بائیں جانب کروٹیں بدلتے ہیں، [۱۵] اور ان کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے، [۱۶] اور اگر تو انہیں جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور تیرے دل پر ان کا رعب طاری ہو جاتا۔

[۱۵] اصحاب کہف جب سوئے ہوئے تھے تو ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ دائیں بائیں کروٹیں بدل رہے تھے۔ اس عالم میں بالفرض اگر کوئی انسان ان کو دیکھتا تو وہ انہیں بیدار خیال کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے اس غار کے ماحول کو ایسا وحشت ناک اور بارعب بنا دیا تھا کہ اگر کوئی انہیں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کرتا تو گھبرا کر اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوتا۔ [۱۶] علامہ قرطبی نے کعب کا قول نقل کیا ہے کہ جب یہ نوجوان غار کی طرف جا رہے تھے تو ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ انہوں نے کتے کو کئی بار واپس بھگانے کی کوشش کی۔ آخر کتے کو بولنے کی توفیق ملی اور اس نے کہا: میری طرف سے آپ کوئی خوف نہ کریں، میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرتا ہوں، تم سو جانا اور میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ (تفسیر قرطبی)

اللہ والوں سے محبت کرنا

۱۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے جب ایک کتے کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے، تو ان اہل ایمان کا کیا مقام ہوگا جو نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دریافت فرمایا: قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے اس سے پوچھا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لئے بہت نمازوں اور بہت روزوں کی تیاری نہیں کی لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت کرے اور تم بھی اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اسلام لانے کے بعد کسی اور بات سے اس سے زیادہ خوش نہیں ہوئے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۸۵: ابواب الزہد: باب ۵۰)

۳۔ ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام لانے کے بعد میں سب سے زیادہ خوشی نبی کریم ﷺ کے اس قول سے ہوئی جو آپ نے فرمایا: کہ (قیامت کے دن) انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا، پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

۴۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ایک شخص کسی قوم سے محبت

وَكُنْ لَكَ بَعْثُهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۖ قَالَ
قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا
أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا

۱۹۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک
دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے
نے کہا: تم (یہاں) کتنی مدت ٹھہرے ہو؟ انہوں نے

رکھتا ہے اور ان سے ملا نہیں، آپ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۶۱۲۰: کتاب البر: باب ۵۰)

اللہ کے لئے محبت کرنا

۱۔ جب دو بندے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کریں اگرچہ ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب
میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا: یہ ہے وہ بندہ جس سے تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۲۴۶۳۶: ج ۹ ص ۴)

۲۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے
ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری
رضا کے لئے آپس میں خرچ کرتے ہیں۔ (مسند احمد: ج ۵ ص ۲۳۳)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے
کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ کرم میں کھڑا کروں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۶: کتاب البر: باب نمبر ۱۲)

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ
میں ایک فرشتہ کھڑا کر دیا، جب وہ آدمی اس فرشتہ کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے اس سے پوچھا: تو کہاں جا رہا ہے؟ اس
نے کہا: میں اپنے بھائی کی طرف جا رہا ہوں جو اس بستی میں رہتا ہے۔ فرشتہ نے پوچھا: کیا تیرا اس بھائی پر کوئی احسان ہے
جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا: میرا اس پر کوئی احسان نہیں میں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔
فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو اپنے بھائی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا
ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۷: کتاب البر: باب ۱۲)

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا آدمی وہاں
سے گزرا۔ پہلے آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس گزرنے والے آدمی سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے
فرمایا: کیا تو نے اسے اپنی محبت کے متعلق بتا رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے
بتاؤ۔ چنانچہ وہ دوڑ کر گیا اور اسے پکڑ کر کہتا ہے: میں خدا کے لئے تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بھی
تجھ سے محبت کرے جس کی وجہ سے تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۱۲۵: کتاب الادب)

لَيْسْتُمْ فَاْبَعْتُمْ أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى
الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا
فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَسْأَلْكُمْ وَلَا يُشْعِرَنَّ
بِكُمْ أَحَدًا ①

کہا: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہوں گے،
پھر کہنے لگے: تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی مدت
ٹھہرے ہو، پس تم اپنے میں سے کسی کو اپنا یہ چاندی کا
سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ دیکھے کہ کون سا کھانا
پاکیزہ ہے تاکہ وہ اس میں سے تمہارے کھانے کے
لئے لے آئے اور اسے چاہیے کہ وہ نرمی سے کام لے
اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ [۱۷]

۲۰۔ کیونکہ اگر وہ تم پر غالب آگئے تو وہ تمہیں سنگسار
کر دیں گے، یا تمہیں اپنے مذہب میں لوٹا دیں گے،
پھر تم کبھی بھی فلاح نہ پاسکو گے۔

إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ
يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذَا
أَبَدًا ②

۲۱۔ اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (اصحاب کہف
کے حال) پر آگاہ کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ بلاشبہ
اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بلاشبہ قیامت کے آنے
میں کوئی شک نہیں، [۱۸] جب (وہ فوت ہو گئے تو)

وَكَذَلِكَ أَعْمَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ
وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ
فِيهَا إِذْ يَتَنَزَّعُونَ مِنْهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا

[۱۷] جس طرح ہم نے انہیں طویل عرصہ کے لئے سلا دیا تھا اسی طرح ہم نے انہیں بیدار کر دیا یعنی اتنی طویل مدت سوئے رہنا اور
پھر صحیح و سلامت اٹھ کھڑے ہونا، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ وہ
آج معمول سے کچھ زیادہ ہی سوئے ہیں، اس لئے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں؟ ایک نے
کہا: پورا دن سوئے رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں، پھر کہنے لگے: اس بے فائدہ بحث کو چھوڑو، اللہ
تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر سوئے رہے ہو۔ اب تم ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ کھانا خرید لائے لیکن ایک تو
وہ حلال اور پاکیزہ کھانا تلاش کرے اور دوسرا وہ احتیاط سے جائے اور کسی سے سخت کلامی نہ کرے تاکہ کسی کو تمہاری خبر نہ
ہو، کیونکہ اگر اس ظالم بادشاہ کے سپاہیوں کو تمہارا علم ہو گیا تو وہ تمہیں پکڑ کر سنگسار کر دیں گے یا تمہیں کفر و شرک کی طرف لوٹا
دیں گے اور اگر وہ تمہیں کفر و شرک کی طرف لوٹانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر تمہاری اس ہجرت کا مقصد فوت ہو جائے گا اور
تم کبھی بھی فلاح نہ پاسکو گے۔ اس قسم کا ایک واقعہ سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۲۵۹ میں بھی گزر چکا ہے جس میں اللہ تعالیٰ
نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال سلاتے کے بعد زندہ فرمایا۔

[۱۸] اصحاب کہف کے واقعہ میں منکرین قیامت کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں سالوں کے بعد

ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۚ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ
قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ
عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ۝

لوگ آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگے،
پس انہوں نے کہا: ان (کے غار) پر ایک عمارت
بنادو، ان کا رب ان (کے احوال) سے خوب واقف
ہے، ان لوگوں نے کہا جو ان کے معاملات پر غالب
تھے کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے۔ [۱۹]

ان کو زندہ کر دیا اسی طرح وہ قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کر دے گا اور بلاشبہ قیامت کے آنے کے متعلق اس کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

[۱۹] طویل نیند سے بیدار ہونے کے بعد اصحاب کھف پر جب طبعی موت طاری ہوئی تو ان کی قبر کا نشان بنانے میں لوگ جھگڑا کرنے لگے۔ بعض نے کہا: غار کے منہ پر ایک عمارت بنائی جائے جو ان کی یادگار رہے مگر غالب اکثریت کی رائے یہ تھی کہ غار کے قریب ایک عبادت خانہ بنایا جائے جس میں لوگ آکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

مزارات کے قریب مساجد بنانا

۱۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات کے قریب مسجد بنانا جائز ہے تاکہ ان بزرگوں سے برکت حاصل کی جائے اور جن احادیث میں قبروں کے پاس نماز پڑھنے (مسجد بنانے) کی ممانعت آئی ہے وہاں مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ نہ کیا جائے۔ (تفسیر مظہری) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف مت کر کے نماز پڑھو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۹۷۲)

۲۔ حضرت صدر الافاضل لکھتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سنت اور موجب ثواب ہے۔ (تفسیر خزان العرفان)

۳۔ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: تمہارے لئے حق کی معرفت میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کی اتباع کرنا کافی ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ کیا کیونکہ وہ روئے زمین کی سب سے افضل قبر ہے، بلکہ وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ آپ کے اصحاب آپ کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور آپ پر سلام پڑھتے تھے، سو تم اصحاب رسول کے افعال کی اتباع کرو۔ (تفسیر روح المعانی)

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنائی گئی تھی اور وہ حجرہ بہر حال ایک مقف (چھت والی) عمارت ہے اور اس قبر مبارک کے جوار میں مسجد نبوی ہے جہاں ہر دور میں مسلمان نماز پڑھتے رہے ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن)

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ
يَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَاجِعًا
بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَ ثَامِنُهُمْ
كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَّا
يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ فَلَا تُبَارِكُ فِيهِمْ إِلَّا
مِرَآءَ ظَاهِرِهِمْ ۚ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ
أَحَدًا ۝

۲۲۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ (اصحاب کہف) تین تھے چوتھا
ان کا کتا تھا اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا
تھا، یہ بن دیکھے اندازے ہیں، اور کچھ کہیں گے: وہ سات
تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، [۲۰] آپ فرمائیے: میرا
رب ہی ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے، سوائے چند لوگوں
کے ان (کی صحیح تعداد) کو کوئی نہیں جانتا، لہذا آپ ان
کے بارے میں سرسری بات کے سوا زیادہ بحث نہ کریں
اور نہ ان میں سے کسی سے ان (اصحاب کہف) کے
بارے میں دریافت کریں۔ [۲۱]

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ
عَدًّا ۝

۲۳۔ اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل
اسے کرنے والا ہوں۔ [۲۲]

[۲۰] اس آیت میں اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق لوگوں کے تین اقوال بیان کئے گئے ہیں یعنی تین، پانچ اور سات۔ اکثر
مفسرین کے نزدیک ان کی تعداد سات اور آٹھواں ان کا کتا تھا کیونکہ پہلے دو اقوال کے بعد قرآن کہتا ہے کہ یہ ان کے بن
دیکھے اندازے ہیں اور تیسرے قول کے بعد کسی اندازے کا ذکر نہیں جو اس کی صحت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

[۲۱] یعنی ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لہذا تم اصحاب کہف کے بارے میں صرف اتنی ہی بحث کیا کرو جتنی اللہ تعالیٰ
نے وحی فرمائی ہے اور اہل کتاب سے ان کے بارے میں دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، البتہ چند لوگ ایسے بھی
ہیں جن کو ان کی صحیح تعداد کا علم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: میں ان چند لوگوں میں سے ہوں (جو
جانتے ہیں کہ) وہ تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سات اصحاب کہف کے
نام بھی ذکر کئے۔

[۲۲] اس آیت میں اہل ایمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو ساتھ ان شاء اللہ (اگر
اللہ تعالیٰ نے چاہا) ضرور کہے اور اگر وہ اس وقت ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے ان شاء اللہ کہہ لے۔ اس
سے اس کام میں برکت آئے گی اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کام سے بھی زیادہ بہتر کام کی طرف رہنمائی فرمادے۔

نبی کریم ﷺ کا نماز میں سہو

۱۔ ایک دفعہ جب نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہوا تو آپ نے سہو کے دو سجدے کئے اور فرمایا: لیکن میں تمہاری طرح بشر
ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا
نَسِيتَ ۚ وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنِّي رَبِّي
لِقَدْبٍ مِنْ هَذَا رَاشِدًا ۝

۲۴۔ مگر یہ کہ (اگر) اللہ تعالیٰ چاہے اور جب آپ بھول
جائیں تو اپنے رب کو یاد کر لیں اور کہیں: امید ہے میرا رب
مجھے اس سے بھی قریب تر ہدایت کی راہ دکھا دے گا۔

وَلَيَسِّرُنَا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَ
اِذْدَادُوا تِسْعًا ۝

۲۵۔ اور اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور انہوں
نے (اس پر) نو سال زیادہ کئے۔ [۲۳]

قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهُ غَيْبُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنْصُرِيهِ وَأَسْمِعْ ۚ
مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ ۚ وَلَا يُشْرِكُ فِي
حُكْمِهِ أَحَدًا ۝

۲۶۔ آپ فرما دیجئے: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی
مدت ٹھہرے رہے، [۲۴] آسمانوں اور زمین کا
غیب اسی کے لئے ہے، وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا
خوب سننے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی کار
ساز نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں
فرماتا۔ [۲۵]

دیا کرو، اور جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو غالب گمان پر بنا کر کے نماز پوری کرے، پھر سلام پھیرے اور سہو
کے دو سجدے کرے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۴۰۱: کتاب الصلوۃ: باب ۳۱)

۲۔ امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا
جاتا ہوں تاکہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔ (موطا: کتاب السہو: حدیث نمبر ۲) یعنی جب میرے کسی امتی کو سہواً حق ہو تو اس
کی تلافی کے لئے اس کے سامنے میرا عمل موجود ہو۔

[۲۳] شمسی ایام کے حساب سے وہ غار میں تین سو سال سوئے رہے اور قمری ایام کے حساب سے ان میں نو سال کے اضافہ سے
یہ مدت تین سو نو سال ہوگی۔ اہل کتاب چونکہ شمسی تقویم اور مسلمان قمری تقویم کی اتباع کرتے ہیں اس لئے دونوں کے
اعتبار سے مدت بتادی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر)

[۲۴] گزشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ اصحاب کھف اس غار میں ۳۰۹ قمری سال سوئے رہے، لیکن پیارے نبی ﷺ! پھر بھی
لوگ اس مدت کے بارے میں اگر اختلاف کریں تو آپ فرمادیں: تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ جو ان کو دیکھ رہا تھا؟ جب
اللہ تعالیٰ نے ۳۰۹ سال مدت بیان فرمائی ہے تو یہی صحیح ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے؟

[۲۵] زمین و آسمان کا ہر غیب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ وہی اصحاب کھف کا کارساز ہے جس نے اتنی طویل مدت ان کی حفاظت
فرمائی۔ وہ ایک ہے، قادر مطلق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وَإِثْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ
مُلْتَحَدًا ۝

۲۷۔ اور آپ وہ (کلام) پڑھ سنا لیں جو آپ کے رب کی کتاب سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔ [۲۶]

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ
بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا
تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنِ
ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝

۲۸۔ اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رو کے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں اور دنیاوی زندگی کی زینت کے خیال سے آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹیں اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ [۲۷]

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُم مَّا شَاءَ
فَلْيُؤْمِنُوا مِمَّا شَاءَ فَلْيُكْفِرُوا إِنَّا أَعْتَدْنَا

۲۹۔ اور آپ فرما دیجئے: حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے

[۲۶] اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اصل مخاطب امت ہے یعنی جو کچھ قرآن مجید میں نازل کیا گیا ہے اس کی تلاوت کرو، وہی برحق اور کافی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی کی کوشش کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

[۲۷] یہ مضمون پہلے سورہ النعام (۶) کی آیت نمبر ۵۲ میں گزر چکا ہے، یعنی ایک دفعہ قریش مکہ نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ جیسے نادار اور مسکین صحابہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے دیکھا تو ازراہ تکبر کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے پاس بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں تو ان مسکینوں کو یہاں سے ہٹا دو، ہمیں ان سے بدبو آتی ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنا ہمارے لئے توہین ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں بھی اصل مخاطب امت ہے یعنی اے ایمان والو! تم ان نادار لوگوں کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان کی دلجوئی کو لازم پکڑو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبح و شام اس کا ذکر کرتے ہیں اور ان دنیا دار لوگوں سے دور رہو جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں اور وہ اپنی خواہشات کے اتباع میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اچھی ہے اگرچہ وہ نادار ہوں اور برے لوگوں کی سنگت بری ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔

لِلظَّالِمِينَ نَارًا ۖ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۖ وَ
إِنْ يَسْتَعِثُّوا يَعَاثُوا بِآءِ كَالْهُنَّ يَشْوِي
الْوُجُوهُ ۖ يَبْسُ الشَّرَابُ ۖ وَسَاءَتْ
مُرْتَقَقًا ۝

انکار کردے، بے شک ہم نے ظالموں کے لئے ایسی
آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں
گی، اور اگر وہ فریاد کریں گے، تو ان کی فریاد رسی
ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی
طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا ڈالے گا، کتنا برا
مشروب ہے، اور کتنی بری آرام گاہ ہے۔ [۲۸]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا
لَأَنْصِفُهُمْ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝

۳۰۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل
کئے یقیناً ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جس نے
نیک عمل کئے ہوں۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ
الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ
ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُندُسٍ وَ
اسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ ۖ
نِعْمَ الثَّوَابُ ۖ وَحَسَنَتْ مَرْتَقَقًا ۝

۳۱۔ ان کے لئے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں، ان کے نیچے
نہریں جاری ہیں، ان باغات میں انہیں سونے کے نگن
پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور
موٹے ریشمی کپڑے پہنے ہوں گے اور وہ مرصع تختوں
کے اوپر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، کتنا اچھا اجر ہے، اور
کتنی اچھی آرام گاہ ہے۔ [۲۹]

[۲۸] یعنی قرآن مجید تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے جس نے حق اور باطل کو بالکل واضح کر دیا ہے، اب ایمان لانا یا نہ لانا
تمہارے اختیار میں ہے لیکن جو اس حق پر ایمان نہیں لائیں گے وہ غور سے سن لیں! قیامت کے دن انہیں ایسی آگ میں
پھینکا جائے گا جو انہیں چاروں اطراف سے گھیر لے گی اور اگر وہ پیاس سے مجبور ہو کر پانی کی فریاد کریں گے تو انہیں پگھلا ہوا
تانبہ پلایا جائے گا جو ان کے چہروں کو بھی جلا دے گا۔ کتنا برا مشروب وہ پگھلا ہوا تانبہ ہے اور کتنا برا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔
[۲۹] نیک لوگوں کے اجر ضائع نہیں ہوں گے، وہ سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔ وہاں انہیں سونے کے نگن اور ریشم کے کپڑے
پہنائے جائیں گے اور وہ خوبصورت تختوں پر شاہانہ شان و شوکت سے بیٹھے ہوں گے۔

جنت میں ان نعمتوں کا صحیح اندازہ ہم اس دنیا میں نہیں لگا سکتے کہ وہ کیسے نگن اور کپڑے ہوں گے کیونکہ جنت کی نعمتیں تو
ایسی لا جواب ہوں گی کہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا نہیں ہوگا اور کسی دل میں ان کا خیال بھی نہیں گزرا ہوگا، لہذا ان کی اصل
کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، تاہم یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ بہت ہی اچھا اجر اور بہت ہی اچھا ٹھکانا ہوگا۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا سَرَجُلَيْنِ جَعَلْنَا
لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا
بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝

۳۲۔ اور آپ ان سے ان دو آدمیوں کی مثال بیان کریں
جن میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے جن
کے ارد گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگادی اور ان
دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی اگادی۔ [۳۰]

كَلَّمَا الْجَنَّتَيْنِ اتَتْهُمَا وَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُ
شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلْفَهُمَا نَهْرًا ۝

۳۳۔ یہ دونوں باغ اپنے پھل خوب لائے اور پیداوار
میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان کے درمیان نہریں
جاری کر دیں۔

وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ
يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ
نَفَرًا ۝

۳۴۔ اور اس کے پاس (ان باغوں کے علاوہ اور بھی) بہت
سے اموال تھے، (ایک دن) اس نے اپنے ساتھی سے
بحث کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے مال کے لحاظ سے
بھی زیادہ ہوں اور نفری کے لحاظ سے بھی زیادہ طاقتور
ہوں۔ [۳۱]

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا
أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۝

۳۵۔ اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنی جان پر ظلم
کرتے ہوئے کہنے لگا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ
باغ کبھی بھی برباد ہوگا۔ [۳۲]

[۳۰] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مالدار کافر اور ایک غریب مومن کی مثال بیان کی ہے۔ کافر کو اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے
دو باغ دیئے جن کے ارد گرد کھجور کے درختوں کی باڑ تھی اور ان باغوں کے اندر کاشتکاری کے لئے زرخیز زمین اور پانی کے
لئے نہریں جاری تھیں اور ان میں فصلیں اور پھل کثرت سے ہوتے تھے۔ عرب کی بنجر اور خشک زمین میں اس قسم کے
باغات جن میں نہریں بھی ہوں کوئی معمولی نعمت نہیں تھے۔

[۳۱] کافر بڑا خوشحال تھا، اس کے پاس ان دو باغوں کے علاوہ بھی بہت سا مال و متاع تھا۔ ایک دن وہ مومن پر اپنی برتری ثابت
کرنے کے لئے کہنے لگا: میں تم سے مال کے لحاظ سے بھی زیادہ مالدار ہوں اور نفری کے لحاظ سے بھی زیادہ طاقتور ہوں۔

[۳۲] ایک دن وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور ازراہ تکبر کہنے لگا: یہ میرے باغ اور مال و متاع زندگی بھر میرے پاس ہی رہیں
گے اور یہ کبھی برباد نہیں ہوں گے۔ نیز میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت قائم ہوگی اور بالفرض اگر قیامت آ بھی گئی تو جس طرح

وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُودْتُ
إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾

۳۶۔ اور نہ ہی میں یہ گمان کرتا ہوں کہ کبھی قیامت قائم
ہوگی اور (بالفرض) اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹا یا
بھی گیا تو وہاں بھی میں یقیناً اس باغ سے بہتر جگہ
پاؤں گا۔

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ
بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ تُنْفَذُ
ثُمَّ سَوَّيْنَاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾

۳۷۔ اس کے ساتھی نے اس سے بحث کرتے ہوئے کہا:
کیا تو نے اس کا انکار کیا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا
کیا، پھر نطفہ سے، پھر تجھے پورا مرد بنا دیا۔ [۳۳]

لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي
أَحَدًا ﴿٣٨﴾

۳۸۔ لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے
ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ
اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِنَّ تَرِينَ أَنَا قَلَّ
مِنْكَ مَا لَا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾

۳۹۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل
ہوا تو کہتا: ماشاء اللہ، لا قوۃ الا باللہ (وہی ہوتا ہے جو اللہ
تعالیٰ چاہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی میں کوئی
طاقت نہیں)، [۳۴] اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مال
اور اولاد کے لحاظ سے تجھ سے کمتر ہوں۔

میں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا لاڈلا اور پیارا ہوں اور اس حسین باغ کا مالک ہوں اسی طرح آخرت میں مجھے اس سے بھی
اچھا باغ ملے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ میرے اعمال پر خوش نہ ہوتا تو مجھے اس دنیا میں خوشحالی عطا نہ کرتا۔

[۳۳] مومن نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ ذرا تو اپنی پیدائش پر غور و فکر کر جس اللہ تعالیٰ نے انسان اول کو مٹی سے اور تجھے
نطفے سے پیدا کر کے ایک پورا انسان بنایا کیا تو اس کا انکار کرتا ہے؟ بہر حال میرا عقیدہ تو بالکل واضح ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر
غیر متزلزل ایمان رکھتا ہوں، وہی میرا رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

[۳۴] مومن نے اپنے مالدار ساتھی سے کہا: یہ باغ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ تجھے اس پر تکبر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر
بجالاتے ہوئے یہ کہنا چاہیے تھا: ماشاء اللہ، لا قوۃ الا باللہ۔ (وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی میں
کوئی طاقت نہیں) اگر تو ایسا کہتا تو یہ تیرے باغ اور تیرے حق میں بہتر ہوتا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس
فحش نے اپنے مال سے کوئی چیز دیکھی اور وہ اس کو اچھی لگی اور اس نے کہا: ماشاء اللہ، لا قوۃ الا باللہ۔ تو اس مال پر کبھی کوئی
مسمیت نہیں آئے گی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر در مشور)

فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُوْتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ
يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ
صَعِيدًا زَلَقًا ۝

۳۰۔ تو کچھ بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا
فرمادے اور (تیرے) اس باغ پر آسمان سے کوئی
عذاب بھیج دے تو وہ ایک چٹیل میدان ہو جائے۔ [۳۵]

أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ
طَلْبًا ۝

۳۱۔ یا اس کا پانی زمین کی گہرائی میں جذب ہو جائے، پھر
تو اس (پانی) کو ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا
أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَ
يَقُولُ لِيَأْتِنِي لِمَ أَشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝

۳۲۔ اور اس آدمی کے پھل (بربادی میں) گھیر لئے گئے،
پھر صبح کو وہ اس پونجی پر کف افسوس ملتا رہ گیا جو اس
نے باغ میں خرچ کی تھی اور اب وہ باغ اپنے
چھپروں پر گرا پڑا تھا اور وہ آدمی کہہ رہا تھا: کاش!
میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا
ہوتا۔ [۳۶]

وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ
وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝

۳۳۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے
مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لینے کے
قابل تھا۔

[۳۵] مومن کہنے لگا: تو مجھے اس لئے حقیر سمجھ رہا ہے کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تجھ سے کمتر ہوں حالانکہ وہ وقت دور نہیں کہ
اللہ تعالیٰ مجھے دنیا میں یا آخرت میں تیرے باغ سے بہتر باغ عطا فرمادے اور تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی ایسا
عذاب آئے جو اس کو چٹیل میدان بنادے اور اس کا پانی زمین میں اتنا نیچے چلا جائے کہ پھر تو اسے حاصل نہ کر سکے، لہذا اس
فانی باغ اور مال پر مغرور ہو کر اپنے رب سے روگردانی کرنا عقلمندی نہیں ہے۔

[۳۶] مومن کی مخلصانہ نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ تکبر اور شرک کی راہ پر گامزن رہا یہاں تک کہ مہلت کی گھڑیاں ختم ہو گئیں،
اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، باغ کے چھپر جن پر انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں وہ زمین بوس ہو گئے، انگوروں کی ساری
فصل تباہ ہو گئی اور وہ اس نقصان پر کف افسوس ملتا ہوا کہہ رہا تھا: کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا
ہوتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کے خاندان کی بڑی نفری بھی اس کی مدد نہ کر سکی اور نہ ہی اس میں خود اتنی طاقت تھی کہ
وہ اللہ تعالیٰ سے بدلہ لے سکے۔

۳۴۔ یہیں سے ثابت ہوا کہ سب اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سچا ہے، وہی بہترین ثواب دینے والا ہے اور اسی کے پاس بہترین انجام ہے۔ [۳۷]

۳۵۔ اور آپ ان سے دنیوی زندگی کی مثال بیان کیجئے، یہ اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس پانی کی وجہ سے زمین کی نباتات گھنی ہو کر نکلی، پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گئی جس کو ہوا اڑا دیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔ [۳۸]

۳۶۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے بھی بہترین ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہترین ہیں۔ [۳۹]

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۖ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا ۖ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَالْبَاقِيَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝

[۳۷] جب کسی سرکش پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے اور وہ زندگی کا آخری سانس لے رہا ہو یا قیامت کے دن جب اسے زندہ کیا جائے تو اس وقت اسے یقین ہو جاتا ہے کہ سب اختیارات کا اصل مالک واقعی اللہ تعالیٰ ہے مگر اس وقت کا احساس اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا لیکن جن لوگوں نے اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی وہ بہترین ثواب اور بہترین انجام سے لطف اندوز ہوں گے۔

[۳۸] اس آیت میں دنیاوی زندگی کو پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والے سبزہ سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے ایک خشک اور صاف زمین پر بارش کا پانی برسنا اور اس زمین پر ہر طرف سبزہ کی ایسی بہار آگئی کہ زمین نظر سے اوجھل ہو گئی مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد جب موسم نے کروٹ بدلی تو وہ سبزہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا اور ہوا کے ایک ہی جھونکے نے اسے ایسا اڑا لیا کہ وہاں سے اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ دنیاوی زندگی بھی اس سبزہ کی طرح ہے جو چند روز اپنی بہار دکھا کر بالآخر فنا کے گھاٹ اتر جائے گی۔ اسی قسم کی ایک مثال سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۲۴ میں بھی گزر چکی ہے۔

[۳۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مال اور اولاد اس دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور دوسری جگہ فرمایا: اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور تمہارے بعض بیٹے تمہارے دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہو، بے شک تمہارے مال اور

و یَوْمَ نُسِیْدُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْأَرْضَ
بَارِزَةً ۖ وَ حَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ
أَحَدًا ۖ

۴۷۔ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین
کو صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع
کریں گے، پھر ہم ان میں سے کسی ایک کو نہیں
چھوڑیں گے۔ [۴۰]

وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا
كَمَا خَلَقْنَاهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ
نَجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ۖ

۴۸۔ اور سب آپ کے رب کی بارگاہ میں صف بستہ پیش
کئے جائیں گے، بے شک تم ہمارے پاس اس طرح
آگئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ
تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی
وقت مقرر ہی نہیں کریں گے۔ [۴۱]

تمہارے بیٹے (تمہاری) آزمائش ہیں۔ (قرآن: ۶۳: ۱۵-۱۴) اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی زندگی کی طرح یہ مال اور
اولاد بھی آزمائش اور فانی ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ کر ان کی محبت میں سرگرداں رہنا جہنم کا راستہ ہے اور اللہ
تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق اپنے مال اور اولاد سے محبت کرنا جنت کا راستہ ہے۔ اس صورت میں یہی مال اور اولاد ایسا
صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں کہ آخرت میں ثواب و امید کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:
کھیتی کی دو قسمیں ہیں: دنیا کی کھیتی تو مال اور اولاد ہے اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے
کبھی بعض لوگوں کو یہ دونوں چیزیں عطا کر دیتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۰] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت کے دن اس زمین و آسمان کو نئے زمین و آسمان سے بدل دیا جائے گا۔ (قرآن: ۱۴: ۳۸) لہذا
قیامت کے دن سے پہلے ہی یہ پہاڑ تو دھنی ہوئی روئی اور بادلوں کی طرح اڑ کر غائب ہو چکے ہوں گے بلکہ موجودہ ساری
کائنات فنا ہو جائے گی اور ایک صاف میدان کی طرح نئی زمین وجود میں آجائے گی۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین اور
آخرین کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور حساب کے لئے سب کو اس میدان میں اکٹھا فرمائے گا۔ اس دن کوئی بھی کہیں چھپ نہیں
سکے گا اور ہر ایک کو انصاف کی عدالت میں اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

[۴۱] اس دن جب ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صفیں باندھے کھڑی ہوگی تو اللہ تعالیٰ مکرر قیامت سے فرمائے گا: میرے
انبیاء کرام علیہم السلام نے تمہیں بتایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پیدا فرمایا اسی طرح وہ قیامت کے دن دوبارہ
تمہیں زندہ کرے گا مگر تم اس کا انکار کرتے تھے حالانکہ آج تم دوبارہ زندہ ہو چکے ہو۔ اب بتاؤ میرے رسولوں کا پیغام سچا
تھا یا تمہارا خام خیال؟

وُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوَيْسِنَا
مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا
كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَجَدُوا مَا عَمِلُوا
حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

۴۹۔ اور (ان کے سامنے) اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا ہوا) ہے، اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ بڑا مگر سب کا احاطہ کر لیا ہے، اور جو عمل انہوں نے کئے تھے سب کو اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا۔ [۴۲]

وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلٰسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِيْنِ
فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَّبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهُ
وَدَّيَّةً ۙ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ
عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظَّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰

۵۰۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر ابلیس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔ [۴۳]

[۴۲] ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے پیش کیا جائے گا اور جب مجرم لوگ اپنے اعمال ناموں میں سارے چھوٹے اور بڑے گناہ لکھے ہوئے پائیں گے تو ان کی سزا کے تصور سے خوف زدہ ہو جائیں گے، مگر اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے گناہوں کے مطابق سزا دے گا۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھانہ ہوگا۔ سب پڑھ سکیں گے اور سب عربی سے واقف ہوں گے کیونکہ اعمال نامہ کی تحریر عربی میں ہوگی، بلکہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے کہ قبر میں سوالات عربی میں ہوتے ہیں اور سنارے لوگ عربی میں جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان) جنت کی زبان بھی عربی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸)

[۳۳] اس آیت میں تصریح ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں بلکہ جنات میں سے تھا کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ (قرآن: ۶۶:۶۶) جبکہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، نیز فرشتے نوری مخلوق ہیں جبکہ ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کی اولاد نہیں ہوتی جبکہ جنات کا قبیلہ اور ان کی اولاد ہوتی ہے، البتہ فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ابلیس کو فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا، اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم میں وہ بھی شامل تھا۔

مَا أَشْهَدُ تُهُمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَلَا خَلَقَ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُنْجِدًا
الْبَاطِلِينَ عَصْدًا ۝۵۱

۵۱۔ میں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت ان
(شیطانوں) کو نہیں بلایا تھا اور نہ خود ان (شیطانوں) کی
تخلیق کے وقت اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و
بازو بنانے والا ہوں۔ [۴۴]

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ
رَعَيْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۝۵۲

۵۲۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: انہیں پکارو جن کو تم
میرے شریک گمان کرتے تھے، سو وہ انہیں پکاریں
گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم ان
کے درمیان ہلاکت کا ایک گڑھا بنا دیں گے۔ [۴۵]

وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ
مُؤَاقِعُهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳

۵۳۔ اور مجرم لوگ (جہنم کی) آگ کو دیکھیں گے تو جان
لیں گے کہ وہ یقیناً اس میں گرنے والے ہیں اور وہ
اس سے نجات کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔

ابلیس نے ایک تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ دوسرا تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی تعظیم سے انکار کیا۔ نیز وہ تمہارا بھی
کھلا دشمن ہے کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دیتا ہے۔ کیا تمہیں زیب دیتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور
اس کی اولاد کو دوست بناؤ جو تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن، تمہارے رب اللہ تعالیٰ کا دشمن اور خود تمہارا بھی دشمن
ہے، پھر بھی اگر تم نے ابلیس کو ہی دوست بنائے رکھا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سرگرم رہے تو پھر تم بھی ظالموں میں شمار
ہو گے اور قیامت کے دن ظالموں کو ان کے مظالم کا بہت برا اور دردناک بدلہ دیا جائے گا۔ نیز ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی
دوستی کو چھوڑ کر ابلیس کی دوستی کو اختیار کر رکھا ہے تو یہ بھی بہت برا بدلہ ہے جو ظالموں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ابلیس کے متعلق
مزید تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۲ اور حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۴۴] جن شیاطین کو تم میرا شریک اور اپنا کارساز خیال کرتے ہو میں نے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان سے کوئی مدد نہیں لی اور نہ
ہی مجھے ان کی مدد کی ضرورت ہے بلکہ یہ تو اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں جب میں نے ان شیاطین کو پیدا کیا تو
بھی میں نے ان سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ میں جب ان کی مدد کے بغیر ان کو پیدا کر سکتا ہوں تو مجھے خواہ مخواہ ان کو اپنا شریک بنانے
کی کیا ضرورت ہے؟ اور بفرض محال اگر میں کسی کو شریک بناتا بھی تو میں ان شیاطین کو کیوں بناتا جو میرے ہی نافرمان ہیں۔

[۴۵] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مکرمین سے فرمائے گا کہ انہیں پکارو جن کو تم میرا شریک گمان کرتے تھے تاکہ وہ میرے عذاب
سے تمہیں بچائیں، سو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے بلکہ ان کے درمیان جہنم کا گڑھا بنا دیا جائے گا

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

۵۴۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں، اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ [۳۶]

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا أَسْأَلَهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝

۵۵۔ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں اس پر ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا دستور آئے یا عذاب ان کے سامنے آجائے۔ [۳۷]

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا الْيَتَىٰ وَمَا أُنْذِرُوا هُمُورًا ۝

۵۶۔ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوش خبری سنانے والے اور (عذاب الہی سے) ڈرانے والے اور کافر لوگ باطل (دلائل) کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ حق کو زائل کر دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے وہ ڈرائے گئے مذاق بنالیا ہے۔ [۳۸]

اور مجرم لوگ جب اس جہنم کی آگ کو دیکھیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

[۳۶] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلامی عقائد کو مختلف مثالوں کے ذریعہ بار بار بیان کیا ہے تاکہ لوگوں کو اپنے اپنے ذوق کے مطابق بات سمجھنے میں آسانی ہو مگر سرکش انسان بڑا جھگڑالو واقع ہوا ہے اور حق کو قبول کرنے کے بجائے سیدھی اور سادی باتوں میں بھی کٹ مچتی کرتے لگتا ہے۔

[۳۷] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کر کے ہدایت کا راستہ بالکل واضح کر دیا لیکن اس کے باوجود انہیں ایمان لانے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ پہلی قوموں کی طرح اچانک عذاب آئے اور انہیں تباہ و برباد کر دے یا عذاب بالکل ان کے سامنے آجائے اور اس عذاب کو دیکھنے کے بعد توبہ کی قبولیت کا وقت ہی ختم ہو جائے۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجا تھا کہ وہ حق پرستوں کو جنت کی خوش خبری سنائیں اور باطل پرستوں کو برے انجام سے ڈرائیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ باطل پرست اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور حق کا راستہ اختیار کرتے، لیکن اس کے برعکس وہ الناحق کو مٹانے کے لئے باطل دلائل کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ
فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدْ مَتَّ يَدَاهُ إِنَّا
جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي
أَذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى
فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ۝

۵۷۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو اپنے
رب کی آیات سے نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے
روگردانی کی اور بھول گیا ان (اعمال بد) کو جو اس
کے ہاتھوں نے آگے بھیجے تھے، بے شک ہم نے ان
کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ قرآن کو
نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی،
اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ کبھی
بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔ [۴۹]

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ
بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَهُمْ
مَوْعِدٌ لَّنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْعِدًا ۝

۵۸۔ اور آپ کا رب تو بہت بخشنے والا، بہت رحمت والا
ہے، اگر وہ ان کے کئے پر ان کا مواخذہ کرتا تو ان پر جلد
عذاب بھیج دیتا لیکن ان کے لئے (عذاب کا) ایک وقت
مقرر ہے، (جب وہ وقت آجائے گا تو وہ) اللہ تعالیٰ
کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔ [۵۰]

وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَ
جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِم مَّوْعِدًا ۝

۵۹۔ اور یہ بستیاں ہیں جب ان کے باشندوں نے ظلم کیا تو
ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت

عذاب کا مذاق اڑاتے ہیں۔

[۴۹] جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی اور انہوں نے اس سے روگردانی کی، نیز وہ اپنے اعمال بد اور ان
کے انجام بد کو بھی بھول گئے، یہ لوگ بہت بڑے ظالم ہیں اور ان کے مظالم کی سزا کے طور پر ان کے دلوں پر ایسے پردے
ڈال دیئے گئے اور ان کے کانوں میں ایسی گرانی پیدا کر دی گئی، جس سے قرآن کا سمجھنا، سننا اور اس سے نصیحت قبول کرنا
ان کے لئے ناممکن ہو گیا، لہذا اب ان کو کیسی ہی دعوت دی جائے یہ کبھی بھی ہدایت کا راستہ اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوں
گے۔ تقدیر کے مسئلہ پر تفصیل جاننے کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۷ اور حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۵۰] اگر اللہ تعالیٰ مٹا ہوں پر گرفت فرماتا تو ظالموں پر جلدی عذاب آجاتا مگر وہ بہت مہربان ہے اور ایک وقت مقرر تک ظالموں
کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے اپنے گناہوں کو بخشوا لیں لیکن اگر وہ باز نہ آئے اور وقت مقرر آگیا تو پھر ان پر عذاب
آکے رہے گا اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا۔ [۵۱]

۶۰۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ میں دو سمندروں کے سنگم تک پہنچ جاؤں یا مدت دراز تک چلتا رہوں گا۔ [۵۲]

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ
مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ①

[۵۱] اہل عرب اپنے تجارتی سفروں میں قوم عاد و ثمود وغیرہ کی تباہ شدہ بستیوں کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ جب ان بستیوں کے باشندوں نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک وقت مقرر تک مہلت دی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو بستیوں سمیت انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔

اس آیت کے ذریعہ اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہیں جو وقت مقرر تک مہلت مل رہی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی بلکہ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کر لو ورنہ جب وقت مقرر آ گیا تو تمہارا حشر بھی وہ ہو سکتا ہے جو پہلی قوموں کا ہوا تھا۔

[۵۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ دو سمندروں کے سنگم پر جائیں وہاں ان سے ملاقات ہو جائے گی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوشع بن نون سے کہا کہ ہمیں دو سمندروں کے سنگم تک پہنچنے کے لئے اپنا سفر جاری رکھنا ہے خواہ ہمیں سالہا سال تک چلنا پڑے۔ اس آیت سے لے کر آیت نمبر ۸۲ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس واقعہ کا خلاصہ پیش کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت خضر علیہ السلام اور دو سمندروں کے سنگم کا تعارف پیش کیا جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلایا بن ملکان ہے اور آپ کا لقب خضر ہے کیونکہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔
(تفسیر بغوی)

حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟

علامہ ثناء اللہ یانی پتی لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے کیونکہ اولیاء اللہ کو کشف اور الہام کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہوتا ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ اب اگر حضرت خضر علیہ السلام کو ولی مانا جائے تو محض کشف اور الہام کی وجہ سے معصوم لڑکے کو قتل کرنا جائز نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ کو نبی ہی ماننا پڑے گا کیونکہ نبی کا علم یقینی ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری) علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (بحر منہیط) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک نیک بندے تھے حالانکہ قرآن مجید کی

آیتیں شہادت دیتی ہیں کہ وہ نبی تھے کیونکہ باطنی امور کو وحی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ کہف: زیر آیت نمبر ۶۵)

علامہ فخر الدین رازی اس سورت کی آیت نمبر ۶۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور اس کی چند وجوہات بھی بیان کی ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ ہیں یا نہیں

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں مگر اس کا حل حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے جب حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو آپ حقیقت حال کے انکشاف کے لئے بارگاہ الہی میں متوجہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی نے مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے سامنے کھڑے ہیں۔ آپ نے ان سے ان کی حقیقت حال دریافت کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں اور الیاس دونوں زندہ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو ایسی طاقت عطا فرمادی ہے جس سے ہم مجسم ہو جاتے ہیں اور زندوں کے سے کام کرتے ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم گمراہوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔ علم لدنی کی تعلیم دیتے ہیں اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو اسے روحانی نسبت بھی دیتے ہیں۔ (تفسیر مظہری) علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: جمہور علماء اس پر ہیں کہ بے شک حضرت خضر علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔

(بحر محیط)

مجمع البحرین

دوسندروں کا سنگم کہاں ہے اس کے متعلق بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس وہ جگہ ہے جہاں خلیج عقبہ اور خلیج سویس دونوں آکر ملتے ہیں اور بحر احمر میں ضم ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن) بہر حال اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیوں نہیں کیا۔ (اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ قیامت تک آنے والے سب اہل ایمان کو یہ درس دیا گیا ہے کہ وہ ایسی صورت میں یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سب سے بڑا عالم ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ (خضر) مجمع البحرین میں ہے اور وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری ان سے کیسے ملاقات ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک ٹوکری میں پھولی رکھ لو، جب وہ

مچھلی (زندہ ہو کر) گم جائے وہیں وہ بندہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم یوشع بن نون مچھلی لے کر چل پڑے، حتیٰ کہ وہ ایک چٹان کے پاس آئے اور اس پر سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی اچانک حرکت میں آ کر ٹوکری سے نکلی اور سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بناتی ہوئی چلی گئی۔ یوشع بن نون نے مچھلی کو جاتے ہوئے دیکھ لیا مگر انہوں نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور دل میں سوچا کہ جب وہ بیدار ہوں گے تو ان کو بتا دوں گا اور پھر وہ بتانا بھول گئے۔ جب وہ اس چٹان سے روانہ ہوئے تو ایک دن کے سفر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ناشتہ لاؤ۔ اس وقت یوشع بن نون نے کہا کہ ہم چٹان کے پاس سوئے تھے تو مچھلی سمندر میں چلی گئی تھی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے، پھر وہ دونوں واپس اس چٹان کے پاس آئے تو دیکھا وہاں حضرت خضر علیہ السلام موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کرنے کے بعد انہیں کہا: کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو رشد و ہدایت کا علم آپ کو سکھایا گیا ہے آپ اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھادیں؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم سکھایا جس کو میں نہیں جانتا (کیونکہ تمام علوم اور کمالات اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہستی میں جمع فرمائے ہیں اور وہ ہے ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر کروں۔ چنانچہ وہ سمندر کے کنارے چلنے لگے، اتنے میں ایک کشتی گزری، کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے ان کو کشتی میں سوار کر لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے بغیر کرایہ کے ہم کو کشتی میں سوار کیا اور آپ نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تاکہ آپ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں، یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں بھول گیا تھا، لہذا مجھ سے درگزر کریں۔ اس اثنا میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، اس نے دریا میں سے ایک چوچ بھر پانی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم دونوں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جتنی اس چڑیا کی چوچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔

پھر وہ کشتی سے نکل کر ساحل سمندر پر جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے ایک بے قصور لڑکے کو ناحق قتل کر دیا، یہ تو آپ نے اچھا نہیں کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آئندہ ایسا نہیں کروں گا، پھر وہ ایک بستی میں آئے اور بستی والوں سے کھانا مانگا مگر اہل بستی نے مہمان

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا
فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۱۱

۶۱۔ پھر جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچے تو وہ
دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، پس مچھلی نے سمندر میں
سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا۔ [۵۳]

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِقَتُهُ إِتَيْنَا غَدَاةً نَا
لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا ۝۱۲

۶۲۔ پھر جب وہ دونوں آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے
اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ ہمارے پاس لے
آؤ، بے شک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ
پہنچی ہے۔ [۵۴]

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

۶۳۔ خادم نے کہا: کیا آپ نے دیکھا جب ہم اس چٹان

نوازی سے انکار کر دیا۔ ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو گرتے دیکھا تو انہوں نے اس دیوار کو درست کر دیا۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے کہا: بستی والوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا، اگر آپ چاہتے تو اس کام پر ان سے اجرت لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام
نے کہا: اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ (بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ کہف: باب ۲)

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: آئیے جانے سے پہلے میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتا دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر
سکے۔ وہ کشتی چند غریب لوگوں کی تھی اور آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو اچھی کشتیوں کو غصب کر رہا تھا۔ میں نے اس کشتی کو اس
لئے ناقص کر دیا تاکہ بادشاہ اس کو غصب نہ کرے اور ان غریب لوگوں کا روزگار چلتا رہے۔ قتل ہونے والے لڑکے کے
والدین اہل ایمان تھے، اگر یہ زندہ رہتا تو ان کو کفر پر مجبور کر دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بہتر لڑکا عطا فرمائے گا اور
وہ مرنے والی دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا جو کہ ان کے نیک باپ نے ان کے لئے دفن کیا تھا
تاکہ جب وہ جوان ہو جائیں تو اس خزانہ کو نکال لیں اور اگر وہ دیوار گر جاتی تو دوسرے لوگ یہ خزانہ لوٹ لیتے۔ اس واقعہ
سے معلوم ہوا کہ علم کی طلب کے لئے اور بڑے عالم کی زیارت کے لئے جانا اور طویل سفر کرنا انبیاء کی سنت ہے۔

[۵۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون جب دو سمندروں کے سنگم پر پہنچے تو چٹان پر سر رکھ کر سو گئے۔ اس دوران مچھلی زندہ ہو
کر سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے سمندر میں چلی گئی۔ اگرچہ یوشع بن نون نے مچھلی کو سمندر میں جاتے ہوئے دیکھ لیا مگر
وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے۔

[۵۴] چٹان کے پاس آرام کرنے کے بعد وہ دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے اور ایک دن کے سفر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
خادم سے کہا کہ ناشتہ لے آؤ اب تو بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَيْنِيهِ إِلَّا
الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَكَ ۖ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ
فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝

کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا
تھا اور شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں (آپ سے)
مچھلی کا ذکر کروں اور مچھلی نے تو سمندر میں عجیب
طریقہ سے اپنا راستہ بنا لیا تھا۔ [۵۵]

قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ ۖ فَارْتَدَّا عَلَى
أَثَارِهِمَا قَصَصًا ۝

۶۴۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش
کر رہے تھے، پھر دونوں اپنے قدموں کے نشانات
دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔ [۵۶]

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اتَّبِعُهُ رَاحَةً
مِّنْ عُنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ۝

۶۵۔ تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک
بندے (خضر علیہ السلام) کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے
پاس سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے
اپنے پاس سے (خصوصی) علم سکھایا تھا۔ [۵۷]

[۵۵] خادم نے کہا: جب ہم چٹان کے پاس سوئے تھے تو مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی اور شیطان نے مجھے بھلا دیا کہ میں
آپ سے مچھلی کا ذکر کرتا۔

[۵۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے، چنانچہ وہ اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے
واپس اسی چٹان کی طرف روانہ ہو گئے۔

[۵۷] جب وہ واپس اس چٹان کے پاس پہنچے تو دراصل یہی وہ جگہ تھی جس کو مجمع البحرین کہا گیا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام وہاں موجود
تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کہا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا: اے بنی اسرائیل کے نبی! تم پر بھی سلام
ہو۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کو میرا تعارف کس نے کرایا؟ خضر علیہ السلام نے جواب دیا: جس نے آپ کو میری طرف
بھیجا ہے اسی نے مجھے آپ کا تعارف بھی کرایا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے پاس
سے خصوصی رحمت اور خصوصی علم یعنی علم لدنی عطا فرمایا۔

علم لدنی کی تعریف

ملا علی قاری لکھتے ہیں: علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ڈالتا ہے۔ یہ علم نبی کے اقوال، افعال اور احوال
سے مستفاد ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اگر
یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو علم کسبی ہے اور اگر یہ علم کسی واسطے کے بغیر حاصل ہو تو یہ علم لدنی ہے اور علم لدنی کی تین
قسمیں ہیں: وحی، الہام اور فرائض۔ (مرقاۃ المفاتیح: جلد اول: ص ۴۲۵: کتاب العلم)

قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَ
مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا ①

۶۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا: کیا میں آپ کی اس
شرط پر پیروی کر سکتا ہوں کہ جو رشد و ہدایت کا علم
آپ کو سکھایا گیا ہے آپ اس میں سے کچھ مجھے بھی
سکھادیں۔ [۵۸]

انبیائے کرام اور اولیائے کاملین کو اللہ تعالیٰ علم لدنی عطا فرماتا ہے مگر ان کے درجات اور مراتب مختلف ہوتے ہیں۔
وحی انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے اور اس سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے جو شریعت میں حجت ہے، البتہ الہام اور فراست
اولیائے کاملین کی عظمت کی نشانی ہے لیکن اس سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے جو حجت شرعی نہیں ہے۔

علم لدنی سے مراد

- اس آیت میں مفسرین نے علم لدنی سے علم غیب مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا، مثلاً:
- ۱۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب کی تعلیم دی۔ (تفسیر قرطبی)
 - ۲۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو ان علوم میں سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور جن کا علم ہماری توفیق
کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے۔ (تفسیر بیضاوی)
 - ۳۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو اس علم کی تعلیم دی جو ہمارے ساتھ خاص ہے جس کا علم ہماری توفیق کے
بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے۔ (صفوة التفاسیر)
 - ۴۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو اس علم غیب سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ خاص ہے۔

- (تفسیر فتح القادیر)
- ۵۔ علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھایا جو ہمارے ساتھ مختص ہے اور وہ غیوب کی خبریں دینے کا
علم ہے۔ (تفسیر بحر محیط)
 - ۶۔ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھایا جس کی تک نہیں پہنچا جاسکتا اور نہ اس کی مقدار کا اندازہ
لگایا جاسکتا ہے اور وہ علم الغیوب اور مخفی علوم کے اسرار ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)
 - ۷۔ علامہ ابوسعود لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو وہ خاص علم سکھایا جس کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کی مقدار کا
اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور وہ علم الغیوب ہے۔ (تفسیر ابی السعود)
 - ۸۔ علامہ ابن جریر لکھتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام ایسے انسان تھے جو علم الغیب جانتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب

قرآن وحدیث اور اہل علم کی مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب بلکہ علم غیوب عطا
فرمایا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب انبیاء کے امام اور سردار ہیں ان کا علم غیب اور علم غیوب تو بہت زیادہ ہوگا۔

[۵۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ درخواست کی کہ آپ مجھے اجازت دیں گے

قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ⑤

۶۷۔ حضرت ﷺ نے کہا: بے شک آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ [۵۹]

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ⑥

۶۸۔ اور آپ اس چیز پر صبر کیسے کر سکتے ہیں جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔

کہ میں کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہ کر آپ سے کچھ علم حاصل کروں، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنا رتبہ خواہ کتنا ہی بلند ہو، استاد کا ادب و احترام بہر صورت لازم ہے۔ ہر طالب علم کو حضرت موسیٰ ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: یہ آیت بتاتی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کم درجے والے انسان کو اپنے سے اعلیٰ انسان پر کسی ایک کمال میں برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ جب ایسی صورت حال پیدا ہو تو اعلیٰ درجے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے سے کم درجے والے انسان سے وہ کمال حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کو اپنے لئے کسر شان نہ سمجھے۔ (تفسیر مظہری) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، جہاں ملے مومن اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

(ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان کیا: علم حاصل کرو اور علم کے لئے سکون اور وقار دیکھو، نیز جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱)

ایک دن عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے اہل دربار سے پوچھا: مجھے یہ بتاؤ کہ اس مملکت میں سب سے محترم اور معزز کون ہے؟ سب نے کہا: اے امیر المومنین! آپ۔ خلیفہ وقت نے اپنا یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ حاضرین نے یہی جواب دیا جس کو ہر بار خلیفہ نے غلط قرار دیا۔ حاضرین دربار نے پوچھا: اگر ہمارا جواب درست نہیں تو آپ فرمائیے۔ ہارون الرشید نے فرمایا: کہ میرے بیٹوں مامون اور امین کا استاد اصمعی اس ساری مملکت میں سب سے زیادہ محترم ہے کیونکہ میرے دونوں بیٹے اپنے استاد کے جوتے اٹھانے میں سبقت لے جانے میں کوشاں ہوتے ہیں لیکن میرے جوتے اٹھانے میں انہوں نے کبھی اس شکش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم: سردلبراس: جولائی ۱۹۸۹ء)

[۵۹] حضرت ﷺ کو معلوم تھا کہ ایسے واقعات پیش آئیں گے جو بظاہر شریعت کے خلاف نظر آئیں گے اور کوئی نبی خلاف شرع امور پر اس وقت تک خاموش نہیں رہتا جب تک ان کے جواز کی کوئی وجہ اس پر ظاہر نہ ہو جائے، اس لئے حضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ ﷺ سے کہا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے اور ساتھ وجہ بھی بیان کر دی کہ جس خلاف شرع کام کی حکمت آپ کو معلوم نہ ہو ظاہر ہے آپ اس پر صبر نہ کر سکیں گے مگر حضرت موسیٰ ﷺ نے وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ وہ ضرور صبر کریں گے اور نافرمانی نہیں کریں گے۔

قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۖ

۶۹۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۖ

۷۰۔ خضر علیہ السلام نے کہا: اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے بارے سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر کروں۔ [۶۰]

فَانْطَلَقَا ۖ حَتَّى إِذَا سَارَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۖ

۷۱۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی میں شگاف کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا آپ نے کشتی میں اس لئے شگاف کیا ہے کہ آپ کشتی والوں کو غرق کر دیں، بے شک یہ تو آپ نے بڑا خطرناک کام کیا ہے۔ [۶۱]

[۶۰] حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: جب میں کوئی ایسا کام کروں جس کی حکمت آپ کو معلوم نہ ہو تو آپ صبر کرنا اور اس کے متعلق فوراً استفسار نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود اس کی حکمت آپ سے بیان کر دوں۔

[۶۱] حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے، اتنے میں ایک کشتی گزری، کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کسی معاوضہ کے ان دونوں کو کشتی میں سوار کر لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ہم کو کشتی میں سوار کیا اور آپ نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، اس طرح تو یہ سواریاں پانی میں ڈوب جائیں گی، یہ تو آپ نے بڑا خطرناک کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھ سے بھول ہو گئی ہے، لہذا آپ مجھ پر سختی نہ کریں اور درگزر کریں۔

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا وہ تختہ توڑا تھا جو پانی میں رہتا تھا لیکن پھر بھی پانی کشتی میں نہ بھرا۔ (تفسیر نور العرفان) اس سے حضرت خضر علیہ السلام کے دو معجزات کا اشارہ ملتا ہے یعنی آپ نے ایسے معجزانہ انداز میں کشتی کا تختہ اکھاڑا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو احساس نہ ہوا۔ نیز کشتی میں سوراخ ہو جانے کے باوجود کشتی میں پانی داخل نہ ہوا۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۱۲

۷۲۔ حضرت علیؑ نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔

قَالَ لَا تَأْخُذْ بِلِحَافِ نَسِيتُ وَلَا تَرْهَقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۝۱۳

۷۳۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ میری بھول پر گرفت نہ کریں اور میرے معاملہ میں مجھ پر زیادہ سختی نہ کریں۔

فَانْطَلَقَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ ۖ قَالَ أَقْتَلْتَنِي نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ۖ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا لَّكْرًا ۝۱۴

۷۴۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ ایک لڑکے سے ملے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کر ڈالا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر قتل کر دیا، بے شک آپ نے بڑا نازیبا کام کیا۔ [۶۲]

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۱۵

۷۵۔ حضرت علیؑ نے کہا: کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے؟

قَالَ إِنْ سَأَلْتِكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَ هَذَا فَلَا تُصِجِبْنِي ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۝۱۶

۷۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، بے شک آپ میری طرف سے حدِ عذر کو پہنچ گئے ہیں۔

فَانْطَلَقَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا آتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلُهَا فَأَبَوْا أَنْ يُصَيِّفُوهُمَا ۝۱۷

۷۷۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان سے کھانا طلب کیا تو بستی والوں نے ان کی میزبانی سے انکار کر دیا،

[۶۲] پھر وہ کشتی سے نکل کر ساحلِ سمندر پر جا رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے ایک بے قصور لڑکے کو ناحق قتل کر دیا، یہ تو آپ نے بڑا ہی نازیبا کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ایک موقع اور دے دیں اگر اس کے بعد بھی میں سوال کروں تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں اور اس فیصلے میں آپ حق بجانب ہوں گے اور مجھے بھی آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَ
فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتُ لَتَخَدَّتْ عَلَيْهِ
أَجْرًا ۝

پھر انہوں نے اس بستی میں ایک دیوار دیکھی جو
گرا ہی چاہتی تھی تو حضرت علیہ السلام نے اسے درست کر دیا،
موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری
لے لیتے۔ [۶۳]

قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ
بِثَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝

۷۸۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بس اب میرے اور آپ
کے درمیان جدائی ہے، اب میں آپ کو ان باتوں کی
حقیقت سے آگاہ کئے دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ
کر سکے تھے۔

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ
فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ
وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝

۷۹۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام
کرتے تھے، میں نے چاہا کہ میں اسے عیب دار کر دوں
کیونکہ ان کے آگے ایک (ظالم) بادشاہ (کھڑا) تھا جو
ہر (بے عیب) کشتی کو غصب کر رہا تھا۔ [۶۴]

وَأَمَّا الْعُلَمَاءُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا
أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝

۸۰۔ اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مومن تھے، پس
ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر میں مبتلا
کر دے گا۔ [۶۵]

[۶۳] پھر وہ ایک بستی میں آئے اور بستی والوں سے کھانا مانگا مگر اہل بستی نے میزبانی سے انکار کر دیا، پھر انہوں نے اس بستی میں
ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے ہاتھ لگا کر معجزانہ طور پر درست کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
اس بستی والوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا، اگر آپ چاہتے تو اس کام پر ان سے اجرت طلب کرتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے
کہا: بس اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے کیونکہ آپ نے صبر نہیں کیا۔

[۶۴] پھر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آئیے جانے سے پہلے میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتائے دیتا ہوں
جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ وہ کشتی چند غریب لوگوں کی تھی اور آگے ایک ظالم بادشاہ کھڑا تھا جو بے عیب کشتیوں کو غصب
کر رہا تھا اور کشتی والوں کو اس کا علم نہیں تھا، میں نے اس کشتی کو اس لئے ناقص کر دیا تاکہ بادشاہ اس کو غصب نہ کرے اور
ان غریبوں کا روزگار چلتا رہے۔

[۶۵] اور اس قتل ہونے والے کے والدین اہل ایمان تھے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ان کو کفر اور سرکشی پر مجبور کر دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ

فَارَادَنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ۝۸۱

۸۱۔ پس ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں (اس لڑکے کا ایسا)
بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور
زیادہ مہربان ہو۔

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي
الْبَدْيَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزُ لَهُمَا وَكَانَ
أَبُوهُمَا صَالِحًا فَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا
أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً
مِّنَ رَبِّكَ ۖ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۖ ذَٰلِكَ
تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝۸۲

۸۲۔ اور وہ جو دیوار تھی وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور
اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفن) تھا اور ان کا باپ
ایک نیک آدمی تھا، پس آپ کے رب نے چاہا کہ وہ
دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے
رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں، [۶۶] اور
میں نے (جو کچھ بھی کیا) وہ اپنی مرضی سے نہیں کیا، یہ
ان (واقعات) کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ
کر سکے تھے۔ [۶۷]

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ
سَأَتْلُو عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳

۸۳۔ اور وہ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کرتے
ہیں، آپ فرمائیے: میں ابھی آپ کے سامنے اس کا
کچھ حال پڑھ کر سنا تا ہوں۔ [۶۸]

ان کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا جو اس سے زیادہ پاکیزہ اور والدین کے لئے زیادہ مہربان ہوگا۔

[۶۶] اور وہ گرنے والی دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا جو کہ ان کے نیک باپ نے ان کے لئے دفن
کیا تھا تاکہ جب وہ جوان ہو جائیں تو اس خزانہ کو نکال لیں اور اگر وہ دیوار گر جاتی تو دوسرے لوگ ان یتیموں کا خزانہ
لوٹ لیتے۔

[۶۷] آخر میں حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے یہ سارے کام اپنی مرضی سے نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے تھے۔

[۶۸] مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے مشورہ سے نبی کریم ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو ملک فارس میں اقتدار بخشا اور اس کو ایسا علم و ہنر اور ایسا ساز و سامان عطا فرمایا جس کی وجہ سے
اس نے نمایاں فتوحات حاصل کیں حتیٰ کہ مشرق و مغرب کا حکمران ہو گیا تھا۔ قرآن مجید کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے
کہ ذوالقرنین ایک سچا مومن اور صالح انسان تھا۔ وہ رعایا کا ہمدرد اور خیر خواہ بادشاہ تھا۔

إِنَّا مَكْنَانُهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝

فَاتَّبَعْ سَبَبًا ۝

۸۴۔ بے شک ہم نے اسے زمین میں اقدار بخشا تھا اور بے شک ہم نے اس کو ہر چیز کا ساز و سامان دیا تھا۔

۸۵۔ پس وہ (مغرب کی طرف) ایک راستے پر روانہ ہوا۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَا الْقَارِئِينَ إِنَّمَا أَنْتُمْ تُعَذِّبُونَ وَإِنَّمَا أَنْتُمْ تُخَذِّلُفِيهِمْ حُسْنًا ۝

۸۶۔ یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے سورج کو یوں پایا گویا وہ سیاہ کیچڑ کے چٹھے میں ڈوب رہا ہے [۶۹] اور اس نے وہاں ایک قوم کو پایا، ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! (تمہیں اختیار ہے) خواہ تم انہیں سزا دو یا ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ [۷۰]

قَالَ آمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُ بِهِ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُ بِهِ عَذَابًا ثَلَاثًا ۝

۸۷۔ ذوالقرنین نے کہا: جس نے ظلم کیا تو عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹا یا جائے گا تو وہ اسے بڑا ہی سخت عذاب دے گا۔ [۷۱]

[۶۹] ذوالقرنین نے سب سے پہلے مغرب کا رخ کیا اور مختلف ممالک فتح کرتا ہوا ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل تک پہنچ گیا جہاں زمین اور آبادی ختم ہو گئی اور تا حد نگاہ پانی ہی پانی تھا جو چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی وجہ سے سیاہ کیچڑ کے چٹھے کی طرح نظر آتا تھا اور اس کی لہروں میں سورج ڈوب رہا تھا۔ اگرچہ سورج تو زمین اور سمندر سے بہت بڑا ہے اور وہ اپنے مدار میں متحرک رہتا ہے اور کہیں ڈوبتا نہیں مگر سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر غروب آفتاب کا نظارہ کرنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔

[۷۰] مغرب میں سمندر کے قریب وہ قوم آباد تھی جس نے ذوالقرنین کے ملک پر حملہ کیا تھا اور اس کا تاج و تخت چھیننے کی کوشش کی تھی، اب وہ قوم ذوالقرنین کے قبضہ میں آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں اس طرح بات ڈال دی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ڈالی تھی۔ (قرآن: ۳۸:۲۰) یعنی تم موسیٰ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی کہ چاہے تو اس قوم سے بدلہ لے کیونکہ اس نے ذوالقرنین کے ملک پر حملہ کیا تھا اور چاہے تو اسے معاف کر دے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

[۷۱] ذوالقرنین نے اس قوم کے گزشتہ قصور کو تو معاف کر دیا مگر آئندہ کے لئے وارننگ دے دی کہ اگر انہوں نے پھر ظلم و زیادتی کا راستہ اختیار کیا تو ہم اس دنیا میں ان کو سزا دیں گے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بھی ان کے مظالم کی سخت سزا دے گا۔

وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ
الْحُسْنَىٰ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ۝

۸۸۔ اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے تو اس کے لئے اچھا بدلہ ہے اور ہم اسے اپنے احکام سے آسان بات کہیں گے۔ [۷۲]

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا ۝

۸۹۔ پھر وہ (مشرق کی طرف دوسرے) راستے پر روانہ ہوا۔

حَتَّىٰ إِذَا بَدَغَ مَطْلِعُ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَظْلَعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا
سَبِيلًا ۝

۹۰۔ یہاں تک کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پر پہنچا تو اس نے سورج کو یوں پایا گویا وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لئے ہم نے سورج (کی گرمی) سے بچنے کی کوئی آڑ نہیں بنائی۔ [۷۳]

كَذَٰلِكَ ۖ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝

۹۱۔ واقعہ اسی طرح ہے، اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا وہ سب ہمارے علم میں تھا۔ [۷۴]

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا ۝

۹۲۔ پھر وہ (شمال کی طرف تیسرے) راستہ پر روانہ ہوا۔

[۷۵]

[۷۲] جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کے لئے آخرت میں اچھا بدلہ ہوگا اور اس دنیا میں بھی ہم اس کے امور میں آسانیاں پیدا کریں گے۔

[۷۳] مغرب کی فتوحات کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی جانب انسانوں کی آخری آبادی کا رخ کیا کیونکہ وہاں پر بعض خانہ بدوش قبائل نے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ یہ لوگ مکانوں اور کپڑوں کے بغیر وحشی جانوروں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ وہاں سے آگے مشرق کی طرف پہاڑوں کا ایک طویل اور اونچا سلسلہ تھا اور ان کے اوپر سے جب سورج نظر آتا تو ایسا محسوس ہوتا جیسا کہ ان ہی پہاڑوں سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔

[۷۴] ذوالقرنین کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے واقعہ اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوالقرنین کی ساری صلاحیتوں سے خوب باخبر ہے اور اس نے ذوالقرنین کو ایسے وسائل عطا فرمائے جن کی وجہ سے اس نے وقت کی معلوم دنیا کے مغرب سے لے کر مشرق تک غلبہ حاصل کر لیا۔

[۷۵] آیت نمبر ۹۲ سے لے کر آیت نمبر ۹۷ تک کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ذوالقرنین نے مشرق سے شمال کا رخ کیا اور جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک درہ میں پہنچا تو ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کے لوگوں کو پایا جو ذوالقرنین اور ان

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ
دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ
قَوْلًا ۝

۹۳۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو
اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کو پایا
جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھ سکتی تھی۔

کے لشکر کی زبان نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان میں ذوالقرنین سے فریاد کی کہ ان پہاڑوں کی دوسری جانب
یا جوج اور ماجوج رہتے ہیں اور انہوں نے ہماری زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ وہ اس درے سے آتے ہیں اور ہماری
بستیوں میں تباہی اور بربادی پھیلاتے ہیں اور ہمارے مال لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ ہم آپ کو خراج کی صورت میں سرمایہ
دینے کو تیار ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں تاکہ ہم ان کے شر اور ظلم سے محفوظ
ہو جائیں۔ ذوالقرنین نے اپنے خداداد علم کے ذریعہ ان کی زبان اور بات سمجھ لی اور انہیں کہا: مجھے تمہارے مال کی
ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم و ہنر عطا فرمایا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے، لہذا تم اپنی محنت سے میری مدد کرو
اور لوہے کی چادریں لے آؤ۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیتا ہوں، چنانچہ اس نے دونوں
پہاڑوں کی بلندی کے برابر لوہے کی دیوار بنادی، پھر آگ جلا کر اس لوہے کو تپایا اور اس کے اوپر پگھلا ہوا تانبا ڈال کر اس
کو ایسا مضبوط اور چکنا کر دیا کہ پھر یا جوج اور ماجوج نہ تو اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے۔ یا جوج
اور ماجوج آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر آدم خور اور بڑے ظالم ہیں۔

یا جوج اور ماجوج اب کہاں ہیں؟

یا جوج اور ماجوج کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ وہ اس پہاڑی درہ کے پیچھے بند ہیں، قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹ
جائے گی اور یا جوج اور ماجوج وہاں سے نکل کر ساری دنیا میں قتل و غارت اور تباہی کا میدان گرم کر دیں گے۔

رہا یہ سوال کہ وہ پہاڑ کہاں ہے جس میں یا جوج اور ماجوج بند ہیں۔ اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہیں
اور نہ ہی اس کی تحقیق پر کسی اسلامی حکم کا دار و مدار ہے۔ ہزاروں سال گزرنے کے بعد وہ لوہے کی دیوار اب مٹی اور
پتھروں سے مل کر پہاڑ کا حصہ بن چکی ہوگی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یا جوج اور ماجوج کسی بڑے وسیع علاقہ میں موجود
ہوں کیونکہ ان کو طویل عمریں اور کثیر اولاد دینا اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں بلکہ اس کی قدرت کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قادر ہے۔ جس طرح وہ قیامت کے ایک دن کو پھیلا کر پچاس ہزار سال کے برابر کر سکتا ہے اسی طرح وہ اربوں کی تعداد
میں یا جوج اور ماجوج کو چوٹیوں کی طرح چھوٹا کر کے ایک چھوٹی سی غار میں بند کر سکتا ہے اور قیامت کے قریب پھر اصلی
حالت کے مطابق پہاڑ سے اتار سکتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک دفعہ ابلیس نے ایک عالم سے
پوچھا: کیا تمہارا رب ساری دنیا کو ایک انڈے میں بند کر سکتا ہے؟ عالم نے جواب دیا: ہاں، تو ابلیس نے پوچھا: وہ کیسے؟
عالم نے کہا: میرا رب جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

(جامع بیان العلم و فضلہ: ص ۴۲: روایت نمبر ۱۱۶)

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يٰ جُوبَ وَمَا جُوبَ
مُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ
خَرَجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ
سَدًّا ۝۹۴

۹۴۔ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یا جوج اور
ما جوج نے اس علاقہ میں فساد برپا کر رکھا ہے کیا ہم آپ
کے لئے کچھ خراج مقرر کر دیں تاکہ آپ ہمارے اور
ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں۔

قَالَ مَا مَكْنٰى فِيْهِ رَبِّ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝۹۵

۹۵۔ ذوالقرنین نے کہا: مجھے میرے رب نے اس بارے
میں جو اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے، پس تم محنت سے میری
مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط
دیوار بنا دوں گا۔

اَتُوْنِيْ زُبْرًا حٰدِيْدًا حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ
الصَّدَقَيْنِ قَالِ اَنْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهُ
نَارًا قَالِ اَتُوْنِيْ اَقْرِعْ عَلَيْهِ قَطْرًا ۝۹۶

۹۶۔ تم میرے پاس لوہے کی چادریں لے آؤ، یہاں تک
کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (اس
دیوار کو) برابر کر دیا تو اس نے کہا: دھونکو! یہاں تک
کہ جب اس نے اس لوہے کو آگ بنا دیا تو اس نے
کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر
انڈیل دوں۔

فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يُّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا
لَهُ نَقَبًا ۝۹۷

۹۷۔ پھر یا جوج اور ما جوج نہ تو اس دیوار پر چڑھ سکے اور
نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے۔

یا جوج اور ما جوج کے متعلق دوسری رائے یہ ہے کہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قرب قیامت کا دور شروع
ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ یا جوج اور ما جوج کا خروج عمل میں آچکا ہو جیسا سید قطب شہید لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا
وعدہ مقرر کیا ہو اور وہ دیوار ٹوٹ چکی ہو اور یا جوج اور ما جوج سے مراد تاتاری ہوں جنہوں نے عالم اسلام پر حملہ کیا اور
زمین میں پھیل کر تباہی و بربادی مچا دی۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

علامہ عبدالحق لکھتے ہیں: یا جوج اور ما جوج وہی تاتاری اور چینی تاتار کے لوگ ہیں جن کے بزرگوں کے روکنے کے
لئے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی اور یہی قومیں اخیر زمانے میں ملکوں پر یورش کریں گی یا کر چکی ہیں۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر حقانی)

قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ
رَبِّي ۖ جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي
حَقًّا ۝۱۸

۹۸۔ ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے، پھر
جب میرے رب کا وعدہ (مقررہ وقت) آئے گا تو
وہ اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب
کا وعدہ برحق ہے۔ [۷۶]

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَعَلْنَاهُمْ جُجَعًا ۝۱۹

۹۹۔ اور اس دن ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ وہ (سمندر کی
موجوں کی طرح) ایک دوسرے میں گھس جائیں گے
اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو جمع کر دیں گے۔

وَ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ
عَرْضًا ۝۲۰

۱۰۰۔ اور اس دن ہم جہنم کو کفار کے سامنے ظاہر کر دیں
گے۔ [۷۷]

الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ
ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ۝۲۱

۱۰۱۔ وہ کافر جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں
اور وہ (میرا ذکر) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا
عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا
جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝۲۲

۱۰۲۔ کیا کافر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر
میرے بندوں کو اپنا دوست بنالیں گے، بے شک ہم نے
کافروں کی مہمانی کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ [۷۸]

[۷۶] ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی مہربانی ہے کہ یہ مضبوط دیوار بن گئی ہے اور مقررہ وقت کے بعد یہ دیوار ٹوٹ جائے گی
تو یہ لوگ سمندر کی موجوں کی طرح ٹھانٹیں مارتے ہوئے نکلیں گے اور زمین پر قتل و غارت اور فساد کا بازار گرم کر دیں گے۔

[۷۷] یہاں سے قیامت کا ایک منظر بیان کیا جا رہا ہے یعنی جب صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ قبروں سے اٹھ کر ایک وسیع
میدان میں جمع ہو جائیں گے اور وہ کافر جو آخرت کے منکر تھے اور جنہوں نے اپنی آنکھوں کو اور اپنے کانوں کو میرے ذکر
سے محروم کر رکھا تھا انہیں جہنم بالکل سامنے نظر آ رہا ہوگا جس میں انہیں پھینکا جائے گا۔

[۷۸] وہ کافر لوگ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فرشتوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے امید
رکھتے ہیں کہ وہ انہیں قیامت کے عذاب سے بچالیں گے تو یہ ان کی جہالت ہے بلکہ روز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ان
کی کفریہ حرکات سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے، لہذا اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کو تو قیامت کے دن انبیائے کرام
اور اللہ والوں کی دوستی ضرور کام آئے گی مگر کفار کو ان کے کفر کی وجہ سے کسی کی دوستی کام نہیں آئے گی اور انہیں جہنم میں

قُلْ هَلْ تُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝

۱۰۳۔ آپ فرمائیے! کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں ہیں۔ [۷۹]

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝

۱۰۴۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرَبَّنَا ۝

۱۰۵۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا، سو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ [۸۰]

ذَٰلِكَ جَزَاءُ هُمُ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَتَآخَذُوا الْآيَاتِ وَرُسُلَ هَٰؤُلَاءِ ۝

۱۰۶۔ یہ جہنم ہی ان کی جزا ہے اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ

۱۰۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

ہی جانا پڑے گا۔

[۷۹] ان آیات میں ان لوگوں کی خبر دی گئی ہے جو اعمال کے لحاظ سے خسارے میں ہوں گے یعنی ان کے پاس اعمال تو ہوں گے مگر بے کار، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد صرف دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے میں ضائع ہو گئی اور وہ اس کو اچھا کام سمجھتے رہے اور آخرت کو فراموش کرنے کا جو انہیں نقصان ہو رہا تھا اس کا انہیں احساس نہ ہوا یا ان سے مراد کافر اور ریاکار ہیں جن کے اچھے اعمال بھی قیامت کے دن انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔

[۸۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے کہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے دنیاوی اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی کیونکہ ان کے اعمال کفر کی وجہ سے بے وزن اور بے اثر ہوں گے۔ نیز قیامت کے دن ان کے لئے میزان کا انتظام بھی نہیں کیا جائے گا کیونکہ میزان کی ضرورت تو اس کے لئے ہوگی جس کے اعمال میں نیکیاں اور برائیاں دونوں ہوں گی اور جس کے نامہ اعمال میں ایک بھی نیکی نہیں ہوگی اس کے وزن کی کیا ضرورت ہے۔

لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝
 عمل کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات
 ہیں۔ [۸۱]

خُلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝
 ۱۰۸۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ اس جگہ کو بدلنا نہیں
 چاہیں گے۔ [۸۲]

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَفَّيْتُ رَأْيِي لَنَقِدَ
 الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْقَدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا
 ۱۰۹۔ آپ فرمائیے! اگر میرے رب کے کلمات
 (لکھنے) کے لئے سمندر سیاہی ہو جائے تو میرے رب

[۸۱] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کو جنت الفردوس میں داخل کیا جائے گا۔

جنت کے لئے دعا

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔ (قرآن: ۲۶: ۸۵)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اور میں تجھ سے جنت کے بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین

(المعجم الكبير للطبرانی: جلد ۲۳: ص ۳۱۷: روایت نمبر ۷۱۷)

اہل جنت کے احوال

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اہل جنت اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے چہروں اور جسموں پر بال نہیں

ہوں گے اور ان کی عمریں تیس یا تینتیس سال ہوں گی۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۴۵: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۱۲)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور ان میں سے ۸۰ صفیں اس امت کی ہوں گی

اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۴۶: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۱۳)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے

چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۵۳: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۱۷)

جنت الفردوس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس

جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے، پس جب تم اللہ

تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۳۱: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۴)

[۸۲] اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور وہ جنت کی نعمتوں پر اس قدر مطمئن ہوں گے کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ منتقل

ہونے کی خواہش نہیں کریں گے اور فی الواقع جنت سے بہتر کوئی جگہ ہی نہیں ہوگی تو آخر کوئی خواہش کرے گا تو کس کی؟

بِسْمِ اللَّهِ مَدَدًا ۝

کے کلمات ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر ختم ہو جائے گا
اگرچہ ہم اس کی مدد کے لئے اتنا ہی سمندر اور لے
آئیں۔ [۸۳]

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنبَاءُ
الْبُحْثِ إِلَهُ وَاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ
رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهِ ۚ أَحَدًا ۝

۱۱۰۔ آپ فرمائیے! بے شک میں تمہاری ہی مثل بشر
ہوں [۸۳] میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا
معبود ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب سے
ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل
کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ
کرے۔

[۸۳] اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالات اور اس کی قدرت و حکمت کے کلمات کو اگر لکھا جائے اور سمندر اس کے لئے سیاہی ہو جائے
تو ایک سمندر کیا دو بھی ہوں تو ختم ہو جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھا نہیں جاسکتا کیونکہ سمندر کا پانی کتنا ہی وسیع و
عریض کیوں نہ ہو وہ بہر حال محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات اور کمالات غیر محدود ہیں، لہذا یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ کوئی
بھی محدود ہستی غیر محدود کلمات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ نیز سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین کے تمام درخت اگر قلمیں
بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے علاوہ سات سمندر اسے مزید سیاہی مہیا کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم
نہیں ہوں گے۔ (قرآن: ۳۱: ۲۷)

[۸۴] نبی کریم ﷺ کی بشریت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور کمالات کو دیکھ کر لوگوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اب جب کہ سارے
نبیوں کے سردار اور سراپا معجزہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا جن کو پتھروں اور درختوں نے بھی سلام پیش کیا تو خطرہ تھا
کہ کہیں آپ کی امت بھی آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ قرار دے تو اس غلط فہمی کے سد باب کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:
پیارے نبی ﷺ! آپ کہیے: بے شک میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی
معبود ہے۔ (قرآن: ۱۸: ۱۱۰) یعنی خدا نہ ہونے میں میں بھی تم جیسا ہوں، نہ تم خدا ہو اور نہ میں خدا ہوں، لیکن اس کا مطلب
یہ نہیں کہ آپ دوسرے انسانوں ہی کی مثل بشر ہیں۔ بلاشبہ ہر نبی انسان اور بشر ہوتا ہے مگر نبی کی بشریت میں وحی وصول کرنے
کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ چونکہ تمام انبیاء کرام کے
سردار ہیں اس لئے آپ کی بشریت تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ
کر جب صحابہ کرام ۷ نے بھی صوم وصال (یعنی روزے کے ساتھ روزہ ملانا اور درمیان میں کچھ نہ کھانا) شروع کئے تو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة مریم (۱۹)

یہ سورت مکی ہے۔ اس کا نام مریم ہے کیونکہ اس میں سیدہ مریم علیہا السلام کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورت بعثت نبوی کے پانچویں سال سے پہلے نازل ہوئی اور اس کا ثبوت ہجرت حبشہ کا درج ذیل واقعہ ہے جس میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا ایک حصہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سامنے تلاوت کیا، اور ہجرت حبشہ نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

ہجرت حبشہ

نبی کریم ﷺ نے جب دیکھا کہ کفار مکہ کے مظالم بڑھتے جا رہے ہیں تو آپ نے اپنے جاں نثار غلاموں کو اجازت دی کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں کیونکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی بڑا رحم دل اور انصاف پسند ہے، نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور کسی کو کمزوروں پر ظلم کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ بعثت کے پانچویں سال مہاجرین کا پہلا قافلہ اپنے وطن کو چھوڑ کر حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ قافلہ سالار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کی لخت جگر حضرت رقیہ زوجہ عثمان رضی اللہ عنہا بھی اس ہجرت میں شامل تھیں۔ راہ حق کے یہ مسافر جب حبشہ پہنچے تو نجاشی نے انہیں بڑے احترام سے خوش آمدید کہا اور ٹھہرنے کے لئے پر امن جگہ فراہم کی۔ تین ماہ بڑے سکون سے گزرے، اتنے میں یہ خبر پھیل گئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اس لئے اکثر مسلمان حبشہ سے واپس مکہ آگئے مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ محض افواہ تھی یہاں تو مسلمانوں کے حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس دفعہ اس قافلہ میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان بھی شامل ہوئے اور اس قافلہ کی تعداد ۸۳ ہو گئی۔

جب مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلی گئی تو کفار مکہ کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں مسلمان اپنی طاقت جمع کر کے ہم پر دھاوا بول دیں۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کر کے دو سفیر نجاشی کے پاس بھیجے تاکہ وہ نجاشی سے ملاقات کریں اور ہر ممکن طریقہ سے اس کو ایسا متاثر کریں کہ وہ ان لوگوں کو حبشہ سے نکال دے اور مکہ واپس آنے پر مجبور کر دے۔ اس سفارت کو موثر بنانے کے لئے انہوں نے بڑے نفیس اور قیمتی تحائف بھی دیئے تاکہ بادشاہ اور درباریوں کو دے کر ان کی حمایت حاصل کریں۔ چنانچہ حبشہ پہنچ کر قریش کے سفیروں نے نجاشی سے کہا:

ہمارے شہر کے چند بے وقوف آپ کے ملک میں آکر رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ ان احمقوں نے اپنی قوم کا دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک نیا دین گھڑا ہے۔ ہمیں قریش کے سرداروں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیں اور انہیں فرمائیں کہ وہ اپنے وطن میں اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جائیں۔

چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا: وہ کیا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے؟ اس پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایسا رسول بھیجا جس کے نسب اور صداقت و امانت سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں، اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جن کے سننے سے نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور کہنے لگا: یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ایک ہی سورج کی کرنیں ہیں۔

چنانچہ نجاشی نے قریش کے سفیروں سے کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں، میں ان لوگوں کو آپ کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جس نبی پر یہ ایمان لائے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کی آمد کا مژدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔ چنانچہ جب نجاشی فوت ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت فرمائی۔

مضامین سورہ مریم

اس سورت کی ابتدا میں پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کو اس وقت ان کے بیٹے یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوش خبری سنائی گئی جب بڑھاپے کی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کے سارے بال سفید ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ محترمہ بانجھ ہو چکی تھیں اور پھر مقدس کنواری مریم علیہا السلام سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کر کے اس حقیقت کو عیاں کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کو دیکھ کر بعض نے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا اور بعض نے حضرت مریم علیہا السلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس افراط و تفریط کو اس طرح ختم کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں کلام کر کے ایک طرف اپنی ماں کی پاک دامنی بیان کی اور دوسری طرف اپنی نبوت کا اعلان کیا کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ خدا کا بندہ اور نبی ہوں اور اس نے مجھے لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب بھی دی ہے۔ (قرآن: ۱۹: ۳۰)

اس کے بعد چند دیگر عظیم انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے خصوصی کمالات کا ذکر کیا، پھر ان کی اولاد کا ذکر فرمایا کہ ان میں سے جو نماز نہیں پڑھیں گے اور اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ سزا دے گا اور جو نیک اعمال کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلینڈ

بارہ جون ۲۰۰۷ء بروز منگل بمطابق ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

﴿اباھا ۹۸﴾ ﴿۱۹ سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ ۲۲﴾ ﴿مَرْكُوْعَاتُهَا ۲﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

کھٹھکھٹ ①

۱۔ کاف ہا یا عین صاد۔ [۱]

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرِيَّا ②

۲۔ یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے

ذکر یا علیہ السلام پر فرمائی تھی۔ [۲]

اِذْ نَادٰی رَبَّهُ نِدًا خَفِيًّا ③

۳۔ جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔ [۳]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهْنَ الْعِظْمِ مِثِّیْ وَاسْتَعَلَ

۴۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں

کمزور ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے سر بالکل سفید ہو گیا

ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم

نہیں رہا۔ [۴]

الرَّاسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَاۤیِكَ رَبِّ

سَقِيًّا ④

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی تشریح کے لئے سورہ

بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس میں آپ کے رب کریم کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے

اپنے بندے حضرت ذکر یا علیہ السلام پر فرمائی تھی یعنی بڑھاپے میں حضرت مکی علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا۔

[۳] حضرت ذکر یا علیہ السلام نے چپکے چپکے دعا کی۔ دعا خواہ بلند آواز سے کی جائے یا چپکے چپکے، دونوں طرح درست ہے مگر آہستہ

دعا کرنے میں زیادہ اخلاص ہے اور یہ ریا سے دور ہے۔ اسی طرح ذکر بھی دونوں طرح درست ہے مگر آہستہ کرنے میں

زیادہ اخلاص ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگ بلند

آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو

نہیں پکار رہے، بے شک تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۷۰۴: کتاب الذکر: باب ۱۳)

[۴] حضرت ذکر یا علیہ السلام کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ ایک دن انہوں نے بڑے عجز و نیاز کے ساتھ دھیمی آواز میں دعا کی: اے

میرے رب! بلاشبہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور اب میں اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں کہ بظاہر اولاد کا کوئی امکان نہیں ہے مگر تو

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ دَرَا عِيٍّ وَكَانَتْ
أَمْرَاتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ
وَلِيًّا ۝

۵۔ اور مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے (بے دین) رشتہ داروں
سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو مجھے اپنے
پاس سے ایک وارث عطا فرما دے۔ [۵]

يُرْسِنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ
رَبِّ رَاضِيًّا ۝

۶۔ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب! تو
اسے (اپنا) پسندیدہ بنا دے۔

قادر مطلق ہے، کسی سبب کا محتاج نہیں ہے، اس لئے میں تیرے حضور دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی قدرت سے بیٹا عطا فرما اور
میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں کیونکہ پہلے بھی جب کبھی میں نے دعا کی تو نے اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرمایا اور
اب بھی مجھے تیری رحمت پر یقین ہے کہ یہ دعا بھی قبول ہوگی۔

[۵] حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ وہ خود بھی بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی اور ان کے رشتہ دار بے دین
تھے اور انہیں خطرہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد علوم نبوت کی تبلیغ کون کرے گا، اس لئے انہوں نے ایک نیک بیٹے کے لئے
دعا کی جو ان کے اور آل یعقوب کے علوم کا وارث بنے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ہو۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی وراثت

انبیائے کرام علیہم السلام کی وراثت مال نہیں بلکہ علم ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۷۷۷: کتاب الفرائض: باب ۳)

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے، وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے
ہیں، سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)
علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کی وراثت مال نہیں ہوتا اور شیعہ حضرات سے بھی کچھ اس
طرح مروی ہے جیسا کہ شیخ کلینی نے کافی میں روایت کیا ہے کہ ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء
کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم اور دینار کی میراث نہیں چھوڑتے، وہ صرف اپنی احادیث (علم کی باتیں) چھوڑتے ہیں
اور جس شخص نے ان احادیث کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (تفسیر روح المعانی)

علامہ غلام رسول سعیدی بھی کافی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت
داؤد علیہ السلام کے وارث تھے اور حضرت محمد ﷺ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد ﷺ کے وارث
ہیں۔ (تبیان القرآن) اس سے ظاہر ہوا کہ انبیائے کرام کی وراثت سے مراد علوم نبوت کی وراثت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ
کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مالی وراثت کا تو کوئی امکان اور احتمال نہیں ہے۔

۷۔ اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام سگی الطیۃ ہوگا ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔ [۶]

۸۔ زکریا الطیۃ نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔

۹۔ فرمایا: ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا: یہ میرے لئے آسان ہے اور اس سے پہلے میں تمہیں پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ [۷]

۱۰۔ زکریا الطیۃ نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے، فرمایا: تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہونے کے باوجود تین (دونوں اور تین) راتوں تک لوگوں سے بات نہیں کر سکو گے۔ [۸]

۱۱۔ پھر زکریا الطیۃ اپنے (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِعِلْمٍ اَسْمٰہِ یَحْیٰی
لَمْ نَجْعَلْ لَہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۝

قَالَ رَبِّ اَنِّیْ یَکُوْنُ لِیْ عُلْمٌ وَّکَانَتْ اِمْرَاَتِیْ
عَاقِرًا وَّاقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتٰیًّا ۝

قَالَ کَذٰلِکَ ۚ قَالَ رَبُّکَ هُوَ عَلٰی ہٰہِیْنٍ وَّ
قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا ۝

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِیْ اٰیۃً ۚ قَالَ اٰیٰتُکَ اِلَّا
تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ۝

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی

[۶] حضرت زکریا الطیۃ کی دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ انہیں بیٹے کی بشارت دی اور اس کے لئے سگی الطیۃ نام تجویز فرمایا اور یہ نام آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا۔

[۷] حضرت زکریا الطیۃ نے عرض کیا: اے میرے رب! میری بیوی بانجھ ہے اور میں انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں تو پھر میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ کیا ہمیں دوبارہ جوان کیا جائے گا یا اسی بڑھاپے میں بیٹا دیا جائے گا؟ اس کا جواب ملا: اسی بڑھاپے کی حالت میں آپ کے ہاں بیٹا ہوگا اور یہ میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں جس طرح تمہیں عدم سے وجود میں لایا تھا اسی طرح بڑھاپے میں بیٹا بھی دوں گا۔

[۸] حضرت زکریا الطیۃ نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی اور علامت مقرر فرمادے جس سے میں جان لوں کہ اب خوش خبری کا وقت قریب آ گیا ہے۔ تو یہ نشانی بتائی گئی کہ تم تین دنوں اور تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے اور انہیں اشاروں سے سمجھاؤ گے اور یہ خاموشی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ تیرے اطمینان کے لئے بطور علامت ایسا ہوگا۔ یہ واقعہ پہلے سورہ آل عمران (۳) کی آیات نمبر ۸ تا ۱۲ میں گزر چکا ہے۔

إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝

قوم کے پاس آئے اور اشارے سے انہیں سمجھایا کہ تم صبح و شام (اللہ تعالیٰ کی) پاکی بیان کیا کرو۔ [۹]

يَجِيئُ هَذَا الْكِتَابُ بِقُوَّةٍ ۚ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝

۱۲۔ اے سخی! اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں حکمت (نبوت) عطا فرمادی۔ [۱۰]

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۚ وَكَانَ تَقِيًّا ۝

۱۳۔ اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی بھی (عطا فرمائی)، اور وہ بڑے پرہیزگار تھے۔ [۱۱]

[۹] حضرت زکریا علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ مخصوص اوقات میں وہ اپنے عبادت خانہ سے باہر آتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے، خاموشی کے ان تین دنوں میں بھی تبلیغ کا سلسلہ تو جاری رہا مگر صرف اشاروں سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام ہر حال میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

[۱۰] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے سخی! اس کتاب یعنی تورات کو مضبوطی سے پکڑ لو، اس کو حفظ کرو اور اس پر عمل کرو۔ مقاتل نے کہا: اس وقت حضرت سخی علیہ السلام کی عمر تین سال تھی۔ معمر نے بیان کیا ہے کہ بچے جب حضرت سخی علیہ السلام کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے: میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ (تفسیر قرطبی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت دی گئی، حضرت سخی علیہ السلام کو تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔ (تفسیر منیر) علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سخی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی نبوت سے سرفراز فرمایا۔ (تفسیر کبیر) اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱۔ کثر العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۱) جب کہ اکثر انبیائے کرام علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت نہیں دی گئی۔

(تفسیر روح المعانی)

اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی معصوم ہوتا ہے

مفتی امجد علی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل و غیرہا صفات ذمیرہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں، قبل نبوت اور بعد نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور کبار سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعدد اصغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت: جلد اول: ص ۱۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت سخی علیہ السلام کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ آپ لوگوں پر بڑی شفقت اور نرمی فرماتے۔ نیز آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔

وَبَرَّ ابْنُ الدِّيَةِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝

۱۲۔ اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور وہ سرکش و نافرمان نہ تھے۔

وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

۱۵۔ اور نبی ﷺ پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہوگی اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ [۱۲]

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ ۚ اِذْ اتَّخَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝

۱۶۔ اور اس کتاب میں مریم علیہا السلام کا (حال لوگوں سے) ذکر کیجئے، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ میں چلی گئیں۔ [۱۳]

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۚ فَأَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝

۱۷۔ پس انہوں نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ بنالیا، پھر ہم نے ان کی طرف اپنی روح (جبریل علیہ السلام) کو بھیجا، پس وہ ان کے سامنے ایک مکمل انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ ۚ اِنْ كُنْتُ تُقِيًّا ۝

۱۸۔ مریم علیہا السلام نے کہا: بے شک میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والا ہے۔

[۱۲] امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ یہاں سلام کا معنی ہے: امان، ہر شخص جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو ضرر پہنچاتا ہے لیکن حضرت سخی ﷺ اس کے ضرر سے سلامت رہیں گے اور جب وہ فوت ہوں گے تو عذاب قبر سے مامون رہیں گے۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

یہ تینوں دن نہایت ہی وحشت ناک ہیں کیونکہ ان میں ہر شخص وہ دیکھتا ہے جو اس نے پہلے نہیں دیکھا ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سخی ﷺ پر فضل و کرم فرمایا اور انہیں سلامتی کی خوش خبری سنائی۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی ان تینوں مواقع پر سلامتی سے ہمکنار ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ (قرآن: ۱۹: ۳۳)

[۱۳] میرے پیارے نبی ﷺ! حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ قرآن مجید سے پڑھ کر لوگوں کو سنائیں کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر بیت المقدس کی مشرقی جانب گئیں اور لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لئے درمیان میں پردہ بنالیا۔ اس تنہائی میں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو انسانی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جب ایک انسان کو اپنے قریب دیکھا تو آپ نے گھبرا کر کہا: میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو تیرا یہاں کیا کام ہے؟

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ
عُلْمًا زَكِيًّا ۝۱۹

۱۹۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ [۱۳]

قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي
بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝۲۰

۲۰۔ مریم علیہا السلام نے کہا: میرے ہاں بیٹا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ [۱۵]

قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىٰ هَيْئٍ ۚ وَ
لِنَجْعَلَ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَاحِمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ
أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝۲۱

۲۱۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا: ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا ہے: یہ کام میرے لئے آسان ہے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں اور اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ [۱۶]

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَدَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝۲۲

۲۲۔ پس مریم علیہا السلام اس بچہ سے حاملہ ہو گئیں اور وہ اس حمل کے ساتھ ایک دور جگہ پر چلی گئیں۔ [۱۷]

فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ ۝۲۳

۲۳۔ پھر دردِ زہ انہیں ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آیا، مریم

[۱۳] جبریل امین علیہ السلام نے کہا: آپ گھبراہٹیں نہیں، میں انسان نہیں بلکہ رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تمہیں ایک پاکیزہ بیٹے کی خوش خبری دینے آیا ہوں۔

[۱۵] حضرت مریم علیہا السلام نے کہا: میں ایک کنواری لڑکی ہوں، مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار ہوں تو پھر میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

[۱۶] جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ تیرے رب کا حکم ہے اور بغیر باپ کے بیٹا پیدا کرنا اس کے لئے آسان ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا، اسی طرح بغیر باپ کے آپ کے بیٹے کی پیدائش کا فیصلہ ہو چکا ہے اور یہ کوئی عام قسم کا بچہ نہیں ہوگا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت کی نشانی ہوگا۔

[۱۷] حضرت جبریل امین علیہ السلام نے پھونک ماری اور حمل قرار پا گیا۔ حضرت مریم علیہا السلام خود تو منشاء خداوندی پر مطلع ہو کر مطمئن ہو گئیں مگر یہ بات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھی اس لئے ان کی بہتان تراشیوں سے بچنے کے لئے دور جگہ یعنی بیت لحم کے جنگل میں چلی گئیں۔ اس جگہ پر معراج کی شب جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہاں دو رکعت نماز پڑھ لیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہے۔ (تفسیر روح البیان) اس فقیر نے جنوری ۲۰۰۱ء میں مسجد اقصیٰ کی زیارت کے بعد بیت لحم کی بھی زیارت کی تھی۔

قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا
مَنْسِيًّا ①۸

کہنے لگیں: اے کاش! میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور
بالکل بھولی بھری ہو گئی ہوتی۔ [۱۸]

فَمَادُبَهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ
رَبُّكَ تَحْتَكَ سَرِيًّا ①۹

۲۳۔ پھر جبریل امین نے مریم کو ان کے نیچے سے آواز دی کہ
آپ غمزدہ نہ ہوں بے شک آپ کے رب نے آپ کے
نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ [۱۹]

وَهَزَيْتِي إِلَيْكَ بِجَذَعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ
عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا ②۰

۲۵۔ اور آپ اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلائیں وہ آپ
کے اوپر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرا دے گا۔ [۲۰]

فَكُلِّي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرِينَّ
مِنَ النَّاسِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ
لِلْمَاحِصِينَ صَوْمًا قَلَنَ أَكَلَمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ②۱

۲۶۔ پس آپ کھائیں اور پیئیں اور آنکھیں ٹھنڈی کریں، پھر
اگر آپ کسی انسان کو دیکھیں تو (اشارہ سے اسے) کہیں
کہ میں نے رخصت کے لئے (خاموشی کے) روزہ کی نذر
مانی ہوئی ہے اس لئے میں آج کسی انسان سے ہرگز بات
نہیں کروں گی۔ [۲۱]

[۱۸] جب وضع حمل کا درد شروع ہوا تو حضرت مریم علیہا السلام ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور دل میں خیال
آیا کہ اس پیدا ہونے والے بچے کو دیکھ کر لوگ مجھ پر بدکاری کا الزام لگائیں گے تو میں انہیں کیسے مطمئن کر سکوں گی، اس
لئے بدنامی کے خوف سے بے اختیار یہ الفاظ زبان پر آ گئے کہ اے کاش! میں اس بچے کی پیدائش سے پہلے مر گئی ہوتی اور
بالکل بھولی بھری ہو گئی ہوتی۔

[۱۹] جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہو گئی تو اس جنگل میں نہ تو آپ کے پاس کوئی دانی تھی اور نہ ہی کھانے پینے کا کوئی سامان،
اس پریشان کن عالم میں نیچے وادی سے جبریل امین علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو آواز دی کہ آپ غم زدہ نہ ہوں
اور نیچے دیکھیں آپ کے رب نے آپ کے نیچے وادی میں ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔

[۲۰] یعنی کھجور کے تنے کو حرکت دیں اس سے تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی، لہذا آپ چشمہ کا پانی پیئیں اور کھجوریں کھائیں اور
اپنے نومولود بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں یعنی دل کو سکون پہنچائیں۔

[۲۱] ظاہر ہے کنواری مریم علیہا السلام کے پاس بچے کو دیکھ کر ہر ایک نے اس بچے کے بارے میں سوال کرنا تھا اس لئے حضرت
مریم علیہا السلام کو ہدایت کی گئی کہ تم خاموشی کے روزہ کی نیت کر لو اور اگر کوئی آدمی آپ سے سوال کرے تو آپ اشارہ
سے اسے بتا دیں کہ میں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے اس لئے میں آپ سے بات نہیں کر سکتی۔ خاموشی کا روزہ بنی

فَاتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحِيْلَهُ ۖ قَالُوا يَزِيْرُ لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا ۝

۲۷۔ پھر مریم اس بچے کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس
آئیں تو انہوں نے کہا: اے مریم! تو نے بہت ہی برا کام
کیا ہے۔ [۲۲]

يَا حَتَّ هُرُونُ مَا كَانَ أَبُوكَ امْرَأَ سَوْءٍ وَ
مَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ۝

۲۸۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی
تیری ماں بد چلن تھی۔

فَاشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ
فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝

۲۹۔ اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا، وہ کہنے لگے: ہم اس
سے بات کیسے کریں جو ابھی گہوارہ میں بچہ ہے۔ [۲۳]

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَنِي الْكِتَابَ وَ
جَعَلَنِي نَبِيًّا ۝

۳۰۔ وہ بچہ بول پڑا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس
نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

وَجَعَلَنِي مُبْرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَأَوْصَنِي

۳۱۔ اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا

اسرائیل کی شریعت میں جائز تھا اب جائز نہیں ہے۔

[۲۲] وہب بن منبہ نے کہا: حضرت مریم علیہا السلام جب اس بچے کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں تو بنی اسرائیل کی عورتیں اور
مرد جمع ہو گئے۔ ایک عورت نے حضرت مریم علیہا السلام کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس کا آدھا جسم سوکھ گیا، پھر اس کو
اسی طرح اٹھا کر لے جایا گیا۔ ایک اور شخص نے کہا: حضرت مریم نے یقیناً زنا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گونگا کر دیا، پھر
لوگ حضرت مریم علیہا السلام کو مارنے اور اذیت پہنچانے سے ڈر گئے اور آہستہ سے ذرا نرم لہجے میں کہنے لگے: اے مریم
! تو نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی) حالانکہ تیرے ماں باپ بڑے اچھے آدمی تھے اور جس ہارون علیہ السلام کی تو
بہن ہے وہ بھی بڑا نیک آدمی ہے یعنی تمہارا سارا خاندان بڑا نیک ہے تو پھر تم نے یہ غلط کام کیوں کیا۔

[۲۳] بنی اسرائیل نے جب اس بچے کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے دل میں یہ بات
ڈال دی کہ اس بچے کی طرف اشارہ کرو، یہ بچہ ان کے سوال کا جواب دے گا۔ جب حضرت مریم علیہا السلام نے بچے کی
طرف اشارہ کیا تو وہ کہنے لگے: ہم اس معصوم اور چھوٹے بچے سے کیسے بات کریں جو ابھی ماں کی گود میں ہے؟ اس پر وہ بچہ
خود بول پڑا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے، گویا آپ نے واضح کر دیا
کہ میری پیدائش کسی غلط کاری کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری ماں کی عفت کی نشانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس
بندے کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے اس کی ولادت اور اس کا نسب نہایت طیب اور ظاہر ہوتا ہے۔

بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝

[۲۴] اور جب تک میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝

۳۲۔ اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور اس نے مجھے سرکش (اور) بد بخت نہیں بنایا۔ [۲۵]

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝

۳۳۔ اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ [۲۶]

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝

۳۴۔ یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہی وہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ [۲۷]

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍۙ سُبْحٰنَہٗ ؕ اِذَا قَضٰی اَمْرًاۙ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَيَكُوْنُ ؕ

۳۵۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے پس اسے صرف یہی حکم دیتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتا ہے۔ [۲۸]

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے کیونکہ میری دعا کے سبب سے مردے زندہ ہوں گے اور مادرِ زادا اندھے اور کوڑھی تندرست ہوں گے۔

[۲۵] اس آیت سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی کیونکہ اگر آپ کے باپ ہوتے تو صرف والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر نہ ہوتا بلکہ ماں باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہوتا، اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ جو شخص والدہ کا خدمت گزار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سرکش اور بد بخت شمار ہوتا ہے۔

[۲۶] اس آیت کی تفسیر کے لئے آیت نمبر ۱۵ اور حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ کریں۔

[۲۷] گزشتہ چار آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزانہ کلام ہے جو آپ نے ماں کی گود میں بیان کیا اور پھر عمر گویائی تک دوسرے بچوں کی طرح بات نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت وہی ہے جو ان آیات میں بیان ہوئی ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی ہیں اور یہی سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں اور خواہ مخواہ ان کی شان میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت نہیں، وہ قادر مطلق ہے، وہ جو بھی کام کرنا چاہے صرف ارادہ کرنے یا لفظ ”کن“ کہنے سے وہ کام ہو جاتا ہے۔

وَأَنَّ اللَّهَ رَآبِي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۲۹﴾

۳۶۔ اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، سو تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ [۲۹]

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۰﴾

۳۷۔ پھر (عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے، [۳۰] پس کافروں کے لئے (قیامت کے) بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہے۔ [۳۱]

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لِكَرِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۳۱﴾

۳۸۔ جس دن وہ ہمارے پاس حاضر ہوں گے اس دن تو وہ خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے لیکن یہ ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔ [۳۲]

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ

۳۹۔ اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا (مگر آج) یہ لوگ غفلت میں ہیں اور

[۲۹] یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ہو سکتا ہے اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کیونکہ ہر نبی کا اصل پیغام تو ایک ہی تھا یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، لہذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راستہ ہے۔

[۳۰] اہل کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہود کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جادوگر اور ناجائز اولاد ہیں، عیسائی فرقہ نسٹوریہ (protestant) کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، عیسائی فرقہ مکاتیبہ (catholic) کے نزدیک وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں اور عیسائی فرقہ یعقوبیہ (orthodox) کے نزدیک وہ اللہ ہیں، پس یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط کی اور عیسائی آپ کے بارے میں افراط کا شکار ہوئے۔

(تفسیر قرطبی)

[۳۱] قیامت کا دن اپنی ہولناکی اور شدت کے اعتبار سے بڑا سخت دن ہوگا اور طوالت و مدت کے اعتبار سے بھی بڑا لمبا دن ہوگا۔ اس دن منکرین حق جب حساب و کتاب کے لئے حاضر ہوں گے تو ان کے انکار حق کی سزا کے طور پر ان کے لئے تباہی و بربادی کا فیصلہ ہوگا۔

[۳۲] یعنی آج تو یہ لوگ حق کو دیکھنے سے اندھے اور پیغام حق کو سننے سے بہرے بنے ہوئے ہیں اور کھلی گمراہی میں بہنک رہے ہیں، انہیں لاکھ سمجھاؤ یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے لیکن قیامت کے دن جب حق سرچڑھ کر بولے گا تو یہ لوگ خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے اور حق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے مگر اس وقت کا اعتراف ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا، کاش ا وہ آج احساس کر لیں۔

ایمان نہیں لاتے۔ [۳۳]

وَهُمْ فِي عَفْوَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾

۴۰۔ بے شک ہم ہی زمین کے اور اس پر رہنے والوں کے وارث ہوں گے اور وہ سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ [۳۴]

إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِنَّا يُبْرِجُونَ ﴿۳۴﴾

۴۱۔ اور آپ اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ [۳۵]

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿۳۵﴾

۴۲۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! تم اس کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ [۳۶]

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۳۶﴾

۴۳۔ اے میرے باپ! بے شک میرے پاس وہ علم آیا ہے جو

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ

[۳۳] روز قیامت کو حسرت کا دن اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس دن بدکار بھی حسرت کریں گے کہ کاش! وہ برائیاں نہ کرتے اور نیکو کار بھی حسرت کریں گے کہ انہوں نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں۔ (تفسیر مظہری) الغرض قیامت کے دن ہر ایک کے لئے جنت یا دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے مگر آج یہ لوگ قیامت سے غافل ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔

[۳۴] اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو کچھ زمین اور کچھ چیزوں کی عارضی ملکیت دے رکھی ہے جن میں وہ تصرف بھی کر سکتے ہیں مگر قیامت کے دن زمین اور اہلیان زمین کا براہ راست مالک اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور سارے لوگ حساب و کتاب کے لئے اس کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے۔

[۳۵] عرب ایک طرف تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا باپ کہتے اور دوسری طرف بت پرستی کی دلیل یہ دیتے کہ چونکہ ان کے باپ دادا بت پرست تھے اس لئے وہ بت پرستی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جو بیان ہوا ہے آپ اہل عرب کو سنائیں کہ تمہارے سب سے زیادہ مکرم و محترم باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، انہوں نے توبت پرستی کی تردید کی تھی، لہذا تم بھی بت پرستی سے باز آ جاؤ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو، یقیناً وہ بہت ہی سچے اور اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔

[۳۶] یہاں باپ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر ہے جس کو آپ نے بت پرستی سے منع فرمایا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ النعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ اور حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

تمہارے پاس نہیں آیا، اس لئے تم میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ [۳۷]

يَا تِك فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا
سَوِيًّا ۝

۳۴۔ اے میرے باپ! تم شیطان کی عبادت نہ کرو بے شک شیطان (خداے) رحمن کا نافرمان ہے۔ [۳۸]

يَا بَت لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ
لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۝

۳۵۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ تمہیں (خداے) رحمن کی طرف سے عذاب پہنچے اور تم شیطان کے ساتھی بن جاؤ۔

يَا بَت إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُسَكَّ عَذَابٌ مِّنَ
الرَّحْمَنِ فَتَكُونُ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝

۳۶۔ اس (آزر) نے کہا: اے ابراہیم علیہ السلام! کیا تم میرے خداؤں سے روگردانی کرنے والے ہو؟ اگر تم (ان کی مخالفت سے) باز نہ آئے تو میں تمہیں ضرور سنگسار کر دوں گا اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ [۳۹]

قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ تَبَيَّنَ لَكَ الْإِلَهُاتُ
لَيْسَ لَكُم تَنْتَهٍ لَا تُرْجِيكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۝

۳۷۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم کو سلام ہے، [۴۰] میں اپنے رب سے تمہارے لئے بخشش طلب کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۚ سَأَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي
إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝

[۳۷] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر سے کہا: تم اگر چہ عمر میں مجھ سے بڑے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ وہ علم عطا فرمایا ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے، اس لئے تم میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔

[۳۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے کہا: شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور وہی لوگوں کو بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے، اس طرح بتوں کی عبادت دراصل شیطان ہی کی عبادت ہے، لہذا تم شیطان کی عبادت سے باز آ جاؤ اور اگر اسی کفر کی حالت میں تمہاری موت آگئی تو تم شیطان کے ساتھی بن جاؤ گے اور ہمیشہ عذاب الہی میں مبتلا رہو گے۔

[۳۹] آزر نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا: معلوم ہوتا ہے تم ہمارے خداؤں کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے تم مجھے بھی ان کی عبادت سے منع کرتے ہو مگر یاد رکھو اگر تم ان کی مخالفت سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا، لہذا تم ہمیشہ کے لئے میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔

[۴۰] سلام کی دو قسمیں ہیں: ایک تو ملاقات کا تحفہ اور سلامتی کی دعا ہے جو سلام کا اصل مقصد ہے اور دوسرا کسی سے گفتگو ختم کرنے اور اس سے جان چھڑانے کے لئے سلام کرنا۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے سلام

۴۸۔ اور میں تم سے بھی اور ان سے بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، امید ہے میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔ [۴۱]

وَأَعْتَزِلْكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
أَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ
رَبِّي شَقِيًّا ۝

۴۹۔ پھر جب ابراہیم ان لوگوں سے اور ان کے (بتوں) سے جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے الگ ہو گئے تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے، اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا۔ [۴۲]

فَلَمَّا عَتَزَلْنَاهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا
نَبِيًّا ۝

۵۰۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے ان کا ذکر خیر بلند کیا۔ [۴۳]

وَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ
لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

کہا یعنی میرا آخری سلام قبول ہو اب میں یہاں سے ہجرت کرنے والا ہوں، البتہ تمہاری ناقدری کے باوجود میں تمہارے لئے ہدایت کی دعا کرتا رہوں گا تاکہ تمہاری مغفرت ہو جائے مگر جب آزر کی موت کفر پر ہو گئی تو آپ نے اس کے لئے دعائے مغفرت ترک کر دی۔ اس کے لئے سورہ توبہ (۹) کی آیت نمبر ۱۱۳ اور حاشیہ نمبر ۹۲ ملاحظہ کریں۔

کفار کو سلام کرنے کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں: امام اوزاعی سے پوچھا گیا کہ جب کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے پاس سے گزرے تو کیا وہ اس کو سلام کرے؟ انہوں نے جواب دیا: اگر تم سلام کرو تو بھی حرج نہیں کیونکہ تم سے پہلے کئی صالحین ان کو سلام کرتے تھے اور اگر تم سلام نہ کرو تو بھی درست ہے کیونکہ تم سے پہلے کئی صالحین ان کو سلام کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: جب تم ایسی مجلس کے پاس سے گزرو جس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں موجود ہوں تو ان کو سلام کیا کرو۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اقارب اور بستی والوں سے فرمایا: جب تم میری نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ الٹا مجھے سنگساری کی دھمکیاں دیتے ہو تو میرے یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے میں تم کو اور تمہارے خداؤں کو چھوڑ کر یہاں سے ہجرت کرتا ہوں تاکہ یکسو ہو کر اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مجھے کامل امید ہے کہ میں اس کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔

[۴۲] جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کرتا ہے وہ نامراد اور ناکام نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے وطن سے ہجرت کر کے شام آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا عطا فرمایا اور ان دونوں کو نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خصوصی فضل و کرم فرمایا اور ان کے ذکر خیر کو اتنا بلند فرمایا کہ آج یہودی، عیسائی اور

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ ۚ اِنَّهٗ كَانَ
مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَاسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۱

۵۱۔ اور آپ اس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک وہ
برگزیدہ تھے اور رسول نبی تھے۔ [۳۴]

وَ نَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْاَيْمَنِ وَ
قَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝۵۲

۵۲۔ اور ہم نے انہیں طور کی دائیں جانب سے پکارا اور راز کی
باتیں کرنے کے لئے انہیں قرب خاص سے نوازا۔ [۳۵]

وَ هَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هَارُوْنَ
نَبِيًّا ۝۵۳

۵۳۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو
نبی بنا کر انہیں عطا کیا۔ [۳۶]

مسلمان باہمی اختلافات کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت اور تقدس کے قائل ہیں اور ہماری تو اس وقت تک نماز ہی
مکمل نہیں ہوتی جب تک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر نہ کریں اور حج میں تو اکثر
مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اعمال کی پیروی کی جاتی ہے۔

ان آیات میں مہاجرین کے لئے بھی تسلی کا سامان ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے
ہجرت کر کے برباد نہ ہوئے بلکہ سرفراز ہوئے اسی طرح تم بھی ہجرت کے بعد سرفرازی اور سر بلندی سے ہمکنار ہو گے اور
تاریخ شاہد ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ عزت و عظمت عطا فرمائی جس کا کفار قریش تصور بھی نہیں
کر سکتے تھے۔

[۳۴] نبی اور رسول کا مشن ایک ہی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچانا۔ عام طور پر یہ دونوں الفاظ ہم معنی
استعمال ہوتے ہیں، البتہ ان میں ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس نبی کے پاس نئی کتاب اور نئی شریعت آئے وہ نبی
رسول بھی ہوتا ہے اور جو نبی اپنے سے پہلے نبی کی کتاب اور شریعت کی تبلیغ کرے وہ صرف نبی ہے رسول نہیں ہوتا، لہذا ہر
رسول نبی ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول ہو۔

[۳۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر جا رہے تھے، راستہ میں جب آپ کوہ طور کے پاس سے گزرے تو پہاڑ آپ کی دائیں
جانب تھا، اس طرف سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ندادی اور آپ سے کلام فرما کر خصوصی قرب عطا فرمایا۔ راز کی باتوں سے
مراد یہ ہے کہ یہ گفتگو براہ راست تھی، درمیان میں فرشتے کا واسطہ نہیں تھا اور اسی لئے آپ کو کلیم اللہ کا لقب دیا گیا۔

[۳۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: میری مدد کے لئے میرے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دے۔ سو
اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی اعانت و تقویت کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمادی۔ اس سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی دعا سے اگر نبوت جیسی وہی نعمت مل سکتی ہے تو پھر اولاد یا دنیا کی اور کون سی نعمت ہے جو
ان کی دعا سے نہیں مل سکتی۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ
صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَ
كَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ
صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ
النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا
مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَ

۵۴۔ اور آپ اس کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے
شک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول نبی تھے۔ [۳۷]

۵۵۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور
وہ اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے۔ [۳۸]

۵۶۔ اور آپ اس کتاب میں ادريس علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک
وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

۵۷۔ اور ہم نے انہیں بڑے اونچے مقام تک بلند کیا تھا۔ [۳۹]

۵۸۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں سے انعام فرمایا
جو آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ان (کی اولاد) سے ہیں
جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور جو
ابراہیم اور یعقوب (کی اولاد) سے ہیں اور جو ان میں سے

[۳۷] حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول نبی تھے، سارے نبی وعدے کے سچے ہوتے ہیں مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اس میں زیادہ
مشہور تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک آدمی سے ایک جگہ ملاقات کا وعدہ کیا، پس حضرت
اسماعیل علیہ السلام اس جگہ آگئے اور ایک دن اور ایک رات اس کا انتظار کیا، جب وہ دوسرے دن آیا تو آپ نے فرمایا: میں کل
سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

عبداللہ بن ابی الحسامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم سے کچھ خرید و فروخت کی اور آپ کا کچھ
بقایا میرے ذمہ رہ گیا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آپ کا بقایا لے آتا ہوں، پھر میں بھول گیا
اور مجھے تین دن بعد یاد آیا، میں آیا تو آپ اسی جگہ پر میرا انتظار کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے شخص تم نے مجھے مشقت
میں ڈالا، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۴۹۹۶: کتاب الادب: باب ۹۰)

[۳۸] اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو تبلیغ کا آغاز اپنے اہل خانہ سے کرنا چاہیے اور جو انسان ایسا کام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک بڑا پسندیدہ شخص ہوگا۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ نے حضرت ادريس علیہ السلام کو نبی بنایا اور انہیں بڑے بلند مرتبے اور مقام تک پہنچایا۔ اگرچہ بعض روایات میں ہے
کہ آپ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے مگر ان سب روایات کا ماخذ اسرائیلیات ہیں جن پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

اِسْرَآءِیْلُ وَمِمَّنْ هَدٰیْنَا وَاجْتَبٰیْنَا
اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمُ الْاٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا
سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ۝۵۰

ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا، جب ان کے سامنے
(خداے) رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے
ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔ [۵۰]

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَصَاعُوْا
الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهْوٰتِ فَسُوفَ یَلْقَوْنَ
عَذٰبًا ۝۵۱

۵۹۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین بنے جنہوں نے نماز کو
ضائع کر دیا اور (نفسانی) خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، پس
عنقریب وہ گمراہی (کی سزا) سے دوچار ہوں گے۔ [۵۱]

[۵۰] اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر خصوصی انعام فرمایا، انہیں ہدایت دی اور ان کو نبوت کے لئے چن لیا۔ اس عظیم مرتبہ
کے باوجود ان کی شان بندگی اور عاجزی و انکساری کا عالم یہ ہے کہ جب بھی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی
ہیں تو وہ سجدے کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

قرآن پڑھتے یا سنتے وقت جب خدا خونی کی آیات آئیں تو ہر انسان کو رونے کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم قرآن پڑھو تو رویا کرو اور رونانہ آئے تو رونے والی صورت بنایا کرو۔ (ابن ماجہ: حدیث نمبر
۱۳۳۷: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۷۶) اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے تو وہ اپنے کپڑے سے اپنے آنسو صاف نہ کرے
بلکہ انہیں اپنے دونوں رخساروں پر بہنے دے یہاں تک کہ وہ انہی آنسوؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔

(شعب الایمان: ۸۰۸: جلد اول: ص ۴۹۳)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔

(شعب الایمان: ۸۰۶: جلد اول: ص ۴۹۳)

[۵۱] انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ایسے ناخلف جانشین بھی آئے جنہوں نے نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اللہ تعالیٰ کی
نافرمانی کی اور نماز جیسے اہم فرض سے غفلت اختیار کی۔ ان نافرمان لوگوں کو اپنی گمراہی کی سزا ضرور بھگتنا پڑے گی۔

نماز کے متعلق چند احادیث

۱۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: بے شک میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں
فرض کی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے کہ جو ان نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرے گا اسے
جنت میں داخل کر دوں گا اور جو ان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں۔

(ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب ۹)

۶۰۔ سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۵۲]

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلِيكَ
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝

۶۱۔ سدا بہار جنتیں ہیں جن کا (خدائے) رحمن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کر رکھا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

جَنَّتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ
بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ۝

۶۲۔ وہ جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے مگر صرف سلام (سنیں گے)، اور ان کے لئے وہاں صبح و شام ان کا رزق ہوگا۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لُعْنًا إِلَّا سَلَامًا ۚ وَلَهُمْ
رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرًا وَعَشِيًا ۝

۶۳۔ یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس کو وارث بنائیں گے جو متقی ہوگا۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ
كَانَ تَقِيًّا ۝

۶۴۔ اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل

وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهُ مَا بَيْنَ

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے، اگر نماز کا معاملہ ٹھیک نکلا تو وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور اگر نماز کا معاملہ غلط نکلا تو وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ اگر اس کے فرائض میں کوئی کمی نکلی تو رب تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے پاس کوئی نفل نماز ہے، اگر ہوئی تو فرائض کی کمی کو اس نفل نماز سے پورا کر دیا جائے گا، پھر اس کے باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (ترمذی: ابواب الصلاة: باب ۳۰۵)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ اپنی نماز میں چوری کیسے کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا۔

(سنن دارمی: کتاب الصلاة: باب ۷۸)

۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۴۰)

[۵۲] جو گناہ گار لوگ سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیں، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق انہیں سدا بہار جنتوں میں داخل فرمائے گا جہاں ہر طرف امن و سلامتی کا ماحول ہوگا، کہیں بھی ناخوشگوار بات سننے کو نہیں ملے گی۔

أَيُّدِينَا وَمَا خَلَقْنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝

ہوتے ہیں، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے
پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب اسی کا ہے
اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ [۵۳]

رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ
سَمِيًّا ۝

۲۵۔ وہ (اللہ ہی) آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے
درمیان ہے سب کا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو اور
اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو، کیا تم اس کا کوئی ہم نام
(ہم مثل) جانتے ہو؟ [۵۴]

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا مَا مِثُّ لَسَوْفَ
أُخْرَجُ حَيًّا ۝

۲۶۔ اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر زندہ
کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا؟

أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ
وَلَمْ يَكُنْ شَيْئًا ۝

۲۷۔ کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے ہی اسے اس سے پہلے
پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟ [۵۵]

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ
لَنَحْضُرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝

۲۸۔ پس آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور
شیطانوں کو جمع کریں گے، پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد
حاضر کریں گے اس طرح کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے
ہوئے ہوں گے۔ [۵۶]

[۵۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: تم جتنا ہمارے پاس آیا کرتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: سورۃ مریم: باب ۳) یعنی جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔ وہ جس وقت مناسب سمجھتا ہے ہمیں اترنے کا حکم دیتا ہے، وہ ساری کائنات کا مالک ہے، ہر کام بر محل اور بروقت کرتا ہے وہ نسیان اور غفلت سے پاک ہے۔

[۵۴] اس کائنات کا خالق، مالک اور پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات اور صفات میں بے مثل ہے، اس لئے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۵۵] جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اسے مرنے کے بعد قبر سے زندہ کر کے نکالا جانا ناممکن نظر آتا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اسے پہلی بار پیدا کیا تو اس سے پہلے وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اب تو ایک دفعہ وہ انسانی شکل میں زندگی گزار چکا ہے، لہذا دوسری دفعہ اس جیسا انسان بنانا کیا مشکل ہے۔ کسی چیز کو ایجاد کرنا مشکل ہوتا ہے، دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتا۔

[۵۶] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قیامت کے منکرین اور ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین کو جمع فرمائیں گے اور جب انہیں جہنم کے

۶۹۔ پھر ہم ہر گروہ سے ہر اس شخص کو الگ کر لیں گے جو
(خداے) رحمن کا سب سے زیادہ نافرمان ہوگا۔ [۵۷]

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ
عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۝

۷۰۔ پھر ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں جھوٹے
جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ [۵۸]

ثُمَّ لَنَنْحُنَّ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أُولَىٰ بِهَا
صِلِيًّا ۝

۷۱۔ اور تم میں سے ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہونے والا ہے،
یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی (اور) فیصل شدہ امر
ہے۔ [۵۹]

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ
حَسْبًا مَّقْضِيًّا ۝

گردلایا جائے گا تو وہ عذاب الہی کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کھڑے نہیں رہ سکیں گے بلکہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

[۵۷] پھر ہم منکرین کے ہر گروہ سے جو زیادہ سرکش اور نافرمان تھے ان کو الگ کر دیں گے تاکہ انہیں پہلے جہنم میں پھینکا جائے
اور ان کی زیادہ تذلیل ہو۔

[۵۸] یعنی اللہ تعالیٰ ان سرکشوں کو خوب جانتا ہے جو جہنم میں جھوٹے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

[۵۹] دوزخ جنت کے راستے میں ہے۔ اس پر ایک پل ہے جس کو اردو میں پل صراط کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اس
پل سے گزرنا ہوگا۔ متقی لوگ اس پل سے سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور ظالم لوگ اس پل سے پھسل کر گھٹنوں کے بل
دوزخ میں گر پڑیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے
اوپر ایک پل رکھا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیائے کرام کہیں گے: اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت
رکھ!۔۔۔ بعض اہل ایمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں
کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں
گر جائیں گے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے
ان اہل ایمان بھائیوں کو جہنم سے چھڑائے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو اپنا حق
مانگنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ
روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: جن لوگوں کو
تم پہنچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو اور ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی، پھر جنت والے کثیر تعداد میں
ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًا ۝

۷۲۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

وَ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَا إِلَهَ إِلَّا الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَ أَحْسَنُ نَبِيًّا ۝

۷۳۔ اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں: (ہم) دونوں گروہوں میں سے کس کی رہائش گاہ بہتر اور مجلس زیادہ اچھی ہے۔ [۶۰]

وَ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاكَ وَ سَاءَ نَبِيًّا ۝

۷۴۔ اور ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت میں (ان سے) بہتر تھیں۔ [۶۱]

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَبْذُذْهُ الرَّحْمَنُ مَذَاةً حَتَّىٰ إِذَا سَاءَ أَوَامِيرُ عَبْدُونَ

۷۵۔ آپ فرمادیجئے: جو شخص گمراہی میں مبتلا ہو، رحمن اس کو خوب ڈھیل دیئے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اس

جلاؤں والا تھا۔۔۔ (مسلم: حدیث نمبر ۳۰۲: کتاب الایمان: باب ۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور دوستی قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔

[۶۰] کفار مکہ کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی اور انہیں جہنم کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ اہل ایمان سے کہتے: تم ہمیں کس خستہ حالی اور بے چارگی کی طرف بلا تے ہو جبکہ ہماری رہائش گاہیں اور ہماری جلسہ گاہیں تم سے بہتر ہیں۔ جس طرح ہم اس دنیا میں تم سے بہتر معیار زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اسی طرح اگر آخرت میں بقول تمہارے کوئی جنت ہوگی تو وہ بھی ہمارے ہی حصہ میں آئے گی۔

[۶۱] اس آیت میں کفار مکہ کی غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ ان سے پہلے کئی قومیں ایسی مگر رہ چکی ہیں جو دنیاوی ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت میں کفار مکہ سے بھی بڑھ کر تھیں مگر ان کی سرکشی کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہذا کفار مکہ بھی اپنی ظاہری دولت اور شوکت پر مغرور نہ ہوں بلکہ پہلی قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور سرکشی سے باز آجائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیاوی مال و دولت اور شان و شوکت کسی کے برحق ہونے کا ثبوت نہیں اور نہ ہی کسی کی غربت اور ناداری اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ مثال کے طور پر کئی انبیائے کرام علیہم السلام ایسے تھے جو دنیاوی مال و دولت کے اعتبار سے تنگ دست تھے مگر وہ برحق تھے اور کئی کافر جیسے قارون اور فرعون بڑے دولت مند تھے مگر وہ حق پر نہیں تھے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۲۶ اور حاشیہ نمبر ۳۵ بھی ملاحظہ کریں۔

إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ
مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُودًا ۝

چیز کو دیکھ لیں گے جس کا (ان سے) وعدہ کیا جاتا رہا یعنی
عذاب یا قیامت، تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ کس کا
مکان زیادہ برا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا۔ [۶۲]

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۖ وَالْبَلَقِيتُ الصَّلَاحُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
وَحَيْرٌ مَرَدًا ۝

۷۶۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اضافہ
فرماتا ہے، [۶۳] اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے
رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انجام
کے لحاظ سے خوب تر ہیں۔ [۶۴]

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ

۷۷۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا

[۶۲] جو لوگ دانستہ گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اپنے دنیاوی مکان اور حمایتی لشکر کو بہتر سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فوراً ان کی
گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے مگر جب مہلت کی گھڑیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ کسی عذاب دنیا
میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا عذاب قیامت آ جاتا ہے تو عذاب کو دیکھ کر انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مکان و لشکر ہی برا تھا مگر
اس دن کا پچھتاوا بے سود ہوگا کیونکہ وہاں اس کے ازالے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

[۶۳] جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ ہدایت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے نور ہدایت میں اور اضافہ فرماتا ہے، اور اگر
بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے وہ نیک اعمال جاری نہ رکھ سکیں تو جب تک ان کی بیماری یا مجبوری موجود رہتی ہے ان کے
نامہ اعمال میں نیکیوں کا سلسلہ بدستور جاری رہتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے
عبادت کر رہا ہو، پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر مقرر کیا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی صحت کے ایام میں
جو عمل کرتا تھا اس کے اس عمل کو بدستور لکھتے رہو یہاں تک کہ وہ دوبارہ صحت مند ہو جائے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۰۳)
☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کو کسی مرض میں مبتلا
فرماتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اس نیک عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا۔ اگر وہ اس بندے کو اس مرض سے شفا
دے دے تو اس کو گناہوں سے دھو کر پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم
فرماتا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۲۵۸)

[۶۴] اس میں غریب اور نادار مسلمانوں کے لئے قلبی کا سامان ہے کہ کفار جس دولت اور شوکت پر فخر کرتے ہیں وہ سب فنا ہونے
والی ہیں اور تم جو نیکیاں کرتے ہو وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اور ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہیں۔

لَا تُتَيَّنَ مَالًا وَلَا وَلَدًا ۝

انکار کیا اور کہا: مجھے (قیامت کے دن بھی) مال اور اولاد ضرور دیئے جائیں گے۔ [۶۵]

أَطْلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝

۷۸۔ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟

كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝

۷۹۔ ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیں گے اور اس کے عذاب میں خوب اضافہ کرتے رہیں گے۔

وَنَرِيثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۝

۸۰۔ جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۝

۸۱۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنائے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں۔

كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

۸۲۔ ہرگز نہیں! وہ (معبود) خود ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ [۶۶]

[۶۵] حضرت حجاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حاص بن داکل کے پاس اپنا قرض واپس مانگنے گیا، اس نے کہا: جب تک تو محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کرے گا میں تجھے تیرا قرض واپس نہیں کروں گا۔ میں نے کہا: میں آپ ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تو مرجائے اور پھر تجھے اٹھایا جائے۔ اس نے کہا: کیا میں مرجاؤں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: میرے لئے وہاں بھی مال اور اولاد ہوں گے تو میں وہاں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ مریم: باب ۳) یعنی یہ منکر جو دعویٰ کر رہا ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ قیامت کے دن بھی اس کے پاس مال اور اولاد ہوں گے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جس مال اور اولاد کی یہ بات کر رہا ہے اس کے وارث تو ہم ہیں، مرنے کے ساتھ ہی ان سے اس کا تعلق ختم ہو جائے گا اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا آئے گا، نہ اس کے پاس مال ہوگا اور نہ اولاد، البتہ وہ اپنی سرکشی کے عذاب میں مبتلا ہوگا جس میں ہم خوب اضافہ کرتے رہیں گے۔

[۶۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیروں کو معبود بناتے ہیں تاکہ وہ ان کی مدد کر سکیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قیامت کے دن وہ باطل معبود خود ان کے مخالف ہوں گے اور ان کی عبادت سے بے زاری کا اعلان کر دیں گے یعنی نہ ہم نے کبھی ان سے کہا

۸۳۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں (اسلام کے خلاف) خوب اکساتے رہتے ہیں۔ [۶۷]

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤْثُرُهُمْ آثَرًا ۖ

۸۴۔ سو آپ ان پر (نزول عذاب کے لئے) جلدی نہ کریں، ہم تو خود ہی ان کے لئے دن گن رہے ہیں۔ [۶۸]

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعْدُهُمْ عَذَابًا ۖ

۸۵۔ جس دن ہم پرہیزگاروں کو رخصت کے حضور معزز مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔ [۶۹]

يَوْمَ نَحْشُرُ السَّاقِطِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَقَدْ ۖ

کہ تم ہماری عبادت کرو اور نہ ہی ہم عبادت کے لائق تھے۔

[۶۷] یعنی پیارے نبی ﷺ! جو لوگ آپ کو صادق سمجھتے ہیں مگر تعصب اور ضد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس تکذیب کی وجہ سے ہم نے ان پر شیطانوں کو مسلط کر رکھا ہے جو انہیں اسلام کے خلاف مزید اکساتے رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا شیطان کسی کو برائی پر مجبور نہیں کرتا بلکہ وہ وسوسوں کے ذریعہ برائی کی ترغیب دیتا ہے اور یہ انسان کی اپنی حماقت ہے جو انجام کی پرواہ کئے بغیر شیطان کے پیچھے چل پڑتا ہے۔

[۶۸] پیارے نبی ﷺ! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اس کے باوجود اگر کفار اسلام قبول نہیں کرتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور ان پر نزول عذاب کے لئے جلدی نہ کریں کیونکہ ہم خود ان کی زندگی کے دن گن رہے ہیں۔ جو نبی ان کی زندگی کا وقت پورا ہوا ان پر عذاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

[۶۹] جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے بادشاہوں کو اور ان کے مہمانوں کو دیکھا ہے وہ سب سوار ہو کر آتے ہیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مہمان کیسے آئیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی پیدل نہیں آئیں گے اور نہ ہی ان کو جانوروں کی طرح ہٹکایا جائے گا بلکہ وہ جنت کی ایسی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ لوگوں نے ان جیسی اونٹنیاں نہیں دیکھی ہوں گی، ان کے پالان سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زمر کی ہوں گی، پرہیزگار لوگ ان پر سوار ہوں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

عمر بن قیسؓ بیان کرتے ہیں کہ مومن جب قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل خوب صورت اور خوش بودار صورت میں اس کا استقبال کرے گا اور مومن سے کہے گا: تو مجھے پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا: نہیں لیکن بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے پاکیزہ خوشبو دی اور تیری شکل بڑی خوب صورت بنائی ہے، تو وہ کہے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں، میں دنیا میں بہت عرصہ تجھ پر سوار رہا آج تو مجھ پر سوار ہو جا۔ پھر عمرو بن قیس نے یہ آیت تلاوت کی۔ (تفسیر طبری، تفسیر قرطبی)

وَلَسَوْفَ الْمَجْرُمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَرُءَا ۝

۸۶۔ اور ہم مجرموں کو پیا سے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے۔ [۷۰]

لَا يَسْتَلْكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ

۸۷۔ (اس دن) لوگوں کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا سوائے اس کے جس نے رحمن سے کوئی وعدہ لے لیا ہے۔ [۷۱]

الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ متقی لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد سوار یوں پر سوار ہو کر جنت کے دروازوں پر چلے جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا حساب و کتاب نہیں ہوگا (تفسیر روح المعانی) جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں علیہم السلام کے ساتھ دس سے کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی ﷺ کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے اور کسی نبی ﷺ کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھا، پھر مجھے ایک عظیم جماعت دکھائی گئی، میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہو، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھیں، میں نے اس طرف دیکھا تو وہ بھی ایک عظیم جماعت تھی، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۳۷۷۳: کتاب الایمان: باب ۹۴)

عمر بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں نے اپنے رب سے اس تعداد میں اضافہ کی درخواست کی: پس میں نے اپنے رب کو بڑا عظیم اور کریم پایا اور اللہ تعالیٰ نے ان ستر ہزار سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار مزید عطا فرمائے۔ (تفسیر روح المعانی) بعض روایات کے مطابق جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونے والوں میں درج ذیل اشخاص شامل ہوں گے:

۱۔ جو خوش حالی اور تنگ دستی دونوں احوال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے۔

۲۔ جو راتوں کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔

۳۔ جو دنیاوی کاروبار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔

۴۔ طالب علم

۵۔ اپنے خاوند کی فرماں بردار عورت

۶۔ اپنے والدین کی فرماں بردار اولاد وغیرہ۔

(تفسیر روح المعانی)

[۷۰] عمر بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل ایک بد صورت اور بد بودار حالت میں اس کا استقبال کرے گا اور کافر سے کہے گا: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ کافر کہے گا: نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بد صورت اور بد بودار بنایا ہے تو وہ کہے گا: میں تیرا برا عمل ہوں، تو دنیا میں بہت عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۷۱] قیامت کے دن کسی کو شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ وہ اہل ایمان شفاعت کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۖ

۸۸۔ اور کفار کہتے ہیں کہ رحمن نے (اپنا) بیٹا بنا لیا ہے۔

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۖ

۸۹۔ بے شک تم نے بہت سخت بات کی ہے۔ [۷۲]

تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَّقَطْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ

۹۰۔ کچھ بعید نہیں کہ اس (گستاخی) کے باعث آسمان پھٹ جائیں اور

الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۖ

زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔ [۷۳]

أَنْ دَعَوِ الْرَّحْمَنَ وَلَدًا ۖ

۹۱۔ کہ انہوں نے رحمن کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے۔

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۖ

۹۲۔ حالانکہ رحمن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔

إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا

۹۳۔ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب رحمن کی بارگاہ میں

أَتَى الرَّحْمَنَ عَبْدًا ۖ

بندوں کی حیثیت سے حاضر ہونے والے ہیں۔ [۷۴]

لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَاهُمْ عَدًّا ۖ

۹۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سب کو احاطہ میں لے رکھا ہے اور

انہیں پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔ [۷۵]

[۷۲] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہیں انہیں براہ راست خطاب کیا جا رہا ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سخت معیوب اور ناممکن بات کی ہے کیونکہ بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ وہ باپ کا ہم جنس ہو جب کہ اللہ تعالیٰ جنس اور نظیر سے پاک ہے۔

[۷۳] اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دینا اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اگر اس کا غضب جوش میں آجائے تو زمین و آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں مگر وہ بڑا حلیم ہے جلد گرفت نہیں فرماتا بلکہ لوگوں کو توبہ اور اصلاح کے لئے وقت دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اذیت پہنچانے والی بات سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں، لوگ اس کی طرف بیٹا منسوب کرتے ہیں اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: کتاب التوحید: باب ۳)

[۷۴] جب زمین و آسمان کے سارے فرشتے، جن اور انسان آج بھی اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں اور کل روز قیامت بھی اس کے عاجز بندوں کی حیثیت سے حاضر ہوں گے تو پھر اسے کسی ایک کو بیٹا بنانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی یہ اس کی شان کے لائق ہے کیونکہ وہ اولاد سے پاک ہے۔

[۷۵] اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی قدرت کے احاطہ میں لے رکھا ہے اور وہ ان کے اعمال اور ان کی تعداد سے پوری طرح باخبر ہے، کوئی بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۝۱۵

۹۵۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا۔ [۷۶]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

۹۶۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب رحمت ان کے لئے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا فرمادے گا۔ [۷۷]

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۝۱۶

فَأَنبَأَ بَشْرَهُ بِلِسَانِكَ لَنُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَ

۹۷۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ پرہیزگاروں کو خوش خبری سنائیں اور اس کے ذریعہ جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔ [۷۸]

نُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدَا ۝۱۷

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِصُّ

۹۸۔ اور ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، کیا آپ ان میں سے کسی کو محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ سنتے ہیں؟ [۷۹]

مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝۱۸

[۷۶] قیامت کے دن ہر شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تنہا پیش ہوگا، نہ تو دنیا کا مال و متاع اس کے ساتھ ہوگا اور نہ ہی کوئی مددگار، البتہ اہل ایمان و تقویٰ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

[۷۷] جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت فرماتا ہے اور عام لوگوں کے دلوں میں بھی ان کی محبت پیدا فرمادیتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، پس جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتا ہے پھر وہ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اہل زمین میں اس کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۴۸۵: مسلم: حدیث نمبر ۲۶۳۷)

اہل ایمان کو حق کی سر بلندی کے لئے اگرچہ باطل قوتوں سے ٹکرانا پڑتا ہے اور کئی دفعہ ظاہری شکست سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے مگر آخر ایک دن حق ظاہر ہو جاتا ہے اور لوگ اہل حق کی عظمت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

[۷۸] یعنی ہم نے قرآن مجید کو آپ کی عربی زبان میں نازل فرمایا اور اس کی تعلیمات کو بالکل واضح اور آسان کر دیا تاکہ پرہیزگاروں کو خوش خبری سنائے اور جھگڑالو قوم کو ڈرسانے میں کوئی ابہام اور شک باقی نہ رہے۔

[۷۹] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے کئی قومیں اپنی سرکشی کی پاداش میں ہلاک ہو چکی ہیں، آج نہ وہ خود باقی ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی نشان باقی ہے، لہذا اہل مکہ کو ان سے عبرت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جانا چاہیے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم: انگلستان

۴ نومبر ۲۰۰۷ء بروز اتوار برطانیق ۲۳ شوال ۱۴۲۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة طہ (۲۰)

یہ سورت مکی ہے، یہ ان ۲۹ سورتوں میں سے ہے جن کی ابتدا میں حروف مقطعات نازل ہوئے ہیں۔ اس سورت کا پہلا کلمہ طہ ہے اور اسی کلمہ کی وجہ سے اس سورت کا نام بھی ”طہ“ ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالا جائے یا سب کافروں کو مسلمان بنانا آپ کی ذمہ داری ہے بلکہ آپ کا کام صرف ان کو نصیحت کرنا اور ان تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ہے۔

اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ انہیں بھی کفار مکہ کی طرح ایک متکبر اور متعصب قوم سے واسطہ پڑا تھا تا کہ نبی کریم ﷺ کو تسلی ہو کہ پہلے انبیاء کو بھی ایسی متعصب قوموں سے واسطہ پڑتا رہا ہے۔

اس سورت کے آخر میں احکام قرآن سے اعراض کرنے والوں کی سزا کا ذکر ہے اور مسلمانوں کو کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ سورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوئی کیونکہ اس کی ابتدائی آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنی تھیں۔ اسی لئے اکثر مفسرین نے اس سورت کی ابتدا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے، میں یہاں ان کا خلاصہ پیش کرتا ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان دو آدمیوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں سے جو تمہیں زیادہ پسند ہے اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۸۱: ابواب المناقب: باب ۱۸) کیونکہ یہ دونوں اہل مکہ کے مقبول اور بارعب لیڈر ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بہر حال نبی کریم ﷺ نے بدھ کے روزیہ دعا مانگی اور دوسرے ہی روز یعنی جمعرات کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔

(البدایۃ والنہایۃ: جلد نمبر ۲: ص ۳۱)

نبی کریم ﷺ نے مکہ میں جب اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی تو جو لوگ اسلام قبول کرتے ان کے خاندان میں اختلاف پیدا ہو جاتا جس سے پورے شہر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ اس پر حضرت عمر نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ محمد (ﷺ) کو شہید کر دیں تا کہ شہر کا سکون لوٹ آئے۔ چنانچہ اس ارادے سے ایک دن وہ تلوار لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔ گلی میں حضرت نعیم بن

عبداللہ ﷺ نے حضرت عمر کے تئیں دیکھ کر پوچھا: اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر نے تکبر سے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے نبی ﷺ کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے میرے شہر کا سکون چھین لیا ہے اور گھر گھر نفرت کی آگ لگا دی ہے۔ حضرت نعیم ﷺ نے کہا: ادھر بعد میں جانا، پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تیری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید ﷺ اس نبی مکرم ﷺ کا کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ یہ سن کر مکہ کے ۲۶ سالہ پڑھے لکھے اور جوشیلے نوجوان حضرت عمر ﷺ کے اوسان خطا ہو گئے، آگے بڑھنے کے بجائے اپنے بہنوئی کے گھر کا رخ کیا۔ اس وقت حضرت سعید ﷺ کے گھر میں سورہ طہ پڑھی جا رہی تھی جس کو سن کر حضرت عمر ﷺ مزید آگ بگولا ہو گئے اور دروازہ کھولنے کی ندادی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سورہ طہ کے صحیفہ کو چھپا کر دروازہ کھولا، حضرت عمر ﷺ بہت غضب ناک ہو کر بولے: مجھے پتہ چل گیا ہے آپ لوگوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور اس قدر پیٹا کہ ان کی بہن اور بہنوئی لہو لہان ہو گئے، جب حضرت عمر ﷺ کی دست درازی حد سے تجاوز کر گئی تو بہن نے گرج کر کہا: اے بھائی! جتنا جی چاہے مار لے، جسم کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں مگر اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔ خون میں لت پت بہن کا یہ جواب سن کر حضرت عمر ﷺ کا دل پسچ گیا اور کہنے لگے: مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے جواب دیا: ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین کرو گے، اس پر حضرت عمر ﷺ نے اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا کہ وہ اس صحیفہ کو پڑھ کر واپس کر دیں گے۔ چنانچہ بہن نے یہ صحیفہ ان کو دے دیا اور حضرت عمر ﷺ نے جب سورہ طہ کی ابتدائی آیات پڑھیں تو بے ساختہ پکار اٹھے: یہ تو بڑا خوب صورت اور فضل و کرم والا کلام ہے، مجھے اس نبی مکرم ﷺ کے پاس لے چلو تا کہ میں اسلام قبول کر سکوں۔ (البدایۃ والنہایۃ: جلد نمبر ۲: ص ۸۰)

نبی کریم ﷺ اس وقت اپنے جاں نثاروں کے ساتھ دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت عمر ﷺ ننگی تلوار لے کر دروازہ پر پہنچے تو صحابہ کرام نے دروازہ کھولنے سے جھجک محسوس کی مگر حضرت حمزہ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھول دو۔ اگر عمر ﷺ اندر داخل ہو کر بارگاہ رسالت کے آداب ملحوظ رکھیں گے تو ہم ان کو خوش آمدید کہیں گے ورنہ اسی تلوار سے ان کا سراڑا دیا جائے گا۔ (السیرۃ الحلیۃ: جلد اول: ص ۲۶۷)

دروازہ کھولا گیا، حضرت عمر ﷺ داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر ﷺ کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اسلام قبول کر لے۔ (السیرۃ الحلیۃ: جلد اول: ص ۲۶۶) حضرت عمر ﷺ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے یہ جواب سنا تو فرط مسرت سے نعرہ تکبیر بلند کیا، نبی کریم ﷺ کے نعرہ کے بعد تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر لگایا کہ مکہ کی گلیاں اور فضائیں اس نعرہ سے گونج اٹھیں۔ (البدایۃ والنہایۃ: جلد نمبر ۲: ص ۳۱) حضرت عبداللہ ابن عمر ﷺ نے فرمایا: جب حضرت عمر ﷺ اسلام لائے اس وقت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! حضرت عمر ﷺ کے اسلام لانے سے آسمان والے بہت خوش ہوئے ہیں۔ (ابن ماجہ: حدیث نمبر ۱۰۳: مقلدہ: باب ۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر ﷺ اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار اپنا ہاتھ حضرت عمر ﷺ کے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ! حضرت عمر ﷺ کے سینے سے کینہ نکال دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔

(مستدرک للحاکم: حدیث نمبر ۲۴۹۲: جلد نمبر ۳: ص ۹۱)

حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم حق پر ہو خواہ تم مرو یا زندہ رہو مگر ابھی ہماری تعداد کم ہے اس لئے ہم خاموشی سے تبلیغ کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی: اب آپ اس دین کو ظاہر فرمائیے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی معیت میں دار ارقم سے باہر تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ اپنی تلوار لے کر آگے آگے چل رہے تھے اور بلند آواز سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے رہے تھے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور کفار قریش سے کہا: خبردار! اگر تم میں سے کسی نے حرکت کی کوشش کی تو میں تلوار سے اس کا سراڑا دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا اور حضرت عمرؓ تلوار لے کر نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتے رہے اور اسی دن نبی کریم ﷺ نے عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

(السيرة الحلیة: جلد اول: ص ۴۷۳)

☆ ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین میرے سامنے عمرؓ کی فضیلت بیان کرتے تھے تو ایک دفعہ میں نے پوچھا: اے جبریل! عمرؓ کی فضیلت کتنی ہے؟ اس نے کہا: اے محمد ﷺ! اگر میں آپ کے سامنے اتنا عرصہ رہوں جتنا عرصہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے تھے (یعنی ساڑھے نو سو سال) تو پھر بھی میں عمرؓ کی فضیلت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ العنکبوت: زیر آیت نمبر ۱۴: ج ۱۳: ص ۳۳۴)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکریم، انگلستان

بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ ۹ نومبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۸ شوال ۱۴۲۸ھ

اب آیت ۱۲۵ سورۃ طہ مکیہ ۲۵ رکوع ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طہ ۱

۱۔ طَاہَا۔ [۱]

مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ ۝

۲۔ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ

مشقت میں پڑ جائیں۔ [۲]

إِلَّا تَذَكَّرَ ۚ لَئِنْ يَخْشَىٰ ۝

۳۔ بلکہ یہ تو نصیحت ہے اس کے لئے جو (اپنے رب

سے) ڈرتا ہے۔

تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ
الْعُلٰی ۝

۴۔ یہ (قرآن) اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے

زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ [۳]

الرَّحْمٰنِ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝

۵۔ وہ بہت ہی مہربان ہے (اور مطلق حکمرانی کے) عرش

پر جلوہ فرما ہے۔ [۴]

[۱] محمد علی صابونی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک طہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں آپ کو طہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲] نزول قرآن کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ ساری رات نوافل اور تلاوت قرآن میں کھڑے کھڑے گزار دیتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوچ جاتے اور دن بھر اہل مکہ کو قرآن کی تبلیغ کرتے، اس کے باوجود جب کفار مکہ کی غالب اکثریت ایمان نہ لائی تو آپ ان کی گمراہی پر بہت غمگین رہتے۔ اس آیت میں ان دونوں مشقتوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ وہ نیند و آرام بھی چھوڑ دیں جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ نیز کفار مکہ اگر قرآنی تعلیمات کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ مشقت میں نہ پڑیں کیونکہ قرآن سے صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔

[۳] اس آیت میں قرآن مجید کی حقیقت اور فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا۔

[۴] قرآن مجید کی آیت کے مطابق ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق عرش پر جلوہ فرما ہے لیکن اس کی حقیقت اور

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ①
۶۔ اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین
کے نیچے ہے۔

وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ
وَ اَخْفٰى ②
۷۔ اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بے شک وہ پوشیدہ
اور پوشیدہ ترین باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ [۵]

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ
الْحُسْنٰى ③
۸۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں، اس کے لئے سب سے زیادہ خوب صورت نام
ہیں۔ [۶]

کیفیت کیا ہے یہ ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق کائنات ہی نہیں بلکہ مطلق
حاکم اعلیٰ ہے اور کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں اسی کا حکم نافذ ہے۔

[۵] انسان بلند آواز سے بات کرے یا آہستہ سے، اللہ تعالیٰ دونوں صورتوں میں خوب جانتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو وہ بات بھی جانتا
ہے جو انسان نے اپنے دل میں چھپا رکھی ہے اور وہ بات بھی جانتا ہے جس کا ابھی اس انسان کو بھی علم نہیں ہے بلکہ وہ مستقبل
میں اسے کرنے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۶] یعنی جو ساری کائنات کا خالق، مالک اور حاکم مطلق ہے اور لوگوں کے پوشیدہ ترین رازوں سے باخبر ہے وہی اس لائق ہے کہ
اس کی عبادت کی جائے اور سب سے بہترین نام اسی کے ہیں جن سے اس کو پکارا جائے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نانوے نام ہیں، جو ان کو
یاد کر لے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۷۳۶: کتاب الشروط: باب ۱۸)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ
جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پوچھا گیا: اخلاص کیا ہے؟ فرمایا: جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ان سے باز رہے۔

(معجم اوسط: حدیث نمبر ۱۲۵۷: جلد ۲: ص ۱۳۷)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری
امت کے ایک شخص کو منتخب کر کے الگ کھڑا کر دے گا، پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے نواوے رجسٹر کھولے جائیں
گے، ہر رجسٹر حد تک بڑا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے
والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یا رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں
یا رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے

وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ①

۹۔ اور کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی ہے؟

إِذْ رَأَى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا تَلْعَلْ أَتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدٍ عَلَى النَّارِ هُذًى ②

۱۰۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ایک آگ دیکھی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم (بہیں) ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں اس سے تمہارے لئے کوئی چنگاری لے آؤں یا میں آگ سے (راستہ کے متعلق) کوئی راہنمائی پالوں۔ [۷]

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَوْمُوسَى ③

۱۱۔ پھر موسیٰ علیہ السلام جب اس آگ کے پاس پہنچے تو انہیں ندا دی گئی: اے موسیٰ علیہ السلام! [۸]

گا جس پر لکھا ہوگا: اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبده و رسولہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم میزان پر حاضر ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میزان کے ایک پڑے میں اس کے گناہوں کے (ننانوے) رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے پڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا، پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پرزے والا پڑا بھاری ہو جائے گا، سو اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔

(ترمذی: ۲۶۳۹؛ ابواب الایمان: باب ۱۷)

[۷] یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی یاد دہانی فرمائی ہے تاکہ آپ کو اطمینان ہو جائے کہ صرف آپ ہی مشکلات کا شکار نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام کو بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین تشریف لائے، کئی سال حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں گزارے، اس دوران حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے آپ کی شادی بھی ہو گئی اور پھر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر واپس مصر روانہ ہو گئے۔ سردی کا موسم تھا، کوہ طور کے قریب ایک اندھیری رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور ایک آگ دیکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: تم یہاں ٹھہرو میں اس آگ کے پاس جاتا ہوں، شاید میں وہاں سے آگ کی چنگاری لے آؤں تاکہ ہم آگ جلا کر سردی سے بچ سکیں یا وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو ہمیں مصر جانے والا صحیح راستہ بتا دے تاکہ ہم اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھریں۔

[۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں پہنچے تو بڑا عجیب منظر دیکھا۔ ایک سرسبز و شاداب درخت ہے جس کو ایک عجیب قسم کی سفید نورانی آگ نے گھیر رکھا ہے۔ درخت کی سبزی اور آگ کی سفیدی دونوں اپنی اپنی جگہ بالکل نمایاں تھیں، نہ درخت کی سبزی آگ کی روشنی میں رکاوٹ تھی اور نہ آگ کی روشنی درخت کی سبزی سے مانع تھی۔ (تفسیر مظہری)

۱۲۔ بے شک میں ہی تمہارا رب ہوں، پس تم اپنے جوتے اتار دو، بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَأَخَذْتُ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوًى ۝

۱۳۔ اور میں نے تمہیں (اپنی رسالت کے لئے) چن لیا ہے، پس جو وحی کی جائے اسے پوری توجہ سے سنو۔ [۹]

وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ۝

۱۴۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس تم میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔ [۱۰]

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي ۚ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝

۱۵۔ بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے میں اسے

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ

اس اثناء میں اچانک ایک غیبی آواز آئی: اے موسیٰ علیہ السلام! یہ جو آگ تمہیں نظر آرہی ہے یہ آگ نہیں بلکہ میری تجلی ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ اب تم طویٰ کی مقدس وادی میں اپنے رب تعالیٰ سے ہم کلام ہو، لہذا اس مقدس وادی کے ادب و احترام میں اپنے جوتے اتار دو تا کہ آپ کے قدموں کو برکت حاصل ہو۔

[۹] یعنی میں نے آپ کی قوم میں سے آپ کو نبی اور رسول بنانے کے لئے منتخب کر لیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی کے اندر ایک ایسا ملکہ پیدا فرمادیتا ہے جس کی وجہ سے نبی کو کلام الہی اور ملک الوحی کے پہچاننے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ یونس (۱۰) کا حاشیہ نمبر ۷۵ ملاحظہ کریں۔

فیر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مومن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت ایک وہی چیز ہے، کوئی انسان عبادت اور ریاضت کے ذریعے نبی نہیں بن سکتا بلکہ یہ محض عطاۃ الہی ہے، جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے عطا فرمادیتا ہے۔

[۱۰] یہاں نماز کی ایک حکمت بیان کی جارہی ہے یعنی تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ نماز قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ رکھو اور اس سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ غافل لوگوں کو شیطان آسانی سے گمراہ کر لیتا ہے۔

اس کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نماز قائم کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ بھی اسے اپنی یاد سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کو یاد کرے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى ⑤

پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔ [۱۱]

فَلَا يَصُدُّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَزْدَى ⑥

۱۶۔ پس وہ شخص جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تمہیں قیامت (کو ماننے) سے ہرگز نہ روکے ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔ [۱۲]

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يُمُوسَى ⑦

۱۷۔ اور اے موسیٰ! یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ [۱۳]

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاهْتَسُوا بِهَا عَلَىٰ غَنِيِّ وَلِيٍّ فِيهَا مَا يَرِبُ ۖ أُخْرَىٰ ⑧

۱۸۔ موسیٰ نے کہا: یہ میرا عصا ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے چے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے کئی اور فائدے بھی ہیں۔ [۱۴]

قَالَ أَلْقَهَا يُمُوسَىٰ ⑨

۱۹۔ فرمایا: اے موسیٰ! اس کو (زمین پر) ڈال دو۔

[۱۱] موت اور قیامت ایک حقیقت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے وقت کو پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ ہر وقت ڈرتے رہیں کہ خدا جانے کب قیامت پھا ہو جائے۔ اگر موت اور قیامت کا وقت بتا دیا جاتا تو لوگ اس لئے برائیوں میں مبتلا رہتے کہ ابھی بہت زندگی باقی ہے، جب موت اور قیامت کا وقت قریب آئے گا تو چند گھنٹے پہلے توبہ کر لیں گے اور عذاب سے بچ جائیں گے۔

[۱۲] جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے وہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہا ہے اور قیامت کے دن جہنم رسید ہوگا، لہذا تم ایسے لوگوں کی بات ہرگز نہ مانو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ہاتھ میں عصا ہے مگر پوچھا اس لئے تاکہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اس عصا کی حقیقت اور اس کے خواص کو ذہن میں حاضر کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں کہ کس طرح ایک بے جان لکڑی سے دوڑنے والا سانپ بن جاتا ہے۔

[۱۴] اس سوال کے جواب میں صرف اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ یہ میرا عصا ہے مگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب کو لمبا کیا تاکہ زیادہ دیر اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہے اور یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی عظیم اور محبوب ہستی سے ہم کلام ہوتا ہے تو بہت لطف اندوز ہوتا ہے اور گفتگو کو طول دینے کی کوشش کرتا ہے۔

۲۰۔ پس موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن کر
(ادھر ادھر) دوڑنے لگا۔ [۱۵]

فَالْقَهْقَارَ إِذْ أَهَى حَيَّةٌ تَسْعَى ⑩

۲۱۔ فرمایا: اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو، ہم اسے ابھی اس کی
پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا
سِيرَتَهَا الْأُولَى ⑪

۲۲۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ تو وہ بغیر کسی بیماری
کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے۔ [۱۶]

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ
مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ أُخْرَى ⑫

۲۳۔ تاکہ ہم آپ کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ⑬

۲۴۔ تم فرعون کی طرف جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ [۱۷]

إِذْ هَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ⑭

۲۵۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے
لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔ [۱۸]

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ⑮

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کے سانپ بن جانے کا مشاہدہ کرایا اور فرمایا: اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، جو نبی
آپ اس کو پکڑیں گے ہم اس کو پہلے کی طرح عصا بنا دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سانپ کے منہ میں ہاتھ
ڈال کر اس کے جھڑوں سے اسے پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا۔ تو رات میں بھی اس معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

(دی لیونگ بائبل: خروج: ۴: ۲-۳)

[۱۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے دو کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، گزشتہ آیات میں عصا کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں یہ بیضا
کا ذکر فرمایا یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو وہ بغیر کسی بیماری کے چمکتا ہوا نکلتا اور
ماحول کو روشن کر دیتا اور جب دوبارہ اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو وہ اپنی پہلی حالت پر آ جاتا۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دو معجزات عطا فرمانے کے بعد حکم دیا کہ تم فرعون کو حق کی طرف دعوت دو کیونکہ وہ سرکش
ہو گیا ہے حتیٰ کہ اس نے سب سے بڑا رب ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔

[۱۸] فرعون صرف مصر کا حکمران ہی نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو سب سے بلند رب بھی سمجھتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی جو گیارہ آیات پر مشتمل ہے یعنی اے
میرے رب! میرے سینہ میں وہ وسعت، جرأت اور حوصلہ پیدا فرما جو رسالت کے لئے درکار ہے، اس مشن کے راستے میں

وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝

۲۶۔ اور میرے لئے میرا کام آسان فرمادے۔

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝

۲۷۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔

يَقْقُهُ أَتَوَلَّى ۝

۲۸۔ تاکہ وہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔

وَاجْعَلْ لِّي زَيْرًا مِّنْ أَهْلِي ۝

۲۹۔ اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر بنادے۔

هَرُونَ أَخِي ۝

۳۰۔ یعنی ہارون جو میرا بھائی ہے۔

أَشَدُّ دَبَّةً أَذْرًا ۝

۳۱۔ اس سے میری کر کو مضبوط فرمادے۔

وَأَشْرِكُهُ فِي أَمْرِي ۝

۳۲۔ اور اس کو میرے کام میں میرا شریک بنادے۔

كَيْ تُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝

۳۳۔ تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں۔

وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝

۳۴۔ اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔

إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝

۳۵۔ بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے۔

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يٰمُوسَىٰ ۝

۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا۔ [۱۹]

جو مشکلات ہیں ان کو آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کھول دے یعنی میری لکنت دور کر دے اور میری زبان میں روانی اور فصاحت پیدا فرمادے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ دعا کے دوسرے حصہ میں عرض کرتے ہیں: میرے حوصلوں کو بلند رکھنے کے لئے میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرا وزیر اور میرے کام میں میرا شریک بنادے، اور دعا کے آخری حصہ میں عرض کرتے ہیں: اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں۔ نیز تو ہماری ضرورتوں کو خوب جانتا ہے، اپنے فضل و کرم سے ہماری تمام ضرورتوں کو پورا فرمادے تاکہ ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براہو سکیں۔

[۱۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوش خبری سنائی کہ ان کی ساری دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَى ۝

۳۷۔ اور بے شک ہم نے تم پر ایک بار پہلے بھی احسان فرمایا تھا۔ [۲۰]

إِذَا وَحْيَنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَأْيُوسَى ۝

۳۸۔ جب ہم نے تمہاری ماں کو الہام کیا جواب کیا جا رہا ہے۔ [۲۱]

أَنِ اقْذِ فِيهِ فِي الثَّابُوتِ فَاقْذِ فِيهِ فِي
الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَا خُذْ لَكَ عَدُوًّا
لِّي وَعَدُوًّا لَّهُ ۖ وَآلَقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً
مِّنِّي ۖ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ۝

۳۹۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دے، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے، پھر دریا سے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے وہ شخص اٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے، اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے خاص محبت ڈال دی اور تاکہ تمہاری پرورش میری آنکھ کے سامنے کی جائے۔

[۲۰] قبولیت دعا کی خوش خبری سنانے کے بعد اب ایک ایسے احسان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بن مانگے آپ کو عطا فرمایا تھا یعنی پیدائش کے وقت آپ کو قتل ہونے سے بچالیا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

[۲۱] فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کے اقتدار کے زوال کا سبب بنے گا۔ اس لئے فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بچے بانسری۔ انہی دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام فرمایا یعنی اس کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی کہ اس بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا میں نیل میں ڈال دے اور فکر نہ کرے۔ دریا اس کو ساحل پر لے آئے گا اور فرعون اس کو اٹھالے گا جو اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کا دشمن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اس لئے تھا کہ وہ مشرک تھا بلکہ اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن اس لئے کہا گیا کیونکہ مستقبل میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کرنے والا تھا اور اب بھی حقیقت میں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا مگر اسے علم نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی وہ بچے ہیں جو اس کے اقتدار کے زوال کا سبب بنیں گے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اسے علم ہو جاتا تو وہ آپ کو ضرور قتل کراتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جو فرعون کی سمجھ سے بالاتر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی خاص محبت اور رحمت سے ایسا خوبصورت بنایا کہ جو بھی آپ کو دیکھتا آپ کے

۴۰۔ اور یاد کرو جب تمہاری بہن چلتی ہوئی (فرعون کے محلات میں) آئی اور کہنے لگی: کیا میں تمہیں وہ شخص بتاؤں جو اس بچے کی پرورش کرے، پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو، [۲۲] اور (یاد کرو جب) آپ نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے آپ کو اس غم سے بھی نجات دی [۲۳] اور آپ کو اچھی طرح آزمایا، [۲۴] پھر آپ کئی سال اہل

اِذْ تَشْتٰی اُخْتُكَ فَنَقُولُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ يَّكْفُلُهُ ۚ فَرَجَعْنَاكَ اِلٰی اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَكُنْتَ نَفْسًا فَجَّيْتُكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَّكَ فُتُوًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ يُّوسُفٰی ۝

حسن کا گردیدہ ہو جاتا۔ ایک دن فرعون اپنی بیوی کے ساتھ دریائے نیل کا نظارہ کر رہا تھا۔ جب اس نے دریا میں ایک صندوق تیرتا ہوا دیکھا تو اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس صندوق کو میرے پاس لے آؤ۔ جب صندوق کھولا گیا تو اس میں ایک حسین اور دلکش بچہ نظر آیا جس کو فرعون نے اپنی بیوی آسیہ کی خواہش پر شاہی محلات میں رکھنے اور پرورش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت اور نگرانی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی۔

[۲۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنے بیٹے کو دریا میں ڈالنے کے بعد اپنی بیٹی سے کہا کہ اس صندوق پر نگاہ رکھے یہ کہاں جاتا ہے؟ جب یہ صندوق فرعون کے محلات میں پہنچ گیا اور فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے کئی عورتوں کو بلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی آگئی اور دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعون کی بیوی سے کہا: میں تمہیں ایک عورت بتاتی ہوں جس کا دودھ یہ بچہ پی لے گا۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کو بلالائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کی بیوی بڑی خوش ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے کہا: تم یہاں محلات میں رہ کر اس بچے کی پرورش کرو، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: میں اپنے خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ وہ بچے کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے، وہیں اس کی پرورش کرے اور اس کی اجرت شاہی خزانہ سے دی جائے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس اپنی ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اجرت اس لئے قبول کی تاکہ اس کا راز فاش نہ ہو کہ یہ تو بچہ کی اصلی ماں ہے۔

[۲۳] یہ ایک دوسرا احسان ہے جس کا ذکر آگے سورہ قصص (۲۸) کی آیت نمبر ۱۵ میں آئے گا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بارہ سال کی عمر میں غیر ارادی طور پر ایک قبطی مارا گیا اور قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصر سے نکال کر مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچا دیا۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار آزمایا اور ان آزمائشوں میں کامیابی سے سرفراز فرمایا مثلاً پیدائش کے وقت قتل

مدین میں ٹھہرے رہے، پھر اے موسیٰ! آپ ایک
مقررہ وقت پر یہاں آگئے۔ [۲۵]

۴۱۔ اور میں نے آپ کو اپنے (پیغام کے) لئے چن لیا
ہے۔ [۲۶]

۴۲۔ آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر
جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ [۲۷]

۴۳۔ آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک وہ
سرکش ہو گیا ہے۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۝

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاُخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي
ذِكْرِي ۝

اِذْهَبَا اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰ ۝

ہونے سے بچایا، جب ماں نے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تو پانی میں ڈوبنے سے بچایا اور جب آپ سے قبلی
قتل ہو گیا تو آپ کو قبلیوں سے بچا کر مدین میں لے آیا۔

[۲۵] جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس برس ہو گئی تو آپ کو ہر طور کے پاس آگئے جو آپ کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور
آپ کو نبوت عطا کرنے کے لئے مقدر تھا۔

نبوت کے لئے عمومی عمر چالیس سال ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کو چالیس سال کی عمر کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض
انبیائے کرام یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت عطا کی
گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے لیکن اس کی سنت یہ ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد عطا کی جاتی
ہے، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابوالحیاء اندلسی لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کی طرف گئے تو ان کی عمر بارہ
سال تھی، پھر دس سال وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے، پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے ساتھ شادی
ہو جانے کے بعد مزید ۱۸ سال اپنی بیوی کے ساتھ مدین میں رہے اور ان کا ایک بیٹا ہوا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر
مکمل چالیس سال ہو گئی اور یہ وہ مدت ہے جس کے پورے ہونے پر انبیاء کو مبعوث کرنے کی اللہ تعالیٰ کی عادت مبارک ہے۔
(بحر محیط)

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبی اور رسول بنانے کے لئے منتخب فرمایا۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا: تم دونوں میری آیات یعنی معجزات، دلائل اور
تورات کے احکام لے کر فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے، لیکن مشکلات پر قابو پانے اور اپنے حوصلوں کو بلند

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ
يَخْشَى ۝۴۴

۴۴۔ آپ دونوں اس سے نرمی سے گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرے۔

قَالَا رَبَّنَا إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُفْرِطَ عَلَيْنَا أَوْ
أَنْ يَطْغَى ۝۴۵

۴۵۔ ان دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بے شک ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا۔

قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمِعُ وَأَأْمُرُ ۝۴۶

۴۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں ڈرو نہیں بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں (سب کچھ) سننا اور دیکھتا ہوں۔

[۲۸]

فَأْتِيَهُ فَقُولَا إِنَّا سَأُلَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ
مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۚ قَدْ
جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّنْ رَبِّكَ ۚ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ
اتَّبَعَ الْهُدَى ۝۴۷

۴۷۔ پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور (اسے) کہو: بے شک ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں، پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان کو تکلیف نہ دے، بے شک ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ [۲۹]

رکھنے کے لئے کثرت سے مجھے یاد کرنا اور اس میں کبھی سستی نہ کرنا۔ نیز فرعون سے اس امید پر نرمی سے گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے یا میرے غضب سے ڈرے۔

ان آیات میں مبلغ کے لئے درس ہدایت ہے کہ جب وہ کسی غیر مسلم کو اسلام پیش کرنا چاہے تو پوری تیاری، تحقیق اور دلائل کے ساتھ جائے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور گفتگو میں سختی نہ کرے بلکہ نرم رویہ اختیار کرے کیونکہ سخت کلامی سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور نرم گفتگو سے مانوس ہوتے ہیں اور بات کو سننے میں دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔

[۲۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے فرعون کی سرکشی کے پیش نظر عرض کیا: اے ہمارے رب! جب ہم فرعون کو ہدایت کی دعوت دیں گے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ فرعون کے ہر قول و فعل کو خوب سننا اور دیکھتا ہوں، لہذا تم فرعون سے مت ڈرو، میں تمہاری حفاظت کروں گا اور فرعون کے ہر حربے کو ناکام بنا دوں گا۔

[۲۹] یعنی تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے رب کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے نبوت کی نشانی یعنی معجزات لے

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَى مَنْ
كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝

۳۸۔ بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اسی پر عذاب
ہوگا جس نے (کلام الہی کو) جھٹلایا اور اس سے
روگردانی کی۔

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يُوسُفٰی ۝

۳۹۔ فرعون نے پوچھا: اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون
ہے؟ [۳۰]

قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ
ثُمَّ هَدَىٰ ۝

۵۰۔ موسیٰ نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس
کا مخصوص وجود بخشا، پھر اس کی راہنمائی کی۔ [۳۱]

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولٰی ۝

۵۱۔ فرعون نے کہا: تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا؟ [۳۲]

قَالَ عَلِمْنَا عِنْدَ رَبِّنَا فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ
رَبِّنَا وَلَا يَنْسَىٰ ۝

۵۲۔ موسیٰ نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک
کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا
ہے۔ [۳۳]

کرائے ہیں۔ تم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ واپس شام جانے کی اجازت دے دو اور مزید ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور تم لوگوں
کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام یہ ہے کہ جس نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلامتی ہوگی اور جس نے کلام الہی کو جھٹلایا اور اس سے
روگردانی کی اس پر عذاب ہوگا۔

[۳۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو فرعون حیران ہو کر کہنے لگا میں تو خود اہل مصر کا
رب ہوں، میرا کوئی رب نہیں ہے اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

[۳۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کا ایک مخصوص وجود بخشا جو اس کے ماحول کے مطابق ہے
اور پھر اس کی فطرت میں ایسی ہدایت رکھ دی جو اس کے مقصد حیات اور ذریعہ معاش کے مطابق ہے یعنی انسان، حیوان
اور نباتات وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ماحول کے مطابق وجود بخشا اور ضرورت کے مطابق فطری صلاحیتیں عطا فرمائیں۔

[۳۲] اس مسکت جواب کے بعد فرعون نے گفتگو کا رخ بدلنے کے لئے کہا: اچھا آپ یہ بتائیں کہ پہلی قوموں میں جو اللہ تعالیٰ کی
منکر تھیں ان کا کیا حال ہوا تھا؟

[۳۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ تو حید کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے فرعون کے اس غیر متعلقہ سوال کو ٹال دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ
نے پہلی قوموں کے احوال کسی حکمت کے پیش نظر لوح محفوظ میں لکھ دیئے ہیں اور قیامت کے دن ان کے مطابق انہیں جزا

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَ سَلَكَ
لَكُم فِيهَا سُبُلًا وَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّن نَّبَاتٍ شَتَّى ۝۳۴

۵۳۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس
میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے اور آسمان
سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ مختلف
نباتات کے جوڑے پیدا کئے۔ [۳۴]

كُلُوا وَ ارْمَعُوا أَنْعَامَكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝۳۵

۵۴۔ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بے شک اس میں
عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنْهَا
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ۝۳۶

۵۵۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں
لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔ [۳۵]

وَ لَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ
وَأَبَىٰ ۝۳۷

۵۶۔ اور بے شک ہم نے فرعون کو اپنی ساری نشانیاں
دکھائیں، پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔

اور سزا دے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز کا ایسا کامل اور ابدی علم رکھتا ہے جس میں کسی خطا
اور بھول کا امکان نہیں ہے۔

[۳۴] یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ہموار بنایا تاکہ تم اس میں اپنے ٹھکانے بنا سکو، اس زمین کے پہاڑوں
اور اس کی خشکی اور تری میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم اپنی ضروریات کے لئے ان میں سفر کر سکو اور بارش کے پانی
کے ذریعہ اس زمین سے تمہارے لئے مختلف قسم کی نباتات پیدا فرمائیں تاکہ تم اپنی اور اپنے مویشیوں کی خوراک کا انتظام
کر سکو۔ ان چیزوں میں عقل والوں کے لئے ایسی واضح نشانیاں موجود ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی
نشاندہی کرتی ہیں۔

[۳۵] سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا، اس لئے
اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تمہیں اس زمین سے پیدا کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نسل
انسانی کا سلسلہ نطفہ کے ذریعہ جاری ہوا تو چونکہ انسان کا بدن اور اس میں نطفہ جن غذاؤں سے پرورش پاتا ہے وہ زمین
سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے انسان کی نسبت بھی زمین کی طرف کردی گئی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی
آیت نمبر ۲ حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں) پھر مرنے کے بعد اسی زمین میں دفن ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی زمین ہی سے
دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

قَالَ أَجِئْتَنَا لِنُخْرِجَكَ مِنْ أَرْضِنَا
بِسِحْرِكَ يٰمُوسَى ⑤

۵۷۔ اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لئے
آئے ہو کہ تم اپنے جادو کے ذریعہ ہمیں ہمارے ملک
سے نکال دو؟

فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرِ مِثْلِهِ فَأَجْعَلْ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا
أَنْتَ مَكَانًا سُوًى ⑥

۵۸۔ سو ہم بھی تمہارے مقابلے میں ضرور ایسا ہی جادو لائیں
گے، پس تم اپنے اور ہمارے درمیان وقت مقرر کر لو
کہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں اور نہ ہی تم، (یہ
مقابلہ) کھلے میدان میں ہو۔ [۳۶]

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْتَةِ وَأَنْ تُحْشَرَ
النَّاسُ ضُجًى ⑦

۵۹۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جشن کا دن تمہارے وعدے کا
دن طے ہو گیا اور یہ کہ چاشت کے وقت سارے
لوگ جمع ہو جائیں۔

فَتَوَلَّى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَى ⑧

۶۰۔ پھر فرعون واپس گیا، اپنے مکر و فریب کو جمع کیا اور پھر
آگیا۔ [۳۷]

قَالَ لَهُمْ مُوسَى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى
اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ
مَنْ افْتَرَى ⑨

۶۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم پر افسوس ہے، اللہ تعالیٰ
پر جھوٹا بہتان نہ باندھو ورنہ اللہ تعالیٰ عذاب کے ذریعہ
تمہارا نام و نشان مٹا دے گا اور جس نے بھی (اللہ تعالیٰ
پر) بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔ [۳۸]

[۳۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب نبوت کی نشانی یعنی ید بیضا اور عصا کے معجزات دکھائے تو فرعون نے نہ صرف آپ کی نبوت کا
انکار کیا بلکہ آپ کے معجزات کو جادو قرار دیا اور کہنے لگا: تم اس جادو کے ذریعہ ہمیں مصر سے نکال کر یہاں قبضہ کرنا چاہتے ہو،
لہذا ہم تمہارے جادو کا مقابلہ کریں گے۔ آؤ کھلے میدان میں اعلانیہ مقابلے کا دن اور وقت مقرر کریں اور اس کی کوئی بھی
خلاف ورزی نہ کرے۔

[۳۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مقابلے کے لئے آنے والا وہی دن مقرر کر لیتے ہیں جس میں تمہاری قوم چاشت کے وقت کھلے
میدان میں جمع ہو کر جشن مناتی ہے تاکہ سارے لوگ دن کی روشنی میں حق و باطل کا مشاہدہ کر سکیں۔ چنانچہ فرعون اپنے ملک
کے نامور جادوگروں کو لے کر وقت مقررہ پر کھلے میدان میں آگیا۔

[۳۸] اس کھلے میدان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو وعظ فرمایا کہ تم فرعون کو رب مان کر اور معجزات کو جادو کہہ کر اللہ

فَتَنَّا زَعُوزًا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ أَسْرُوا
النَّجْوَى ①

۶۲۔ پس وہ (جادوگر) اپنے معاملہ میں باہم جھگڑ پڑے
اور چپکے چپکے مشورے کرنے لگے۔ [۳۹]

قَالُوا إِنَّ هَٰذَا سِحْرَانِ يُرِيدَانِ أَنْ
يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا
بَطَرٍ بَيْنَكُمُ الْمَثَلَى ②

۶۳۔ وہ کہنے لگے: بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں جو چاہتے
ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں تمہارے ملک سے
نکال دیں اور تمہارے مثالی طریق زندگی کو مٹا دیں۔

فَاجْبِعُوا لَكُم كَيْدًا ثُمَّ اسْتَوَا صَفًّا وَقَدْ أَفْلَحَ
الْيَوْمَ مَن اسْتَعْلَى ③

۶۴۔ پس تم اپنی ساری تدبیریں جمع کر لو اور قطار باندھ کر
(اکٹھے میدان میں) آؤ اور آج کے دن وہی کامیاب
ہوگا جو غالب رہا۔ [۴۰]

قَالُوا يَمُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقَى وَ إِمَّا أَنْ
تَكُونَ أَوَّلَ مَن أُلْقَى ④

۶۵۔ جادوگر بولے: اے موسیٰ! کیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم
پہلے ڈالنے والے ہو جائیں؟

قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَ عَصِيَّتُهُمْ
يُخَيَّلُ إِلَيْهِمْ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى ⑤

۶۶۔ موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تم ہی پہلے ڈالو، پس اچانک موسیٰ کو
خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور ان
کی لاثھیاں دوڑ رہی ہیں۔ [۴۱]

تعالیٰ پر جھوٹا بہتان نہ باندھو ورنہ اللہ تعالیٰ عذاب کے ذریعہ تمہارا نام و نشان مٹا دے گا اور تم سے پہلے جن لوگوں نے اللہ
تعالیٰ پر بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہے۔

[۳۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ سننے کے بعد جادوگروں میں باہم اختلاف ہو گیا اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے، بعض نے
کہا: یہ جادوگر ہے اور بعض نے کہا: یہ نبی لگتا ہے کیونکہ اس کی گفتگو جادوگروں والی نہیں مگر فرعون کے ڈر سے سارے کہنے
لگے: یہ دونوں نبی نہیں بلکہ جادوگر ہیں جو تمہیں مصر سے نکال کر تمہارے مذہب اور تمدن کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔

[۴۰] پس تم اپنے سارے کرتب اور تدبیریں یکجا کرو اور قطار باندھ کر اس طرح اکٹھے میدان میں نکلو کہ وہ دونوں تمہیں دیکھ کر
گھبرا جائیں اور یاد رکھو اگر آج وہ غالب آگئے تو ہمیشہ وہی کامیاب رہیں گے۔

[۴۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: پہلے تم سارے ل کر اپنی طاقت دکھاؤ، پھر میں نبوت کی طاقت دکھاؤں گا، چنانچہ
جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور لاثھیاں پھینکیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے محسوس ہونے لگا جیسے سانپ دوڑ رہے ہوں۔

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَى ⑩

۶۷۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ [۳۲]

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ⑪

۶۸۔ ہم نے فرمایا: مت ڈرو، یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا
إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ⑫ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ
حَيْثُ أَتَى ⑬

۶۹۔ اور جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دو وہ ان کی تمام کاریگری کو نکل جائے گا، انہوں نے جو کاریگری کی ہے وہ فقط جادوگر کا فریب ہے، اور جادوگر جہاں بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔ [۳۳]

فَأَلْقَى السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ
هَارُونَ وَمُوسَى ⑭

۷۰۔ چنانچہ سب جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے: ہم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ [۳۴]

قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ
إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ
فَلَا قِطْعَنَ أَيِّدِيكُمْ وَ أَهْرَاجُكُمْ هُنَّ
خِلَافٍ وَلَا وَصَلِيَّتُكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ
وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى ⑮

۷۱۔ فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، پس میں ضرور تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں میں سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے۔ [۳۵]

[۳۲] ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ لائٹیاں اور رسیاں ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے مگر بشری تقاضوں کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب خوف محسوس ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی: ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنا عصا ڈال دیں۔ چنانچہ آپ کا عصا ایک اثر دھابن کر جادو گروں کی رسیوں اور لائٹیوں کو نکل گیا کیونکہ وہ جادو کا فریب تھا اور معجزہ کے مقابلہ میں جادو کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

[۳۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادو گروں کو یقین ہو گیا کہ آپ جادوگر نہیں، لہذا انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور وہ اس طرح بے اختیار سجدے میں گر پڑے جیسے معجزہ عصا اور عرفان حق نے انہیں سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا ہو۔

[۳۵] فرعون نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان کیوں لائے۔ لگتا ہے جیسے تم نے

قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ
الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ
قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا ۖ

۷۲۔ انہوں نے کہا: ہمیں اس اللہ کی قسم ہے جس نے ہمیں
پیدا کیا! ہم تجھے ان واضح دلائل پر ہرگز ترجیح نہیں دیں
گے جو ہمارے پاس آچکے ہیں، پس تو ہمارے بارے
میں جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر لے، تو صرف اسی دنیا کی
زندگی کے بارے میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ [۴۶]

إِنَّا أَمَّا بِرَبِّنَا لِنَغْفِرَ لَكَ خَطِيئَتَا وَمَا
أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
وَأَبْقَىٰ ۖ

۷۳۔ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ
ہماری خطائیں بخش دے اور اس جادو کو بھی جس پر تو
نے ہمیں مجبور کیا تھا، [۴۷] اور اللہ تعالیٰ ہی سب
سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اسی سے جادو سیکھا ہے اور تم نے میری حکومت کے خلاف سازش کرتے ہوئے اپنے بڑے استاد کے سامنے دانستہ شکست
تسلیم کر لی ہے، لہذا میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا، پھر تمہیں یقین ہو جائے گا
کہ موسیٰ کے رب کا عذاب زیادہ سخت ہے یا میرا عذاب زیادہ سخت ہے۔

[۴۶] فرعون کی طرف سے سخت دھمکی کے باوجود جادوگروں نے اسے کہا: معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم تجھے اس رب پر ترجیح
نہیں دے سکتے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائی ہے، لہذا تم ہمیں جو سزا دینا چاہتے ہو دے لو اور یاد
رکھو تم صرف اس دنیا میں ہمیں تکلیف پہنچا سکتے ہو، تیرے مرنے کے بعد تیرا اختیار ختم ہو جائے گا اور تو خود اپنے کفر کے
عذاب میں مبتلا ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، اگر ہم اپنے خالق حقیقی کے نافرمان رہے تو وہ ہمیں مرنے
کے بعد بھی سزا دینے پر قادر ہے۔

[۴۷] جادوگر پہلے تو انعام کے لالچ میں مقابلہ کے لئے تیار تھے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے بعد انکار کرنے لگے
جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی روایت کرتے ہیں کہ فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تو
جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں ایسا موقع فراہم کیا گیا۔
انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے ہیں اور ان کا عصا ان پر پہرہ دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون
سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا مگر فرعون نے
انہیں مقابلہ کرنے پر مجبور کیا۔ (تفسیر روح المعانی) پھر مقابلے کے میدان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ سننے کے بعد بھی
جادوگروں کو مزید احساس ہو گیا تھا کہ آپ جادوگر نہیں بلکہ نبی ہیں اور نبی کا مقابلہ کرنا درست نہیں مگر فرعون کے ڈر سے مجبور
ہو کر انہیں مقابلہ کرنا پڑا اور جب عصا کا معجزہ بالکل روز روشن کی طرح ان کی رسیاں نکل گیا تو جادوگر ایمان لے آئے تاکہ

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ⑤
۷۴۔ بے شک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ [۳۸]

اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں بخش دے اور خاص کر اس جادو کی خطا کو بخش دے جو انہیں معجزہ کے مقابلہ میں کرنا پڑی تھی۔

فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان لانا

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ فرعون کی بیوی لوگوں سے پوچھتی رہی کہ اس معرکہ میں کون غالب آیا؟ جب اس کو بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام غالب آگئے تو اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئی۔ فرعون نے بعض درباریوں کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرا دو۔ جب وہ لوگ اس کے پاس آئے تو آسیہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی، ان کو جنت میں اپنا مکان نظر آیا، وہ اپنے ایمان پر قائم رہیں اور اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی گئی اور جب ان کے جسم پر وہ بھاری چٹان گرائی گئی تو ان کے جسم سے روح پہلے ہی پرواز کر چکی تھی اور چٹان ان کے بے جان جسم پر گری۔

اسلام میں خواتین کا کردار

۱۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: سب اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(الکامل: ابن اثیر: جلد دوم: ص ۳۷، السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام: جلد اول: ص ۲۲۴)

صحابہ کرام میں دو ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنی ساری دولت اسلام کی تبلیغ میں خرچ کر دی۔ وہ دو ہستیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ دونوں بڑے دولت مند تھے اور جب انہوں نے وفات پائی تو ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

۲۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا: اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی سعادت حاصل کرنے والی حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی شہادت کی تفصیل کے لئے سورہ نحل (۱۶) کی آیت نمبر ۱۰۶ کا حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ کے مجرم یعنی کافر کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور شدید عذاب کے باعث جہنم میں اس کی زندگی ایسی نہیں ہوگی جس سے اسے کوئی نفع حاصل ہو بلکہ اس زندگی کے بجائے مرجانا ہزار درجے بہتر ہوگا تا کہ عذاب سے چھٹکارا مل جائے لیکن وہاں موت بھی نہیں آئے گی، لہذا جہنمی کا حال بڑا عجیب ہوگا، نہ وہ مرے گا اور نہ ہی جینے کی خواہش کرے گا بلکہ موت و حیات کی کشمکش میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ
فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى ۝

۷۵۔ اور جو شخص اس کے پاس مومن بن کر حاضر ہوگا اس
حال میں کہ اس نے نیک عمل کئے ہوں تو ان ہی
لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں۔ [۳۹]

جَنَّتٌ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى ۝

۷۶۔ یعنی سدا بہار باغات جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ
ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ صلہ ہے ہر اس شخص کا
جس نے پاکیزگی اختیار کی۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اسْرِ
بِعِبَادِي فَأَصْرَبُ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ
يَبْسًا ۖ لَا تَخَفْ دَرَكًا وَلَا تَخْشَى ۝

۷۷۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ
راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑو، پھر
ان کے لئے سمندر میں (عصا کی ضرب سے) خشک
راستہ بنا لو، نہ تمہیں پیچھے سے پکڑے جانے کا خوف
ہوگا اور نہ (ڈوبنے کا) اندیشہ ہوگا۔ [۵۰]

فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ
الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝

۷۸۔ پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو
سمندر (کی موجوں) نے ان کو ڈھانپ لیا جیسا کہ
ڈھانپ لیا۔

وَأَصْلَ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَآ هَدَىٰ ۝

۷۹۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور انہیں سیدھا
راستہ نہ دکھایا۔ [۵۱]

[۳۹] جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے یعنی غلط عقائد اور برے اعمال سے دور رہے، ان کے لئے بلند درجات اور
سدا بہار باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

[۵۰] جب فرعون ایمان بھی نہ لایا اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم
مسلمانوں کو لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ اور جب سمندر کے کنارے پر پہنچو تو اس میں اپنے عصا کی ضرب
لگانا، سمندر میں خشک راستہ بن جائے گا تم بے خوف ہو کر اس راستہ کے ذریعہ سمندر پار کر لینا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
ایسا ہی کیا اور جب فرعون اور اس کا لشکر بھی اس راستہ پر چلے تو وہ سمندر میں غرق ہو گئے۔

[۵۱] اس سے معلوم ہوا جو لیڈر خود گمراہ ہو وہ اپنی قوم اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی گمراہ کر دیتا ہے جس طرح فرعون خود بھی ڈوب
گیا اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبا۔

۸۰۔ اے بنی اسرائیل! بے شک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (کوہ) طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر من و سلوی اتارا۔ [۵۲]

لَيَبْنِيْ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِنْ عَدُوْكُمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰ وَالسَّلٰوِي ۝

۸۱۔ ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور اس میں حد سے تجاوز نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوتا ہے تو وہ یقیناً (تباہی کے گڑھے میں) گر جاتا ہے۔ [۵۳]

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝

۸۲۔ اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اس شخص کو جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیا، پھر ہدایت پر (قائم) رہا۔ [۵۴]

وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝

۸۳۔ اور اے موسیٰ! کیا چیز تمہیں اپنی قوم سے (پہلے کوہ طور پر) جلدی لے آئی؟ [۵۵]

وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوسٰى ۝

[۵۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسان یاد کرائے یعنی تمہیں فرعون کے مظالم سے نجات دی، تمہاری ہدایت کے لئے کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو تورات دینے کا وعدہ کیا اور تمہاری خوراک کے لئے من و سلوی اتارا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ من و سلوی کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۵۷ اور حاشیہ نمبر ۷۳ ملاحظہ کریں۔

[۵۳] پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو یعنی پاکیزہ چیزیں کھانے میں اسراف نہ کرو اور حرام کھانے سے اجتناب کرو، ورنہ تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

[۵۴] اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے مگر اس کی بخشش کا مستحق وہ شخص قرار پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور اس ہدایت پر ہمیشہ قائم رہے۔

[۵۵] فرعون سے نجات پانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے جلدی سے کوہ طور پر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ علیہ السلام! تم اپنی قوم سے پہلے جلدی کیوں آگئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میری قوم بھی میرے پیچھے قریب ہی ہے، میں نے تیری ملاقات کے شوق میں جلدی کی تاکہ تیری رضا اور خوشنودی حاصل کروں۔

۸۴۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: وہ بھی میرے پیچھے ہی ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیرے حضور آنے میں جلدی اس لئے کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔

قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿۸۴﴾

۸۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔ [۵۶]

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾

۸۶۔ پس موسیٰ علیہ السلام غصے اور غم سے بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف لوٹے اور فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ پھر کیا تم پر طویل مدت گزر گئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم

فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ لِقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَأَيْتُمْ

[۵۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تمہارے یہاں آنے کے بعد تمہاری قوم فتنہ میں مبتلا ہو گئی ہے اور اس کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔

سامری کی پرورش

مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا، علامہ سید محمود آلوسی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ سامری جب پیدا ہوا تو مصر میں فرعون نے تمام اسرائیلی نو مولود لڑکوں کو قتل کر دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ سامری کی والدہ نے اپنے بیٹے کو قتل سے بچانے کے لئے اسے جنگل کے ایک غار میں رکھا اور غار کا منہ پتھر سے بند کر دیا (تاکہ کوئی اسے نہ دیکھ سکے اور خود گاہے گاہے اس کی خبر گیری کرتی رہے)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل امین علیہ السلام سامری کو غار میں خوراک پہنچاتا رہا، اس طرح وہ غار میں پروان چڑھا۔ (تفسیر روح المعانی) مگر بڑا ہو کر وہ ایسا بد بخت نکلا کہ پوری قوم کو گمراہ کرنے کا سبب بن گیا۔ کسی شاعر نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

إذا المرء لم يخلق سعيداً تحيرت عقول مرتبه وخاب المؤمل
فموسى الذى رآه جبريل كافراً وموسى الذى رآه فرعون مرسلاً

جب کوئی شخص اصل تخلیق میں نیک بخت نہ ہو تو اس کی پرورش کرنے والوں کی عقلیں دنگ و خیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا محروم رہتا ہے۔ دیکھو جس موسیٰ کو جبریل امین علیہ السلام نے پالا تھا وہ تو کافر ہو گیا اور جس موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے لیسین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا۔ (تفسیر روح المعانی)

پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو؟ سو اس لئے تم
نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی۔ [۵۷]

أَنْ يُجِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ
فَأَخْلَقْتُمْ مَّوْعِدِي ۝۸۱

۸۷۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ
کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ قوم کے زیورات کے
بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے تو ہم نے ان کو (آگ
میں) ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے بھی (اپنے
حصے کے زیور) ڈال دیئے۔ [۵۸]

قَالُوا مَا أَخْلَقْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا وَلَكِنَّا
حَمَلْنَا آوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا
فَكَذَّبْتَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝۸۲

۸۸۔ پھر سامری نے ان کے لئے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنادیا
جس سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی تو لوگ کہنے لگے: یہ
ہے تمہارا معبود اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود، لیکن موسیٰ علیہ السلام
بھول گئے۔

فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُورٌ
فَقَالُوا هَذَا إِلَهُهُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ
فَنَسِيَ ۝۸۳

۸۹۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا

أَفَلَا يَرَوْنَ إِلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا

[۵۷] اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور فرمایا کہ تمہارے یہاں آنے کے بعد تمہاری قوم نے
بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے تو آپ بڑے سخت غضب ناک اور رنجیدہ ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹے اور اپنی قوم سے
فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے تورات دینے کا وعدہ فرمایا اور میں جب کوہ طور پر تورات لینے گیا تو تم سے وعدہ
لیا تھا کہ تم میرے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنا مگر بہت افسوس ہے کہ صرف
چالیس دنوں کے اندر ہی تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ کیا مجھے گئے
ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا تھا کہ تم میرے واپس آنے سے مایوس ہو گئے تھے یا تم پر بدبختی غالب آگئی اور تم نے خود یہ چاہا کہ
تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو؟

[۵۸] بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہم نے دانستہ آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی دراصل سامری کے بہکانے
سے ہم نے زیورات آگ میں ڈال دیئے، سامری نے ان سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنادیا اور اس میں ایسے سوراخ رکھے
کہ جب ان سے ہوا گزرتی تو بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی، سورہ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۷۵ بھی ملاحظہ کریں۔ اس
بے جان مجسمہ سے آواز سن کر وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ اصل معبود تو یہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بھولے ہوئے ہیں جو کوہ طور
پر معبود کو تلاش کر رہے ہیں۔

يَسْأَلُكَ لَهُمْ ضَرًّا أَوْ لَافْعًا ۝

جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان کے لئے کسی نقصان اور نفع کا اختیار رکھتا ہے۔ [۵۹]

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ لِقَوْمِهِ
إِنَّمَا فَتَنَّكُم بِهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ
فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۝

۹۰۔ اور بے شک ہارون علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے) پہلے ہی انہیں کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو آزمائش میں ڈالا گیا ہے اور بے شک تمہارا رب تو وہ ہے جو رحمن ہے، پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ [۶۰]

قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَافِيْنَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ
إِلَيْنَا مُوسَىٰ ۝

۹۱۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تو اسی (بچھڑے) کی عبادت پر جے رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف لوٹ آئیں۔ [۶۱]

قَالَ يَهُرَّؤُنَ مَا مَنَّكَ إِذْ سَأَيْتَهُمْ
صَلُّوْا ۝

۹۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو تمہیں کس چیز نے روکا۔ [۶۲]

[۵۹] وہ بنی اسرائیل بڑے عجیب لوگ تھے، انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ جس بے جان مجسمہ کو انہوں نے معبود بنایا ہے وہ نہ ان کو کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی انہیں نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے۔

[۶۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل نے جب بچھڑے کی پرستش شروع کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم بچھڑے کی وجہ سے آزمائش میں ڈالے گئے ہو، یہ تمہارا رب نہیں ہے، تمہارا رب وہی ہے جو رحمن ہے اور اسی نے تم کو فرعون کی غلامی سے نجات دی ہے۔

[۶۱] بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا کہ فی الحال تو وہ اسی بچھڑے کی عبادت پر قائم ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو پھر دیکھا جائے گا۔

[۶۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرتے دیکھا تو غیرت دینی کی وجہ سے جلال میں آگئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے سراوردازھی کو پکڑ کر فرمایا: جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو تم ان کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں نہ چلے آئے؟ اگر میری موجودگی میں یہ لوگ گمراہی اختیار کرتے اور میرے منع کرنے کے باوجود باز نہ آتے تو میں ان سے جنگ کرتا اور اگر جنگ کی طاقت نہ ہوتی تو ان سے طغیہ ہو جاتا مگر تم نے یہ دونوں کام نہ کر کے میری امیدوں کی خلاف ورزی کی۔

أَلَا تَتَّبِعَنِ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ۖ

۹۳۔ کہ تم میرے پیچھے نہ چلے آئے، کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: اس سے پتہ چلا کہ داڑھی ایک مشیت ہونی چاہیے یعنی چار انگل جو پکڑنے میں آسکے، یہ ہی سنت انبیاء ہے۔ حضور اکرم وضو میں داڑھی کا خلال فرماتے تھے اور داڑھی میں خلال جب ہی ہو سکتا ہے کہ بڑی ہو۔ (تفسیر نور العرفان)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔“ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو پکڑتے اور مٹھی سے جو بال زائد ہوتے انہیں کاٹ دیتے۔ (بخاری: ۵۸۹۲: کتاب اللباس: باب ۶۳)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کے بال بہت زیادہ تھے۔ (مسلم: ۶۰۸۲: کتاب الفضائل: باب ۳۰) یعنی آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

☆ حضرت یزید قاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک نے یہاں سے یہاں تک بھر لیا تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا گلا مبارک اور سینہ مبارک کا اوپر والا حصہ بھر لیا تھا۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۳۶۱)

☆ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی داڑھی مبارک کے طول و عرض سے لے لیتے تھے۔ (ترمذی: ۲۷۶۲: ابواب الادب: باب ۱۷) یعنی آپ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کی چوڑائی اور لمبائی سے کاٹ لیتے تھے۔

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی داڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے۔

(ترمذی: ۳۱: ابواب الطہارۃ: باب ۲۳)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو اپنی ہتھیلی میں پانی لیتے اور اس کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے کی جانب سے (بالوں میں) داخل کرتے اور اس کے ساتھ اپنی داڑھی کا خلال فرماتے اور فرماتے: میرے رب تعالیٰ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد: ۱۳۵: کتاب الطہارۃ: باب ۵۷)

☆ حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت فرماتے تھے؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہم نے پوچھا: آپ کو اس کا کیسے علم ہوتا تھا؟ (جبکہ ان دونوں نمازوں میں بلند آواز سے قراءت نہیں کی جاتی) تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔ (ابوداؤد: ۸۰۱: کتاب الصلاۃ: باب ۱۲۴) یعنی آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی حرکت سے ہم سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ قراءت فرما رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک قبضہ سے کم نہ تھی کیونکہ اس سے چھوٹی داڑھی قراءت سے حرکت نہیں کرتی۔

۹۴۔ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپ میری داڑھی اور میرے سر کو نہ پکڑیں، بے شک مجھے اندیشہ تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ [۶۳]

قَالَ يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۝

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا مِرْيَ ۝

۹۵۔ موسیٰ نے علیہ السلام کہا: اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟

۹۶۔ سامری نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی تھی، پس میں نے رسول (جبریل علیہ السلام) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی، پھر میں نے اسے (بچھڑے

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ

☆ سنت یہ ہے کہ داڑھی مٹھی کے برابر ہو۔ (الدر المختار: کتاب الحظر والاباحۃ) حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ داڑھی کے جو بال مٹھی سے زیادہ ہوں ان کو کاٹ دیا جائے۔ (حاشیۃ الطحطاوی: باب الجمعة)

[۶۳] حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ان الفاظ سے اپنے جواب کا آغاز کیا: اے میری ماں کے بیٹے! یعنی میں آپ کا مخالف نہیں بلکہ آپ کا بھائی ہوں، میں نے بنی اسرائیل کو توحید پر واپس لانے کی پوری کوشش کی، میں نے کہا کہ تم میری پیروی کرو اور بچھڑا پرستی سے باز آ جاؤ۔ اس پر اکثریت میرے قتل کے درپے ہو گئی اور میرے ساتھ ایک چھوٹا سا گروہ رہ گیا۔ اب اگر میں ان سے لڑائی کرتا یا چھوٹا سا گروہ لے کر آپ کے پاس چلا آتا تو بنی اسرائیل دو گروہوں میں بٹ جاتے اور پھر آپ ہی مجھے کہتے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لئے میں نے حکمت اسی میں سمجھی کہ آپ کے آنے کا انتظار کیا جائے، ممکن ہے آپ کے سمجھانے سے یہ توحید پر واپس آ جائیں۔ اس معاملہ کو حل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی آراء میں اگرچہ اختلاف تھا مگر دونوں کا مقصد اور مشن ایک ہی تھا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی پرستش چھوڑ دیں اور توحید پر واپس آ جائیں۔ اہل علم کے اجتہادی اختلافات عموماً اسی طرح کے ہوتے ہیں اس لئے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کا تفصیلی جواب سنا تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے لگے: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔ (قرآن: ۷: ۱۵۱)

اس دعا کا مقصد یہ تھا کہ بھائی کے ساتھ جس سخت رویہ کا مظاہرہ کیا گیا اس کی تلافی ہو جائے اور دشمنوں کو بھی طعنہ کا موقع نہ ملے کہ بھائی آپس میں دست و گریباں ہیں۔

سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۝

کے مجسمہ میں) ڈال دیا اور اس طرح میرے لئے میرے
نفس نے یہ بات آراستہ کر دی۔ [۶۳]

قَالَ فَادْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ
لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَنْ تُخْلَفَهُ
وَانْظُرْ إِلَى إِلَهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ
عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ
نَسْفًا ۝

۹۷۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا جا (دور ہو)، پس تیرے
لئے اس زندگی میں تو یہ (سزا) ہے کہ تو کہتا پھرے گا
مجھے مت چھوٹا، اور بے شک تیرے لئے (آخرت
میں عذاب کا) ایک اور وعدہ بھی ہے جس کی ہرگز خلاف
ورزی نہ ہوگی، [۶۵] اور (اب ذرا) اپنے اس (خود
ساختہ) معبود کی طرف دیکھ جس (کی عبادت) پر تو جما
بیٹھا تھا، ہم اسے جلا ڈالیں گے، پھر ہم اس کو سمندر میں
بکھیر دیں گے۔ [۶۶]

[۶۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا: تو نے یہ کیا فتنہ کھڑا کر دیا ہے؟ سامری نے جواب دیا: ایک دفعہ میں نے جبریل
امین علیہ السلام کو گھوڑی پر سوار دیکھا، جب ان کی گھوڑی خشک مٹی پر قدم رکھتی تو وہاں پر سبزہ اگ آتا، اتفاق سے یہ کرامت
میں نے ہی دیکھی دوسرے لوگوں کی توجہ ادھر نہیں تھی تو میں نے جان لیا کہ اس گھوڑی کی خاک قدم میں خصوصی شان ہے۔
(تفسیر روح المعانی) پس میں نے اس خاک سے ایک مٹی بھر کر اپنے پاس محفوظ کر لی اور جب میں نے وہ مٹی اس مجسمہ میں
ڈالی تو اس سے بچھڑے کی سی آواز آنے لگی جو اس فتنے کا باعث بن گئی۔
(تفسیر ابن جریر طبری)

سامری کے اس جواب کو قرآن مجید نے نقل کر دیا ہے مگر اس کی تصدیق نہیں کی۔ بچھڑے کی آواز کی ایک توجیہ پہلے
گزر چکی ہے کہ سامری نے اس مجسمے میں ایسے سوراخ رکھے کہ جب ان سے ہوا گزرتی تو بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی۔
کارگر ہر زمانے میں ایسے طور طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں جن سے بے جان مجسموں میں آواز پیدا ہو سکتی ہے۔ آج بھی
سینکڑوں ایسے کھلونے موجود ہیں جو مختلف جانوروں اور پرندوں کی سی آوازیں نکالتے ہیں۔

[۶۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو دردناک انجام کی خبر دی اور اسے اپنے دربار سے نکال دیا۔ چنانچہ اس زندگی میں اس پر یہ
عذاب نازل ہوا کہ جب کوئی شخص اس کو ہاتھ لگاتا یا وہ کسی کو ہاتھ لگاتا تو وہ شخص اور سامری دونوں بخار میں مبتلا ہو جاتے،
اس لئے سامری عمر بھر یہی کہتا رہا: مجھ سے دور رہو ورنہ بخار میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے ساتھ میل ملاپ
اور لین دین ختم کر دیا اور اس نے جنگلوں میں جانوروں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی زندگی کے دن پورے کئے، یعنی جیسا
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ویسا ہی ہو کر رہا اور اسی طرح وہ آخرت کے عذاب سے بھی ہرگز نہ بچ سکے گا۔ اس سے یہ بھی
معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سامری کے انجام کا علم تھا کہ وہ کفر پر ہی مرے گا اور عذاب سے دوچار ہوگا۔

[۶۶] اس آیت کے پہلے حصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو اس کے اپنے انجام بد سے آگاہ فرمایا اور دوسرے حصہ میں اس

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ
وَسِعَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

۹۸۔ تمہارا معبود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی
عبادت کے لائق نہیں، اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ
سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۝

۹۹۔ اس طرح ہم آپ پر گزشتہ خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم
نے آپ کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا ہے۔ [۶۷]

مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وِزْرًا ۝

۱۰۰۔ جس شخص نے اس سے روگردانی کی تو بے شک وہ
قیامت کے دن سخت بوجھ اٹھائے گا۔ [۶۸]

خُلِدَيْنِ فِيهِ ۖ وَ سَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
حِمْلًا ۝

۱۰۱۔ یہ لوگ ہمیشہ اس بوجھ تلے دبے رہیں گے، اور قیامت
کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ
يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝

۱۰۲۔ جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرموں کو
اس طرح جمع کریں گے کہ (خوف سے) ان کی
آنکھیں نیلی ہوں گی۔ [۶۹]

کے خود ساختہ معبود کی تباہی سے آگاہ فرمایا کہ ابھی تیری آنکھوں کے سامنے اسے توڑ پھوڑ کر جلا دیا جائے گا اور پھر اسے
سمندر میں پھینک دیا جائے گا تاکہ اس کے پجاریوں کو معلوم ہو جائے کہ جو معبود خود اپنی حفاظت نہیں کر سکا وہ دوسروں کو کیا
فائدہ پہنچا سکتا تھا۔

[۶۷] میرے پیارے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو ذکر یعنی قرآن مجید عطا فرمایا جس میں اسلامی عقائد اور اعمال کے علاوہ گزشتہ
اقوام کے قصے بھی بیان کئے گئے ہیں تاکہ آپ کی امت ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کرے۔

[۶۸] جن لوگوں نے قرآن مجید سے روگردانی کی اور اس پر ایمان نہ لائے، قیامت کے دن ان پر اس کفر و نافرمانی کا سخت بوجھ
لا دیا جائے گا جو ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور وہ ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے۔

[۶۹] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی دفعہ صور پھونکیں گے تو سب پر موت طاری ہو جائے گی اور جب دوسری
دفعہ صور پھونکیں گے تو سب زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ اس دن خوف و ہراس کی وجہ سے مجرموں یعنی
کافروں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی اور وہ سخت پریشان اور شرمندہ ہوں گے۔

يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝

۱۰۳۔ وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے تھے۔ [۷۰]

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝

۱۰۴۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جبکہ ان میں سب سے زیادہ زیرک انسان کہے گا: تم تو صرف ایک ہی دن ٹھہرے تھے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝

۱۰۵۔ اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں تو آپ فرمادیجئے: میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ [۷۱]

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝

۱۰۶۔ پھر زمین کو کھلا ہموار میدان بنا دے گا۔ [۷۲]

لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝

۱۰۷۔ جس میں آپ نہ کوئی موڑ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلا۔

يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝

۱۰۸۔ اس دن لوگ پکارنے والے (فرشتے) کی پیروی کریں گے جس (کی پیروی) سے کوئی روگردانی نہ کر سکے گا، اور رحمن کے سامنے سب آوازیں پست ہو جائیں گی، پس تم معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سناؤ گے۔ [۷۳]

[۷۰] میدان حشر کے ہولناک ماحول میں وہ حواس باختہ ہو جائیں گے، دنیا کی طویل زندگی کو قلیل محسوس کریں گے اور آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم دنیا میں صرف دس دن رہے تھے جب کہ ان کا زیرک ترین شخص کہے گا کہ دس روز نہیں بلکہ تم تو صرف ایک ہی دن ٹھہرے تھے۔ دراصل اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اصل مدت کتنی تھی اور وہ کتنا اندازہ لگائیں گے۔

[۷۱] کفار کو بتایا جاتا کہ قیامت کے دن ہر چیز فنا ہو جائے گی تو وہ سوال کرتے کہ یہ بلند و بالا اور بھاری بھرکم پہاڑ کہاں جائیں گے؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کے ادنیٰ اشارے سے یہ پہاڑ روٹی کے گالوں اور مٹی کے ذروں کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے اور ان کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

[۷۲] قیامت کے دن جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار اور دھول کی طرح اڑ جائیں گے اور سمندروں، دریاؤں اور چشموں کا پانی خشک ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ زمین کو بالکل ہموار اور چٹیل میدان کی طرح بنا دے گا اور کہیں بھی کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی۔

[۷۳] قیامت کے دن اس چٹیل میدان میں ایک فرشتہ آواز دے گا تو سارے لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور کوئی بھی ادھر

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ
الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝

۱۰۹۔ اس دن کسی کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی سوائے
اس کی شفاعت کے جس کو رحمن نے اجازت دی اور
جس کی بات سے راضی ہوا۔ [۷۴]

ادھر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے جلال اور خوف کی وجہ سے ہر طرف خاموشی اور سناٹا ہوگا۔ قدموں کی آہٹ اور معمولی سرگوشی
کے سوا کچھ سنائی نہیں دے گا۔

[۷۴] قیامت کے دن صرف وہی شفاعت کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اور صرف انہی کے حق میں شفاعت کی جائے
گی جن کا کلمہ شہادت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول تھا۔ اس دن جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی ان میں انبیاء، علماء، شہداء،
حفاظ، نیک مومن، قرآن، رمضان، کم سن بچے اور کم سن بچیاں وغیرہ شامل ہوں گے۔
شفاعت کے متعلق چند احادیث۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ
دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھا ہوا ہے اور یہ ان شاء اللہ
میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

(مسلم: ۳۳۸: کتاب الایمان: باب ۸۶)

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے
لئے شفاعت کریں گے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو
کہاں تلاش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر
آپ سے ملاقات نہ کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں
میزان کے پاس بھی آپ سے ملاقات نہ کر سکوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان
تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (ترمذی: ۲۴۳۳: ابواب صفۃ الجنة: باب ۹)

۳۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے یہ
وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ ہی ان کو عذاب ہوگا
اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے۔ (ترمذی: ۲۴۳۷: ابواب صفۃ الجنة: باب ۱۲)

۴۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے:
سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجہ: ۴۳۱۳: ابواب الزہد: باب ۳۷)

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی
شفاعت کریں گے۔ (ترمذی: ۲۴۳۹: ابواب صفۃ الجنة: باب ۱۲)

۱۱۰۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے آنے والے اور گزرے ہوئے

احوال کو جانتا ہے اور لوگ (اپنے) علم سے اللہ تعالیٰ

(کے علم) کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ [۷۵]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا

يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝

۱۱۱۔ اور سب (لوگوں کے) چہرے حی و قیوم (اللہ تعالیٰ)

کے سامنے جھک جائیں گے، اور جس شخص نے ظلم

(شرک) کا بوجھ اٹھایا وہ یقیناً ناکام ہوگا۔ [۷۶]

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ

خَابَ مَنْ خَلَّلَ ظُلُمًا ۝

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی

شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے روک دیا تھا، اس

کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا: اس کو رات کی نیند سے میں نے روک دیا تھا، اس کے لئے میری شفاعت

قبول فرما۔ پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۷۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں

داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے آباء اور امہات بھی! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بھی جنت میں داخل ہو

جاؤ اور تمہارے آباء بھی۔

۸۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت

کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں اور جس شخص کی موت حرمین میں سے کسی ایک میں واقع ہوگئی قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ اس کو امن و سلامتی والوں سے اٹھائے گا۔

شفاعت کے متعلق سورہ یوسف (۱۲) کا حاشیہ نمبر ۷۸، سورہ حجر (۱۵) کا حاشیہ نمبر ۷، سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کا

حاشیہ نمبر ۸۱ اور سورہ مریم (۱۹) کا حاشیہ نمبر ۵۹ بھی ملاحظہ کریں۔

[۷۵] اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس قابل ہے کہ اسے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے کیونکہ اس کا علم لوگوں کے ماضی

اور مستقبل کے سارے احوال کو محیط ہے جب کہ لوگوں کا علم بالکل محدود ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں

کر سکتے۔

[۷۶] قیامت کے دن جب ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو اس کی عظمت اور کبریائی

کے سامنے سب لوگوں کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، کسی میں تکبر نہیں ہوگا۔ اس دن وہ شخص یقیناً ناکام ہوگا جس نے اس

دنیا میں ظلم یعنی شرک اختیار کیا ہوگا کیونکہ شرک ایک ایسا ظلم عظیم ہے جس کی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَا يَخُفُّ ظُلُمًا وَلَا هَضْبًا ۝۱۲

۱۱۲۔ اور جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اور وہ ایمان دار بھی ہے
تو اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔ [۷۷]

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ
مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ
لَهُمْ ذِكْرًا ۝۱۳

۱۱۳۔ اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا
ہے اور ہم نے اس میں مختلف طریقوں سے وعید بیان
کی ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا (یہ وعید) ان
کے دلوں میں سمجھ پیدا کر دے۔ [۷۸]

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ
بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ
وَحْيُهُ ۚ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝۱۴

۱۱۴۔ پس بلند شان والا ہے اللہ تعالیٰ جو حقیقی بادشاہ ہے اور
قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں اس سے پہلے
کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری نازل ہو جائے
[۷۹] اور آپ دعا مانگا کریں کہ اے میرے رب!
میرے علم کو اور زیادہ کر دے۔ [۸۰]

[۷۷] جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اور ایمان دار بھی ہے قیامت کے دن اسے کسی زیادتی اور نقصان کا خوف نہیں ہوگا کیونکہ وہ عدل و
انصاف کا دن ہے اور اس دن کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

[۷۸] ہم نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ اس کے اولین مخاطبین یعنی عرب لوگ اس کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ نیز اس
میں ہم نے کئی طریقوں سے مختلف جرائم کی سزائیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ ان جرائم کی حقیقت کو سمجھیں اور ان کے ارتکاب
سے اجتناب کریں۔

[۷۹] ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جبریل امین علیہ السلام جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سورت یا آیت
لے کر نازل ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی تلاوت کرتے، ابھی جبریل امین علیہ السلام وہ پوری سورت یا آیت ختم نہ کرتے
تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا سے پڑھنا شروع کر دیتے اس خوف سے کہ کہیں آپ اس کو بھول نہ جائیں تو اس وقت یہ آیت
نازل ہوئی۔ (تفسیر زاد المسیر لابن جوزی) یعنی آپ جلدی نہ کیا کریں، جبریل امین علیہ السلام کو پوری سورت یا آیت پڑھنے
دیں اور آپ غور سے سنیں ہم اس کو آپ کے دل میں محفوظ کر دیں گے کیونکہ ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی
حفاظت کرنے والے ہیں۔ (قرآن: ۱۵: ۹)

[۸۰] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

(ترمذی: ۱: ۳۳۷؛ ابواب الدعاء: باب ۱)

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَتَنَىٰ وَلَمْ
تَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝

۱۱۵۔ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام کو حکم دیا تھا
لیکن وہ بھول گئے اور ہم نے (اس لغزش میں) ان کا
کوئی قصد نہیں پایا۔ [۸۱]

وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ
فَسَجَدُوْا اِلَّا ابْلٰیْسَ ۝۱۱۶

۱۱۶۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ
کرو تو انہوں نے سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے، اس
نے انکار کر دیا۔ [۸۲]

فَقُلْنَا يَا آدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوُّكَ وَّلِزْوَٰجِكَ
فَلَا يَخْرُجْ جَنَّٰتِنَا مِّنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ۝۱۱۷

۱۱۷۔ پس ہم نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! بے شک یہ تمہارا اور
تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے
نکلواندے، پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ [۸۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا سب سے زیادہ بزرگی والی عبادت ہے۔
(الادب المفرد: امام بخاری: ص ۲۱۰)

اس آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم میں اضافہ کے لئے دعا کی ترغیب دی ہے۔ اسی لئے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی ہے: اے اللہ تعالیٰ! جو علم تو نے مجھے سکھایا ہے اس سے مجھے نفع پہنچا اور مجھے وہ علم عطا
فرما جو مجھے فائدہ دے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور ہر حال میں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔
(ابن ماجہ: المقدمة: باب ۲۳)

حافظ ابن کثیر نے ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔
(تفسیر ابن کثیر) بلکہ آپ کا علم و فضل تو ہر لحظہ اور ہمیشہ ترقی پذیر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک آنے والی ہر
گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔
(قرآن: ۹۳: ۴)

[۸۱] اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی اگر دانستہ اور ارادہ کے ساتھ نافرمانی کی جائے تو اسے گناہ کہتے ہیں لیکن اگر نادانستہ اور بغیر ارادہ
کے نافرمانی ہو جائے تو اسے گناہ نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں مگر
آپ اس کا پھل کھا بیٹھے، پھر بھی یہ گناہ نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمادی کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے
اس نافرمانی میں ان کا ارادہ شامل نہیں تھا۔

[۸۲] ابلیس جن تھا یا فرشتہ اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷)
کی آیت نمبر ۱۱ کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۸۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، لہذا تم اس سے محتاط رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى ۝

۱۱۸۔ بے شک جنت میں نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم ننگے ہو گے۔ [۸۴]

وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَى ۝

۱۱۹۔ اور بے شک جنت میں نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی۔

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى ۝

۱۲۰۔ پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا: اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کے درخت کا پتہ بتاؤں اور ایسی بادشاہی کا جس کو کبھی زوال نہ ہو۔ [۸۵]

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطِفَقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرَائِبِ الْجَنَّةِ وَوَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ۝

۱۲۱۔ چنانچہ ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) سے کچھ کھا لیا، پس ان دونوں پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (جسم) پر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کی نافرمانی ہو گئی، سو وہ خطا میں مبتلا ہو گئے۔ [۸۶]

دھوکہ دے کر تمہیں جنت سے نکلوا دے، جنت میں تو خوراک، لباس، اور رہائش کے لئے آپ کو مشقت نہیں کرنا پڑتی ہر چیز تیار موجود ہوتی ہے لیکن اگر تم زمین پر گئے تو پھر تمہیں ان بنیادی ضروریات زندگی کے لئے مشقت اور تکلیف اٹھانا پڑے گی۔

[۸۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! جنت میں نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم ننگے ہو گے، یہاں نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی بلکہ جس وقت جو چاہو گے فوراً حاضر کر دیا جائے گا۔

[۸۵] شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھا لو تو تمہیں ایسی زندگی مل جائے گی جو کبھی ختم نہ ہو اور ایسی بادشاہی مل جائے گی جس کو کبھی زوال نہ ہو۔

[۸۶] چنانچہ ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا جس کے نتیجہ میں ان کا جنتی لباس اتر گیا اور ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ جنتی درختوں کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں چھپانے لگے۔ اس طرح شیطان کے وسوسے میں آکر حضرت آدم علیہ السلام اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام شیطان کے وسوسے میں کیسے آئے۔ اگر یہ گناہ نہیں تھا تو پھر شرمگاہیں کیوں ظاہر ہوئیں اور انہیں جنت سے کیوں نکالا گیا؟ اس کے جواب کے لئے سورہ الاعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۱۹ اور حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ کریں۔

۱۲۲۔ پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت بخشی۔ [۸۷]

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ۝۱۲۲

۱۲۳۔ فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ! تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، پھر جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ [۸۸]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝۱۲۳

۱۲۴۔ اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی [۸۹] اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَىٰ ۝۱۲۴

[۸۷] غیر ارادی خطا کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نادام ہوئے اور مغفرت کے لئے روتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پھر اپنے قرب کے لئے چن لیا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت پر ہمیشہ قائم رہنے کی توفیق سے نوازا۔

[۸۸] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں سے فرمایا تھا: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (قرآن: ۳۰: ۲) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دراصل حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ آپ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنیں مگر ایک وقتی آزمائش کے لئے پہلے آپ کو جنت میں ٹھہرایا اور پھر زمین پر بھیج دیا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ تمہاری اولاد میں سے بعض ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی کریں گے لیکن ان میں سے جو میری طرف سے نازل ہونے والی ہدایت کی پیروی کریں گے وہ دنیا میں گمراہی سے بچے رہیں گے اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہیں گے اور بالآخر جنت میں پہنچ جائیں گے۔

[۸۹] اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام سے اعراض کرتا ہے وہ ظاہری نعمتوں اور اپنی پسند کی خوراک و پوشاک کے باوجود اطمینان قلب کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اس کا سینہ تنگ اور اس کا دل بے چینی، حیرانی اور شکوک و شبہات میں ڈوبا رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) اسی لئے بہت سے امیر لوگ اس بے چینی سے نجات پانے کے لئے ڈرگزر اور شراب کا سہارا لیتے ہیں اور بعض تو خودکشی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کا سکون اور اطمینان، مال و دولت کی فراوانی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام کی پیروی میں ہے۔

دنیا میں تنگ زندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اس دنیا میں غربت اور مصیبت کا شکار رہتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ تنگ دست ہو یا دولت مند اسے چین نصیب نہیں ہوتا کیونکہ ظاہری تنگ دستی اور تکلیف تو اللہ والوں کو بھی آتی رہتی ہے مگر ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں، مثال کے طور پر:

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ
بَصِيْرًا ۝۱۲۵

۱۲۵۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے
کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں (دنیا میں) بینا تھا۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا
وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنٰسٰی ۝۱۲۶

۱۲۶۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی طرح تیرے پاس ہماری
نشانیوں آئی تھیں، سو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح
آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔ [۹۰]

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمَرْ
بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ
وَاَبْقٰی ۝۱۲۷

۱۲۷۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیں گے ہر اس شخص کو جس نے
حد سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ
لایا، اور بے شک آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت
دیر پا ہوگا۔ [۹۱]

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ مصائب میں انبیاء مبتلا
ہوتے ہیں پھر علماء پھر وہ جوان کے زیادہ قریب ہوں اور پھر وہ جوان کے زیادہ قریب ہوں۔

(مسند ک: امام حاکم: ۵۴۶۳: جلد ۳: ص: ۳۸۶)

۲۔ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سے لوگ زیادہ
مصائب میں مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، پھر جوان کے زیادہ قریب ہوں۔ انسان اپنے دین کے اعتبار سے
مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں زیادہ مضبوط ہو تو اس کی مصیبت زیادہ سخت ہوگی اور اگر وہ اپنے دین میں
نرم ہو تو وہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوگا۔ انسان پر اس طرح مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس حال
میں زمین پر چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی: ۲۳۹۸: ابواب الزہد: باب ۵۶)

[۹۰] اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام سے اعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا: اے
میرے رب! میں تو دنیا میں بینا تھا آج مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یاد نہیں، میری قدرت
کی نشانیاں تجھے دکھائی گئیں مگر تو دانستہ اندھا بنارہا اور انہیں فراموش کر دیا، سو یہ اس کی سزا ہے کہ آج تجھے بھی فراموش
کر دیا گیا ہے، لیکن وہ قبر سے حشر تک اندھا رہے گا، پھر اس کی بینائی لوٹا دی جائے گی تاکہ وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ سکے
جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تجھ (یعنی تیری آنکھوں) سے پردہ ہٹا دیا ہے، پس آج تیری نگاہ تیز ہے۔
اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا: یہ ہے (اس کا اعمال نامہ) جو میرے پاس تیار ہے۔ (قرآن: ۵۰: ۲۳-۲۲)

[۹۱] جو شخص بھی حد سے تجاوز کرے گا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہیں لائے گا وہ بھی دنیا میں اطمینان قلب کی دولت سے محروم
رہے گا اور آخرت کا عذاب تو بڑا سخت اور دائمی ہوگا۔

أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ
الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْجِدِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى ۝

۱۲۸۔ کیا ان لوگوں کو اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان
سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں
میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقل
والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ [۹۲]

وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ
لِرِزَامِنَا أَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ

۱۲۹۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی
طے نہ ہو چکی ہوتی اور ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو
(ان پر اسی وقت عذاب) نازل ہو جاتا۔ [۹۳]

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۚ وَ
مِنْ أَنَاثَى الْبَيْتِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ
لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ۝

۱۳۰۔ پس آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی
 حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں سورج کے طلوع ہونے
سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات
کے بعض اوقات میں اور دن کے اطراف میں بھی تسبیح
بیان کریں تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ [۹۴]

[۹۲] اہل مکہ جب تجارت کے لئے سفر کرتے اور پہلی قوموں کے برباد مکانات دیکھتے تو کیا وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ
اگر انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی تو پہلی نافرمان قوموں کی طرح ان پر بھی عذاب آسکتا ہے۔

[۹۳] اللہ تعالیٰ ہر ظالم قوم کو ایک خاص حد تک ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے لیکن پھر بھی جو قوم سرکشی سے باز نہ آئے تو
اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی کے مطابق اس کی سزا کا وقت پہلے مقرر کر رکھا ہے۔ کسی کو اسی دنیا میں جلد سزا دے دیتا ہے اور کسی
کی سزا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دیتا ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے منکرین کی سزا کو آخرت کے لئے مؤخر
کر دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے: اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں
موجود ہیں۔ (قرآن: ۸: ۳۳) کیونکہ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور عذاب کا نزول رحمت کے منافی
ہے، اس لئے آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی رحمت کے صدقے انہیں
یہ مہلت نہ دیتا اور پہلے سے یہ وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا اور وہ تباہ و برباد کر دیئے جاتے۔

[۹۴] میرے پیارے حبیب ﷺ! آپ مشرکین مکہ کی تکذیب اور دل آزار باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد و ثناء میں
مشغول رہیں۔ بہت جلد اسلام ترقی کرے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک تسبیح سے مراد نماز ہے اور یہ آیت پانچ نمازوں پر
دلائل کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طلوع شمس سے پہلے سے مراد نماز فجر ہے اور غروب شمس سے پہلے سے

وَلَا تَسُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ
أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ
وَأَبْقَىٰ ۝۱۶

۱۳۱۔ اور آپ زیب و زینت کی ان چیزوں کی طرف ہرگز نگاہ نہ اٹھائیں جو ہم نے مختلف لوگوں کو اس دنیوی زندگی میں لطف اندوزی کے لئے دی ہیں تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں، اور آپ کے رب کا دیا ہوا رزق سب سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ [۹۵]

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا
لَا تَسْأَلْ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ
لِلْمُتَّقِينَ ۝۱۷

۱۳۲۔ اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر قائم رہیں، ہم آپ سے رزق طلب نہیں کرتے (بلکہ) ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں، اور اچھا انجام پر ہیز گاری کا ہی ہے۔ [۹۶]

مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں کیونکہ یہ دونوں نمازیں غروب آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور رات کے اوقات سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور دن کے اطراف سے مراد فجر اور مغرب کی نمازوں کی تاکید ہے۔ (تفسیر کبیر) [۹۵] ہر مسلمان کو قرآن مجید کی عظیم نعمت پر فخر کرنا چاہیے اور نافرمانوں کی ظاہری زیب و زینت کی طرف رغبت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ شان و شوکت اس لئے دی ہے تاکہ ان کی آزمائش کرے۔ نیز یہ چند روزہ بہار ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں عطا فرمائے گا وہ سب سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی (یعنی کوئی گدایا چادر وغیرہ نہیں تھی) آپ کے سر کے نیچے چڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس درخت کے پتوں کا ایک ڈھیر تھا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے پہلو میں چٹائی کے نشانات دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و آرام میں ہیں (حالانکہ وہ کافر ہیں) اور آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۲۷۹)

[۹۶] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خود بھی نماز قائم کرے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی نماز کا حکم دے اور روزی کمانے میں اتنا مصروف نہ ہو کہ نماز سے بھی محروم رہ جائے کیونکہ اصل رازق اللہ تعالیٰ ہے اور جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

جو مسلمان روزی کمانے کے بہانے سے نماز قائم نہیں کرتے انہیں وارننگ دی جا رہی ہے کہ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز فانی رزق کی خاطر باقی رہنے والی نماز کو چھوڑ دینا کوئی عقل مند ہی نہیں ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۖ أَوَلَمْ
تَأْتِهِم بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝

۱۳۳۔ اور کفار نے کہا: یہ (نبی) اپنے رب کی طرف سے
ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے؟ کیا
ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آچکی جو پہلی کتابوں
میں ہے؟ [۹۷]

وَلَوْلَا آهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا
رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَتُنَبِّئَنَا
بِالْبَيِّنَاتِ مِمَّا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝

۱۳۴۔ اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے ہی کسی عذاب سے
ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے
ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری
آیتوں کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور
رسوا ہوتے۔ [۹۸]

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ
مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنْ
اهْتَدَىٰ ۝

۱۳۵۔ آپ فرمائیے: ہر شخص منتظر ہے، سو تم بھی انتظار کرو،
پس عنقریب تم جان لو گے کہ کون سیدھے راستے
والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔

[۹۷] کفار مکہ کو قرآنی آیات سنائی جاتیں، معجزات دکھائے جاتے، اس کے باوجود کہتے کہ ہمیں تو کوئی نشانی نہیں دکھائی گئی حالانکہ
ان کی پہلی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کے متعلق واضح دلائل موجود ہیں۔ کیا وہ دلائل ان منکرین کے لئے کافی نہیں
ہیں۔ نیز قرآن مجید بذات خود سب سے بڑا معجزہ ہے جو ان کی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

[۹۸] اگر بالفرض ہم کفار مکہ کو نبی کریم ﷺ کے بھیجنے سے پہلے ہی ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ عذر پیش کرتے کہ
ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ اگر ہماری طرف رسول بھیجا جاتا تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے اور ذلیل و رسوا نہ
ہوتے لیکن اب جب ان کے پاس رسول آگیا ہے تو طرح طرح کی من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دراصل وہ ایمان لانا نہیں
چاہتے صرف جھٹ بازیاں کرتے ہیں، لہذا پیارے نبی کریم ﷺ! ان کو وارنگ دے دو کہ اگر تم واضح نشانیوں کے باوجود ایمان
نہیں لاتے تو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں، عنقریب قیامت قائم ہوگی تو تم جان لو گے کہ کون سیدھے راستے والے ہیں
اور کون گمراہ ہیں؟

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم

۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۲۰۰۸ء بعد از نماز مغرب بروز منگل

جامعہ الکرم کی کچھ ناگہانی مصروفیات اور مشکلات کی وجہ سے گزشتہ چند ماہ میں تفسیر لکھنے کے لئے بہت کم وقت میسر ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الانبياء (۲۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ”الانبیاء“ رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔

اہل مکہ بت پرست اور مشرک تھے اس لئے اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتدا قیامت کے ذکر سے کی گئی ہے تاکہ لوگ دنیاوی لہو و لعب اور نفسانی خواہشات سے اجتناب اور آخرت میں کام آنے والے اچھے کاموں کی طرف رغبت کریں کیونکہ ہر انسان موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔

کفار مکہ کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ ان کی طرح بشر ہیں اور انہی کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں، پھر آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سورت میں انہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ہیں وہ سب بشر تھے اور اگر تمہیں آپ ﷺ پر یقین نہیں تو عیسائی اور یہودی علماء سے پوچھ لو وہ بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ان کے انبیائے کرام علیہم السلام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشر تھے۔ کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اس سورت میں انہیں بتایا گیا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں بلکہ اس کے فرماں بردار بندے ہیں۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ اس نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین بیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ بعد از نماز عشاء ۲۸ مارچ ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

﴿ابانها ۱۱۲﴾ ﴿سورة الانبياء مكية ۲۱﴾ ﴿مكة عاتھا ۷﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِثْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ
مُعْرِضُونَ ①
۱۔ لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آ گیا اور وہ پھر
بھی غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ [۱]

[۱] ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کا طویل زمانہ گزر چکا اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دور شروع ہو چکا ہے۔
اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا بلکہ آپ کے بعد قیامت ہی آئے گی، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے
اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجے گئے ہیں۔
(بخاری: ۶۵۰۴: کتاب الرقاق: باب ۳۹)

حساب کے وقت سے مراد قیامت یا موت ہے جو ہر گھڑی قریب سے قریب تر آرہی ہے، جیسے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

غافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی خالق نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

موت کے ساتھ ہی حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جب کہ غافل حساب قیامت کے دن ہوگا، جس کے بعد نیک لوگ
جنت میں اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے مگر یہ مشرک لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی میں مستغرق ہیں اور قیامت سے غافل
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت اور موت کا وقت معین نہیں فرمایا تاکہ انسان ہر وقت گناہ سے بچتا رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہو اور
اسی وقت موت آجائے۔ گناہ سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل احادیث غور طلب ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو
یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو
پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتہ کس وقت موت آجائے) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لئے نیک عمل کر لو اور اپنی
زندگی میں موت کے لئے نیک عمل کر لو۔ (بخاری: ۴۶۱۶: کتاب الرقاق: باب ۳)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو
پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو بیماری آنے سے پہلے، خوشحالی کو تنگ
دستی آنے سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت کے آنے سے پہلے۔

(مسند رک: امام حاکم: ۷۸۴۶: جلد ۴: ص ۳۴۱)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر ہر روز پکار کر کہتی ہے: میں پر دیں، تنہائی، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ (ترمذی:
۲۴۶۰: ابواب القیامة: باب ۲۶) عبید ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! کیا تو جانتا نہیں کہ میں

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ
إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾

۲۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اسے اس حال میں سنتے ہیں جیسے وہ کھیل کود میں ہوتے ہیں۔ [۲]

لَا هِيَ قُلُوبُهُمْ ۚ وَأَسْرُوا النَّجْوَى
الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَ أَنْتُمْ
تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾

۳۔ ان کے دل غافل ہوتے ہیں، اور یہ ظالم لوگ (آپس میں) سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، کیا تم پھر بھی جادو کے پاس جاتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔ [۳]

قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ

۴۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا: میرا رب ہر اس بات کو جانتا

پر دیس، کیڑوں اور تنہائی کا گھر ہوں، تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۸)
۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو دن ابن آدم پر آتا ہے اس میں آواز دی جاتی ہے (یعنی دن خود آواز دیتا ہے) اے آدم زاد! میں نیا ہوں تو جو کچھ کرے گا کل میں تیرے لئے شہادت دوں گا اس لئے میرے اندر تو نیکی کرنا تاکہ کل میں تیرے لئے اچھی شہادت دوں۔ میں اگر گزر گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔ (تفسیر مظہری: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۱۸)
قبر کا عذاب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا کی --- تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: --- اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب یا قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ بہتر اور افضل ہوتا۔ (مسلم: ۶۷۷۰: کتاب القدر: باب ۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور سچ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری: ۱۳۷۷: کتاب الجنائز: باب ۸)

[۲] جب کوئی نئی سورت یا آیت نازل ہوتی ہے اور مشرکین کو ان کی ہدایت کے لئے سنائی جاتی ہے تو وہ اس حال میں سنتے ہیں جیسے وہ اسے کھیل تماشا سمجھتے ہوں یعنی ایک تو اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور دوسرا اس کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔

[۳] یہ ظالم لوگ آخرت سے بالکل غافل ہیں، نبی کریم ﷺ کے خلاف سرگوشیاں اور سازشیں کرتے ہیں اور جس کسی کو اسلام کی طرف مائل دیکھتے ہیں، اسے کہتے ہیں: محمد تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، یہ جی نہیں بلکہ جادوگر ہے، پھر تم دانستہ اس کے جادو میں کیوں پھنستے جا رہے ہو؟

ہے جو آسمان اور زمین میں کہی جائے اور وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ [۴]

وَالْأَرْضُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

۵۔ بلکہ انہوں نے کہا: یہ (قرآن) پریشان خواب ہیں بلکہ اس کو (رسول) نے خود گھڑا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، (اگر یہ سچا نبی ہے) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لے آئے جیسے پہلے رسول (نشانوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے۔ [۵]

بَلْ قَالُوا أَأُضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۝

۶۔ ان سے پہلے ہم نے جس بھی بستی والوں کو ہلاک کیا وہ (نشانیاں دیکھ کر بھی) ایمان نہیں لائے تھے تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟ [۶]

مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۖ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝

[۴] نبی کریم ﷺ نے مشرکین سے فرمایا: میرا رب زمین و آسمان کے کسی بھی کونے میں کہی جانے والی ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے۔ لہذا تمہاری کوئی سازش اس سے مخفی نہیں ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کی سازش سے مطلع فرمادیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو بتادیا کہ تم نے یہ سرگوشی کی ہے۔ (تفسیر قرطبی) نبی کریم ﷺ نے ان کی سرگوشی کو بے نقاب کر کے انہیں غیب کی خبر بتائی اور یہ آپ کا معجزہ تھا مگر اس کے باوجود ان عقل کے اندھے ظالموں کو ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی۔

[۵] نبی کریم ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کی حقانیت نے کفر و شرک کے قلعوں کو ہلا کر رکھ دیا، جو بھی قرآن مجید کو غور سے سنا وہ مسلمان ہو جاتا۔ کفار مکہ نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دیے۔ کبھی کہتے: یہ قرآن ان کے پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے۔ کبھی کہتے: یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ انہوں نے خود گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور کبھی کہتے: یہ شاعرانہ تخیلات ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اور اگر یہ سچا نبی ہے تو پہلے رسولوں کی طرح عصا اور ید بیضا جیسے معجزے کیوں نہیں لاتا۔

اشعار کہنا اور اشعار سننا بذات خود کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ان سے تو کسی حقیقت کا اثر دوگنا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اشعار پڑھے بھی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنے بھی ہیں لیکن وہ اشعار جن میں افراط و تفریط اور تخیلات کا بیان جھوٹ اور کفر کی حد تک پہنچ جائے ایسے اشعار کا کہنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے اشعار کو گمراہی قرار دیا گیا ہے، لہذا ایسے اشعار سے نبی کریم ﷺ کا کوئی تعلق نہیں۔

[۶] ان سے پہلے جن قوموں کو ہلاک کیا گیا تھا وہ اپنی پسند کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائے تھے، اسی طرح اہل مکہ

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ
إِلَيْهِمْ فَسَلُّوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ④

۷۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں ہی کو (رسول
بنا کر) بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، پس تم
اہل علم سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے۔ [۷]

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ
مَا كَانُوا خَالِدِيْنَ ⑤

۸۔ اور ہم نے ان انبیاء علیہم السلام کے ایسے جسم نہیں
بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ
رہنے والے تھے۔ [۸]

ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ
وَأَهْلَكْنَا النَّاسَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥

۹۔ پھر ہم نے ان سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، پس ہم نے ان
کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دے دی اور ہم نے
حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ [۹]

لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ⑦

۱۰۔ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے

کو بھی اگر ان کی پسند کے معجزات دکھادیے جاتے تو یہ بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ قرآن مجید ایک زندہ جاوید معجزہ
کی حیثیت سے پہلے ہی ان کے سامنے موجود ہے۔ ماننے والوں کے لئے ایک ہی معجزہ کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے
سینکڑوں معجزات بھی کافی نہیں ہیں۔

[۷] کفار مکہ کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ ان کی طرح بشر ہیں اور انہی کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں، پھر آپ رسول کیسے ہو سکتے
ہیں؟ اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ہیں وہ سب بشر تھے اور اگر تمہیں آپ پر یقین نہیں
ہے تو عیسائی اور یہودی علماء سے پوچھ لو، وہ بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ان کے انبیائے کرام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشر تھے۔

انسانوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے گئے وہ سب مرد تھے۔ کسی فرشتے، جن یا عورت کو نبی
بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اس سلسلہ میں سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۴۲ اور حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔

[۸] انبیائے کرام علیہم السلام کے جسم فرشتوں کی طرح نہیں تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ خدا کی طرح ہمیشہ رہنے
والے تھے بلکہ وہ بشر تھے۔ وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور موت کا ڈانقہ بھی جھکنے والے ہیں۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو وعدے فرمائے تھے وہ پورے کر دیئے یعنی انبیائے کرام علیہم السلام اور ان
کے پیروکاروں کو نجات دی اور تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے، کیا تم نہیں سمجھتے؟ [۱۰]

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

۱۱۔ اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کر دیا (کیونکہ) وہ ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کر دیا۔ [۱۱]

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً ۖ
وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝

۱۲۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔

فَلَمَّا أَحْصُوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا
يَرْكُضُونَ ۝

۱۳۔ (ان سے کہا گیا:) اب مت بھاگو بلکہ اپنی رہائش گاہوں اور آسائشوں کی طرف واپس جاؤ جو تمہیں دی گئی تھیں تاکہ تم سے باز پرس کی جائے۔ [۱۲]

لَا تَرْكُضُوا وَأُنْشِئُوا إِلَىٰ مَا أَتَرْتُمْ فِيهِ
وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۝

۱۴۔ کہنے لگے: ہائے ہماری بدبختی! بے شک ہم ظالم تھے۔

قَالُوا يَوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝

۱۵۔ پھر وہ اسی طرح فریاد کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح کر دیا۔ [۱۳]

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ
حَصِيدًا خَامِدِينَ ۝

[۱۰] قرآن مجید میں تمہارے لئے نصیحت اور شریعت کا بیان ہے، لہذا تم اس میں غور و فکر کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔

[۱۱] اور ہم نے بہت سی بستیوں کو اس لئے برباد کیا کیونکہ اس کے رہنے والے ظالم تھے اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو آباد کیا۔

[۱۲] پھر جب عذاب الہی کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ بھاگنے لگے۔ اس وقت غیب سے ندا آئی: اب بھاگنے سے تمہاری جان نہیں بچ سکتی بلکہ اپنی آسائشوں اور رہائش گاہوں میں واپس چلو تاکہ تم سے خدا کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے۔ یہ سوال بطور طنز اور مذاق کے ہے ورنہ عذاب کے شکنجے میں کسے جانے کے بعد کوئی سوائے ندامت کے اور کیا جواب دے سکتا ہے؟

[۱۳] جب عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبوراً اپنے مظالم کا اعتراف کر کے توبہ کرنے لگے لیکن اب قبولیت توبہ کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کے ڈھیر اور بجھی ہوئی آگ کی راکھ کی طرح نیست و نابود کر دیا گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
لْعَبِيدٍ ۝

۱۶۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان
ہے کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا۔

لَوْ أَرَادْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُوَ لَا تَخَذُنُهُ مِنْ
لَدُنَّا ۚ إِنَّ كُنَّا فَعِلِينَ ۝

۱۷۔ اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل تماشہ بنائیں تو ہم اسے اپنے پاس
سے ہی بنا لیتے مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں۔ [۱۴]

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ
فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا
تَصِفُونَ ۝

۱۸۔ بلکہ ہم حق سے باطل پر ضرب لگاتے ہیں، پس حق اسے
کچل دیتا ہے اور وہ یکا یک ناپید ہو جاتا ہے، اور
تمہارے لئے ان باتوں کے باعث ہلاکت ہے جو تم
بیان کرتے ہو۔ [۱۵]

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ
عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ ۚ وَلَا
يَسْتَحْسِرُونَ ۝

۱۹۔ اور اسی کا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور
جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ نہ تو اس کی عبادت سے
سرکشی کرتے ہیں اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔ [۱۶]

[۱۴] اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا بلکہ اس لئے پیدا فرمایا تاکہ لوگ اس میں غور و فکر کر کے اس کی توحید کا
ادراک حاصل کریں۔ اگر وہ اس کائنات کو کھیل تماشے کا ذریعہ بنانا چاہتا تو اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا مگر یہ اس کی شان
حکمت کے خلاف تھا۔ (صفوة التفاسیر)

[۱۵] حق و باطل کی کشمکش اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانی تاریخ پرانی ہے لیکن حق نے جب بھی پوری تیاری اور قوت کے ساتھ
باطل پر حملہ کیا تو اسے نیست و نابود کر دیا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو وارنگ دی جا رہی ہے کہ ایک قادر مطلق خدا کا وجود برحق
ہے اور تم اس کے خلاف جو باطل باتیں کرتے ہو یہ تمہارے لئے ہلاکت کا باعث ہوں گی۔

[۱۶] فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہے اور وہ ہر وقت پورے خلوص اور شوق کے ساتھ اس کی تسبیح اور عبادت میں
مصروف رہتے ہیں ذرا بھی سستی اور سرکشی نہیں کرتے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فرشتوں کی تسبیح ہمارے سانس کی طرح ہے یعنی جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں
اور دوسرے کام بھی کرتے ہیں اسی طرح فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی بیان کرتے ہیں اور اس کے دیگر احکام بھی
بجالاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ فرشتے اپنی جلالت شان اور عظمت شرافت کے باوجود اللہ تعالیٰ

۲۰۔ وہ رات دن (اس کی) تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں
(اور) ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔

يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿۲۰﴾

۲۱۔ کیا ان لوگوں نے زمین میں جن کو معبود بنا رکھا ہے
وہ (مردوں کو) زندہ کر سکتے ہیں؟ [۱۷]

أَمِ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ
يُنشِرُونَ ﴿۲۱﴾

۲۲۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود
ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ
جو عرش کا رب ہے وہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو
یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔ [۱۸]

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَٰهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا
يَصِفُونَ ﴿۲۲﴾

کی اطاعت سے سرکشی نہیں کرتے تو ایک کمزور بشر کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے سرکشی کرے۔
(تفسیر کبیر)

[۱۷] مشرکین نے جن چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے کیا ان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کسی چیز کو زندگی دے سکیں یا کسی مردہ کو دوبارہ
زندہ کر سکیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جو خود بے جان ہیں وہ کسی کو زندہ کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ معبود کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ
زندہ کرنے اور مارنے پر قادر ہو۔ (صفوة التفاسیر) لہذا مشرکین کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں کے بجائے صرف ایک اللہ تعالیٰ
کی عبادت کریں جو زندگی اور موت کا مالک ہے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ قادر مطلق ہے اور وہی ساری کائنات کا خالق، مالک
اور رازق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ تو عرش اعظم کا بھی رب ہے اور ان شرکاء سے پاک ہے جو مشرکین نے بنا رکھے ہیں۔

توحید کے متعلق چند عقلی دلائل

۱۔ کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے
اگر ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو سوال پیدا ہوگا کیا اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے یا سب نے ایک
دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے؟ اگر تو اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے تو پھر دوسروں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے
اور اگر سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے تو ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو
خود دوسروں کی امداد کا محتاج ہے وہ مخلوق کی امداد کیا کرے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں

اگر ان میں سے ایک کامل قدرت کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا ضرورت

ہے کہ اس عظیم الشان کائنات کی تخلیق میں دوسروں کو شریک کرے؟ مثال کے طور پر اگر ایک سائنسدان تنہا کوئی چیز ایجاد کر سکتا ہے تو وہ اس اعزاز میں کسی دوسرے کو شامل کرنا برداشت نہیں کرے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے

اگر سب یکساں قوت اور اختیار کے مالک ہیں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب ایک خدا دوسرے خدا کے مقابلے میں آئے گا تو کائنات درہم برہم ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا نہیں ہے ورنہ ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔ (قرآن: ۲۳: ۹۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی نظام کائنات چلا رہا ہے

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب اتفاق سے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے تو کیا نظام کائنات چلانے میں سب کی قوت صرف ہو رہی ہے یا ایک کی؟ اگر ایک کی قوت صرف ہو رہی ہے تو دوسرے بے کار ہوں گے اور اگر سب کی قوت صرف ہو رہی ہے تو پھر سوال یہ ہوگا کہ سب علیحدہ علیحدہ اس نظام کائنات کو چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چلا سکتے تو سب عاجز اور محتاج ہوئے جو شان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظام کائنات چلا سکتا ہے اور پھر بھی سب مل کر چلا رہے ہیں تو یہ طاقت کا ضیاع اور اس کی بے جانمائی ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوں تو نظام کائنات برباد ہو جائے گا کیونکہ ان میں سے ایک اگر ایک چیز کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کی مخالفت کا ارادہ کرے تو ان میں سے ایک عاجز آجائے گا۔ (تفسیر قرطبی) یعنی ایک خدا اگر آج سورج کو مغرب سے طلوع کرنا چاہے اور دوسرا مشرق ہی سے طلوع کا ارادہ کرے، تو اگر آج سورج مغرب سے طلوع ہو جائے تو دوسرا خدا عاجز آگیا اور اگر مغرب سے طلوع نہ ہو تو پہلا خدا عاجز آگیا تو جو عاجز آگیا وہ خدا نہیں ہو سکتا، لہذا خدا ایک ہی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اگر ایک جسم میں دو دل، ایک بدن میں دو روح، اور ایک نظام شمسی میں دوسرا سورج نہیں سما سکتے تو اس جہان بالا و پست میں بھی ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں سما سکتا۔ (تفسیر روح البیان) اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جیسا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک، کارخانہ، سکول یا کالج نہیں ہے جس کے دوسرے براہ ہوں۔ فیصلہ کن طاقت کا مالک ہمیشہ ایک ہی سربراہ ہوتا ہے ورنہ وہ ادارہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔

۷۔ خدا سے پہلے کون تھا؟

ایک دہریے (خدا کے منکر) نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا: اگر خدا ایک ہے تو اس سے پہلے کون تھا؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر گنتی جانتے ہو تو بیان کرو؟ چنانچہ جب وہ ایک، دو اور تین پر پہنچا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے پوچھا: اب مجھے بتاؤ تین سے پہلے

کیا ہے؟ اس نے کہا: دو۔ اور دو سے پہلے؟ اس نے کہا: ایک۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک سے پہلے کیا ہے؟ تو دہریہ کہنے لگا: صفر یعنی کچھ نہیں۔ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ایک سے پہلے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۸۔ خدا ہر جگہ ہے

دہریہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ہر موجود کے لئے مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ قیام کرتا ہے تو خدا کہاں رہتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن منگایا اور دہریہ کو کہا: کیا اس میں مکھن ہے؟ دہریہ نے کہا: ہاں۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا: دودھ کے کون سے حصہ میں مکھن ہے؟ دہریہ کہنے لگا: کسی ایک گوشہ کو مختص نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دودھ کے ہر ہر قطرہ میں مکھن موجود ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہر جگہ موجود ہے کسی ایک مکان کو مختص نہیں کر سکتے۔

۹۔ خدا موجود ہے

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی یعنی روئی سے دھاگہ بنا رہی تھی اور ساتھ ساتھ کلمہ توحید کا ورد بھی کر رہی تھی۔ ایک مسافر نے پوچھا: جس خدا کا تو ذکر کر رہی ہے کیا تیرے پاس اس کے وجود کی کوئی دلیل بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں! میرا یہ چرخہ خدا کے وجود کی دلیل ہے۔ مسافر کہنے لگا: یہ کیسے؟ اس بوڑھی خاتون نے کہا: اگر میں اس چرخہ کو چلاؤں تو یہ چلتا ہے اور اگر میں اس کو حرکت نہ دوں تو نہیں چلتا۔ چونکہ نظام کائنات سرگرم عمل ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کوئی اس کو چلا رہا ہے اور وہ صرف ایک ہی خدا ہے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔

۱۰۔ خدا صرف ایک ہے

مسافر نے پھر پوچھا: اس کا تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ ساری کائنات کو چلانے والا خدا صرف ایک ہے؟ اس بوڑھی خاتون نے جواب دیا: اس کا ثبوت بھی میرا چرخہ ہے۔ اگر میں تنہا اس کو چلاؤں تو یہ صحیح کام کرتا ہے اور اگر دو آدمی اس کو چلائیں تو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (جیسے کار کو ایک ڈرائیور چلائے تو کار صحیح چلتی ہے اور اگر ایک وقت میں دو ڈرائیور چلائیں تو حادثہ کا خطرہ ہوتا ہے) چونکہ نظام کائنات اپنی پوری رفتار اور ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو چلانے والا ایک ہے۔ اور اگر دو یا تین خدا ہوتے تو اختلاف رائے سے نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتے تو یہ دونوں (زمین و آسمان) برباد ہو جاتے۔

(قرآن: ۲۱: ۲۲)

۱۱۔ خدا نظر نہیں آتا

ایک دہریہ پرائمری سکول میں ایک کلاس کو کہہ رہا تھا: بچو! کیا تمہیں نظر آ رہا ہوں؟ بچوں نے ہاں میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ میں موجود ہوں۔ اسی طرح کرسی اور میز کے بارے سوال کرنے کے بعد پوچھا: کیا تمہیں خدا نظر آ رہا ہے؟ بچوں نے نفی میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ خدا موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو نظر آتا۔ ایک طالب علم اٹھ کر کلاس سے مخاطب ہوا: کیا تمہیں استاد صاحب کی عقل نظر آ رہی ہے؟ طلبہ نے نفی میں جواب دیا تو وہ طالب علم کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ استاد صاحب میں عقل نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار چیزیں ہیں جن کو ہم مانتے ہیں لیکن

لا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿۱۹﴾
 ۲۳۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس سے پرسش نہیں کی جاسکتی
 اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ [۱۹]

۲۴۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ آپ
 فرمائیے: اپنی دلیل لاؤ، یہ قرآن میرے ساتھ والوں کے

وہ ہمیں نظر نہیں آتیں جیسے روح، ہوا، آواز، اخلاص اور نفاق وغیرہ۔

۱۲۔ ایک مسلمان اور کافر کا مکالمہ

ایک کافر نے کسی مسلمان سے پوچھا کہ تم ایک ایسے خدا پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہیں نظر نہیں آتا؟ مسلمان نے اس
 سے اس کے پردادا کا نام پوچھا اور کہا: کیا تو نے اپنے پردادا کو دیکھا تھا؟ کافر نے کہا: میں نے تو اس کی قبر تک نہیں دیکھی
 کیونکہ وہ کسی اور ملک میں رہتا تھا۔ مسلمان نے کہا: جب تو نے اسے دیکھا نہیں تو تو اسے پردادا کیوں کہتا ہے؟ کافر کہنے لگا:
 اس نے اپنے والدین اور رشتہ داروں سے سنا ہے۔ مسلمان کہنے لگا: جن لوگوں سے تو سن کر پردادا پر ایمان رکھتا ہے یہ لوگ
 جھوٹ بول سکتے ہیں مگر ہم نے خدا کے متعلق ایک ایسے بچے اور بچے انسان (حضرت محمد ﷺ) سے سنا ہے جس کی سچائی کی
 گواہی اس کے دشمن بھی دیتے تھے۔ اپنے اور بیگانے ان کو صادق اور امین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

۱۳۔ خدا کی ضرورت ہے

ایک دفعہ مختلف مذاہب کے نوجوان بچے اور بچیاں بی بی سی ٹیلی ویژن پر ایک مباحثہ میں شریک تھے، موضوع سخن تھا:
 کیا خدا کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایک نوجوان بچی کہنے لگی: ہر انسان سے غلطی ہو سکتی ہے۔ جب انسان زندگی میں پہلی بار
 غلطی کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، بعض دفعہ وہ غلطی اتنی سنگین اور شرمناک ہوتی ہے کہ انسان نہ تو والدین کو
 بتانا پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوستوں سے اس کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے اور تنہا پریشانی سے اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ اب
 ایسی صورت حال میں انسان گھبرا کر خودکشی بھی کر سکتا ہے یا ہمیشہ کے لئے مجرمانہ زندگی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

لیکن اگر اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو تنہائی میں جا کر خدا کے سامنے روئے اور خوب روئے، اپنی غلطی کا اعتراف
 کرے، توبہ کر کے آئندہ غلطی نہ کرنے کا عزم مصمم کرے، خدا کی رحمت سے غلطی معاف ہونے کی امید رکھے اور اطمینان
 کے ساتھ نئی زندگی کا سفر شروع کرے، لہذا پریشانیوں سے نجات کے لئے ہر انسان کو خدا کی ضرورت ہے۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہے، وہ ہر قسم کے نقص اور ظلم و ستم سے پاک ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے،
 لہذا اس کے کسی قول یا فعل پر پرسش نہیں کی جاسکتی۔ نیز وہ سب کا حاکم ہے کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے
 لیکن بنی نوع انسان اس کے بندے ہیں اور ان پر اس کی اطاعت لازم ہے اس لئے ان سے ان کے افعال و اقوال کے
 بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

لئے نصیحت ہے اور (دوسری کتب) مجھ سے پہلوں کے
لئے نصیحت ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے
اس لئے وہ روگردانی کئے ہوئے ہیں۔ [۲۰]

قَبْلَ أَنْ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ
مُعْرِضُونَ ۝

۲۵۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف
یہی وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت
کے لائق نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔ [۲۱]

وَمَا آتَيْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا
نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
فَاعْبُدُونِ ۝

[۲۰] میرے پیارے نبی! ان مشرکین سے فرمائیے کہ تم نے توحید کی بڑی سادہ اور عام فہم دلیل ابھی سنی ہے لیکن تم نے اللہ تعالیٰ
کے سوا جو معبود بنارکھے ہیں اگر ان کے متعلق کوئی عقلی یا عقلی دلیل تمہارے پاس ہے تو پیش کرو، حالانکہ جو کتاب مجھ پر نازل
کی گئی ہے اور جو کتابیں مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں ان میں تمہارے ان معبودوں کے متعلق کوئی اشارہ
نہیں ہے۔ دراصل ان کے پاس ان کے معبودوں کے متعلق کوئی دلیل نہیں ہے صرف ضد اور جہالت کے باعث وہ حق
سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

[۲۱] آیت نمبر ۲۲ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی عقلی دلیل بیان کی گئی ہے اب اس آیت میں ایک عقلی دلیل پیش کی جا رہی ہے یعنی پہلے
جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے ان کی کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
لہذا صرف اسی کی عبادت کرو۔

بائبل اور توحید

ہر آسمانی کتاب کی بنیادی اور مرکزی تعلیم یہی تھی کہ خدا ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ہر
حیثیت سے یکتا و بے مثال ہے۔ موجودہ بائبل میں بھی غور کیا جائے تو بے شمار مقامات پر ایک خدا کا تصور موجود ہے۔ اس
وقت میرے سامنے The Living Bible کا برٹش ایڈیشن 1975ء ہے۔ اس سے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1) How great are you, Lord God! We have never heard of any other god
like you. And there is no other god. (2 Samuel : 7 : 22 : P. 313)

اے پروردگار خدا! آپ اتنے بزرگ و بالاتر ہیں کہ ہم نے آپ جیسا کوئی دوسرا خدا کبھی سنا تک نہیں اور نہ ہی تیرے
سوا کوئی اور خدا ہے۔ (۲ سموئیل)

2) You alone are God. You have made the skies and the heavens, the
earth and the seas, and every thing in them. You preserve it all; and all the
angels of heaven worship you. (Nehemiah : 9 : 6 : P. 491)

تو اور صرف تو ہی اکیلا خدا ہے۔ تو نے ہی آسمان، جنت، زمین، سمندر اور ان کی وسعتوں میں بسنے والی ہر چیز پیدا فرمائی۔
تو ان سب کا پروردگار ہے اور سارے فرشتے تیری عبادت کرتے ہیں۔
(نحمیاہ)

3) Next Satan took him to the peak of a very high mountain and showed him the nations of the world and all their glory. "I'll give it to you," he said, "if you will only kneel and worship me."

"Get out of here, Satan," Jesus told him, "The Scriptures say, 'Worship only the Lord God. Obey only him.'" (Metthew : 4 : 8 to 10 : P. 886)

پھر شیطان انہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) ایک بہت اونچے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا، دنیا کی سب قومیں اور ان کی شان و شوکت انہیں دکھائی اور ان سے کہا: اگر آپ جھک کر صرف میری عبادت کریں تو یہ سب کچھ آپ کو دے دوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: دور ہو جا اے شیطان! کیونکہ مقدس صحیفے کہتے ہیں کہ تو صرف اپنے پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی فرمانبرداری کر۔
(متی کی انجیل)

4) One of the teachers of religion asked, "Of all the commandments, which is the most important?" Jesus replied, "the one that says, 'Hear, O Israel! The Lord God is the one and only God. And you must love him with all your heart and soul and mind and strength ...'"

The teacher of religion replied, "Sir, you have spoken a true word in saying that there is only one God and no other." (Mark : 12 : 28 to 32 : P. 941)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مذہبی استاد نے پوچھا: سب حکموں میں زیادہ اہم کون سا حکم ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اے اسرائیل سن! اول یہ ہے کہ پروردگار ہمارا خدا صرف ایک ہے اور تو اس خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔۔۔ مذہبی استاد نے جواب دیا: جناب! بہت خوب! آپ نے سچ فرمایا کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔
(مرقس کی انجیل)

5) And this is the way to have eternal life - by knowing you, the only true God, and Jesus Christ, the one you sent to earth. (John : 17 : 3 : P. 1018)

(ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر کے بعد آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے:)
دائمی زندگی حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان تجھ کو ایک اور سچا خدا جانے اور مسیح کو زمین پر تیرا بھیجا ہوا (رسول یقین کرے)۔
(یوحنا کی انجیل)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ وہ کہتے ہیں کہ رحمن نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھا ہے، وہ (اس سے) پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے تو اس کے) معزز بندے ہیں۔ [۲۱]

لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ وہ کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ [۲۳]

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ دُونِهِ فَذَلِكْ نَجْرِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ اور (بالفرض اگر) ان میں سے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے، (اور) ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ [۲۴]

[۲۲] عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور فرشتے اس کی اولاد نہیں ہیں بلکہ اس کے معزز اور مقرب بندے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں ان کے ادب و احترام کا عالم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس کے سامنے لب کشا نہیں ہوتے اور ہر وقت اس کے حکم پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے معصوم ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ماضی و مستقبل اور ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس نے فرشتوں کو شفاعت کی اجازت دے رکھی ہے لیکن فرشتے اسی کی شفاعت کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ فرشتے ان کے لئے شفاعت کریں گے جنہوں نے ”لا الہ الا اللہ“ کی شہادت دی ہوگی اور فرشتے جس طرح اس دنیا میں اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ان کی شفاعت کریں گے۔ (تفسیر قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام، علماء اور شہداء وغیرہم کے علاوہ فرشتے بھی قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔

[۲۴] فرشتے اگرچہ معصوم اور معزز بندے ہیں پھر بھی ان میں سے اگر کوئی سرکشی کرے اور خدا کے مقابلے میں آنے کی کوشش کرے تو اسے بھی جہنم کی سزا دی جائے گی جس طرح دوسرے ظالموں کو دی جاتی ہے۔

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا
مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٥﴾

۳۰۔ اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین آپس
میں ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کر دیا؟
[۲۵] اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا، کیا
وہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟ [۲۶]

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ
تَمِيدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا
لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٢٦﴾

۳۱۔ اور ہم نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دیئے ہیں
تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ لرزتی نہ رہے، [۲۷] اور
ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ لوگ
راستہ پاسکیں۔ [۲۸]

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ آیت خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کے متعلق نازل ہوئی ہے جب اس
نے سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے مردود قرار دیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری) ابلیس اگرچہ جن تھا مگر فرشتوں کے ساتھ رہنے
کی وجہ سے فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔

[۲۵] کیا کافر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں غور نہیں کرتے کہ ابتدا میں زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ
نے ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ اب ان دونوں کے درمیان خلا اور ہوا کا ایک مستحکم نظام ہے۔ آسمان پر سورج،
چاند اور ستاروں نے رونق لگا رکھی ہے اور زمین پر پہاڑ، دریا، جانور، کھیت اور انسان خوبصورت مناظر پیش کر رہے ہیں۔
کیا یہ مشرکین ان عظیم الشان انتظامات کو دیکھنے کے بعد بھی خدا کی توحید پر ایمان نہیں لاتے۔

[۲۶] پانی اور جاندار کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر زندہ چیز جو ہمیں نظر آتی ہے اس کی پیدائش کا ذریعہ نطفہ یعنی پانی کا
ایک قطرہ ہے اور پھر اس چیز کی نشوونما اور بقا کا ذریعہ بھی پانی ہے یعنی جو چیزیں وہ کھاتی اور پیتی ہیں ان میں براہ راست یا
بالواسطہ پانی شامل ہوتا ہے۔

اس کے برعکس فرشتوں کی پیدائش نور سے اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے مگر وہ ہمیں نظر نہیں آتے، تاہم
حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے، حضرت حوا کی پیدائش پسلی سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پھونک سے ہوئی اور
ان کی پیدائش میں پانی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ دراصل ان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت جلوہ گر ہے اور ہر قاعدہ میں
کچھ مستثنیات ہوتی ہیں، لہذا اکثریت کے اعتبار سے اس پر کل کا حکم ہی صادق رہے گا۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے اس پر پہاڑ نصب کئے۔ یہ پہاڑ زمین کو گردش سے نہیں روکتے، البتہ
لرزنے اور کانپنے سے کسی حد تک روکتے ہیں اور زلزلوں کی شدت اور کثرت میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے بلند و بالا پہاڑوں کو سنگین دیواروں کی طرح کھڑا نہیں کر دیا کہ ایک طرف کے لوگ دوسری طرف نہ جاسکیں

۳۲۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور (اس کے باوجود) لوگ اس آسمان کی نشانیوں سے روگردانی کئے ہوئے ہیں۔ [۲۹]

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿۲۹﴾

۳۳۔ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے لیل و نہار اور شمس و قمر کو پیدا فرمایا، سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔ [۳۰]

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۰﴾

۳۴۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا، تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ [۳۱]

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَقَابِن مِّتَّ فَهُمْ الْخُلْدُونَ ﴿۳۱﴾

بلکہ ان کے درمیان درے اور فاصلے چھوڑ دیئے تاکہ لوگ راستے بنا کر آپس میں رابطہ قائم رکھ سکیں۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر چھت کی طرح جو اتنا بڑا آسمان بنایا ہے اس کو سہارا دینے کے لئے نہ دیواریں ہیں اور نہ ستون لیکن اس کے باوجود وہ ہزار ہا سال سے محفوظ اور مستحکم کھڑا ہے، پھر شمس و قمر بھی اپنے اپنے مدار میں ایسے منظم طریقہ سے گردش کر رہے ہیں جس میں کبھی خلل پیدا نہیں ہوا۔ یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں غور و فکر نہیں کرتے۔

[۳۰] سورج، چاند اور دیگر سیارے اپنے اپنے فلک میں گردش کر رہے ہیں۔ فلک کیا ہے؟ کیا آسمان اور فلک دونوں ایک ہی چیز ہیں؟

اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں، آسمان اوپر ہیں اور افلاک نیچے ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس و قمر اسی میں گردش کر رہے ہیں اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کے مدار کا نام ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

[۳۱] کفار نے اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا اور جب کامیاب نہ ہوئے تو اپنے دلوں کو طفل تسلی دینے کے لئے کہنے لگے: کوئی بات نہیں، آخر ایک دن محمد ﷺ فوت ہو جائیں گے اور ان کی تحریک خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں کفار کو بتایا گیا: ٹھیک ہے آپ ﷺ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا گیا اور آپ ﷺ بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے لیکن اس میں تمہارے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہے کیونکہ تم بھی ہمیشہ رہنے والے نہیں ہو۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ ۖ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ
وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَاللَّيْنَةُ تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ ہر نفس موت (کامزہ) چکھنے والا ہے، اور ہم تم کو برے اور اچھے حالات میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں، اور (آخر کار) تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۳۲]

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ
وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ اور کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ خود رحمن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں۔ [۳۳]

خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۖ سَأُورِيكُمْ
آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، سو تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ [۳۴]

[۳۲] اس آیت میں تین چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے:

- ۱۔ ہر جاندار چیز کو جلد یا بدیر موت کا مزہ چکھنا ہے۔
- ۲۔ انسان جب تک زندہ ہے اس کی آزمائش کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔
- ۳۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں واپس جا کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان نے لازمی مرنا ہے اور قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، لہذا کسی عقل مند کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اس چند روزہ زندگی کی خاطر آخرت کی دائمی زندگی کو برباد کر دے۔ موت کے سلسلہ میں سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۵ اور حاشیہ نمبر ۱۳۱ بھی ملاحظہ کریں۔

[۳۳] کافر لوگ نبی کریم ﷺ کا مذاق اس لئے اڑاتے تھے کیونکہ آپ ان کے معبودوں کا انکار کرتے تھے جو انہیں کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتے حالانکہ مذاق اڑائے جانے کے مستحق تو وہ خود (کافر) ہیں کیونکہ وہ خدائے رحمن کا انکار کرتے ہیں جو ان کا خالق اور پروردگار ہے۔

[۳۴] انسان چونکہ جلد باز پیدا کیا گیا ہے اس لئے کفار سوال کرتے: اگر ہم انکار اسلام کی وجہ سے عذاب الہی کے مستحق ہیں تو وہ عذاب ہم پر کیوں نہیں آتا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ہر عذاب کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ وقت قریب آئے گا تو وہ تمہیں اس کی نشانیاں دکھائے گا پھر تم بچتاؤ گے اور اس عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے جیسا کہ جنگ بدر میں ان کے ساتھ ہوا۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ اور وہ کہتے ہیں: یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهمُ النَّارُ وَلَا عَنْ ظُهُورهمُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ کاش! کافروں کو اس وقت کا علم ہوتا جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ [۳۵]

بَلْ تَأْتِيهمُ بَعَثَةٌ فَبْتِهمُ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ بلکہ وہ (قیامت) ان کے پاس اچانک آجائے گی اور انہیں بدحواس کر دے گی، پھر وہ نہ تو اسے لوٹا سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ [۳۶]

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾

۴۱۔ اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تھا، پس ان میں سے مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۳۷]

[۳۵] کافر لوگ قیامت کے منکر تھے اور ان کے خیال میں قیامت نام کی کوئی چیز آنے والی نہیں ہے، پس یہی زندگی ہے اور پھر کھیل ختم اس لئے ازراہ مذاق سوال کرتے: جس قیامت کے عذاب سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے اگر تم سچے ہو تو وہ ابھی کیوں نہیں لے آتے، آخر وہ کب آئے گی؟ اس آیت میں اہل اسلام کو تسلی دی جا رہی ہے کہ دراصل کفار کو قیامت کے عذاب کا علم نہیں اس لئے جلد بازی کی باتیں کر رہے ہیں، جب انہیں جہنم کی آگ آگے پیچھے سے گھیر لے گی اور کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچے گا تو وہ ہچکتا ہیں گے مگر اس وقت انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

[۳۶] قیامت اچانک آئے گی جس سے ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس وقت نہ تو وہ قیامت کو لوٹا سکیں گے اور نہ ہی انہیں توبہ کی مہلت دی جائے گی، لہذا عذاب قیامت سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اسی دنیا میں سرکشی سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے فرمان بردار بندے بن جائیں۔

[۳۷] کفار مکہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اس آیت میں آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تھا لیکن جس عذاب کی وجہ سے وہ رسولوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے بالآخر جب وقت مقرر آ گیا تو اسی عذاب نے ان کافروں کو تباہ و برباد کر دیا۔

قُلْ مَنْ يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ
الرَّحْمَنِ ۚ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ
مُعْرِضُونَ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ آپ فرمائیے کہ رات دن میں رحمن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کون کر سکتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کئے ہوئے ہیں۔ [۳۸]

أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَنْعَهُمْ مِّنْ دُونِنَا لَا
يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا
يُصْحَبُونَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ کیا ہمارے سوا ان کے کوئی اور معبود ہیں جو انہیں (ہمارے عذاب سے) بچا سکیں، وہ تو خود اپنی ہی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ انہیں ہماری تائید میسر ہے۔ [۳۹]

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ
عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي
الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ أَفَهُمُ
الْغَالِبُونَ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیا کا بہت) ساز و سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم (ان پر) زمین کے کناروں کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں، تو کیا وہ پھر بھی غالب آجائیں گے؟ [۴۰]

[۳۸] مشرکین مکہ سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ تمہاری سرکشی کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم پر عذاب نازل کر دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں مہلت دی تاکہ تم توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لو۔ اور اگر وہ رات یا دن کی کسی بھی گھڑی میں تم پر فوری عذاب لانا چاہے تو تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے اور اس کے احسان کا شکر ادا کرتے مگر تم عجیب ناشکر ہو جو اپنے رب کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

[۳۹] مشرکین مکہ عذاب قیامت کے منکر تھے، ان کا خیال تھا کہ بالفرض اگر عذاب قیامت سے واسطہ پڑ گیا تو ان کے بت انہیں بچالیں گے۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے، بت تو خود اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کے اوپر کبھی بیٹھ جائے تو اسے بھی نہیں اڑا سکتے، وہ ان مشرکین کی کیا مدد کریں گے۔ نیز ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی حاصل نہیں کہ وہ ان کی مدد کر سکیں۔ یہاں پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ انبیاء، فرشتے اور صالحین جو گناہ گار مومنوں کی شفاعت کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہوگی لیکن بتوں کو حاصل نہیں ہوگی۔ (تفسیر مظہری)

[۴۰] کعبہ کی وجہ سے عرب والے اہل مکہ کا احترام کرتے تھے جس کی وجہ سے اہل مکہ اور ان کے باپ دادا عرصہ دراز سے پر تعیش زندگی گزارتے چلے آ رہے تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس مہلت اور نعمت کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ دنیاوی ساز و سامان کی وجہ سے اتنے مغرور ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا بھی انکار کر دیا اور مسلمانوں کو شکست دینے کے خواب دیکھنے

۴۵۔ آپ فرمائیے: میں تو تمہیں صرف وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں اور بہرے لوگ پکار کو نہیں سنتے جب بھی انہیں ڈرایا جائے۔ [۴۱]

قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُم بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنذَرُونَ ﴿۴۵﴾

۴۶۔ اور اگر انہیں آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی چھو جائے تو وہ ضرور کہیں گے: ہائے ہماری بد بختی! بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ [۴۲]

وَلَيَنْ مَسَّهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۴۶﴾

۴۷۔ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھ دیں گے، پس کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لے آئیں گے، اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ [۴۳]

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ ﴿۴۷﴾

لگے۔ اس آیت میں انہیں بتایا جا رہا ہے: ذرا عقل کے ناخن لو اور غور سے دیکھو کہ عرب کے قبائل ایک ایک کر کے مسلمان ہو رہے ہیں۔ دن بدن اسلام کی حدود بڑھ رہی ہیں اور کفر کی زمین کم سے کمتر ہوتی جا رہی ہے تو کیا اب بھی وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ مسلمانوں پر غالب آجائیں گے؟ اس سے معلوم ہوا یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہے کیونکہ مدینہ میں آنے کے بعد عرب قبائل نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تھا۔

[۴۱] نبی کا کام تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام سنادے اور نافرمانی کے برے انجام سے آگاہ کر دے لیکن جو دل کے بہرے ہیں وہ اگر یہ پیغام نہ سنیں تو اس میں نبی کا کوئی قصور نہیں ہے۔

[۴۲] اب تو یہ پیغام الہی سے بہرے بنے ہوئے ہیں اور جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اگر انہیں عذاب کا ایک معمولی سا جھونکا بھی چھو گیا تو ان کی عقل ٹھکانے آجائے گی اور بدحواس ہو کر چلا جائیں گے کہ واقعی وہ ظالم تھے۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اچھے اور برے عمل کو خوب جانتا ہے اور بغیر وزن کے فیصلہ صادر فرما سکتا ہے لیکن وزن اس لئے کیا جائے گا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اس کے عمل کیسے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، قیامت کے دن ابن آدم کو لایا جائے گا اور اس کو میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی مقرر ہوگا۔ اگر اس کے میزان کا پلڑا بھاری ہوگا تو فرشتہ بلند آواز سے کہے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا کامیاب ہو گیا ہے کہ آئندہ کبھی ناکام نہیں ہوگا اور اگر اس کے میزان کا پلڑا ہلکا ہوگا تو فرشتہ بلند

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَ هَارُونَ الْفُرْقَانَ وَ
ضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ۝

۳۸۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو
(حق و باطل میں) فرق کرنے والی اور (سراپا)
روشنی اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت (تورات) عطا
فرمائی۔ [۳۴]

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ
السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ۝

۳۹۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت
سے بھی ڈرنے والے ہیں۔ [۳۵]

وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنْتُمْ لَهُ
مُنْكَرُونَ ۝

۵۰۔ اور یہ (قرآن) برکت والا ذکر ہے جس کو ہم نے نازل
فرمایا ہے، پھر کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟ [۳۶]

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَ
كُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ۝

۵۱۔ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو بھی
ان کی دانائی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے
تھے۔ [۳۷]

آواز سے کہے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا ناکام ہوا ہے کہ آئندہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ (تفسیر قرطبی)
اعمال کا اگرچہ کوئی ظاہری وجود یا جسم نہیں ہوتا مگر ایک روایت یہ ہے کہ نیک اعمال کو سفید اور حسین صورتوں میں مجسم
کر دیا جائے گا اور برے اعمال کو سیاہ اور قبیح صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور ان مجسم صورتوں کا وزن کیا جائے گا۔
(تفسیر روح المعانی) بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جیسے چاہے اعمال کا اظہار اور ان کا وزن کر سکتا ہے۔

[۳۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو روشن کتاب یعنی تورات عطا فرمائی جو حق و باطل میں فرق کرنے
والی اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔

[۳۵] اس آیت میں پرہیزگاروں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں یعنی اگرچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں
کی نگاہوں سے غیب ہے اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس ڈر کی وجہ
سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

[۳۶] اللہ تعالیٰ نے جس طرح تورات کو نصیحت بنا کر نازل فرمایا اسی طرح یہ قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور یہ بھی
بڑی بابرکت نصیحت ہے، جب تم تورات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہو تو پھر اس قرآن کو کیوں نہیں مانتے۔

[۳۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نبوت سے سرفراز فرمایا تھا

۵۲۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن (کی پرستش) پر تم جے بیٹھے ہو۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاقِبُونَ ﴿۵۲﴾

۵۳۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی عبادت کرتے پایا تھا۔ [۴۸]

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿۵۳﴾

۵۴۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵۴﴾

۵۵۔ انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس سچا پیغام لائے ہیں یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں؟ [۴۹]

قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿۵۵﴾

۵۶۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے اور میں اس (توحید) پر گواہی دینے والوں ہی سے ہوں۔

قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۚ وَآنَا عَلَىٰ ذِكْمٍ مِّنَ الشُّهَدَائِينَ ﴿۵۶﴾

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت کا فریضہ سرانجام دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

[۴۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم والوں سے پوچھا کہ تم ان بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو، تمہارے پاس ان کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے پایا تھا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: باپ دادا کی تقلید کسی چیز کی صداقت کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس سے معلوم ہوا تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح کھلی گمراہی میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے، اس کے لئے سورہ النعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ اور حاشیہ نمبر ۷۴ ملاحظہ کریں۔

[۴۹] وہ لوگ عرصہ دراز سے بتوں کی پرستش کرتے چلے آ رہے تھے اور ان کے دلوں میں بت پرستی کے متعلق کوئی تردید نہیں تھا۔ جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بتوں کے خلاف بات سنی تو وہ ششدر و حیران رہ گئے اور کہنے لگے: کیا تم واقعی سچی بات کہہ رہے ہو یا یوں ہی مذاق کر رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں پورے وثوق سے گواہی دے رہا ہوں کہ تمہارا رب صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمہارا اور زمین و آسمان کا خالق اور پروردگار ہے۔

و تَاللّٰهِ لَا كَيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ
تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۵۷

۵۷۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر جانے کے بعد
میں تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور ایک تدبیر کروں گا۔

فَجَعَلَهُمْ جُودًا اِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ
اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۸

۵۸۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بڑے بت کے سوا
دوسرے سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تاکہ وہ
اس کی طرف رجوع کریں۔ [۵۰]

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِالِهٰتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ
الظٰلِمِيْنَ ۝۵۹

۵۹۔ انہوں نے کہا: ہمارے معبودوں کا یہ (حشر) کس نے
کیا ہے؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتٰى يٰذِكْرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ
اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰

۶۰۔ انہوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے جو ان کا
ذکر (برائی کے ساتھ) کرتا ہے اسے ابراہیم علیہ السلام کہا
جاتا ہے۔ [۵۱]

قَالُوْا فَاَتُوْا بِهٖ عَلٰى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَشْهَدُوْنَ ۝۶۱

۶۱۔ انہوں نے کہا: تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ تاکہ
سب دیکھ لیں۔

قَالُوْا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِالِهٰتِنَا
يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲

۶۲۔ لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے
معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟ [۵۲]

[۵۰] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اپنے دل میں عہد کیا کہ جب یہ مشرکین بت خانہ سے باہر چلے گئے اور مجھے
موقع ملا تو میں ان بتوں کی خبر لوں گا۔ یہاں پر جمہور مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دن سارے لوگ اپنا تہوار منانے کے لئے شہر
سے باہر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے کے ساتھ سارے بت توڑ دیئے، البتہ سب سے بڑے بت کو چھوڑ
دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ حرکت اس بڑے بت نے کی ہے یا انہیں شرم آئے کہ یہ جب
اپنے ساتھ والے چھوٹے بتوں کو نہیں بچا سکا تو اپنے پیچاریوں کی کیا مدد کر سکے گا۔

[۵۱] شام کو جب وہ لوگ تہوار سے واپس آئے تو غضب ناک ہو کر کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حشر کس ظالم نے کیا ہے؟ ان
میں سے بعض نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کے خلاف باتیں کرتے سنا ہے اور اس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہے۔

[۵۲] لوگوں نے کہا: اس نوجوان کو لے آؤ۔ چنانچہ نمرود کے سپاہی جب ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے لے آئے تو ان سے پوچھا
گیا: کیا تم نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟

۶۳۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہوگا، سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں۔

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْأَلُوهُمْ
إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿۱۳﴾

۶۴۔ پس وہ اپنے دلوں کی طرف لوٹے اور کہنے لگے: بے شک تم خود ہی ظالم ہو۔ [۵۳]

فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۴﴾

[۵۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: کھلاڑا تو بڑے کے کندھے پر ہے، لہذا اسی نے یہ کام کیا ہوگا یا ان ٹوٹے ہوئے جوں سے پوچھو کہ تمہارا یہ حشر کس نے کیا ہے؟ بظاہر تو یہ جھوٹ نظر آتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود ان کو توڑا تھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ کر دراصل ان بتوں کی بے بسی ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ جب یہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے اور نہ توڑنے والے کا پتہ بتا سکتے ہیں تو پھر یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ جواب سن کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ جب کھلاڑا بڑے بت کے پاس موجود ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام کو مجرم بنانا ظلم ہے اور اگر یہ اپنے آپ کو ہی نہیں بچا سکتے تو پھر ان کو معبود بنانا ظلم ہے۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگے: اے ابراہیم! تم تو جانتے ہو کہ بت بول نہیں سکتے اس لئے ہم ان سے کیا پوچھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور آپ اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ (قرآن: ۱۹: ۱۴) جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی سچائی فرمایا ہے ان سے جھوٹ کا امکان نہیں ہے البتہ حالات کے مطابق ایسے الفاظ بولنے کی اجازت ہے جس کے دو مفہوم ہو سکیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو اہل مکہ نے اعلان کر دیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع دے گا اسے ایک سواونٹ انعام دیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب غار ثور سے روانہ ہوئے تو ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ پس سننے والا تو اس سے (دنیاوی) راستہ مراد لے گا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مراد اسلام اور خیر کا راستہ تھا۔

(سبل الہدی والرشاد: جلد ۳: ص ۵۸: تفسیر زاد المسیر)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا، اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہوتے ہیں۔ (ترمذی: ۱۹۹۱: ابواب البر: باب ۵) اس شخص نے سمجھا آپ اونٹ کا بچہ فرما رہے ہیں اور آپ کی مراد اونٹ کا بیٹا تھی۔

۳۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی، وہ عورت واپس جا کر رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: اسے خبر دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں

ثُمَّ نَكْسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا

هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٥٥﴾

۶۵۔ پھر ان کے سر جھک گئے (ندامت ہے اور کہنے لگے:
اے ابراہیم علیہ السلام!) تم تو جانتے ہو یہ بت بولتے
نہیں۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٥٦﴾

۶۶۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: پھر کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ
کر ان کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع دے
سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اَفِ لَكُمْ وَّلِيًّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥٧﴾

۶۷۔ تف ہے تم پر اور جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت
کرتے ہو، سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۵۴]

جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں) کو بنایا ہے، پھر ہم نے ان کو
کنواریاں بنایا ہے جو محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں۔ (قرآن: ۵۶: ۳۷-۳۵) (شمائل ترمذی: جلد ۲: ص: ۱۱۱:
باب فی صفة رسول اللہ) اس بڑھیا نے سمجھا کہ آپ اس کے متعلق فرما رہے ہیں اس لئے رونا شروع کر دیا مگر آپ کی مراد یہ
تھی کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ جنت میں سب جوان ہوں گی اور ان کی عمریں ۳۰ یا ۳۳ سال ہوں گی۔

(ترمذی: ۲۵۴۵: ابواب صفة الجنة: باب ۱۲)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی جس کا نام زاہر رضی اللہ عنہ تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گاؤں
سے تحفے لاتا تھا اور جب وہ جانے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو کچھ سامان دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:
زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور اس کی شکل اچھی نہیں تھی۔ ایک
دن وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آکر اس سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ وہ دیکھ نہ سکا۔ اس نے کہا
کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا پھر اس نے اپنی پیٹھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
سینہ مبارک کے ساتھ (برکت کے لئے) چپکائے رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے یہ عید کون خریدے گا؟ اس نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا! تب آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ آپ نے فرمایا: لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو بلکہ
بہت قیمتی ہو۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص: ۱۶۱، شرح شمائل ترمذی: جلد ۲: ص: ۱۰۷: باب فی صفة مزاج رسول اللہ) بظاہر
عبد سے مراد غلام تھی لیکن وہ آزاد شخص تھا اور آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ وہ اللہ کا بندہ (عبد اللہ) ہے۔

[۵۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جو کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے کیا ان کو معبود بنانا بھی کوئی عقل مندی ہے؟
اگر تمہیں اتنی سادہ سی بات بھی سمجھ نہیں آتی تو پھر تف ہے تم پر بھی اور تمہارے معبودوں پر بھی۔

۶۸۔ انہوں نے کہا: اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد
کرو اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو۔ [۵۵]

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
فَاعِلِينَ ﴿۵۵﴾

۶۹۔ ہم نے حکم دیا: آگ! تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی
اور سلامتی والی ہو جا۔ [۵۶]

قُلْنَا إِنَّا نُكُونُ فِي بَرْدٍ أَوْ سَلَامَةٍ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿۵۶﴾

۷۰۔ اور انہوں نے تو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برائی کا ارادہ
کیا مگر ہم نے ان کو ناکام کر دیا۔ [۵۷]

وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿۵۷﴾

[۵۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بتوں کی بے بسی پر حجت قائم کر دی اور وہ لا جواب ہو گئے تو وہ ضد اور عناد پر اتر آئے اور
آپس میں کہنے لگے: ہمارے بتوں کی بہت تو ہیں ہو گئی ہے اگر ہم ان کی کچھ مدد کر سکتے ہیں تو ہمیں ابراہیم علیہ السلام کو زندہ
جلا دینا چاہیے تاکہ آئندہ کوئی بتوں کی توہین کی جرأت نہ کر سکے۔

[۵۶] مفسرین لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع کیں اور ایک گڑھے میں ڈال کر انہیں آگ لگا دی اور اس آگ
کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ اگر کوئی پرندہ اس کے اوپر سے گزرتا تو وہ بھی جل جاتا۔ پھر انہوں نے منجیق کے ذریعہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو اس جلتی ہوئی آگ میں پھینکا۔ اس وقت جبریل امین علیہ السلام آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا: کیا
میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: اس مشکل
گھڑی میں اپنے رب تعالیٰ سے ہی سوال کر لو تو آپ نے فرمایا: میرے سوال کرنے کی بجائے اس کو جو میرے حال کا علم ہے
مجھے وہی کافی ہے۔ (کیونکہ امتحان کے موقعہ پر دعا کرنا امتحان سے بچنے کے مترادف ہوتا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:
اے آگ! تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ چنانچہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہیں کیا۔

(صفوة التفاسیر، تفسیر قرطبی)

تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات روز تک رہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عمر
میں کبھی ایسی راحت نہیں ملی جتنی ان سات دنوں میں حاصل تھی۔ (تفسیر مظہری) ایک دن نمرود نے ایک اونچی عمارت
سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھانک کر دیکھا اور آپ کو باغ میں بیٹھا پایا جبکہ آپ کے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی۔ یہ
منظر دیکھ کر نمرود نے پکار کر کہا: اے ابراہیم علیہ السلام! تیرا معبود بہت بڑا ہے جس کی قدرت اس حد تک ہے کہ وہ تیرے اور
اس آگ کے درمیان حائل ہے۔ اے ابراہیم علیہ السلام! کیا تو اس سے نکل بھی سکتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں!
اور پھر آپ آگ میں قدموں سے چل کر باہر آ گئے۔ (تفسیر مظہری)

[۵۷] انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا نا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی شدید آگ میں محفوظ رکھا اور یہ حضرت

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٥٨﴾

۷۱۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔ [۵۸]

وَوَهَبْنَا لَإِسْحَاقَ ٱلْعِصَىٰ ۖ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٥٩﴾

۷۲۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام (جیسا بیٹا) اور مزید یعقوب علیہ السلام (جیسا پوتا) عطا فرمایا، اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا تھا۔ [۵۹]

وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عِبِيدِينَ ﴿٦٠﴾

۷۳۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔ [۶۰]

وَلُوطًا أَتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۖ إِنَّهُمْ

۷۴۔ اور ہم نے لوط علیہ السلام کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دلائی جس کے باشندے

ابراہیم علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔

[۵۸] حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور آپ پر ایمان لائے تھے، اس لئے عراق والے ان دونوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو عراق سے ہجرت کر کے شام اور فلسطین جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں قیام فرمایا جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ شام کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیاوی برکتیں رکھی ہیں، وہاں انبیائے کرام علیہم السلام کثرت سے ہوئے ہیں جن سے جہان والوں کو ہدایت کی برکتیں حاصل ہوئی ہیں اور وہاں کی زمین بھی سرسبز و شاداب اور وہاں کی آب و ہوا بھی خوشگوار ہے۔

[۵۹] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹے کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ مزید حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا بھی عطا فرمایا اور وہ سب بڑے نیک تھے۔

[۶۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو لوگوں کا پیشوا یعنی نبی بنایا۔ انہیں نیک کام کرنے اور نماز قائم کرنے کی وحی بھیجی۔ وہ سب عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔

كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فاسِقِينَ ﴿٦١﴾

بے حیائی کے کام کرتے تھے، بے شک وہ بڑے
برے (اور) نافرمان لوگ تھے۔ [۶۱]

وَادْخُلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ
الصَّالِحِينَ ﴿٦٢﴾

۷۵۔ اور ہم نے لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا،
بے شک وہ صالحین میں سے تھے۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ
فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٦٣﴾

۷۶۔ اور نوح علیہ السلام (کو یاد کیجئے) اس سے پہلے جب انہوں
نے (ہمیں) پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی
اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی
مصیبت سے نجات دی۔ [۶۲]

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا
بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿٦٤﴾

۷۷۔ اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جنہوں
نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، بے شک وہ بہت برے
لوگ تھے، سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ
نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ

۷۸۔ اور داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام (کو یاد کیجئے) جب
وہ دونوں ایک کھیت (کے بارے) میں فیصلہ کر رہے
تھے جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات کے وقت

[۶۱] حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ سدوم میں آباد تھے، وہ بڑے بدکردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو علم و حکمت
اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس بدکرداری سے روکا اور جب وہ اپنی بے حیا حرکتوں سے باز نہ
آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھروں کا مینہ برسا کر ہلاک کر دیا مگر حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں پر اللہ
تعالیٰ نے خصوصی رحم و کرم فرمایا اور انہیں نذول عذاب سے پہلے ہی اس بستی سے نکال لیا۔

[۶۲] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ اتنی
طویل مدت کے بعد بھی جب ان کی قوم ایمان نہ لائی بلکہ ان کی تکذیب اور ایذا رسانی میں سرگرم رہی تو آپ نے بارگاہ
ایزدی میں دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا باقی نہ چھوڑ۔ (قرآن: ۷۱: ۲۶)
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، کافروں کو پانی میں غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے
اہل ایمان گھر والوں کو غرق ہونے اور کافروں کی ایذا رسانی سے نجات دی۔

شہدین ۵

اس کھیت کو روند ڈالا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ [۶۳]

[۶۳] حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکمرانی عطا فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کو بھی نبوت اور حکمرانی سے سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں باپ بیٹا کو علم و حکمت سے نوازا۔ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جس کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں: دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لے کر آئے، ان میں سے ایک کی بکریوں نے رات کے وقت دوسرے کے کھیت میں داخل ہو کر اسے برباد کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں (تاکہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے) جب وہ دونوں آدمی باہر نکلے تو دروازے کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ فیصلہ سنایا جو ان کے والد گرامی نے دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! جو فیصلہ آپ نے کیا ہے اس کے علاوہ بھی فیصلہ ہو سکتا ہے جو سب کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا: کھیت والا عارضی طور پر بکریاں لے لے اور ان کے دودھ، اون اور بچوں سے استفادہ کرتا رہے اور بکریوں والا کھیت کی اصلاح کرے اور اس میں کاشت کرے حتیٰ کہ جب اتنی فصل ہو جائے جتنی بکریوں کے چرنے سے پہلے تھی تو کھیت والے کو اس کا کھیت واپس کر دیا جائے اور بکریوں والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے فیصلے کو پسند فرمایا اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ (صفوة التفاسیر)

حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ میں بکریوں والا اپنی بکریوں سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کے مطابق کسی کو بھی اپنی چیز سے محروم نہیں ہونا پڑا، اس لئے دوسرا فیصلہ زیادہ بہتر تھا۔ اس فیصلہ میں دونوں انبیائے کرام علیہم السلام نے اجتہاد کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا اور اپنے صاحبزادے کے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ (تفسیر مظہری) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے غیر معمولی قوت فیصلہ عطا فرمائی تھی۔

جب کوئی مجتہد اخلاص کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ صحیح ہو یا غلط دونوں صورتوں میں اسے ثواب ملتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاکم جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے، اگر وہ درست فیصلہ دے تو اسے دوا جر ملتے ہیں اور اگر وہ خطا (غلط فیصلہ) کر بیٹھے تو پھر بھی اسے ایک اجر ملے گا۔ (بخاری: کتاب الاعتصام: باب ۲۱) دوا جر سے مراد یہ ہے کہ ایک اجتہاد کرنے کا اور دوسرا صحیح حکم تک پہنچنے کا اور ایک اجر سے مراد یہ ہے کہ اسے اجتہاد کرنے کا ثواب تو ملے گا مگر صحیح حکم تک پہنچنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

عصر حاضر میں اجتہاد

جن عصری مسائل کا فقہ کی سابقہ کتابوں میں ذکر نہیں ہے، مثلاً لاؤڈ سپیکر پر نماز، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز،

فَقَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا
وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ
وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿۶۹﴾

۷۹۔ سو ہم نے سلیمان علیہ السلام کو وہ فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے ان
(دونوں) کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ہم نے
پھاڑوں اور پرندوں کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا
جو (داؤد علیہ السلام کے ساتھ) تسبیح کرتے تھے، اور ہم
ہی (یہ سب کچھ) کرنے والے تھے۔ [۶۹]

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُحْصِنَكُمْ
مِّنْ بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ ﴿۷۰﴾

۸۰۔ اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو تمہارے فائدہ کے لئے زرہ
بنانا سکھایا تاکہ وہ زرہ تمہیں تمہاری لڑائی کے ضرر
سے بچائے، تو کیا تم شکر گزار بنو گے؟ [۷۰]

ریڈیو پر رویت ہلال کا اعلان، مردے کا پوسٹ مارٹم وغیرہ، ان کا حکم معلوم کرنے کے لئے اب بھی اجتہاد کرنا جائز ہے۔
(تفسیر تبيان القرآن)

[۶۹] مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز میں اتنا حسن اور اثر رکھا تھا کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے
تو پرندے ہوا میں ٹھہر جاتے اور ان کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے حتیٰ کہ پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے اور یہ حضرت
داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا اور معجزہ کہتے ہی اسے ہیں جو انسانی عقل کو عاجز کر دے جیسے پتھروں، جانوروں اور درختوں نے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش! تم مجھے گزشتہ رات اس
وقت دیکھتے جب میں تمہاری قراءت سن رہا تھا۔ بے شک تمہیں آل داؤد کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے
(یعنی آپ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا ایک حصہ ملا ہے) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ
آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اور زیادہ مزین کر کے پڑھنے کی کوشش کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سنن کبیری: امام
بیہقی: جلد ۱۰: ص ۲۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے اور سنانے کے لئے اعمال کو مزین کرنا
ریا کاری نہیں ہے کیونکہ آپ کی خوشی اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔

[۷۰] اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزہ آواز کا ذکر فرمایا جس کو سن کر پرندے اور پہاڑ بھی آپ کے
ساتھ ذکر میں شریک ہو جاتے اور اس آیت میں لوہے کے معجزہ کا ذکر ہے جو آپ کے ہاتھ میں اتنا نرم ہو جاتا کہ آپ اس
سے نہایت ہلکی اور انتہائی مضبوط قسم کی زرہیں تیار کر لیتے جو لوگوں کو لڑائی میں دشمن کے وار سے محفوظ رکھتیں۔ حضرت
داؤد علیہ السلام کی قوم کو خطاب ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ جو یہ جدید قسم کی زرہوں کا احسان فرمایا
ہے کیا تم اس احسان کا شکر ادا کرتے ہو؟

مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا اور وہ اس کو آگ میں پگھلائے بغیر اس طرح زرہ بنا لیتے تھے جیسے کوئی انسان مٹی سے برتن بناتا ہے۔
(تفسیر کبیر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حصول معاش کے لئے پیشوں کو حقیر سمجھنا، جہالت اور قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو پیشے سکھائے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے زرہ بناتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا شکاری کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے لکڑی سے چیزیں بناتے تھے، اسی طرح حضرت لقمان علیہ السلام درزی کا اور حضرت طالوت علیہ السلام رنگ ریز کا کام کرتے تھے۔

(تفسیر قرطبی)

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ خصوصیت کے ساتھ کوئی پیشہ نہیں اپنایا لیکن آپ نے بکریاں چرائی ہیں، پھنے ہوئے کپڑوں کو سیاہ ہے، کپڑے دھوئے ہیں، جوتیوں کی مرمت کی ہے اور تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا ہے، لہذا کسی کام اور پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کاموں کو کیا ہے جن کو آج کل حقیر سمجھا جاتا ہے۔ رزق حلال کے حصول کے لئے جو بھی جائز کام اور حلال پیشہ اپنایا جائے وہ جائز بلکہ قابل تعریف ہے۔

رزق حلال کی طلب

۱۔ حضرت مقدم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاتا ہو اس سے بہتر کھانا کوئی نہیں کھاتا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاتے تھے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۲۰۷۲: کتاب البیوع: باب ۱۵)

۲۔ حضرت کعب بن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ رسول اللہ کے اصحاب نے اس کی قوت اور اطمینان کو دیکھ کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش یہ شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کے لئے کسب معاش کر رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے کسب معاش کر رہا ہے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے آپ کو مانگنے سے بچنے کے لئے کسب معاش کر رہا ہے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور فخر کے لئے نکلا ہے تو پھر یہ شیطان کے راستے میں ہے۔

(المعجم الکبیر: جلد ۱۹: ص ۱۲۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم دیا اور فرمایا: اپنی اولاد سے کہنا کہ اگر تم صبر نہ کر سکو تو ان پیشوں کے ذریعہ دنیا حاصل کرو اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل نہ کرو کیونکہ دین صرف میرے لئے خالص ہے۔ اس کے لئے خرابی اور جہنم ہے جو دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے۔

(کنز العمال: ۲۹۰۹۱: جلد ۱۰: ص ۲۰۶، البدیع المنیر: امام شعرانی: ۱۵۰: ص ۲۸۹)

وَلُسُيْمَنَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِ
إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيمِينَ ﴿٨١﴾

۸۱۔ اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ [۶۶]

وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يُخَوِّصُونَ لَهُ
وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ
حَافِظِينَ ﴿٨٢﴾

۸۲۔ اور ہم نے کچھ شیطانوں کو بھی ان کے تابع کر دیا تھا جو ان کے لئے سمندر میں غوطے لگاتے اور اس کے سوا دیگر کام بھی کرتے تھے، اور ہم ان (شیطانوں) کی نگرانی کر رہے تھے۔ [۶۷]

وَإِيُوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أِنِّي مَسْنِي الضُّرِّ
وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٨٣﴾

۸۳۔ اور ایوب علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ
وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَاحَةً مِّنْ

۸۴۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں جو تکلیف تھی دور کر دی اور ہم نے ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل و عیال اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور اپنی رحمت خاص

[۶۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ہوا کو ان کے تابع کر دیا۔ آپ اپنے وزراء اور امراء کے ساتھ تخت پر بیٹھ جاتے اور جہاں بھی جانے کا ارادہ ہوتا، ہوا کو حکم دیتے اور وہ تخت کو اڑا کر لے جاتی۔ اس طرح آپ ایک ماہ کا سفر چند گھنٹوں میں طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو صبح کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی اور شام کو بھی ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی۔ (قرآن: ۳۴: ۱۲) ہوائی سفر کے دوران حضرت سلیمان علیہ السلام دائیں بائیں دیکھتے تھے بلکہ سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے شکر میں مشغول رہتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۶۷] شیاطین سے مراد سرکش جن ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے وہ مشکل کام کراتے جو انسان نہیں کر سکتے تھے اور سمندر کی تہ سے جواہرات وغیرہ نکالنے کے لئے بھی وہی غوطہ زنی کرتے تھے۔ یہ جن اگرچہ سرکش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نگران فرشتے مقرر کر رکھے تھے تاکہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی نہ کر سکیں۔

عُنْدَنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَبِيدِينَ ﴿٦٨﴾

سے عطا فرمائے [۶۸] اور عبادت گزاروں کے لئے
نصیحت ہے۔ [۶۹]

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ
مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٩﴾

۸۵۔ اور اسماعیل علیہ السلام اور ادريس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام
کو بھی یاد کریں، یہ سب صابر لوگ تھے۔

وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۚ إِنَّهُمْ مِّنَ
الصَّالِحِينَ ﴿٧٠﴾

۸۶۔ اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت میں داخل فرمایا،
بے شک وہ نیک لوگ تھے۔ [۷۰]

وَذَا التُّونِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّنْ
نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ
الظَّالِمِينَ ﴿٧١﴾

۸۷۔ اور ذوالنون علیہ السلام (یونس علیہ السلام) کو یاد کریں جب
وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر چل دیے اور یہ
خیال کیا کہ ہم ان پر کوئی گرفت نہیں کریں گے، پھر
انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود
نہیں [۷۱] تو پاک ہے، بے شک میں ہی زیادتی

[۶۸] مفسرین لکھتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس مال و دولت اور اولاد کی کثرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مال لے لیا تو
انہوں نے صبر کیا، پھر ان کی اولاد کو وفات دے دی تو بھی انہوں نے صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم پر مصیبت اور بیماری
مسلط کر دی تو بھی انہوں نے صبر کیا۔ ایک دن ان کی قوم کے بعض لوگوں نے کہا: ”ایوب نے کوئی بڑا گناہ کیا ہوگا جیسی یہ مصیبت
میں مبتلا ہے“ یہ سن کر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی
مصیبت دور کر دی حتیٰ کہ ان کی فوت شدہ اولاد بھی زندہ فرمادی اور اتنی اولاد مزید بھی عطا فرمائی۔ (صفوة التفسیر)

[۶۹] حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں عبادت گزاروں کے لئے نصیحت ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصائب و مشکلات
سے واسطہ پڑے تو وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مصائب کو یاد کر کے صبر کریں۔

[۷۰] حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادريس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام پر بھی آزمائش کی مشکل گھڑیاں آئیں، انہوں نے
بھی صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا۔

[۷۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو عراق میں نینوی کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہل نینوی کو شرک سے روکا اور توحید
کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی بڑھتی گئی۔ آپ نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تم
دلوں تک ان پر عذاب آنے والا ہے اور خود ان لوگوں پر غضبناک ہو کر وہاں سے چل نکلے اور اس ہجرت کے لئے انہوں

کرنے والوں میں سے تھا۔ [۷۲]

نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار نہ کیا۔ اگرچہ عام مومنوں کے لئے ایسے مشرک اور ہٹ دھرم لوگوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا اچھی بات ہے مگر ایک نبی کے شایان شان یہی تھا کہ آپ وحی کا انتظار کرتے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور جب کشتی ڈگمگانے لگی اور سب لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں کوئی عاصی یا بھاگا ہوا غلام ہے کیونکہ ہوا کے بغیر کشتی اسی وقت ڈگمگاتی ہے جب اس میں کوئی عاصی انسان ہو اور ہماری روایت یہ ہے کہ جب ہم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کے نام پر قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ کشتی کے سارے لوگ غرق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عاصی بندہ اور بھاگا ہوا غلام ہوں اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ پس ایک بڑی مچھلی آئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی سے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بال بھی بیکار نہ ہو۔ میں نے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے، ان کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔ (تفسیر کبیر)

حضرت یونس علیہ السلام وحی کا انتظار کئے بغیر چل نکلے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر رہے اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن اب مچھلی کے پیٹ میں انہیں احساس ہوا کہ ہجرت کا حکم نازل ہونے سے پہلے چل نکلنا ان کی اجتہادی خطا تھی، لہذا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی نے سمندر کے کنارے آکر آپ کو اگل دیا۔

دعائے یونس علیہ السلام کی فضیلت

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۵۰۵: کتاب الدعوات: باب ۸۲)

۲۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی غم یا مصیبت لاحق ہو اور وہ اس سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرمادے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیں تو نبی کریم ﷺ نے یہی دعا ارشاد فرمائی یعنی لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

(مسند درک: امام حاکم: ۱۸۶۳: جلد اول: ص ۶۸۵)

[۷۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(قرآن ۲: ۱۲۳)

۱۔ میرا (نبوت عطا کرنے کا) وعدہ ظالم لوگوں تک نہیں پہنچتا۔

فَلَسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ

وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾

۸۸۔ پس ہم نے ان کی پکار کو قبول فرمایا اور ان کو غم سے نجات دے دی، اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

وَذَكِّرْنَا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي

فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾

۸۹۔ اور زکریاؑ کو یاد کریں جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

(قرآن: ۳: ۸۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(قرآن: ۷: ۴۴)

۳۔ ظالم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برسی ہے اور ظالم نبی نہیں بن سکتا، لیکن اس آیت کے آخری حصہ میں حضرت یونسؑ کے الفاظ کا لفظی ترجمہ یہ ہے: بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

اب اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت یونسؑ العیاذ باللہ ظالم تھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یونسؑ نے اپنے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے تو پھر ہم کیوں نہیں کہہ سکتے؟

در اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کرے جس کا ظاہری معنی اس کے شایان شان نہ ہو تو اس کی تاویل کرنا پڑتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے لئے ہاتھ، منافقوں کا مذاق اڑانا اور ان کے ساتھ مکرو فریب کرنا کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ تو چونکہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں اس لئے ہم ان کا ظاہری معنی چھوڑ کر وہ معنی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں جب اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لئے یا کسی نبی نے اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس کا ظاہری معنی نبی کی شایان شان نہیں تو اس کی بھی تاویل کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے جو چاہے انہیں کہہ سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے جس طرح چاہیں اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر سکتے ہیں مگر ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کوئی ایسا معنی کریں جو ان کے شایان شان نہ ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یونسؑ نے اپنے لئے اتنا بھاری لفظ کیوں استعمال کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کا تقویٰ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ معمولی سی لغزش بھی اس کو بہت بڑی خطا محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت یونسؑ اپنی معمولی لغزش کو بہت بڑی خطا خیال کرتے ہوئے اپنے آپ کو ظالم کہیں تو یہ ان کی عاجزی و انکساری ہے جو ان کے کمال اور عظمت کی دلیل ہے اور اگر کوئی مسلمان انہیں ظالم کہے تو یہ اس کے کفر اور حماقت کی دلیل ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى
وَأَصْلَحْنَاهُ زَوْجَهُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا
يُسرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا
وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا النَّآخِشِينَ ⑩

۹۰۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ہم نے ان کو
سچی الطیبة عطا فرمایا، [۷۳] اور ہم نے ان کی خاطر
ان کی بیوی کو تندرست کر دیا، بے شک وہ سب نیک
کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور
خوف کے ساتھ پکارتے تھے، اور وہ ہمارے سامنے
عاجزی کرنے والے تھے۔

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا
مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً
لِّلْعَالَمِينَ ⑪

۹۱۔ اور اس عورت (مریم علیہا السلام) کو یاد کریں جس
نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں
اپنی روح سے پھونک ماری اور ہم نے اسے اور اس
کے بیٹے (عیسیٰ الطیبة) کو سارے جہان والوں کے
لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا۔ [۷۴]

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ⑫

۹۲۔ بے شک یہ تمہاری امت ہے جو ایک ہی امت ہے اور میں
تمہارا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو۔ [۷۵]

[۷۳] حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھی اور وہ بوڑھے ہو چکے تھے، ان کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ ایک دن انہوں نے اولاد
کے لئے دعا کی جو ان کے بعد علوم نبوت کی وارث بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، ان کی بیوی کا بانجھ پن
دور کر دیا اور انہیں یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ وہ سب نیک کاموں میں جلدی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنے
والے تھے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے تو ایک طرف تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید ہوتے اور دوسری طرف اس کے
غضب سے ڈرتے رہتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ آل عمران (۳)
کی آیات نمبر ۸ تا ۱۲ اور سورہ مریم (۱۹) کی آیات نمبر ۱ تا ۱۵ ملاحظہ کریں۔

[۷۴] حضرت مریم علیہا السلام پاکدامن خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کی پھونک کے ذریعہ بغیر باپ کے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا انتظام فرمایا اور اس طرح ماں بیٹا کو تمام جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔
حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ آل عمران (۳) کی آیات نمبر ۲۲ تا ۶۱
اور سورہ مریم (۱۹) کی آیات نمبر ۱۶ تا ۳۶ ملاحظہ کریں۔

[۷۵] اس آیت کی تفسیر میں علامہ صابونی لکھتے ہیں: اے لوگو! تمہارا دین اور تمہاری ملت جس پر تم کو قائم رہنا واجب ہے وہ

وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ إِلَيْنَا

لِرَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾

۹۳۔ اور انہوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، (آخر کار) وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔ [۷۶]

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا

كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۚ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾

۹۴۔ پس جو شخص نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی، اور بے شک ہم اس کے (اعمال کو) لکھنے والے ہیں۔ [۷۷]

وَ حَرَمٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا

يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾

۹۵۔ اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں۔ [۷۸]

صرف ایک ہے اور وہ ملت اسلام ہے۔ سب انبیائے کرام علیہم السلام توحید کا پیغام لائے، لہذا تمہارا رب ایک ہی ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو۔ (صفوة التفاسیر)

[۷۶] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے توحید کی تبلیغ کی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف کر کے مختلف فرقے بنائے۔ بالآخر ایک دن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں جہاں انہیں صحیح اور غلط کا مشاہدہ ہو جائے گا۔

بہتر اور بہتر فرقے

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر یا بہتر فرقے تھے اور نصاریٰ کے بھی اتنے ہی فرقے تھے اور میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے۔ (ترمذی: ۲۶۴۰: ابواب الایمان: باب ۱۸) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ۔۔۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے بہتر (۷۳) فرقے ہوں گے اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے جہنم میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب رضوان اللہ علیہم ہیں۔

(ترمذی: ۲۶۴۱: ابواب الایمان: باب ۱۸)

[۷۷] مومن جو بھی نیک کام کرے وہ رائیگاں نہیں جاتا بلکہ اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اسے اس کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔

[۷۸] جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر پر اصرار کی وجہ سے ہلاک کر دیا ان کے لئے توبہ اور مہلت کی گھڑیاں ختم ہو چکی

۹۶۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿۹۶﴾

۹۷۔ اور سچا وعدہ قریب آپہنچے گا تو اس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (اور وہ پکاراٹھیں گے:) ہائے ہماری بدبختی! بے شک ہم تو اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم تو ظالم تھے۔ [۷۹]

وَأَقْرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يَوِيلُنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۹۷﴾

۹۸۔ بے شک تم اور جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ [۸۰]

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۚ أَنْتُمْ لَهَا وَرَدُونَ ﴿۹۸﴾

۹۹۔ اگر وہ واقعی عبادت کے لائق ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَّا وَرَدُوا هَا ۚ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۹۹﴾

تھیں، لہذا اب ان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آسکیں، البتہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یاجوج و ماجوج کا خروج ہے جو بڑی تیزی اور کثرت کے ساتھ پوری دنیا میں پھیل جائیں گے اور ایسا معلوم ہوگا جیسے ہر ٹیلے اور پہاڑ سے یاجوج و ماجوج کی فوجیں اتر رہی ہیں اور ہر طرف تباہی و بربادی مچا دیں گے۔ یاجوج و ماجوج کے متعلق تفصیل کے لئے سورہ کہف (۱۸) کی آیت نمبر ۹۴ اور حاشیہ نمبر ۷۵ ملاحظہ کریں۔

[۷۹] یاجوج و ماجوج کے خروج کے بعد قیامت کا وعدہ بالکل قریب آجائے گا اور قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ پکار کر کہیں گے: کاش! ہم غفلت نہ کرتے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے تو ہر چیز کھول کر بیان کر دی تھی ہم نے ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ان کی باتوں سے نصیحت حاصل نہ کی۔

[۸۰] ان آیات میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ خود بھی اور جن چیزوں کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ اگر ان کے خدا واقعی عبادت کے لائق ہوتے تو وہ خود جہنم میں نہ جاتے حالانکہ نہ صرف یہ کہ وہ جہنم رسید ہوں گے بلکہ جہنم کی آگ کے لئے ایندھن کا کام دیں گے اور جہنم میں ان کی چیخ و پکار سے اتنا شور ہوگا کہ کسی دوسرے کی کان پڑی آواز سنا ہی نہیں دے گی۔

۱۰۰۔ وہ جہنم میں چیخ و پکار کریں گے اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۱۔ بے شک وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ [۸۱]

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۲۔ وہ جہنم کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ ان (نعمتوں) میں رہیں گے جو ان کو پسند ہوں گی۔

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۳۔ سب سے بڑی گھبراہٹ بھی ان کو پریشان نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے:) یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ [۸۲]

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّيْنَهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۰۳﴾

[۸۱] اسی سورت کی آیت نمبر ۹۸ جب نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی بھی عبادت کی جاتی ہے تو کیا وہ بھی جہنم میں جائیں گے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام نے کسی کو اپنی عبادت کی ترغیب نہیں دی، لہذا وہ اس شرک کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ان کی توحید پرستی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ان کے لئے بھلائی اور جنت مقدر ہو چکی ہے اور وہ جہنم سے اتنا دور ہوں گے کہ انہیں جہنم کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے گی، البتہ فرعون اور نمرود وغیرہ جو اپنے آپ کو خدا کہلاتے تھے وہ ضرور جہنم میں جائیں گے اور پتھروں کے ساتھ ایسے دن کا کام دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آگ سے بچو جس کا ایسے دن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (قرآن: ۲: ۲۴)

[۸۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میدان حشر کی ہولناکی اور گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں کرے گی بلکہ قبروں کے باہر اور پھر جنت کے دروازوں پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور انہیں خوش خبری سنائیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آج تمہاری نیکیوں کا تمہیں اتنا بڑا اجر دیا جائے گا جس کو دیکھ کر تم خوش ہو جاؤ گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، سب سے بڑی گھبراہٹ سے وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کا امام ہو اور لوگ اس سے راضی ہوں، دوسرا وہ شخص جو ہر روز ان دے اور تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی۔ (تفسیر الدر المنثور)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ
لِنُكْتِبَ ۖ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۖ
وَعْدًا عَلَيْنَا ۖ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٨٣﴾

۱۰۴۔ اس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے طومار میں
کاغذات لپیٹ دیئے جاتے ہیں، جس طرح ہم نے
پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے،
یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، بے شک ہم ضرور (اس کو
پورا) کریں گے۔ [۸۳]

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ
الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿٨٤﴾

۱۰۵۔ اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا
تھا کہ بے شک میرے نیک بندے ہی زمین کے
وارث ہوں گے۔ [۸۴]

[۸۳] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان کو اس طرح لپیٹ دے گا جس طرح ایک کاتب اپنے تحریر کردہ کاغذات کو لپیٹ کر طومار
میں بند کر دیتا ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پہلی بار پیدا فرمایا اسی طرح قیامت کے دن وہ دوبارہ پیدا
فرمائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کو وہ ضرور پورا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو ان کے اندر کی تمام مخلوقات کے
ساتھ اور ساتوں زمینوں کو ان کی تمام مخلوقات کے ساتھ اس طرح لپیٹ دے گا کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں
ایک رائی کے دانے کی مثل ہوں گے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم)

[۸۴] اللہ تعالیٰ نے زبور میں پسند و نصح کے بعد یہ بھی لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث نیک بندے ہی ہوں گے۔ اکثر مفسرین کے
نزدیک یہاں زمین سے مراد جنت کی زمین ہے، کیونکہ اس سے پہلی دو آیات میں قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے
یعنی آخرت کا ذکر ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جس زمین کے بارے میں اب بات ہو رہی ہے وہ اس دنیا کی نہیں
بلکہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد جنت کی زمین ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (جب متقی لوگ جنت میں داخل ہوں گے
تو) کہیں گے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور ہم کو (جنت کی) اس زمین کا
وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں، پس نیک کام کرنے والوں کے لئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ (قرآن: ۳۹)
(۷۴) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ بہتر قول یہی ہے کہ اس سے مراد جنت کی زمین لی جائے کیونکہ دنیا کی زمین پر تو مسلمان اور کافر
ہر قسم کے لوگوں نے حکومت کی ہے۔
(تفسیر قرطبی)

نیز علامہ رازی ایک مشہور مقولہ لکھتے ہیں کہ شرک کے ساتھ دنیاوی حکومتیں چل سکتی ہیں لیکن ظلم اور فساد حکومتوں کو برباد
کر دیتا ہے اور پہلی قوموں پر بھی عذاب اس لئے آئے کہ وہ مخلوق پر ظلم و زیادتی کرتی تھیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ ہود (۱۱)):
زیر آیت نمبر ۱۱) یعنی یا تو وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق غصب کرتے تھے یا انبیائے کرام علیہم السلام اور

إِنَّ فِي هَذَا بَلَاءًا لِّقَوْمٍ عِدَّةٍ ۝

۱۰۶۔ بے شک اس (قرآن) میں عبادت گزاروں کے لئے عظیم پیغام ہے۔ [۸۵]

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

۱۰۷۔ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ [۸۶]

اہل ایمان پر ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ اس دنیا میں عذاب کی وجہ صرف کفر و شرک نہیں تھا کیونکہ کفر و شرک کی اصل اور پوری سزا جہنم کی آگ ہے جس پر آخرت میں عمل ہوگا۔ مسلمان جب تک اسلام پر عمل پیرا رہے یعنی لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کرتے رہے تو وہ اس زمین پر غالب رہے اور جب انہوں نے عدل و انصاف سے روگردانی کی تو غلبہ بھی ان کا ساتھ چھوڑ گیا اور وہ زوال پذیر ہو گئے۔

[۸۵] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا لیکن اس سے ہدایت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو پرہیزگار ہیں۔ اس آیت کا مفہوم بھی تقریباً یہی ہے کہ قرآن مجید میں ہدایت کا پیغام تو عام ہے لیکن اس پیغام سے ہدایت وہی حاصل کرتے ہیں جو عبادت گزار ہیں۔

[۸۶] الحمد لله رب العالمین۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اسی نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا یعنی اللہ تعالیٰ جس جس چیز کے لئے رب ہے حضرت محمد ﷺ اس اس چیز کے لئے رحمت ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکان کی ہر چیز کو اس کی استعداد کے مطابق جو فیض الہی ملتا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے واسطے سے ہی ملتا ہے۔ اسی لئے آپ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا کیا گیا اور حدیث میں ہے کہ ”اے جابرؓ! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا“ اور دوسری حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں“۔۔۔۔۔

لہذا آپ تمام جہانوں کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان یا جنات اور جن و انس میں مومن اور کافر کی کوئی تفریق نہیں آپ سب کے لئے رحمت ہیں، البتہ آپ کی رحمت کا حصہ ہر فرد کو اس کی صلاحیت اور رغبت کے اعتبار سے ملتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

نبی کریم ﷺ کی رحمت کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا مانگیں تو آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم: کتاب البر: باب ۲۴) مشرکین کے خلاف دعا نہ کرنا ان کے لئے آپ کی رحمت کی دلیل ہے۔

۲۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا کہ اگر آپ حکم دیں تو اس ساری بستی (طائف) کو پہاڑوں کے درمیان کچل دیا جائے مگر آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے عبادت گزار پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ۷)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یعنی میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی ہے۔

(دلائل النبوة: امام بیہقی: جلد اول: ص ۱۵۸)

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔

(مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۷)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ”نہ“ بھی نہیں فرمایا۔

(بخاری: ۶۰۳۴: کتاب الادب: باب ۳۹)

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔

(مسلم: ۲۳۲۸: کتاب الفضائل: باب ۲۰)

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔

(بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

۸۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک سفر سے واپس آرہے تھے یہاں تک کہ ہم بنی نجار کے ایک باغ کے پاس آئے جس میں ایک اونٹ تھا اور جو شخص بھی اس باغ میں داخل ہوتا وہ اونٹ اس پر حملہ کر دیتا۔ لوگوں نے آپ کو اس اونٹ کی کیفیت بتائی۔ نبی کریم ﷺ اس باغ میں تشریف لے گئے اور اونٹ کو بلایا تو اونٹ اپنے ہونٹ زمین پر رکھتے ہوئے آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی ٹکلیں لے آؤ، چنانچہ آپ نے اسے ٹکلیں ڈالی اور اس کے مالک کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آسمان و زمین کے درمیان ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں سوائے سرکش جنوں اور انسانوں کے۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۱۰، سنن دارمی: حدیث نمبر ۱۸: مقدمہ: باب ۴)

قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ
وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٨﴾

۱۰۸۔ آپ فرمادیجیے کہ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے
کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم
اسلام لاتے ہو۔ [۸۷]

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ ادْعُوا إِلَىٰ سَوَاءِ
وَأِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ مَا
تُوعَدُونَ ﴿٨٩﴾

۱۰۹۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیجیے: میں نے
تمہیں پوری طرح آگاہ کر دیا ہے، اور میں نہیں جانتا
کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے
یا دور ہے۔

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا
تَكْتُمُونَ ﴿٩٠﴾

۱۱۰۔ بے شک وہ جانتا ہے جو بات بلند آواز سے کہی جائے
اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ [۸۸]

وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّه فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ
حِينٍ ﴿٩١﴾

۱۱۱۔ اور میں نہیں جانتا شاید اس (ڈھیل) میں تمہارے لئے
آزمائش ہو اور تمہیں ایک معین وقت تک فائدہ پہنچانا
مقصود ہو۔ [۸۹]

[۸۷] یعنی نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ میری طرف جو وحی آتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف
ایک ہی خدا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے تو کیا تم اس ایک خدا پر ایمان لاتے ہو یا نہیں؟ اور اگر ایک خدا پر ایمان نہیں لاتے تو
میں نے تمہیں پوری طرح آگاہ کر دیا ہے کہ تمہارے اس شرک اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی وجہ سے تم پر عذاب ضرور
آئے گا لیکن وہ عذاب کب آئے گا؟ اسی دنیا میں جنگ بدر کی صورت میں یا آخرت میں حساب و کتاب کے بعد؟ میں از
خود نہیں جانتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا علم دے۔

[۸۸] یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین کے اعلانیہ کفر اور مسلمانوں کے خلاف ان کی خفیہ سازشوں کو خوب جانتا ہے اور ان کے مطابق انہیں
سزا دے گا۔

[۸۹] مشرکین کے ظلم و ستم کے باوجود جو ان پر عذاب الہی میں تاخیر ہو رہی ہے ممکن ہے یہ ان کی آزمائش کے لئے ہوتا کہ وہ
اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں یا پھر ان کی گرفت کے لئے پہلے ہی سے ایک وقت مقرر ہو چکا ہے اس لئے اس معین وقت تک
ان کا باقی رہنا اور دنیاوی فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔

قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ
الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ (نبی کریم ﷺ نے) عرض کیا: اے میرے رب! حق
کے ساتھ فیصلہ فرما دے، ہمارا رب رحمن ہے اور اسی
سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان
کرتے ہو۔ [۹۰]

[۹۰] پوری طرح تبلیغ کرنے کے بعد بھی جب مشرکین ایمان نہ لائے تو نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اے میرے رب! یہ مشرکین
دلیل کی زبان نہیں سنتے اب ان کی ہٹ دھرمی کے مقابلہ میں تیری ہی ذات اس لائق ہے کہ اس سے مدد طلب کی جائے،
لہذا جیسے ہر معاملہ میں تیرا فیصلہ برحق ہوتا ہے اسی طرح اب میرے اور ان مشرکین کے درمیان بھی ایسا فیصلہ فرما دے کہ حق
کو واضح غلبہ حاصل ہو جائے، چنانچہ غزوہ بدر کے بعد مشرکین کا ایسا زوال شروع ہوا کہ بالآخر انہیں کعبہ معظمہ اور مکہ مکرمہ
مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ بعد از نماز عصر ۹ مئی ۲۰۰۸ء بمطابق ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الحج (۲۲)

اس سورت کی کچھ آیات مکی ہیں جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئیں اور کچھ آیات مدنی ہیں جو ہجرت کے بعد مدینہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں۔ اس لئے بعض کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور بعض کے نزدیک مدنی ہے لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی آیات اور مدنی آیات دونوں کا مجموعہ ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس کا نام

اس سورت کا نام حج ہے کیونکہ اس کی آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا، چنانچہ ان کی آواز زمین کے ہر کونے میں پہنچی حتیٰ کہ پشتوں میں نطفوں نے اور رحموں میں بچوں نے بھی یہ آواز سنی اور اس کے جواب میں کہا: لیلیک اللہم لیلیک اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔ (تفسیر منیر)

مضامین

کفار آخرت اور دوبارہ زندگی کے قائل نہیں تھے۔ اس سورت کے آغاز میں انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح بنجر اور مردہ زمین کو پانی برسا کر زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کی زندگی پر ایمان لے آئیں۔

مسلمان تیرہ چودہ سال تک کفار کے مظالم کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دی ہے اور ساتھ ہی اپنی نصرت اور تائید کا وعدہ بھی فرمایا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد فرماتا ہے۔

اگر ہمیشہ ایک ہی قوم غالب رہتی تو وہ اتنی متکبر ہو جاتی کہ دوسری قوموں کے عبادت خانوں یعنی خانقاہوں، گرجوں، کلیساؤں اور مساجد کو بھی تباہ و برباد کر دیتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قوموں کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لئے طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دے دی تاکہ ساری قومیں اپنے اپنے عقائد کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کر سکیں اور کوئی کسی دوسرے کی عبادت گاہ کو برباد نہ کر سکے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۴۱ میں مسلمان حکمرانوں کی بعض ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے یعنی انہیں زمین میں اقتدار ملتا ہے تو ان کی شان یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اس سورت میں مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کا ذکر کیا گیا ہے اور مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں ان کی بے بسی کا ذکر بھی کیا گیا ہے یعنی وہ سارے مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان کی کوئی چیز لے لے تو وہ واپس لینے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو ایسی بے بس اور مجبور چیزیں عبادت کے لائق نہیں ہو سکتیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز ہفتہ ۱۰ مئی ۲۰۰۸ء بمطابق ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

﴿سورة الحج مكية ١٠٣﴾ ﴿سورة الحج مكية ١٠٣﴾ ﴿سورة الحج مكية ١٠٣﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ
السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ①

۱۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ
بڑی سخت چیز ہے۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا
أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ
تَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَ
لَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ②

۲۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی (ماں)
اس (بچے) کو بھول جائے گی جس کو وہ دودھ پلا رہی
تھی اور ہر حمل والی عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور
تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں
ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ [۱]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ

۳۔ اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے

[۱] ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام تین دفعہ صور پھونکیں گے۔ جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو پہاڑ مٹی بن جائے گا، زمین کا نپٹنے لگی کے اور انسانوں پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور تیسری دفعہ سب اپنی قبروں سے اٹھ کر رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ تاہم جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمین اس طرح جھٹکے کھانے لگے گی جس طرح کشتی سمندر میں ہچکولے کھاتی ہے اور چاروں طرف سے موجیں اسے تھینڑے مارتی ہیں یا جس طرح کوئی لگی ہوئی قدیل تیز ہوا میں ادھر ادھر حرکت کرتی ہے۔ اس وقت جو مائیں بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں گی انہیں اپنے بچے بھول جائیں گے اور جو عورتیں حاملہ ہوں گی خوف کے مارے ان کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جمہور کا قول یہ ہے کہ ان آیات میں جس زلزلہ کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے وہ اس وقت ہوگا جب قیامت سے پہلے اسی دنیا میں پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) قرآن مجید نے اس زلزلہ کو بڑی سخت چیز قرار دیا ہے جس کی ہولناکیوں کو دیکھ کر لوگ اس طرح حواس باختہ ہو جائیں گے جیسے شراب کے نشہ میں ان کے حواس معطل ہو چکے ہوں حالانکہ وہ شراب کا نشہ نہیں بلکہ عذاب کا خوف و ہراس ہوگا۔

يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ۝

بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش
شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ [۲]

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَ
يَهْدِيهِ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ ۝

۴۔ (حالانکہ) شیطان کے بارے میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ
جو اس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کر دے گا اور
اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔ [۳]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ
الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ
لُطْفًا ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ
مُّخَلَّقَةٍ وَ غَيْرِ مَخْلُوقَةٍ لِّنَبِّئَنَّ لَكُمْ

۵۔ اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ جی اٹھنے میں کچھ شک ہے
تو (اپنی تخلیق پر غور کرو کہ) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا
فرمایا، [۴] پھر نطفہ سے، پھر لٹکے ہوئے گاڑھے خون
سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی شکل کبھی کامل
ہوتی ہے اور کبھی ناقص، تاکہ ہم تمہارے لئے (اپنی

[۲] نضر بن حارث بڑا سخت جھگڑا لوقسم کا کافر تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ جب انسان مر کر مٹی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ
زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی وہ بغیر کسی علمی دلیل کے جھگڑا کرتا ہے اور
شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ علامہ صابونی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا حکم عام ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات
کے متعلق بغیر دلیل کے جھگڑا کرتا ہے وہ شیطان کا پیروکار ہے۔ (صفوة التفسیر)

[۳] شیطان کی سرکشی کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کی لوح تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ جو شخص بھی شیطان کو دوست بنائے گا یعنی
شیطانی وسوسوں کی پیروی کرے گا شیطان اسے گمراہ کر کے جہنم کے راستے پر گامزن کر دے گا۔

[۴] اگر تمہیں آخرت اور دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے تو اپنی تخلیق پر ہی غور کرو، جس طرح اس نے تمہیں پہلے مٹی سے پیدا
فرمایا اسی طرح وہ تمہیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا ایک معنی تو یہ ہے کہ انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور تم
انہی آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، لہذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم غذا کی صورت میں جو پھل اور سبزیاں
کھاتے ہو وہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور جن جانوروں کا تم گوشت کھاتے ہو وہ بھی زمینی پیداوار سے پرورش پاتے ہیں
اور انہی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو رحم مادر میں جا کر انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے، لہذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔
بہر حال انسان اول کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولاد آدم کو بالواسطہ مٹی سے پیدا فرمایا، دونوں
صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

وَنُقَرِّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ
مُّسَيٍّ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِنَبْلُغُوا
أَشْدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مَن
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرْسَى الْأَرْضُ هَامِدَةً

قدرت کو) ظاہر کر دیں، اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک
مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، [۵] پھر
ہم تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں، پھر (تمہاری پرورش
کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، البتہ تم میں
سے بعض فوت ہو جاتے ہیں اور تم میں سے بعض
کو (بڑھاپے کی) ناکارہ ترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے
تاکہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد اب کچھ بھی نہ جانے،

[۵] جب مرد کے نطفہ سے کوئی ایک تخم عورت کے انڈے سے ملتا ہے تو اس ملاپ سے انسان کی تخلیق کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ تخم
کچھ عرصہ کے بعد معلق گاڑے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر گوشت کے لوٹھڑے میں بدل جاتا ہے، اس کے بعد جب وہ
انسانی شکل اختیار کرتا ہے تو تخم اور انڈے کے مختلف چیز کی وجہ سے کبھی تو بچے کے اعضاء کامل ہوتے ہیں اور وہ تندرست
انسان بنتا ہے اور کبھی اس کے اعضاء ناقص ہوتے ہیں اور وہ معذور انسان بنتا ہے۔ (تفسیر منبہ) ان تدریجی مراحل کے
ذریعہ ہم اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ تم سمجھ سکو کہ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک بے جان قطرہ سے خون پھر گوشت
اور پھر اس میں جان ڈال کر اسے زندہ انسان بنایا اسی طرح وہ مردہ انسان میں جان ڈال کر اسے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔
نیز ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرا کر ایک کامل بچے کی صورت میں پیدا کرتے ہیں اور جسے چاہتے
ہیں قبل از وقت گرا کر ضائع کر دیتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی
ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے
بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوٹھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار
باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے،
پھر اس میں روح پھونگی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ۶) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے
سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت
اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے
فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے
بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔ اس کے لئے مزید سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۶] انسان اس دنیا میں ایک کمزور بچے کی صورت میں آتا ہے جو اپنی جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے غیروں کا محتاج ہوتا ہے
اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کے جسمانی اعضا مضبوط اور اس کی ذہنی صلاحیتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں، پھر بعض تو بچپن

فَإِذَا أَنْزَلْنَاهَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَلْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝

[۶] اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کے خوشنما جوڑے اگاتی ہے۔ [۷]

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُخَيِّمُ الْمَوْتَى وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

۶۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بے شک وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلاشبہ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝

۷۔ اور بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ۝

۸۔ اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔

اور بڑھاپے کے درمیان فوت ہو جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے کی اس ناکارہ ترین عمر تک پہنچ جاتے ہیں جہاں اس کے جسمانی اعضا اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے بچپن کی طرح غیروں کا محتاج ہو جاتا ہے اور حافظہ بھی اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ اپنی معلومات بھی بھول جاتا ہے۔

[۷] اس آیت کے پہلے حصہ میں ماں کے پیٹ میں انسانی تخلیق کے مراحل کا ذکر کیا، دوسرے حصہ میں بچپن سے بڑھاپے تک کا ذکر کیا اور اب آخر میں روز قیامت دوبارہ زندہ ہونے کا بیان کیا جا رہا ہے یعنی جس طرح زمین خشک اور بخر ہوتی ہے، اس میں فصل اور سبزہ کا نام و نشان نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ اس بخر اور مردہ زمین پر پانی برسا کر اسے سرسبز یعنی زندہ کر دیتا ہے، اسی طرح جو انسان مر کر مٹی ہو چکے ہوتے ہیں اور ان میں زندگی کے کوئی آثار نہیں ہوتے، پھر اللہ تعالیٰ ان انسانوں کو صور کی آواز کے ذریعہ حکم دیتا ہے اور وہ زندہ ہو جاتے ہیں، لہذا قیامت کا آنا اور دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت ابو زین عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرا گزرا ایسی زمین سے ہوا جو غیر آباد اور بخر ہو اور پھر دوبارہ تیرا گزر ہوا تو وہ سرسبز و شاداب ہو؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا بھی اسی طرح ہوگا۔

(مسند احمد: حدیث نمبر ۱۵۷۶۱: جلد ۴: ص ۱۱)

ثَانِي عَظْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَهُ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
عَذَابَ الْحَرِيقِ ①

۹۔ وہ (تکبر سے) اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ
(لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کر دے، اس کے
لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم
اسے جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ [۸]

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ
بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ ②

۱۰۔ (اسے کہا جائے گا:) یہ تیرے ان کاموں کی سزا ہے
جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بے شک اللہ
تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۚ
فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ
أَصَابَتْهُ فَتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
الْمُبِينُ ③

۱۱۔ اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو کنارے پر
(کھڑا ہو کر) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر
اسے کوئی (دنیاوی) بھلائی پہنچے تو اس (دین) سے
مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش آجائے
تو فوراً (دین سے) منہ پھیر لیتا ہے، اس نے دنیا اور
آخرت میں نقصان اٹھایا، یہی تو کھلا نقصان ہے۔ [۹]

[۸] یہ آیات ابو جہل کے حق میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر کبیر) یعنی وہ علمی، عقلی اور کسی آسمانی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات و
صفات میں جھگڑا کرتا ہے اور جب کوئی عقلی اور نقلی جواب نہیں دے سکتا تو بجائے اس کے کہ وہ شرمندہ ہوا لٹا تکبر کے ساتھ
اکڑ کر چلتا ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں سرگرم رہتا ہے، لہذا وہ اس دنیا میں رسوا ہوگا، چنانچہ جنگ بدر میں ابو جہل کو
ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا اور قیامت کے دن جب اس کو دوزخ کی آگ میں پھینکا جائے گا تو اسے کہا جائے
گا کہ یہ تیرے اوپر ظلم نہیں ہو رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عادل ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ دراصل یہ تیرے ان برے کاموں کی
سزا ہے جو تو نے خود کئے تھے اور اگر تو نبی کریم ﷺ کی تکذیب نہ کرتا اور اچھے کام کرتا تو آج تجھے یہ عذاب نہ دیکھنا پڑتا
لہذا یہ تیری اپنی لگائی ہوئی فصل ہے جو تو آج کاٹ رہا ہے۔

[۹] ان آیات میں اس متذبذب مسلمان کی مثال بیان کی گئی ہے جو دین اسلام پر کامل یقین نہیں رکھتا بلکہ شک کے کنارے پر
کھڑا ہے، جب اسے کوئی دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ اسلام کی تعریف کرنے لگتا ہے اور جب اس پر کوئی آزمائش آجائے تو
اسلام سے منہ پھیر کر کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص دنیا میں مسلمانوں کے اعتماد سے محروم رہتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی
رحمت سے محروم رہتا ہے۔

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُ وَ مَا لَا
يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝

۱۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ اس کو
نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اسے نفع پہنچا سکتا ہے، یہی
تو انتہائی گمراہی ہے۔ [۱۰]

يَدْعُوا لِمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ
لَيْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَيْسَ الْعَشِيرُ ۝

۱۳۔ وہ اس کی عبادت کرتا ہے جس کی ضرر رسانی اس کی نفع
رسانی سے زیادہ قریب ہے، وہ بہت برا دوست اور
بہت برا ساتھی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝

۱۴۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ
انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں
رواں ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى
السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ
كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ۝

۱۵۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی دنیا
اور آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے
کہ بلندی کی طرف ایک رسی باندھ لے، پھر (اس
سے لٹک کر اسے) کاٹ دے، پھر دیکھے کیا اس کی
(خودکشی کی) تدبیر اس کے غصہ کو دور کرتی ہے؟ [۱۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ ایک شخص مدینہ آتا، اگر اس کی بیوی کے ہاں
لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل میں اضافہ ہوتا تو وہ کہتا: یہ اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے ہاں اولاد نہ ہوتی
اور اس کے گھوڑوں کی نسل میں اضافہ نہ ہوتا تو وہ کہتا: یہ برا دین ہے۔

(بخاری: ۴۷۲۲: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الحج: باب ۲)

[۱۰] قادر مطلق اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی جائے وہ کسی نفع یا نقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہے۔ پھر بھی جو شخص اس
باطل معبود سے کسی نفع کی امید رکھتا ہے تو وہ انتہائی گمراہ ہے کیونکہ اس کی نفع رسانی تو ایک خیالی اور بہت دور کی بات ہے
البتہ اس کی ضرر رسانی بالکل قریب اور واضح ہے یعنی دنیا میں مال غنیمت سے محروم اور آخرت میں جنت سے محروم۔ نیز
قیامت کے دن جب وہ اپنے باطل معبود کو اپنے ساتھ جہنم میں جلتا دیکھے گا تو پکاراٹھے گا: تو کیسا برا دوست اور ساتھی ہے، خود
بھی جہنم میں پڑا ہے اور مجھے بھی کھینچ لایا ہے۔

[۱۱] امام رازی نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حاسدین اور دشمنوں کو یہ توقع تھی کہ اللہ تعالیٰ

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝

۱۶۔ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو واضح دلائل کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ [۱۲]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِّينَ وَالنَّصْرَىٰ وَالْبَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

۱۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور عیسائی اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے، یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ [۱۳]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ

۱۸۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور

آپ کی مدد نہیں کرے گا اور آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ نہیں دے گا اور جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کا سلسلہ شروع کر دیا ہے تو وہ غیظ و غضب میں جلنے لگے۔ (تفسیر کبیر) اب اگر ان میں سے ہر ایک اپنے اس غم و غصہ سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی بلند جگہ پر لٹک کر خودکشی کر لے، اس طرح اعتقاد زندگی کے ساتھ اس کا غیظ و غضب بھی ختم ہو جائے گا اور اگر وہ زندہ رہا تو نبی کریم ﷺ کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقیاں دیکھ کر اپنے غیظ و غضب میں جلتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو واضح دلائل کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا مستحق وہ قرار پاتا ہے جو اس کو راضی کرنے کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے۔ اس مفہوم کو ایک اور آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: اور جو لوگ ہماری رضا جوئی کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (قرآن: ۲۹: ۶۹)

[۱۳] آج تو مسلمان، یہود، ستارہ پرست، عیسائی، آتش پرست اور مشرکین میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دوسرے سارے باطل پر ہیں۔ قرآن و حدیث میں اسلام کی سچائی کے واضح دلائل موجود ہیں اس کے باوجود جو لوگ ان دلائل میں غور و فکر کر کے اسلام قبول نہیں کرتے۔ قیامت کے دن جب ان کی سزاؤں کا فیصلہ ہوگا تو ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ برحق مذہب صرف اسلام ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ کوئی سنی سنائی باتوں پر نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ہر چیز کا عینی شاہد ہے۔

چوپائے اور بہت سے انسان، [۱۴] اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ [۱۵]

وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ وَالْجِبَالِ وَالشَّجَرِ
وَالْوَاقِ وَآبُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ
حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ
مِنْ مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝

۱۹۔ یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، [۱۶] پس جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آتش

هَٰذِهِ خَصْمَتَانِ اِخْتَصِمَا فِي رَأْيِهِمَا
فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ

[۱۴] محاس نے کہا: لغت میں سجدہ کرنے کا اصل معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔ (تفسیر قرطبی: سورة الرحمن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶)

لفوی معنی کے اعتبار سے زمین و آسمان کی ہر چیز کے سجدے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے اور اس کے لئے جو ضابطہ بنا دیا گیا ہے وہ اس سے تجاوز نہیں کرتی۔

اور اگر سجدے کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے جیسے ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے انداز کے مطابق سجدہ کرتی ہو لیکن ہم اس کے سجدہ کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، جیسے زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

[۱۵] انسانوں کی دو قسمیں ہیں، بہت سے انسان وہ ہیں جو احکام الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور عبادت الہی میں اپنے جسمانی سر کو زمین پر رکھ کر اس کی عظمت و کبریائی کے گیت گاتے ہیں۔ ایسے فرماں بردار انسانوں کو اللہ تعالیٰ عزت و وقار کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا لیکن جو احکام الہی کو تسلیم نہیں کرتے اور عبادت الہی میں سجدہ بھی نہیں کرتے ایسے نافرمان انسانوں کے لئے عذاب مقرر ہو چکا ہے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر جہنم رسید ہوں گے۔ انسانوں کی طرح جنات کی بھی دو قسمیں ہیں کیونکہ ان میں بھی بعض مومن اور بعض کافر ہیں۔

[۱۶] یہ دونوں فریق کون تھے؟ بعض مفسرین کہتے ہیں: ایک فریق مسلمان ہیں اور دوسرا فریق جملہ غیر مسلم یعنی یہود، نصاریٰ، ستارہ پرست، مجوسی یا مشرکین ہیں جن کے ساتھ اکثر اسلامی تعلیمات کے بارے میں بحث و مباحثہ چلتا رہتا تھا، لیکن امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کے سب سے آخر میں جو حدیث بیان کی ہے اس میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان دو فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دی۔ (اسلام کی طرف سے) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اور (کفر کی طرف سے) عتبہ، شیبہ اور ولید تھے۔ (مسلم: کتاب التفسیر: باب ۷)

ثَابِتٌ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴿١٦﴾

(جہنم) کے پڑے کاٹ (کرتیا کر) دیئے گئے ہیں،
ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔ [۱۷]

يُصْهِرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿١٧﴾

۲۰۔ جس سے جو کچھ ان کے شکموں میں ہے گل جائے گا
اور (ان کی) کھالیں (بھی جل جائیں گی)۔

وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ ﴿١٨﴾

۲۱۔ اور ان (کو مارنے) کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔
۲۲۔ جب بھی وہ شدت تکلیف سے اس آگ سے نکلنے کا
ارادہ کریں گے تو انہیں پھر اسی آگ میں لوٹا دیا
جائے گا اور (ان سے کہا جائے گا:) جلتی ہوئی آگ
کا عذاب چکھو۔

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿١٩﴾

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
يُحَلَّلُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ
لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٠﴾

۲۳۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ
تعالیٰ انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے
نیچے نہریں رواں ہیں، ان جنتوں میں انہیں سونے
کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور وہاں ان کا
لباس ریشم ہوگا۔ [۱۸]

[۱۷] ان چار آیات (۲۲ تا ۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کی تین قسم کی سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ انہیں آگ کے پڑے پہنائے جائیں گے یعنی جس طرح لباس انسان کے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح جہنم کی آگ
ان کے پورے جسم کو چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

۲۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا شدید گرم پانی انڈیلا جائے گا جس سے نہ صرف ان کی کھالیں بلکہ ان کے شکموں کے اندر بھی
سب کچھ گل سڑ جائے گا۔

۳۔ ان کے سروں کو کچلنے کے لئے لوہے کے گرز استعمال ہوں گے اور شدت تکلیف سے جب وہ آگ سے باہر نکلنے کی کوشش
کریں گے تو انہیں پھر اسی آگ میں لوٹا دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: اب تمہارا مستقل ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

[۱۸] اس دنیا میں سونے کے کنگن، موتی اور ریشم کا لباس صرف عورتیں پہن سکتی ہیں مردوں کے لئے جائز نہیں ہے لیکن جنت میں
مردوں کو بھی سونا اور ریشم پہنایا جائے گا۔

وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝
وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝

۲۴۔ اور انہیں (دنیا میں) پاکیزہ قول کی طرف ہدایت کی گئی
اور انہیں تعریف کئے گئے (اللہ تعالیٰ) کا راستہ
دکھایا گیا۔ [۱۹]

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ
لِلنَّاسِ سَوَآءٍ ۖ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ
مَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ
عَذَابِ أَلِيمٍ ۝

۲۵۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ
سے اور اس مسجد حرام سے روکتے ہیں جس کو ہم نے
سب لوگوں کے لئے یکساں بنایا ہے خواہ وہ وہاں
کارہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا ہو، اور جو اس
مسجد میں ناحق زیادتی کا ارادہ کرے گا تو ہم اسے
دردناک عذاب چکھائیں گے۔ [۲۰]

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا
تُشْرِكْ بِي شَيْئًا ۚ وَطَهَّرَ بَيْتِي لِّلطَّائِفِينَ ۚ

۲۶۔ اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ
بنانے کی جگہ مقرر کر دی [۲۱] (اور حکم دیا) کہ میرے

[۱۹] اہل ایمان کے جنت میں جانے اور اس کی نعمتوں سے مستفیض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں انہیں توحید کے پاکیزہ کلمہ اور
اسلام کے پسندیدہ راستہ کی طرف رہنمائی کی گئی تو وہ دل کی گہرائی سے توحید پر ایمان لائے اور پورے خلوص کے ساتھ
اسلام کے سنہری اصولوں پر کاربند رہے۔

[۲۰] مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے سال (چھ ہجری میں) جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مسجد حرام میں داخل ہونے اور عمرہ
کرنے سے روک دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر) یعنی جو کفار کو اسلام لانے سے
اور مسلمانوں کو مسجد حرام کی زیارت سے روکتے ہیں حالانکہ مسجد حرام میں مقامی یا مسافر لوگوں کو آنے کا یکساں حق حاصل
ہے اور جو مسجد حرام میں ناحق زیادتی کا ارادہ کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ گناہ ہر جگہ معیوب ہے
لیکن مسجد حرام میں گناہ معیوب ہے، ایک تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسری مسجد حرام کی توہین۔

[۲۱] حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد
بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں
نے پھر پوچھا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال۔

(صحیح بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مسجد اقصیٰ کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام کے

الْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ ۝

ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھنا۔ [۲۲]

وَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا
وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ
عَمِيقٍ ۝

۲۷۔ اور تم لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کر دو، وہ تمہارے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے۔ [۲۳]

کوئی فرزند تھے۔ طوفانِ نوح علیہ السلام میں بیت اللہ کی عمارت شہید ہو گئی اور اس کے نشانات مٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ کی نشاندہی فرمائی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی۔ اسی طرح طوفانِ نوح علیہ السلام میں مسجد اقصیٰ بھی شہید ہو گئی اور اس کی دوبارہ تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔

[۲۲] بیت اللہ کو پاک و صاف رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمارت گرد و غبار سے اور اس کی فضا کفر و شرک سے پاک ہوتا کہ عبادت کرنے والے کے دل و نگاہ، دونوں کو سکون ملے اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک صاف رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ نیز مساجد کے متولی صالح اور متقی لوگ ہونے چاہئیں۔

[۲۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہیں حکم ملا: تم لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کرو، اس آواز کو پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ آپ جبل ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس گھر کا حج کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ حج کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت سے سرفراز فرمائے اور آگ کے عذاب سے بچائے، لہذا تم حج کرو۔ چنانچہ جو روہیں ابھی مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں میں تھیں وہ بھی پکار اٹھیں: لیکن اللہم لیکن اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔ (صفوة التفاسیر) مجاہد بیان کرتے ہیں جس نے بھی حج کیا ہے یا کرے گا اس نے اس آواز کو سنا اور جس نے جتنی بار جواب دیا اسے اتنی بار حج نصیب ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

آج کل تو بحری اور ہوائی جہازوں کی وجہ سے سفر آسان ہو گئے ہیں مگر قدیم دور میں لمبے سفر قافلوں کی صورت میں پیدل اور اونٹوں کے ذریعہ ہوتے تھے اور مسلسل سفر کی وجہ سے اونٹ بھی کمزور اور دبلے ہو جاتے تھے۔ بہر حال قدیم دور کی سادہ زندگی اور سادہ سواری ہو یا جدید دور کی مصروف زندگی اور تیز رفتار سواری ہو، بیت اللہ کی زیارت کرنے والوں کی تعداد ہمیشہ سے ترقی پذیر ہے۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ
فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ
بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا
أَمْرَ الْفَقِيرِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ تاکہ وہ اپنے فوائد کے لئے (یہاں) حاضر ہوں، [۲۲]
اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں پر جو اللہ
تعالیٰ نے انہیں دیئے ہیں (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ
کا نام لیں، پس تم ان (کے گوشت) سے خود بھی کھاؤ
اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ۔ [۲۵]

[۲۲] حج کا اصل فائدہ اور بنیادی مقصد تو اپنے گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کرے اور حج کے دوران نہ کوئی فحش کلامی کرے اور نہ ہی نافرمانی کا مرتکب ہو، وہ حج سے لوٹنے پر گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (بخاری: کتاب الحج: باب ۴)

حج کے عظیم الشان اجتماع سے دینی فوائد کے علاوہ بہت سے دنیاوی منافع بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اگر مسلمان حکمران ہر سال حج کا التزام کریں تو یہ دنیائے اسلام کی ایک سالانہ عالمی سربراہ کانفرنس کا درجہ بھی اختیار کر سکتی ہے تاکہ وہ اس موقع پر سر جوڑ کر بیٹھیں اور عالم اسلام کو درپیش تمام مسائل پر غور و فکر کریں، جیسا کہ خلفائے راشدین کے دور میں حج کے موقع پر دنیائے اسلام کے تمام صوبوں کے گورنر اور دیگر اعلیٰ حکام مکہ میں جمع ہوتے اور ہر صوبے کے حالات پر مشورے کرتے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعد میں مسلمانوں نے حج کی اس عالمی اہمیت کو فراموش کر دیا۔

[۲۵] قربانی کے ایام

قربانی کے تین دن ہیں یعنی دس، گیارہ، اور بارہ ذوالحجۃ، البتہ پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔

(قدوری، جوہرۃ)

قربانی کے جانور

جانوروں کی تین اجناس کی قربانی جائز ہے یعنی بھیڑ بکری، گائے بھینس اور اونٹ۔ ان تینوں اجناس میں ان کے مذکر اور مؤنث جانور شامل ہیں۔ گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

(ابوداؤد: ۲۸۰۸/۲۸۰۹)

قربانی کا حکم

مسلمان مرد ہو یا عورت جب وہ آزاد، مقیم اور قربانی دینے کی استطاعت رکھتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

(ابن ماجہ: ۳۱۲۳: ابواب الاضاحی: باب ۲)

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْتُوا نَذْرَهُمْ وَ

۲۹۔ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں [۲۶] اور

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں دس سال رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

(ترمذی: ۱۵۰۷؛ ابواب الاضاحی: باب ۱۱)

۳۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر لیا اس نے اپنی ذات کے لئے ذبح کیا (لہذا وہ دوبارہ قربانی کرے) اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔

(بخاری: کتاب الاضاحی: باب ۱)

ایک قربانی وہ ہے جو حج کرنے والے حرم میں کرتے ہیں اور وہ عید الاضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے لیکن مذکورہ حدیث میں جس قربانی کا ذکر ہے یہ وہ قربانی ہے جو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد تمام دنیا کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں کرتے ہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کیونکہ آپ نے مدینہ میں ہر سال عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد یہ قربانی کی ہے۔

قربانی کی فضیلت

۱۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس ذوالحجۃ کے دن آدمی کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو بارگاہ خداوندی میں خون بہانے (جانور ذبح کرنے) سے زیادہ محبوب ہو کیونکہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئے گا (یعنی قربانی کرنے والے کی نیکیوں میں ان چیزوں کا شمار ہوگا) اور قربانی کے جانور کا خون ابھی زمین پر گرنے بھی نہیں پاتا کہ بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، اس لئے (اے مسلمانو!) خوش دلی سے قربانیاں دیا کرو۔

(ابن ماجہ: ابواب الاضاحی: باب ۳)

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے ان میں کتنا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جانور کے ہر بال کے بدلے میں تمہیں ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ عرض کیا: اون کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اون کے ہر بال پر بھی ایک نیکی کا ثواب عطا ہوگا۔

(ابن ماجہ: ابواب الاضاحی: باب ۳)

قربانی کا گوشت

مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ گھروالے کھائیں، ایک حصہ صدقہ کر دیں اور ایک حصہ اپنے دوست احباب میں تقسیم کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قربانی کا گوشت) کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔

(مسلم: کتاب الاضاحی: باب ۵)

[۲۶] احرام باندھنے کے بعد حاجی کے لئے بال کاٹنا، ناخن تراشنا، خوشبو لگانا اور بلا ضرورت غسل کرنا ممنوع ہو جاتا ہے۔ حج کرنے والے خواتین و حضرات آٹھویں ذوالحجۃ کو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھتے ہیں اور آٹھ، نو اور دس ذوالحجۃ تک یعنی تینوں دن مسلسل سفر میں رہتے ہیں، دھوپ، گرمی، پسینہ اور گرد و غبار کی وجہ سے جسم پر میل کچیل جم جاتا ہے، لہذا

لَيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٧﴾

اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔ [۲۷]

ذَلِكَ وَمَنْ يُعِظْمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ
لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَأُحِلَّتْ لَكُمْ الْاَنْعَامُ اِلَّا
مَا يُثَلَّى عَلَيْكُمْ فَاَجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ
الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٢٨﴾

۳۰۔ یہی حکم ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے، [۲۸] اور تمہارے لئے چوپائے حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جن کی ممانعت تمہیں پڑھ کر سنائی گئی ہے، [۲۹] پس تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو۔ [۳۰]

ارشاد ہوتا ہے کہ دسویں ذوالحجۃ کو جانور ذبح کرنے کے بعد احرام کھول دو، حجامت بناؤ، غسل کر کے میل کچیل دور کرو اور خوشبو لگاؤ اور اگر کوئی نذر مانی ہوئی تھی مثلاً اگر اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے نوازا تو شکرانے کے طور پر بارہ نفل ادا کریں گے وغیرہ تو وہ اپنی نذر پوری کریں اور بقیہ مناسک حج ادا کرنے میں سرگرم رہیں۔

[۲۷] قدیم گھر سے مراد بیت اللہ ہے۔ اس طواف سے مراد طواف زیارت ہے اور یہ حج کا رکن اور فرض ہے۔ یہ طواف دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذوالحجۃ کو کیا جاسکتا ہے۔

[۲۸] عام طور پر محترم چیزوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام، مقدس مقامات اور متقی لوگ ہیں لیکن اس آیت میں محترم چیزوں سے مراد حج کے مخصوص اعمال اور مخصوص مقامات ہیں، مثلاً بیت اللہ اور اس کا طواف، صفا و مردہ اور ان کے درمیان سعی، منی و عرفات اور ان میں قیام، قربانی کے جانور اور ان کا ذبح کرنا، ان سب اعمال کو پورے آداب سے ادا کرنا اور ان مقدس مقامات کا احترام کرنا، حج کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے آخرت میں بہتر اجر کا موجب ہے۔

[۲۹] مشرکین عرب نے اپنے باطل عقائد کی وجہ سے کئی مویشی اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ۔ یہاں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ جانور تمہارے لئے حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کی حرمت قرآن و حدیث میں بیان کر دی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیات نمبر ایک اور تین کے حاشیہ جات نمبر دو اور نو ملاحظہ کریں۔

[۳۰] بتوں کی نجاست سے مراد غیر خدا کی عبادت ہے اور جھوٹی بات سے مراد اگرچہ ہر قسم کی جھوٹی بات ہو سکتی ہے مگر یہاں کافروں کی مشرکانہ باتیں مراد ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے، مثلاً فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، بحیرہ اور سائبہ کا کھانا حرام ہے وغیرہ، لہذا مسلمانوں کو ہر قسم کے مشرکانہ افعال اور مشرکانہ باتوں سے اجتناب لازم ہے۔

حُفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهٖ الرِّيحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝

۳۱۔ ہر باطل سے الگ صرف اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے، [۳۱] اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا ہوا اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے۔ [۳۲]

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ يُعْظَمْ شَعًا بِرِ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ ۝

۳۲۔ حقیقت یہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔ [۳۳]

[۳۱] ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی توحید پر ثابت قدم رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

[۳۲] شرک کرنے والے کی مثال ایسی ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر فضا میں شکاری پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا اور اگر وہ پرندوں کے شکار سے بچ گیا تو پھر ہوانے اس کو کسی دور جگہ پر اس زور سے پھینکا کہ اس کے جسم کے پر بچے اڑ گئے۔ مرنے کے بعد برے شخص کی روح کو اسی طرح ذلیل و خوار کر کے آسمان کی بلندی سے قبر کی پستی میں پھینک دیا جائے گا جیسا کہ ایک حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے جب کسی نیک شخص کی روح قبض کرتے ہیں تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارت دے کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ آسمان والے فرشتے اس کے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس کو خوش آمدید کہتے ہیں حتیٰ کہ وہ پاکیزہ روح اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کے برعکس فرشتے جب کسی برے شخص کی روح قبض کرتے ہیں تو اسے دوزخ کی وعید سن کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ آسمان والے فرشتے اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے اور اس کی مذمت کرتے ہیں حتیٰ کہ اس غبیث روح کو ذلیل و خوار کر کے قبر کی پستی میں پھینک دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ: ۴۲۶۲؛ ابواب الزہد: باب ۳۱)

[۳۳] قرآن مجید میں صفا و مردہ کی پہاڑیوں (قرآن: ۱۵۸:۲) اور قربانی کے جانوروں (قرآن: ۳۶:۲۲) کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کہا گیا ہے اور ان کی تعظیم کی ترغیب دی گئی ہے اور اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے یہ تعظیم کرنا اس کے دل کے متقی ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے برعکس جو شخص دانستہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم نہیں کرتا بلکہ ان کی ہتک کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نشانیاں ہیں یعنی صفا و مردہ، قربانی کے جانور، منیٰ و عرفات، بیت اللہ اور دیگر مساجد، اعیانہ و اولیاء کے

۳۳۔ تمہارے لئے ان (قربانی کے جانوروں) میں ایک معین مدت تک فوائد ہیں، [۳۴] پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام قدیم گھر (بیت اللہ) کے قریب ہے۔ [۳۵]

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَىٰ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۖ

۳۴۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ جو بے زبان جانور اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ ۖ

مزارات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات کا صندوق وغیرہ کی تعظیم کرنا دل کے متقی ہونے کی علامت ہے، اس کو شرک کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے عبادت اور تعظیم کے فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیات نمبر ۱۵۸ اور ۲۳۸ کے حواشی ملاحظہ کریں۔

[۳۴] حج یا عمرہ کرنے والا جس جانور کو حرم میں ذبح کرنے کی نیت سے اپنے ساتھ لے جائے اسے عہدی یعنی قربانی کا جانور کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں سواری اور دودھ وغیرہ کے فوائد رکھے ہیں ان سے استفادہ کرنا انسان کا حق ہے لیکن جس جانور کو عہدی کے لئے نامزد کر دیا جائے اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ جب وہ جانور اللہ تعالیٰ کے لئے خالص طور پر نامزد کر دیا گیا تو اس سے ذاتی فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ اب وہ جانور اللہ تعالیٰ کی نشانی بن گیا ہے جس کی تعظیم لازم ہے اور اس پر سوار ہونے یا اس پر بوجھ لادنے سے اس جانور کو تکلیف پہنچنے یا اس کے موٹاپے میں کمی ہونے کا خطرہ ہے جو اس کی تعظیم کے خلاف ہے، جیسا کہ مجاہد نے کہا: اونٹ یا اونٹنی کو جب عہدی کے لئے نامزد کر دیا جائے تو اس کا دودھ پینے یا اس پر سوار ہونے کے سب فوائد اور حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) لیکن مجبوری کے وقت عہدی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے مثلاً ایک فحش قربانی کا اونٹ لے کر حرم کی طرف جا رہا ہے اور خود پیدل چل رہا ہے، سواری کے لئے کوئی اور جانور اس کے پاس نہیں اور پیدل چلنا اس پر مشکل ہو جائے تو اس مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے وہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہو سکتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کے اونٹ یا اونٹنی پر سوار ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم مجبوری کی حالت میں اس پر سوار ہو سکتے ہو حتیٰ کہ تمہیں کوئی سواری مل جائے۔ (مسلم: ۱۳۲۳: کتاب الحج: باب ۶۵)

[۳۵] عہدی کے جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے قریب ہے اور اس سے مراد سارا حرم مکہ ہے خواہ منیٰ میں ذبح کئے جائیں یا مکہ کی کسی اور جگہ پر۔ (تفسیر روح المعانی) الغرض عہدی کو حدود حرم کے اندر ذبح کرنا ضروری ہے، حدود حرم سے باہر ذبح کرنا جائز نہیں۔ عہدی کے علاوہ مالدار لوگوں پر جو قربانی واجب ہے وہ ہر جگہ ہو سکتی ہے، اس کے لئے حدود حرم میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے، جیسے ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں قربانی ذبح کرتے ہیں۔

قَالَهُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ
الْمُخْبِتِينَ ۝

لیں، پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اسی کی فرماں
برداری کرو، [۳۶] اور (اے حبیب مصلیٰ!) عاجزی
کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمُ وَالْبُقِيَّةِ
الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝

۳۵۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان
کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو مصیبتیں انہیں پہنچتی ہیں
ان پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ
ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے
ہیں۔ [۳۷]

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا
خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا
مِنْهَا وَاطْعَمُوا الْقَانِئَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَلِكَ
سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

۳۶۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ
کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے ان میں تمہارے لئے
بھلائی ہے، پس تم (انہیں نحر کے وقت) ایک پاؤں ران
کے ساتھ باندھ کر اور تین پاؤں پر کھڑا کر کے ان پر اللہ
تعالیٰ کا نام لو، پھر جب وہ پہلو کے بل زمین پر گر جائیں تو
ان میں سے خود بھی کھاؤ، اور قناعت کرنے والے محتاج
اور سوال کرنے والے محتاج کو بھی کھلاؤ۔ [۳۸] اس
طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے

[۳۶] اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قربانی کا حکم کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ سلسلہ پہلی امتوں میں بھی جاری تھا اور انہیں بھی یہی
حکم تھا کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیں کیونکہ عبادت کے لائق صرف ایک ہی خدا ہے اور اسی کی فرماں
برداری لازم ہے۔

[۳۷] گزشتہ آیت کے آخر میں جن عاجزی کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے اس آیت میں ان کی چار صفات بیان
کی گئی ہیں یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو جلال الہی کے ڈر سے ان کے دل کاٹنے لگتے ہیں، ان پر
مصائب آئیں تو گھبراتے نہیں بلکہ صبر کرتے ہیں، نماز قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے کچھ حصہ نیک
کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

[۳۸] قربانی کے اونٹ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، ان میں تمہارے لئے دنیوی اور اخروی بھلائی ہے۔ دنیا میں تم ان

تاکہ تم شکر ادا کرو۔ [۳۹]

۳۔ اللہ تعالیٰ کو ان جانوروں کے گوشت اور ان کے خون ہرگز نہیں پہنچتے بلکہ اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، [۴۰] اس طرح اس نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، [۴۱] اور (اے حبیب مصلیٰ ﷺ!) نیکی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ
يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ
لِتَشْكُرُوا ۚ اللَّهُ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۚ وَبَشِّرِ
الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۰﴾

کا گوشت کھاؤ گے اور آخرت میں یہ تمہارے لئے نجات کا سبب بنیں گے۔ ان کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا آگے والا بایاں پاؤں ران کے ساتھ باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر دو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے گلے میں نیزہ مارو جس سے اس کا خون نکلے گا اور جب وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑے تو پھر اس کا گوشت کاٹ کر خود بھی کھاؤ اور مانگنے والے اور نہ مانگنے والے ہر قسم کے فقیروں اور محتاجوں کو بھی اس کا گوشت پیش کرو۔

[۳۹] اونٹ جیسے طویل اور جسیم جانور کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے تابع کر دیا ہے، لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

[۴۰] ان الفاظ میں قربانی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت نہیں پہنچتا، یہ تو انسان ہی کھا جاتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے دل کا تقویٰ پہنچتا ہے کہ تم نے کتنے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ جس انسان کے نیک اعمال میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اس کا اتنا ہی زیادہ اجر ہوگا۔

قربانی کے علاوہ دوسری عبادات کا بھی یہی فلسفہ ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز کی حرکات اور روزہ کی بھوک اور پیاس نہیں پہنچتیں بلکہ اس کے ہاں تمہارے دل کا تقویٰ پہنچتا ہے کہ تم نے کتنے اخلاص کے ساتھ نماز اور روزہ کے احکام پر عمل کیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم: ۲۵۶۳: کتاب البی: باب ۱۰)

۲۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (بخاری: بدء الوحی: باب ۱)

اس آیت سے اشارہ معلوم ہوا کہ اگر کسی مرحوم کو کھانے کا ثواب بخشا جائے تو اس تک اصل کھانا نہیں پہنچتا بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے اور یہی اصل مقصود ہے۔

[۴۱] اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جانوروں کو تمہارے تابع کر دیا ہے اور تمہیں ان پر غالب آنے کی صلاحیت اور ہدایت عطا

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝

لَا يُحِبُّ

۳۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے،
بے شک اللہ تعالیٰ کسی خیانت کرنے والے اور ناشکرے
کو پسند نہیں کرتا۔ [۴۲]

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَتِّلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظُلُمًا ۚ
وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝

۳۹۔ ان لوگوں کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی جن کے
خلاف جنگ کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے،
اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ [۴۳]

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ
النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتَّ مَثَاصِمْ وَ

۴۰۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے
صرف اس بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ
ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں
کے ذریعہ نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کی) خانقاہیں اور

فرمائی ہے، لہذا اس برتری پر تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور جب ان جانوروں کو ذبح کرنے لگو تو ان کو اللہ تعالیٰ کا نام
لے کر ذبح کیا کرو۔

[۴۲] ہجرت کے چھٹے سال نبی کریم ﷺ اور چودہ سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ جا رہے تھے تو
کفار مکہ نے مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور انہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کر دیا جس کا ذکر آیت نمبر
۲۵ میں گزر چکا ہے۔ مسلمانوں کو بظاہر اس سے بڑی تکلیف ہوئی، اس آیت میں اہل ایمان کو خوش خبری سنائی گئی کہ اللہ
تعالیٰ اہل ایمان کی مدافعت فرمائے گا اور مکہ کے خائن اور ناشکرے کفار کا مکہ پر غلبہ ختم کر دے گا۔ چنانچہ دو ہی سال بعد
ہجرت کے آٹھویں سال کفار مکہ کو ایسی شکست ہوئی کہ سارے مکہ پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

[۴۳] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے جب اعلان فرمایا کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے تو سینکڑوں خداؤں کی
پرستش کرنے والے کفار مکہ نے مسلمانوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب زخمی حالت میں نبی کریم ﷺ کے
پاس آتے اور کفار سے بدلہ لینے کی اجازت مانگتے تو آپ ﷺ فرماتے: صبر کرو، مجھے ابھی قتال کی اجازت نہیں ملی۔ کفار
نے جب مظالم کی انتہا کر دی تو مسلمان اپنے گھروں کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن کفار مکہ نے وہاں بھی
انہیں تنگ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں پہلی بار مسلمانوں کو قتال کی اجازت دی گئی ہے۔ (صفوۃ
التفاسیر) تاکہ وہ اپنے دفاع کے لئے طاقت کا استعمال کر سکیں اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ اگرچہ اس وقت مسلمانوں کی
تعداد کفار کے مقابلہ میں تھوڑی ہے مگر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد فرمائے گا۔

يَبِيحُ وَصَلَاتُكَ وَ مَسْجِدُكَ يُدْكَرُ فِيهَا اسْمُ
اللّٰهِ كَثِيرًا ۖ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنْصُرُهُ ۗ
اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

(عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت
خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کے نام
کا ذکر کیا جاتا ہے ان سب کو منہدم کر دیا جاتا، [۴۴]
اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ
تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا، [۴۵] بے شک اللہ
تعالیٰ قوت والا (اور) غالب ہے۔

الَّذِينَ اِنْ مَكَنْتُهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَآمَرُوْا بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَوُا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاللّٰهُ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ۝

۴۱۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا
فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی
کا حکم کریں اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا
انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ [۴۶]

[۴۴] اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب کوئی ظالم قوم ظلم و ستم کی انتہا کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کے ذریعہ اس کے مظالم
کا خاتمہ کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا زمین پر خاص فضل ہے کیونکہ اگر ایک ہی سرکش قوم ہمیشہ برسر اقتدار رہتی تو وہ نہ صرف
یہ کہ کمزور قوموں پر ظلم کرتی بلکہ ان کے عبادت خانوں کو بھی مسمار کر دیتی۔ اگر اللہ تعالیٰ اہل حق یعنی توحید پرست لوگوں کو
جہاد کی اجازت نہ دیتا اور پہلی امتیں سرکش قوموں کے خلاف جہاد نہ کرتیں تو کسی مذہب کی عبادت گاہیں سلامت نہ رہتیں، نہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی عبادت گاہیں قائم رہتیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے عبادت خانے
سلامت رہتے۔

[۴۵] جو لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بدد فرماتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں صرف
۳۱۳ نبیہ مسلمانوں نے اسلحہ سے لیس ایک ہزار افراد کے لشکر کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ آج پھر ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر
اصحاب بدر علیہم السلام کا سا اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

[۴۶] سچے اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں کسی ملک کا اقتدار عطا فرماتا ہے تو وہ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے،
نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا نظام قائم کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور اس کے بعد تمام کاموں کا انجام اللہ
تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں کیونکہ قوت و غلبہ کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے لیکن محققین کے نزدیک

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ
نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ۝

۲۲۔ اور اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا تھا۔

وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ۝

۲۳۔ اور قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام نے بھی۔

وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ مُوسَى فَأَمَلَيْتُ
لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
نَكِيرِ ۝

۲۴۔ اور مدین کے رہنے والوں نے (بھی جھٹلایا تھا) اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا، پس میں نے کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ [۲۷]

فَكَأَيُّ مَن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ
فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْسَ مَعْطَلَةٌ وَ
قَصْرٌ مَّشِيدٌ ۝

۲۵۔ پس کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کر دیا کیونکہ وہ ظالم تھیں، سو وہ اپنی چھتوں کے بل گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار پڑے ہیں اور کتنے ہی مضبوط محل (ویران پڑے ہیں)۔ [۲۸]

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ
قُلُوبٌ يَّعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَّسْمَعُونَ

۲۶۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ (ان) کھنڈرات کو دیکھ کر (ان کے دل ایسے ہو جاتے جن

اس سے مراد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے اسلامی نظام کو اس زمین پر نافذ کر کے عملی مثال قائم کی۔ (احکام القرآن للجصاص، تفسیر قرطبی) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد بھی کئی نیک اور عادل حکمران آئے لیکن خیر و فلاح کا جو نظام خلافت راشدہ میں قائم ہوا تھا بعد میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

[۲۷] ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ پہلی قومیں بھی اپنے رسولوں کو جھٹلاتی رہی ہیں اور میں انہیں مہلت دیتا رہا، پھر جب مہلت کا وقت ختم ہو گیا تو ان پر ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اسی طرح اگر کفار مکہ نے اللہ تعالیٰ کی اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو چونکہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور آپ کی موجودگی میں ان پر پہلی قوموں جیسا عذاب آپ کی شان رحمت کے خلاف ہے مگر بہت جلد مکہ سے ان کا غلبہ ختم ہو جائے گا اور لوگ جو درجہ حق اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

[۲۸] تاریخ شاہد ہے جن ظالم قوموں نے اللہ تعالیٰ کی مہلت سے استفادہ نہ کیا اور ان پر عذاب کا وقت آ گیا تو پھر ان کی بستیاں چھتوں کے بل زمین بوس ہو گئیں اور ان کے کنویں اور محلات برباد ہو گئے۔

بِهَاءٍ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى إِلَّا بَصَارُ الَّذِينَ تَعْمَى
الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝

سے وہ سمجھ سکتے یا کان ایسے ہو جاتے جن سے وہ سن
سکتے، درحقیقت (ایسے لوگوں کی) آنکھیں اندھی نہیں
ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو (ان کے)
سینوں میں ہیں۔ [۴۹]

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ
اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ
كَأَنَّ سَنَةً مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝

۴۷۔ اور وہ آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللہ
تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا،
اور بے شک آپ کے رب کے ہاں ایک دن تمہاری گنتی
کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی طرح ہے۔ [۵۰]

وَكَايِنٍ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ
لَّهُمْ أَخَذْنَا نَارَهَا وَارْتَاكِفْنَا بِالْمَصِيرِ ۝

۴۸۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی حالانکہ
وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور (سب کو)
میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ [۵۱]

[۴۹] کیا اہل مکہ نے اپنے سفروں کے دوران گزشتہ ظالم قوموں کے کھنڈرات نہیں دیکھے یا ان کی تباہی کے واقعات نہیں سنے
تاکہ وہ ظلم کے انجام کو سمجھ سکتے لیکن ظالم لوگ دیکھتے تو سب کچھ ہیں، ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں درحقیقت ان کے دل
اندھے ہوتے ہیں اور وہ واقعات میں غور و فکر کر کے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

[۵۰] مشرکین مکہ کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر وہ غلط ہیں تو پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ اس آیت میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تم پر عذاب آ کر رہے گا مگر قوموں کے عروج و زوال کی منزلیں دنوں اور مہینوں میں طے نہیں ہوتیں بلکہ
اس کے لئے صدیاں درکار ہوتیں ہیں۔ اس کی ایک اور تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس دنیا میں ان پر جنگ بدر کی صورت میں
عذاب آ چکا ہے جس میں صرف تین سو تیرہ نئے مسلمانوں نے کفار کے ایک ہزار کے لشکر کو شکست فاش سے دو چار کر دیا، ان
کے ستر افراد مارے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے اور آخرت میں ان پر ایسا عذاب نازل ہوگا کہ وہ ایک دن انہیں ایک ہزار
سال کے برابر معلوم ہوگا اور اسی طرح بعض ظالموں پر ان سے بھی شدید عذاب نازل ہوگا کہ وہ ایک دن انہیں پچاس ہزار
سال کے برابر معلوم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ (قرآن: ۷۰: ۳)
لیکن اہل ایمان کے لئے وہ دن ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر معلوم ہوگا۔ (مسند احمد: ۷۵: ۳) قیامت کے دن
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب کتنے وقت میں ہوگا؟ اس کی تفصیل
کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۶۲ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ کریں۔

[۵۱] یعنی کسی ظالم قوم کی مہلت کتنی ہی لمبی ہو وہ میری گرفت سے بچ نہیں سکتی اور بالآخر سب کو لوٹ کر میرے ہی پاس آنا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ
مُبِينٌ ﴿٥٩﴾

۴۹۔ (اے حبیب ﷺ!) آپ فرمادیجئے: اے لوگو! بس میں تو تمہیں واضح طور پر (عذاب الہی سے) ڈرانے والا ہوں۔

قَالِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ
مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ [۵۲]

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي الْيَتَامَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾

۵۱۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں (کی تردید) میں کوشش کرتے رہے اس خیال سے کہ وہ ہمیں عاجز کر دیں گے وہی دوزخی ہیں۔ [۵۳]

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا
نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيَّ

۵۲۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا جب اس نے (کلام الہی) پڑھ کر سنایا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوہ) ڈال دیئے، [۵۴] پس شیطان

[۵۲] جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے گا اور جنت میں انہیں عزت و وقار کی روزی عطا فرمائے گا۔

[۵۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے میں کوشاں رہے تاکہ وہ اہل ایمان کو عاجز اور ناکام کر سکیں وہ لوگ جہنم رسید ہوں گے۔

[۵۴] نبی کریم ﷺ جب قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے تو شیطان ان آیات کے بارے میں منکر اور مذہب لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیتا اور وہ طرح طرح کے اعتراض کرنے لگتے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے) ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ (قرآن: ۶: ۱۲۱) اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے انبیاء و رسل بھی جب آیات پڑھ کر سناتے تھے تو شیطان اسی طرح لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا تھا۔

اس آیت کے ضمن میں بعض سادہ دل حضرات کی بے خیالی سے ایک لغو قصہ بھی نقل ہو گیا ہے یعنی شیطان کے وسوسہ کے زیر اثر نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہاں تک نکل گیا کہ بتوں کی شفاعت کی بھی امید کی جاسکتی ہے۔ العباد باللہ۔ لیکن محققین نے اس قصہ کو جھوٹا اور بے اصل قرار دیا ہے۔ نیز اس پر امت کا اجماع ہے کہ تبلیغ کلام الہی میں نبی ہر طرح سے

أُمْنِيَّتِهِ ۖ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ
ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ أَيْتِهِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٧﴾

لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي
قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۚ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۚ وَإِنَّ
الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٨﴾

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ
قُلُوبُهُمْ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا
إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٩﴾

جو (شکوہ) ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ (انہیں) زائل کر دیتا
ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو پختہ کر دیتا ہے، [۵۵] اور
اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

۵۳۔ (یہ سب اس لئے) تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے
ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنادے
جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت
ہیں، اور بے شک ظالم لوگ بڑی شدید مخالفت میں
بتلا ہیں۔ [۵۶]

۵۴۔ اور تاکہ جن کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ (قرآن)
آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، سو وہ اس پر
ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک
جائیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ضرور
سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ [۵۷]

معصوم ہوتا ہے اور اس میں غلطی سے بھی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو احکام، آیات اور سارا دین مشکوک
ہو جاتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حاضرین مجلس میں سے کسی مشرک یا منافق نے اپنی طرف سے یہ کلمات ادا کر دیئے ہوں اور
مشرکین ایسے من گھڑت الزامات اکثر لگاتے رہتے تھے جس سے وحی الہی اور نبی کی قراءت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کی
مزید تفصیل کے لئے ضیاء القرآن کا یہ مقام ملاحظہ کریں۔

[۵۵] شیطان جب بھی لوگوں کے دلوں میں آیات الہی کے بارے میں شکوک و شبہات ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیگر محکم تر آیات کے
ذریعہ شیطانی وساوس کو زائل کر دیتا ہے اور لوگوں کا ایمان پھر سے مستحکم ہو جاتا ہے۔

[۵۶] یعنی شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات سے صرف وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے یا جن کے
دل شدید مخالفت اور مسلسل ظلم کرنے کی وجہ سے سخت ہو چکے ہیں۔

[۵۷] اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جو شبہات ڈالنے کی طاقت دی ہے یہ ایک طرف تو مکر اور مذہب بذب لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ
ہے اور دوسری طرف اہل علم اور اہل حق کے نور ہدایت میں ترقی کا باعث ہے کیونکہ اہل علم جب قرآن میں غور کرتے ہیں تو
ان کے دل قرآن کی صداقت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اس کو برحق مان کر اس پر ایمان لے آتے ہیں اور اس ایمان

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مَرِيَّةٍ مِّنْهُ
حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ
عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾

۵۵۔ اور کافر لوگ اس (قرآن) کے متعلق ہمیشہ شک میں
بتلا رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا
ان پر منحوس دن کا عذاب آجائے۔ [۵۸]

أَلَمْ لِكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي
جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾

۵۶۔ اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حکمرانی ہوگی، وہی ان
کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، پس جو ایمان لائے اور
انہوں نے نیک عمل کئے وہ نعمت والی جنتوں میں ہوں
گے۔ [۵۹]

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فِئَالِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾

۵۷۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان
کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا
أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا
وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿٥٨﴾

۵۸۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی
اور پھر قتل کر دیئے گئے یا فوت ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کو
ضرور اچھا رزق عطا فرمائے گا، اور بے شک اللہ
تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ [۶۰]

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يََّرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ
لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾

۵۹۔ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ایسی جگہ داخل فرمائے گا جس سے
وہ راضی ہو جائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب
جاننے والا بڑا بردبار ہے۔

کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں سیدھے راستہ پر گامزن فرما دیتا ہے جو انہیں جنت میں لے جائے گا۔

[۵۸] کافر لوگ تعصب کی وجہ سے قرآن میں غور نہیں کریں گے اور شیطانی وساوس کے پیش نظر ہمیشہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہیں
گے حتیٰ کہ اچانک قیامت آجائے گی یا ایسا عذاب آجائے گا جو انہیں جس نہس کر دے گا۔

[۵۹] دراصل حکمرانی تو آج بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر آج بہت سے لوگ اس کی حکمرانی کو نہیں مانتے لیکن قیامت کے دن سب کو
مشاہدہ ہو جائے گا کہ واقعی اصل حکمران تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کے فیصلہ کے مطابق نیک لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے
جنت میں جائیں گے اور برے لوگ اپنی برائیوں کی وجہ سے جہنم رسید ہوں گے۔

[۶۰] جو لوگ جہاد کی غرض سے گمروں سے لکے پھر خواہ وہ جنگ میں شہید کر دیئے گئے یا اپنی طبیعت سے فوت ہو گئے اللہ تعالیٰ

۶۰۔ حق یہی ہے اور جس شخص نے اتنا ہی بدلہ لیا جتنی اسے تکلیف دی گئی تھی، پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ [۶۱]

ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْذِبَ بِهِ ثُمَّ يَنْغِي عَلَيْهِ لِيَنْصُرَهُ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۰

۶۱۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے، [۶۲] اور بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الْيَلَّ فِي النَّهَارِ وَ يُدْخِلُ النَّهَارَ فِي الْيَلِّ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝۱۱

۶۲۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی وہ (شرکین) عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے، [۶۳] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند بہت بڑا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۱۲

انہیں جنت میں ایسا اچھا رزق اور اتنا عمدہ ٹھکانا عطا فرمائے گا جس سے وہ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

[۶۱] جس شخص پر ظلم کیا جائے تو مظلوم کو حق حاصل ہے کہ وہ اتنا ہی بدلہ لے جتنا اس پر ظلم کیا گیا ہے، مثلاً زید نے بکر کا ایک دانت توڑ دیا اب بکر کو حق حاصل ہے کہ وہ زید کا ایک دانت توڑ دے اس طرح معاملہ برابر اور انصاف کا تقاضا پورا ہو جائے گا لیکن اگر زید نے مشتعل ہو کر دوبارہ بکر پر حملہ کر دیا اور اس کا دوسرا دانت توڑ دیا تو اس صورت میں بکر مظلوم ہے اور اللہ تعالیٰ بکر کی مدد فرمائے گا یعنی اگر ظالم کو دنیا میں اپنے ظلم کی سزا نہ ملی تو قیامت کے دن وہ اپنے ظلم کی سزا سے نہ بچ سکے گا اور اسے مظلوم کا حق ادا کرنا پڑے گا۔

[۶۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم لوگوں کی مدد کا اعلان فرمایا اور اس دور میں مسلمان ہی مظلوم تھے۔ اب آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں جو اس کے قادر مطلق ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی لے آتا ہے اور رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی لے آتا ہے اسی طرح کفر و اسلام میں غلبہ کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے مگر اب وہ وقت بہت قریب ہے جب کفر کی تاریکی ختم ہونے والی ہے اور اسلام کی روشنی کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند سالوں کے بعد پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۶۳] اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق ہی ہمیشہ غالب اور سر بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی یہ شرکین عبادت کرتے ہیں وہ باطل

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ
فَنُصِبَ بِهِ الْأَرْضُ فَخَضِرَتْ ۖ إِنَّ اللَّهَ
لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾

۶۳۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی
نازل فرمایا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے، بے شک اللہ
تعالیٰ بہت مہربان (اور) باخبر ہے۔ [۶۳]

لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّ
اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾

۶۴۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں
ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز قابل تعریف
ہے۔ [۶۴]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَ
يُسَبِّحُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَّ عَلَى الْأَرْضِ
إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَشَعُورٌ
رَاحِيمٌ ﴿٦٥﴾

۶۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں
ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور کشتیوں کو بھی جو
اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں، [۶۵] اور وہی
آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مگر اس
کی اجازت سے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت
شفقت فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔ [۶۵]

ہے اور باطل کا انجام کبھی روشن نہیں ہوتا۔

[۶۳] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے اور ان کی ضروریات سے اچھی طرح باخبر ہے اس لئے آسمان سے پانی نازل فرما کر
زمین کو سرسبز و شاداب بناتا ہے تاکہ اس سے انسانوں اور حیوانوں کی خوراک کا سامان فراہم ہو۔

اس میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ جس طرح بخارات کی وجہ سے بارش کا پانی خشک زمین پر گرتا ہے تو چند دنوں
کے بعد اس زمین پر سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی دعوت سے آج لوگوں کے بے چین دلوں پر جو
توحید کی بارش ہو رہی ہے عنقریب ان دلوں کو ذکر الہی سے چین نصیب ہوگا۔

[۶۴] اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا حقیقی مالک ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے،
اس لئے اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔

[۶۵] اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت مہربان ہے، اس نے زمین کی ساری چیزوں اور سمندر کی کشتیوں کو لوگوں کا تابع کر دیا ہے یعنی اللہ
تعالیٰ نے انسان کو عقل و خرد کی نعمت سے نوازا ہے جس کی بدولت وہ زمین کی ساری چیزوں سے استفادہ کر رہا ہے۔

[۶۶] اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اجازت دے گا تو قیامت کے وقت آسمان
(ریزہ ریزہ ہو کر) زمین پر گر پڑے گا۔
(صفوة التفاسیر، تفسیر بیضاوی)

۶۶۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تم کو زندہ کرے گا، [۶۸] بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔ [۶۹]

وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ۝

۶۷۔ ہم نے ہر امت کے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں، سوائے اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور آپ (انہیں) اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں، بے شک آپ سیدھے راستے پر (گامزن) ہیں۔ [۷۰]

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُرْ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٌ ۝

۶۸۔ اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرمادیجیے: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ [۷۱]

وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

[۶۸] اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے جان نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر زندگی کی مدت پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن تمہیں حساب و کتاب اور ثواب و عذاب کے لئے دوبارہ زندہ کرے گا۔

[۶۹] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا یعنی انسان کے قائم دے کے لئے زمین کی ساری چیزوں کو انسان کے تابع کر دیا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ہر انسان اپنے محسن حقیقی کے حضور سجدہ شکر بجالاتا لیکن اکثر انسان ان بے شمار نعمتوں کے باوجود بڑے ناشکرے اور احسان فراموش ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔ (قرآن: ۳۴: ۱۳)

[۷۰] اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اس کے مخصوص حالات کے پیش نظر ایک مخصوص نظام شریعت عطا فرمایا جو بعض چیزوں میں ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ جس طرح انجیل کا نظام شریعت تو رات کے نظام شریعت سے مختلف تھا اسی طرح اب قرآن کا نظام شریعت (اسلام) بھی پہلے نظام ہائے شریعت سے مختلف ہے، لہذا کسی کو مناسب نہیں کہ وہ اسلام کے نظام شریعت میں جھگڑا کرے کیونکہ جس طرح شریعت عیسوی کے آنے سے شریعت موسوی منسوخ ہو گئی تھی اسی طرح اب شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ ان کے جھگڑنے کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہیں کیونکہ اب اسلام ہی سیدھا راستہ ہے جس پر آپ گامزن ہیں۔

[۷۱] یعنی دلائل کے بعد بھی اگر وہ لوگ آپ سے جھگڑا کرتے ہیں اصرار کریں تو انہیں صرف یہ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٧٠﴾

۷۰۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، بے شک یہ سب ایک کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ [۷۰]

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿٧١﴾

۷۱۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کے متعلق نہ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ انہیں خود ان کے متعلق کوئی علم ہے، اور (قیامت کے دن) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ [۷۱]

اعمال کو بہتر جانتا ہے اور وہی قیامت کے دن تمہارے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا، لہذا اس دن حق اور باطل بالکل واضح ہو جائے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تعصب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ کرنا چاہے اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو، اس کے جواب میں صرف یہ بات کہہ دو جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو سکھائی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتر رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔ (ترمذی: ۵۸۰۳، ابواب تفسیر القرآن: سورۃ المائدہ)

[۷۲] یعنی صرف ان منکرین کے اعمال ہی نہیں اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے اور بعض حکمتوں کے پیش نظر اس نے ہر چیز کے علم کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اتنی بے شمار چیزوں کا علم رکھنا، اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور پھر اس فیصلہ کو نافذ کرنا، اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۷۳] یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں ان کو معبود ثابت کرنے کے لئے نہ تو ان کے پاس کوئی نقلی

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٌ تَعْرِفُ فِي
وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۚ يَكَادُونَ
يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَسْتُلُونَ عَلَيْهِمُ الْآيَاتُ
قُلْ أَفَأَنْتُمْ بِشِرِّ مَن ذَلِكُمْ ۚ أَلَا تَأْمَنُونَ
وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَبَشِّرِ
الْبَصِيرَ ﴿٤٢﴾

۴۲۔ اور جب ان (کفار) کو ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ کفار کے چہروں پر ناپسندیدگی (کے آثار) پہچان لیتے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ وہ عنقریب ان لوگوں پر جھپٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، آپ فرمادیجیے: کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ چیز سے آگاہ کروں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ [۴۲]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ قَاسْتِمْعُو لَهُ ۚ
إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ
يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۚ وَإِنْ
يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ
مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٤٣﴾

۴۳۔ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس کام کے لئے اکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس چیز کو اس مکھی سے چھڑا نہیں سکتے، طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ [۴۳]

دلیل ہے جس کو وہ کسی آسمانی کتاب سے دکھائیں اور نہ ہی کوئی عقلی دلیل ہے جس کو وہ اپنے علم سے ثابت کر سکیں، لہذا شرک کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں اور قیامت کے دن جب اس ظلم کی سزا انہیں ملے گی تو کوئی ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔

[۴۴] کفار کے سامنے جب قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتیں تو وہ غصے سے بھر جاتے جس کی وجہ سے ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ ابھی تلاوت کرنے والے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ اس پر کفار کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ ابھی تو قرآن کی آیات سن کر صرف تمہارے چہرے کے تیور بدلتے ہیں مگر ایک وقت آنے والا ہے اگر تم نے آج کفر سے توبہ نہ کی تو اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ صورت حال سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا اور وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے وعدہ کر رکھا ہے۔

[۴۵] اس آیت میں بتوں کی بے بسی کی ایک مثال بیان کی گئی ہے یعنی سارے بت مل کر بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے بلکہ مکھی

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٣﴾

۴۳۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا طاقت ور (اور) غالب ہے۔

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ بَصِيرٌ ﴿٤٤﴾

۴۴۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے، [۴۶] بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٥﴾

۴۵۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے۔ [۴۷]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٦﴾

۴۶۔ اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اگر ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو ان میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ کبھی سے اپنی چیز واپس لے سکیں تو جس طرح یہ معبود خود بے بس اور کمزور ہیں اسی طرح ان معبودوں کے طالب اور ماننے والے بھی ذہنی طور پر بے بس اور کمزور ہیں۔ دراصل انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا صحیح اندازہ نہیں لگا یا ورنہ وہ ان بے بس معبودوں کے سامنے کبھی نہ جھکتے۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے بعض فرشتوں کو منتخب فرمایا جیسے حضرت جبریل علیہ السلام کو رسولوں تک وحی پہنچانے کے لئے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو لوگوں تک موت کا پیغام پہنچا کر ان کی روح قبض کرنے کے لئے منتخب فرمایا اسی طرح لوگوں کی راہنمائی کے لئے انبیاء و رسل کو منتخب فرمایا۔ ان دونوں قسم کے رسولوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے، وہ ہر فرشتہ اور ہر انسان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور اس کی صلاحیتوں کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے۔

[۴۷] جب اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور اس کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے تو پھر انسان اس کی نافرمانی کر کے کہاں جاسکتا ہے اور اس کے عذاب سے کیسے بچ سکتا ہے؟ لہذا ہر انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کی رضا حاصل کرے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ ۖ هُوَ
اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ
مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ
سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا
لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ
مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

۷۸۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا
حق ہے، اس نے تمہیں چن لیا ہے [۷۸] اور اس
نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی، [۷۹]
(یہ) تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، اللہ
تعالیٰ نے اس سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی
تمہارا نام مسلمان رکھا ہے [۸۰] تاکہ رسول تم پر گواہ
ہو جائے اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ، [۸۱] پس تم نماز
قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کی رسی) کو
مضبوطی سے تھامے رکھو، وہی تمہارا کارساز ہے، پس
وہ کتنا اچھا کارساز ہے، اور کتنا اچھا مددگار ہے۔

[۷۸] اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ انہیں تمام امتوں پر فضیلت بخشی۔ اب اس اعزاز کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان حق کی
سر بلندی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور اس میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ جہاد سے کیا مراد ہے؟ اس کی کتنی قسمیں
ہیں؟ اس کی تفصیل کے لئے سورۃ توبہ (۹) کا تعارف ملاحظہ کریں۔

[۷۹] دین کے جملہ احکام آسان اور قابل عمل ہیں اس میں کوئی مشکل حکم نہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی
فحش پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالت۔
(قرآن: ۲: ۲۸۶)

[۸۰] عرب اور نبی کریم ﷺ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے جدا مجد
ہیں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت سارے انبیاء کرام مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم
کے بھی جدا مجد ہیں اس لئے غیر عرب بھی آپ کا باپ کی طرح احترام کرتے ہیں۔ یہاں اہل عرب کو بتایا جا رہا ہے کہ حضرت
محمد ﷺ جو دین اسلام لے کر آئے ہیں یہ کوئی نیا دین نہیں بلکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا دین ہے جس میں
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بھی مسلمان تھے اور اپنی نسلوں کے لئے مسلمان
رہنے کی دعا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں بھی اور قرآن مجید میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ دراصل تمام
انبیائے کرام اور ان کو ماننے والے لوگ مسلمان تھے مگر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ یہ لقب حضرت محمد ﷺ کی امت
کو عطا فرمایا ہے۔

[۸۱] سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن انبیائے کرام کو اور ان کی امتوں کو لایا جائے گا، پھر انبیاء سے

سوال کیا جائے گا: کیا آپ نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی۔ اس پر ان کی امتیں انکار کریں گی۔ پھر اس امت (مسلمہ) کو لایا جائے گا اور وہ گواہی دیں گے کہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی۔ دوسری امتیں ان سے کہیں گی: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ وہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے اپنی کتاب میں ہمیں اس کی خبر دی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: آیا انہوں نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: محمد ﷺ اور آپ کی امت۔ پھر وہ گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی اور اس کی تصدیق سورۃ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۱۲۳ میں ہے: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تم پر گواہ ہو۔

(بخاری: ۴۲۸۷: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ البقرہ: باب ۱۳)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز ہفتہ ۲۱ جون ۲۰۰۸ء بمطابق ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة المؤمنون (۲۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ”مؤمنون“ ہے جو کہ پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کی ابتدائی آیات میں مؤمنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ جو خوش نصیب ان صفات سے متصف ہوتے ہیں وہ دونوں جہاں میں کامیاب اور جنت الفردوس کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

☆ اس سورت میں اسلام کے دو بنیادی عقائد یعنی توحید اور آخرت کے بارے میں عام فہم دلائل دیئے گئے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے کس طرح پانی کے ایک قطرہ کو خون، گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل کر کے ایک خوبصورت انسان بنایا، تاکہ انسان اپنے خالق کو پہچانے اور اس کا شکر ادا کرے۔ نیز جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک قطرہ سے زندہ انسان کو پیدا فرمایا اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اس کو زندہ کر دے۔

☆ اس سورت میں چند گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کے ساتھ ان کی امتوں نے ناروا سلوک کیا اور اس کی پاداش میں وہ قومیں عذاب الہی میں مبتلا ہوئیں۔ اس سے ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں، پہلے انبیاء کرام کے ساتھ بھی ناروا سلوک ہوتا رہا ہے اور دوسری طرف مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ پہلی قوموں سے عبرت حاصل کریں اور مسلسل نافرمانی کر کے عذاب الہی کو دعوت نہ دیں۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسی شہد کی مکھیوں کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے قریب ایسی ہی آواز سنی گئی تو ہم تھوڑی دیر ٹھہر گئے تاکہ تازہ وحی سن لیں۔ جب آپ وحی کی کیفیت سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے: ”یا اللہ! ہمیں زیادہ دے کی نہ کر، ہمیں عزت دے ذلیل نہ کر، ہمیں عطا فرما محروم نہ کر، ہمیں دوسروں پر ترجیح دے دوسروں کو ہم پر ترجیح نہ دے، ہم سے راضی ہو اور ہمیں بھی اپنی رضا سے راضی کر دے۔“ اس کے بعد آپ نے فرمایا: مجھ پر اس وقت دس آیتیں نازل ہوئی ہیں، جو شخص ان دس آیتوں کے احکام پر عمل کرے گا، وہ جنت میں جائے گا، پھر آپ نے اس سورت یعنی مؤمنوں کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ (ترمذی: ۳۱۷۳، ابواب تفسیر القرآن: باب ۲۳: سورہ المؤمنون)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز جمعہ ۸، اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۶ شعبان ۱۴۲۹ھ

﴿اٰیٰتِهَا ۱۱۸﴾ ﴿سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۴۳﴾ ﴿رُكُوْعَاتُهَا ۶﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) کہ تیری ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱

۱۔ بے شک ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۲

۲۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ [۱]

[۱] اس سورت کی ابتدائی آیات میں مومنوں کی سات صفات کا ذکر کیا گیا ہے جن پر عمل کرنے سے ان کو فلاح اور جنت الفردوس حاصل ہوگی۔ ان میں سے پہلی صفت خشوع ہے۔

اصطلاح شریعت میں خشوع کرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور اس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو، اور نماز میں خشوع سے متعلق علامہ پانی پتی اہل علم کا قول نقل کرتے ہیں کہ انسان اپنی ساری توجہ نماز میں مرکوز کر دے، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لے اور اپنی زبان سے جو الفاظ تلاوت کرے ان کے معانی میں غور و تدبر کرے۔ (تفسیر مظہری)

خشوع کے متعلق چند احادیث اور چند اقوال

۱۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ (تفسیر دمشق)
۲۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (ابوداؤد: ۹۰۹: کتاب الصلاة: باب ۱۶۵)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نماز میں اپنی نگاہ کہاں رکھوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اپنی نظر سجدہ کرنے کے مقام پر رکھ۔ (السنن الکبریٰ: بیہقی: جلد ۲: ص ۲۸۴)

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: صحابہ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نظریں جھکا کر سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہے اور وہ دائیں بائیں التفات نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر دمشق)

۵۔ امام ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہو، پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ عطاء رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿۱﴾

۳۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ [۲]

حدیث بخینی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے، میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے؟ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۳۸: جلد اول: ص ۴۹۲)

۶۔ نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر، رکوع کی حالت میں اپنے پاؤں کے ظاہری حصے پر، سجدے کی حالت میں ناک کے سرے پر، قعدہ کی حالت میں اپنی گود میں، دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دائیں کندھے پر اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بائیں کندھے پر نظر رکھے۔ اس سے نماز میں خشوع حاصل ہوتا ہے۔ (حاشیہ رد المحتار: جلد اول: ص ۴۷۷) نماز میں خشوع کے لئے سورہ ابراہیم (۱۴) کی آیت نمبر ۱۳۱ اور حاشیہ نمبر ۲۸ بھی ملاحظہ کریں۔

نماز کے ظاہری اور باطنی آداب

ایک دفعہ حضرت عاصم بن یوسف علیہ الرحمۃ نے حضرت حاتم زاہد علیہ الرحمۃ سے پوچھا: اے حاتم! تم نماز کس طرح ادا کرتے ہو؟ حاتم نے جواب دیا: جب نماز کا وقت قریب ہوتا ہے تو میں ظاہر کا وضو پانی سے (اور باطن کا وضو توبہ سے) کر لیتا ہوں اور جائے نماز پر اطمینان سے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ نماز کی ادائیگی میں یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ میرے دل کو ملاحظہ فرما رہا ہے، میرے دائیں جنت، میرے بائیں دوزخ، میرا قدم پل صراط پر، ملک الموت میرے پیچھے اور یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے، پھر میں احسان کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، فکر کے ساتھ قراءت کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، تضرع اور زاری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، آخر میں قعدہ کرتا ہوں، امید کے ساتھ تشہد پڑھتا ہوں، اخلاص کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں، پھر خوف اور امید کی کیفیت میں کھڑا ہوتا ہوں اور صبر پر پابند رہتا ہوں۔ عاصم نے پوچھا: اے حاتم! کیا تم ایسے ہی نماز پڑھتے ہو؟ حاتم نے جواب دیا: میں تیس سال سے ایسے ہی نماز پڑھ رہا ہوں۔ عاصم رو پڑے اور کہنے لگے: ہائے افسوس! میں تو کبھی بھی ایسی نماز نہیں پڑھ سکا۔ (تفسیر روح البیان: جلد اول: ص ۳۳)

[۲]۔ اہل ایمان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ لغو سے اجتناب کرتے ہیں۔ لغو سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے جو فضول اور بے فائدہ ہو۔ (المتجدد) یعنی اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ زندگی کے ہر لمحہ کو بامقصد بنانے میں سرگرم رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ اسی لئے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزوں کو ترک کر دے۔ (ترمذی: ابواب الزہد: باب ۱۱) نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے اعراض فرماتا ہے تو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔۔۔ اور جس شخص کی عمر چالیس سالوں سے زیادہ ہو گئی ہو اور ابھی تک اس کی نیکی اس کی برائی پر غالب نہیں آئی تو وہ جہنم کی آگ کے لئے تیاری کر لے۔ (ایہا الولد: امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی کو گنما بیٹھے ہوئے دیکھوں کہ نہ وہ دنیا کا کوئی کام کر رہا ہو اور نہ ہی اپنی آخرت کو سنوار رہا ہو۔ (روح المعانی: تفسیر سورۃ الانشراح)

وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿۳﴾

۳۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ [۳]

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿۴﴾

۴۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

۶۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان کنیزوں کے جو ان کے

فَأَنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿۵﴾

ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو (ان کے پاس جانے میں)

ان پر کوئی ملامت نہیں۔ [۴]

فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ

۷۔ اور جس نے ان دو کے علاوہ کسی اور کی طلب کی تو وہی

الْعَادُونَ ﴿۶﴾

لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

۸۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں [۵] اور اپنے وعدوں کی

رَاعُونَ ﴿۷﴾

پاسداری کرنے والے ہیں۔ [۶]

(۹۴) البتہ ایسی سیر و تفریح جو جسمانی صحت کا اور ایسے مشاغل نشاط جو قلب و روح کی تازگی کا باعث ہوں وہ لغو میں داخل نہیں ہیں۔

[۳] اہل ایمان کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی ”پاک کرنا“ ہے۔ اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ سے مراد وہ اڑھائی فیصد رقم ہے جو صاحب نصاب ادا کرتا ہے۔ چونکہ مالی زکوٰۃ کے نظام اور اس کے نصاب کا باقاعدہ اعلان مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی اس لئے یہاں زکوٰۃ کا لغوی معنی مراد ہے جس میں مالی زکوٰۃ بھی شامل ہے یعنی اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو اور اپنے اعمال، اقوال اور اموال کو پاک رکھنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

[۴] اہل ایمان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرتے ہیں یعنی جنسی خواہش کے لئے صرف اپنی منکوحہ بیوی یا مملوکہ کنیز کے پاس جاتے ہیں کیونکہ شریعت نے ان دو کے علاوہ جنسی خواہش کے باقی سارے طریقے حرام قرار دیئے ہیں، اور اب تو صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے اور وہ ہے منکوحہ بیوی کیونکہ مملوکہ کنیز کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔

[۵] اہل ایمان کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ امانتوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ امانتوں سے مراد وہ ساری ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے یا انسانوں نے کسی شخص کے سپرد کی ہوں اور مومن اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا کیونکہ جو مومن امانت میں خیانت کرتا ہے اس کا ایمان خطرہ میں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص امانت کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

[۶] اہل ایمان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ وعدوں سے مراد وہ سارے معاہدے ہیں جو انسان

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۱﴾

۹۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [۷]

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿۲﴾

۱۰۔ یہی لوگ وارث ہیں۔

الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا

۱۱۔ جو (جنت) الفردوس کی وراثت پائیں گے، وہ اس

خَالِدُونَ ﴿۳﴾

میں ہمیشہ رہیں گے۔ [۸]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ

۱۲۔ اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا

طِينٍ ﴿۴﴾

کیا۔ [۹]

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۵﴾

۱۳۔ پھر ہم نے اسے نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ

۱۴۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو ایک معلق گاڑھا خون بنا دیا، پھر

اور خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان استوار کئے گئے ہوں۔ مومن اپنے وعدوں کی پاسداری کرتا ہے کیونکہ جو مومن وعدہ خلافی کرے اس کا دین خطرے میں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اٹھن بنایا جائے تو خیانت کرے اور وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (بخاری: کتاب الشهادات: باب ۲۸) عہد و پیمان کے لئے سورہ انفال (۸) کی آیت نمبر ۷۲ اور حاشیہ نمبر ۵۲ بھی ملاحظہ کریں۔

[۷] اہل ایمان کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں یعنی سستی نہیں کرتے اور نماز کو اپنے وقت میں پڑھتے ہیں یعنی بلا وجہ تاخیر یا قضا نہیں کرتے۔

[۸] جن اہل ایمان میں مذکورہ صفات پائی جائیں وہ جنت الفردوس کی وراثت کے مستحق ہیں۔ نفس جنت تو مطلق مومنین کے لئے ہوگی مگر فردوس چونکہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے اس لئے اس میں اعلیٰ درجے کے مومن ہی جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چاروں شہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے لہذا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی: ۲۵۳۱: ابواب صفة الجنة: باب ۴)

[۹] اللہ تعالیٰ نے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولاد آدم کو اس نطفہ سے پیدا فرمایا جو مٹی سے پیدا ہونے والی غذاؤں سے بنا ہے، لہذا دونوں صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْبُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا
الْعِظَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ
فَتَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿۱۰﴾

ہم نے اس معلق خون کو گوشت کا لوٹھڑا بنا دیا، پھر ہم
نے اس گوشت کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں
پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے (روح پھونک کر)
اسے دوسری مخلوق بنا دیا، پس بڑا بابرکت ہے اللہ
تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ [۱۰]

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَنَبْشُتُونَ ﴿۱۱﴾

۱۵۔ پھر اس کے بعد یقیناً تم مرنے والے ہو۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ ﴿۱۲﴾

۱۶۔ پھر یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَمَا
كُنَّا عَنْ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ﴿۱۳﴾

۱۷۔ اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے
بنائے [۱۱] اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔ [۱۲]

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ
فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ
لَقَدِيرُونَ ﴿۱۴﴾

۱۸۔ اور ہم نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے پانی
برسایا، پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا اور بے شک ہم
اسے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔ [۱۳]

[۱۰] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شکم مادر میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل بیان فرمائے ہیں یعنی پہلے نطفہ ایک معلق گاڑھے خون
کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کا لوٹھڑا، پھر ہڈیاں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں روح پھونک کر
اسے ایک ایسی حسین مخلوق بنا دیا جاتا ہے جس کو اشرف المخلوقات حضرت انسان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

[۱۱] ہم نے تمہارے اوپر سات راستے اور مدار بنائے جن میں سیارے گردش کرتے ہیں اور ان سے مراد سات آسمان بھی لئے گئے
ہیں یعنی پانی کے ایک قطرہ سے انسان بنانا بھی بڑی چیز ہے مگر آسمان جیسی وسیع اور بلند مخلوق بنانا اس سے بھی بڑی چیز ہے۔

[۱۲] یعنی ہم آسمانوں کو پیدا کر کے زمینی مخلوق کی مصلحتوں اور ضرورتوں سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ آسمان کی پیدائش اور سیاروں
کی گردش میں بھی زمینی مخلوق کے لئے فوائد موجود ہیں۔

[۱۳] ہم تمہاری ضرورت کے مطابق بارش برساتے ہیں، اس سے تمہارے کھیت اور باغات سیراب ہوتے ہیں، تالابوں میں پانی
جمع ہو جاتا ہے، کچھ پانی زمین اپنے اندر جذب کر کے ذخیرہ کر لیتی ہے جو کنوؤں اور چشموں کے ذریعہ آپ کے کام آتا ہے
لیکن اگر ہم چاہتے تو سارا پانی سمندر میں چلا جاتا، بخارات بن کر اڑ جاتا یا زمین میں پانی کی سطح اتنی نیچی کر دیتے کہ

فَأَنشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ
لَّكُمْ فِيهَا فَوَاكِهٌ كَثِيرَةٌ وَ مِنْهَا
تَأْكُلُونَ ﴿١٩﴾

۱۹۔ پھر اس پانی کے ذریعہ ہم نے تمہارے لئے کھجور اور
انگور کے باغات اگائے، تمہارے لئے ان میں بہت
سے پھل ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

وَشَجَرَةٍ تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنبُتُ
بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلَّهِ كَلِيلٍ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اور وہ درخت (زیتون پیدا کیا) جو طور سیناء سے نکلتا
ہے اور کھانے والوں کے لئے تیل اور سالن لے کر
اگتا ہے۔ [۱۴]

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم
مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ
مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں بھی ایک سبق
ہے، ہم تمہیں اس (دودھ) سے پلاتے ہیں جو ان
کے شکموں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں بہت
سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی
ہو۔ [۱۵]

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ
لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف
بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا
تم ڈرتے نہیں؟

تمہارے لئے پانی کا حصول ناممکن ہو جاتا مگر ہم نے تمہاری ضروریات کے پیش نظر ایسا نہیں کیا۔

[۱۴] پانی کے ذریعہ جو نعمتیں انسان کے لئے زمین سے آگتی ہیں ان میں سے ایک زیتون کا درخت ہے جو طور سیناء کے علاقہ میں
کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ والنہیں میں زیتون کی قسم یاد فرمائی ہے۔ اس درخت سے تیل نکلتا ہے اور
اس کے پھل کا سالن بھی بنایا جاتا ہے، لہذا یہ بڑا بابرکت اور فائدہ مند درخت ہے۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے موشیوں میں بہت سے فائدے رکھے ہیں، تم ان میں سے بعض کا دودھ پیتے ہو، بعض کا گوشت
کھاتے ہو اور بعض پر سواری کرتے ہو۔ ان میں تمہارے لئے مقام غور و فکر ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حکمتوں کا
احساس کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا
هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ ۖ وَكَوَشَاءَ اللَّهُ لَا نُزَلُّ مَلَائِكَةً
مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝

۲۴۔ تو ان کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: یہ شخص تو محض
تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے جو تم پر فضیلت و برتری
حاصل کرنا چاہتا ہے، [۱۶] اور اگر اللہ تعالیٰ (رسول
بھیجنا) چاہتا تو وہ فرشتوں کو نازل کر دیتا، ہم نے یہ
بات اپنے پہلے آباء و اجداد میں کبھی نہیں سنی۔ [۱۷]

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهٖ حِجَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهٖ
حَتَّىٰ حُجِّنَ ۝

۲۵۔ یہ تو ایسا شخص ہے جس کو جنون لاحق ہو گیا ہے، سو تم
کچھ عرصہ تک اس کو ڈھیل دو۔

[۱۶] جب کوئی مخلص شخص اصلاح احوال اور فلاح دارین کی آواز بلند کرتا ہے تو ارباب اقتدار اور مخالفین حق اس پر فوراً یہ الزام
لگا دیتے ہیں کہ یہ شخص اقتدار کا بھوکا ہے۔ یہی الزام قوم نوح کے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام پر لگایا کہ نوح تم پر فضیلت و
برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (قرآن: ۲۳: ۲۴) اور یہی الزام فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
اور حضرت ہارون علیہ السلام پر لگایا کہ تم دونوں ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ سرزمین مصر پر تمہارا اقتدار ہو جائے۔ (قرآن:
۷۸: ۱۰) اور مکہ کے سرداروں کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی شبہ تھا، اسی لئے انہوں نے آپ کو دولت،
سرداری اور مکہ کی حکومت کی اس شرط پر پیشکش کی کہ آپ توحید کی دعوت سے دست بردار ہو جائیں مگر آپ نے فرمایا: اگر تم
سورج لا کر میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دو اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کرو کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں
تو تب بھی یہ ناممکن ہے۔ (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۳)

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ ساری عمر ذاتی مفادات اور دنیاوی شان و شوکت کے حصول میں لگے رہتے ہیں ان کے
لئے یہ تصور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اسی دنیا میں کچھ ایسے مخلص لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو بے لوث جذبات کے ساتھ صرف بنی
نوع انسان کی فلاح کی خاطر اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ حق و باطل کی اس لڑائی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسان
کی تاریخ پرانی ہے مگر ہر دور میں ایسے مخلص افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے نقوش قدم پر چلتے
ہوئے حق کی سر بلندی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔

[۱۷] حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صرف اسی
کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو ان میں سے کافر سرداروں نے دوسرے لوگوں سے کہا: یہ تو محض
تمہاری ہی طرح ایک بشر ہے یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہی تھا تو وہ کسی فرشتہ کو نبی بناتا۔ نیز جس
توحید کی یہ دعوت دیتا ہے ہم نے ایسی دعوت تو اپنے آباء و اجداد میں بھی کبھی نہیں سنی۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ مجنون اور

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كُنْتُ بَرًّا ۝

۲۶۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اب تو ہی میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

فَاَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعِ الْفُلَ بِأَعْيُنِنَا
وَحِينَذَا إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ
فَأَسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا
إِنَّهُمْ مُعْرِضُونَ ۝

۲۷۔ پس ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ، پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچے اور تنور (سے پانی) ابلنے لگے تو ہر جنس میں سے ایک ایک جوڑا اس کشتی میں سوار کر لو اور اپنے گھروالوں کو بھی سوائے ان کے جن (کو غرق کرنے) کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے کچھ عرض نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا، بے شک وہ ضرور غرق کئے جائیں گے۔ [۱۸]

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى
الْفُلِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ
الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

۲۸۔ پھر جب آپ اور آپ کے ساتھی اطمینان کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جائیں تو کہنا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔

وَقُلْ رَبِّ انزِلْنِي مُنزَلًا مُبْرَكًا وَأَنْتَ
خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝

۲۹۔ اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے بابرکت منزل پر اتار اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

دیوانہ ہو گیا ہے، لہذا اس کو کچھ عرصہ تک ڈھیل دے دو کہ وہ فوت ہو جائے یا اس کا جنون جاتا رہے اور خود ہی اس دعوت سے دست بردار ہو جائے۔

[۱۸] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی تکذیب سے تنگ آ کر بارگاہ الہی میں مدد کی فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا: تم ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ اور جب ساری زمین چشموں کی طرح ابل پڑے حتیٰ کہ آگ کے تنوروں سے بھی پانی نکلنے لگے تو ہر جنس سے ایک ایک جوڑا اس کشتی میں سوار کر لو اور اپنے گھروالوں کو بھی سوائے ان ظالموں کے جن کو غرق کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جب یہ ظالم غرق ہونے لگیں تو ان کی نجات کے لئے کوئی سفارش نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی سرکشی کے باعث غرق ہونے کے مستحق قرار پائے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَبَشِيرِينَ ۝

۳۰۔ بے شک اس قصہ میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم (اپنے بندوں کو) ضرور آزمانے والے ہیں۔ [۱۹]

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

۳۱۔ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور امت پیدا فرمادی۔
۳۲۔ پھر ہم نے ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، کیا تم نہیں ڈرتے؟ [۲۰]

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ آلِهَةٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِإِيقَاءِ الْآخِرَةِ وَ أَتَرَفْتُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝

۳۳۔ اور ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں آسودگی دی وہ کہنے لگے: یہ شخص تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ [۲۱]

وَ لَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ ۝

۳۴۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کر لی تو پھر تم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو گے۔

[۱۹] حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بہت سی نشانیاں اور سبق آموز باتیں ہیں یعنی توحید کی دعوت دینے والے انبیائے کرام علیہم السلام حق پر تھے اور ان کی تکذیب کرنے والے باطل پر تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جس طرح قوم نوح کو آزمایا اسی طرح سارے لوگوں کو آزماتا ہے کہ کون ان نشانیوں کو سن کر عبرت حاصل کرتا ہے اور کون نہیں کرتا؟

[۲۰] حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم عاد یا قوم ثمود کو پیدا فرمایا اور ان میں بھی انہی میں سے رسول بھیجا جس نے اپنی قوم کو وہی پیغام دیا جو پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کو دیتے رہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۲۱] حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قوم عاد یا قوم ثمود میں جب اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا تو ان کی قوم کے وہ سردار جو دنیاوی زندگی کے اعتبار سے بڑے خوشحال اور عقیدے کے اعتبار سے توحید اور آخرت کے منکر تھے، وہ دوسرے عام لوگوں سے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہاری ہی طرح ایک بشر ہے اور تمہاری ہی طرح کھاتا اور پیتا ہے تو پھر یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ لہذا اگر تم نے اپنی آزادی چھوڑ کر اپنے ہی جیسے بشر کی پیروی قبول کر لی تو تم یقیناً خسارے میں رہو گے۔

۳۵۔ کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (پھر قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ [۲۲]

۳۶۔ (یہ بات عقل سے) بہت دور ہے، بہت دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

۳۷۔ نہیں ہے کوئی اور زندگی سوائے ہماری اس دنیوی زندگی کے، ہم یہیں مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم (قبروں سے) نہیں اٹھائے جائیں گے۔ [۲۳]

[۲۲] وہ کافر سردار کہتے تھے: یہ نبی تمہارے مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کا یقین دلاتا ہے حالانکہ ایسی بات کو تسلیم کرنا عقل سے بہت دور ہے۔

[۲۳] ان کافر سرداروں کا عقیدہ یہ تھا کہ ہماری زندگی صرف یہی دنیاوی زندگی ہے، اسی دنیا میں ہم مرتے اور جیتے ہیں، اس کے بعد ہم قبروں سے نہیں اٹھائیں جائیں گے مگر یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے کہ وہ ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا، لہذا ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

عقیدہ قیامت کی ضرورت

اس آیت کی تفسیر میں میرے شیخ طریقت ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے متعلق بڑا حسین تبصرہ کیا ہے جو میں لفظ بلفظ یہ قارئین کرتا ہوں:

”یہ دنیا دار العمل ہے، دار الجزا نہیں۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بدکار ہوتے ہوئے عزت و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرا آدمی نیک، مخلص اور اپنی قوم کا بلکہ نوع انسانی کا سچا ہی خواہ ہونے کے باوجود عمر بھر طرح طرح کی مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر موت ہی انسانی زندگی کے قافلہ کی آخری منزل ہوتی تو اس سے بڑی نا انصافی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسان جو نیک اور مخلص ہے، وہ عمر بھر کانٹوں پر لوٹا رہے اور جو بد معاش اور سفاک ہے، وہ داد عیش دیتا رہے۔ اس صورت میں ان اخلاقی قدروں کو جن سے انسانی عظمت وابستہ ہے کون اپنائے گا؟ بلکہ کون انہیں اچھا جانے گا؟ وہ جاننا نہ جوائے جو اپنی جوانی اور شباب کی رنگینیوں کو اپنی قوم اور وطن کی آزادی پر قربان کر دیتا ہے اس سے تو وہ غدار اچھا جس نے اگرچہ اپنی قوم کی عزت کا سودا دشمن سے کیا لیکن اپنی زندگی آن بان سے گزاری اور اپنی اولاد کے لئے ذمہ داری سونا چھوڑ گیا، محض یہ کہہ دینا کہ نیک کام کرنے والے کا نیک نام باقی رہ جاتا ہے اور اس کے ذکر سے تاریخ کے

إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

۳۸۔ یہ تو محض ایسا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے، لہذا ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

مَا خُنُّ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾

صفحات مزین ہوتے ہیں اور یہی اس کی جانبازی کا صلہ ہے، یہ کہنا بھی بہت بڑی زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو عادل اور حکیم ہے کم از کم اس کی فرمانروائی میں ایسی دھاندلی قطعاً قابل برداشت نہیں، اس لئے اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کئے جائیں۔ نیک اور مخلص لوگوں کو ان کی مخلصانہ جدوجہد کا پورا پورا صلہ دیا جائے اور بدکاروں کو ان کے کرتوتوں کی پوری سزا ملے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے تو اس دنیا میں ہی عدل کا ظہور کیوں نہیں ہوتا؟ تو اس کے متعلق مختصر عرض یہ ہے کہ ہماری اس دنیوی زندگی کا دائرہ اتنا محدود ہے کہ اس میں عدل کے سارے تقاضے پوری صورت میں نمودار نہیں ہو سکتے اور بعض گراں بہا اعمال ایسے بھی ہیں جن کا معاوضہ اس دنیا میں نہیں دیا جاسکتا۔ آپ اس نوجوان کو کیا معاوضہ دے سکتے ہیں جس نے اپنی جان حق کو سر بلند کرنے کے لئے قربان کر دی ہو؟ انسان اس مسئلہ میں جتنا غور کرتا چلا جائے، اس کا عقیدہ آخرت کی زندگی پر زیادہ مستحکم اور استوار ہوتا چلا جائے گا۔“ (تفسیر ضیاء القرآن)

عقیدہ قیامت کی ضرورت

اس فانی زندگی میں عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے، اس لئے قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے چند عقلی اور عام فہم دلائل ملاحظہ کریں:

۱۔ شہید کا صلہ

ایک مجاہد جس نے حق کی سر بلندی اور اپنے ملک و ملت کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دی اس کا حق بتا ہے کہ اس کو شایان شان صلہ دیا جائے۔ صرف قومی پرچم میں لپیٹ کر دفن کرنے یا اس کے نام کی یادگار بنانے سے اس کی ذات کو کیا فائدہ؟ نیز جان جیسی عزیز ترین چیز کا صلہ صرف تاریخی شہرت کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں ان شہیدان ملت کو ان کے شایان شان اجر عظیم سے نوازا جائے۔

۲۔ مقتول کا بدلہ

ایک ستر سالہ بوڑھا جو اپنی زندگی کا سنہری حصہ گزار چکا ہے اگر وہ بدوق سے فارغ کر کے بلاوجہ ایک تیس سالہ نوجوان کو قتل کر دے۔ اب دنیا کا قانون اس بوڑھے قاتل کو پانچ دس سال جیل کر دے گا یا زیادہ سے زیادہ اسے پھانسی پر لٹکا دے گا۔ کیا اس سے اس نوجوان مقتول کا حق ادا ہو جائے گا؟ کیا اس سے اس کی جوان بیوہ اور یتیم بچوں کا حق ادا ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، انسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ قیامت کا دن آئے جس میں مظلوم کو اس کا حق دلوا یا جائے اور ظالم کو قتل وارتق سزا دی جائے۔

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كُنْتُ بَدُونِ ۝

۳۹۔ اس پیغمبر نے دعا کی: اے میرے رب! تو میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصِيبُ حُنَٰنٌ مِّنْ رَبِّكَ ۚ

۴۰۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب وہ اپنے کئے پر نادم ہوں گے۔ [۲۴]

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُرَّتًا ۚ

۴۱۔ پس سچے وعدہ کے مطابق انہیں سخت چیخ نے آ پکڑا تو ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا، پس ظالم قوم کے لئے دوری ہو۔

فَبَعْدَ اللَّقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

۴۲۔ پھر ہم نے ان کے بعد کئی امتیں پیدا فرمائیں۔

ثُمَّ اَنشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا اٰخَرِيْنَ ۝

۳۔ Yorkshire Ripper

پیٹر ویلم سٹ کلف (Peter William Sutcliffe) جو کہ یورک شائر پر (Yorkshire Ripper) کے نام سے مشہور ہے اس نے 1975 سے 1980 تک کے عرصہ میں تیرہ خواتین کو قتل کیا اور سات خواتین کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جج نے اس کو 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دی۔ (The Guardian, Friday, May 22, 1981) یعنی اس کے پاس ایک زندگی ہے جو یہ جیل میں گزارے گا اور اگر اس کے پاس 20 زندگیاں ہوتیں تو میں 20 خواتین کے بدلے میں اسے 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دیتا، لہذا ضروری ہے کہ آخرت کی لمبی زندگی ہو جس میں Yorkshire Ripper کو بقیہ 19 خواتین کے قتل کی سزا بھی دی جائے۔

۴۔ Holocaust

دوسری عالمی جنگ کے زمانہ میں Hitler کے حکم سے چھ ملین یہودیوں کا قتل عام کیا گیا۔ اب دنیا کا کوئی قانون ایسے ظالم کو قتل و قتل سزا نہیں دے سکتا، لہذا آخرت کی دائمی زندگی کا ہونا ضروری ہے تاکہ Hitler سے باری باری چھ ملین یہود کے قتل کا بدلہ لیا جاسکے۔

[۲۴] اس پیغمبر ﷺ نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح اپنی امت کی تکذیب سے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس قوم پر عنقریب عذاب آنے والا ہے جس کو دیکھ کر یہ نادم ہوں گے مگر اس آخری وقت کی ندامت بے سود ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے برحق وعدہ کے مطابق جب سخت چیخ کا عذاب آیا تو انہیں خس و خاشاک کی طرح برباد کر دیا اور ظالم لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہی رہتے ہیں۔

مَا تَسْتَيْقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَ مَا
يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۲۵﴾

۲۳۔ کوئی قوم نہ تو اپنی مقررہ میعاد سے آگے بڑھ سکتی
ہے اور نہ ہی پیچھے رہ سکتی ہے۔ [۲۵]

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا ۖ كُلَّمَا جَاءَ
أُمَّةٌ رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ
بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۖ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۶﴾

۲۴۔ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے، جب بھی کسی امت
کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا، پس
ہم ایک کے بعد دوسری قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے اور
ہم نے ان قوموں کو افسانے بنا دیا، پس پھٹکار ہو ان
لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ [۲۶]

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَآخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا
وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۷﴾

۲۵۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو
اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ مَلَأٰهُ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا
قَوْمًا عَالِينَ ﴿۲۸﴾

۲۶۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، تو انہوں
نے تکبر کیا اور وہ بڑے سرکش تھے۔ [۲۷]

فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ بِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا
لَنَا عِبْدُونَ ﴿۲۹﴾

۲۷۔ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر
ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم تو ہماری
عبادت کرتی ہے۔

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۳۰﴾

۲۸۔ پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو وہ ہلاک شدہ
لوگوں میں سے ہو گئے۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ نے جس قوم کے لئے عذاب کا جو وقت مقرر کر رکھا ہے وہ عذاب عین اسی وقت نازل ہو جاتا ہے لمحہ بھر بھی آگے
پیچھے نہیں ہوتا۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں کے فنا ہونے کے بعد دوسری بعض قوموں کو پیدا فرمایا اور ہر قوم کی طرف ایک رسول مبعوث فرمایا
مگر ہر قوم نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے ہر تکذیب کرنے والی قوم کو اس طرح ہلاک کیا کہ وہ محض ایک افسانہ بن
کے رہ گئی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کی رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، وہ بڑے سرکش
اور متکبر تھے۔ انہوں نے ان کو جھٹلایا جس کے صلہ میں ان کو غرق کر دیا گیا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُونَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تاکہ (ان کی قوم کے) لوگ ہدایت پا جائیں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا
إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور ہم نے ابن مریم علیہ السلام اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو رہائش کے قابل تھی اور اس میں چٹھے جاری تھے۔ [۲۸]

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّو مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا
صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اے رسولانِ (گرامی)! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک عمل کرتے رہو، جو عمل تم کرتے ہو میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ [۲۹]

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا
رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور بے شک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں، سو تم مجھ سے ڈرا کرو۔

[۲۸] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اور حضرت مریم علیہا السلام کا بغیر خاوند کے حاملہ ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ بلند جگہ سے مراد شاید وہ جگہ ہے جہاں لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر حضرت مریم علیہا السلام نے پناہ لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس کے نیچے چشمہ بہہ رہا تھا جیسا کہ سورہ مریم (۱۹) کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے۔

[۲۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے یعنی وہ چیزیں بذات خود بھی پاک ہوں اور حلال طریقہ سے حاصل کی گئی ہوں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ناپاک اور حرام چیزیں نہ کھائی جائیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے۔۔۔ پھر آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر کر کے آتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟ (مسلم: ۱۰۱۵: کتاب الزکوۃ: باب ۱۹)

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہوگا جو اس مال سے حاصل کیا گیا ہو جو لوگوں کا حق مار کر اور انہیں نقصان پہنچا کر حاصل کیا گیا ہو۔

(شعب الایمان: ۵۷۳: جلد ۵: ص ۵۷)

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ
بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ لیکن انہوں نے اپنی دینی وحدت کو باہمی اختلاف
سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر گروہ اپنے نظریات پر خوش
ہے۔ [۳۰]

فَذَرَاهُمْ فِي غَمَرَاتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ پس آپ ان کو کچھ عرصہ تک ان کی غفلت میں رہنے
دیں۔ [۳۱]

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُثَبِّتُ بِهِمْ مِنْ مَّالٍ
وَبَنِينَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال و اولاد سے جو ان
کی مدد کر رہے ہیں۔ [۳۲]

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۖ بَلْ لَا
يَشْعُرُونَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ تو ہم انہیں بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟
(ہرگز نہیں) بلکہ وہ (حقیقت کو) سمجھتے نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
مُتَّقُونَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے
ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۳۰] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے ایک ہی دین یعنی توحید کی دعوت دی لیکن لوگ بعد میں توحید کو چھوڑ کر مختلف فرقوں میں
تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ اپنے اپنے نظریات پر مطمئن اور خوش ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے باوجود اگر یہ لوگ تعصب کا شکار
ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں ان کو ان کی غفلت میں ہی رہنے دیں، جب ان کی زندگی کی مدت
ختم ہوگی تو انہیں حق و باطل بالکل واضح نظر آ جائے گا۔

[۳۲] اس دنیا میں جن لوگوں کے عقائد اور اعمال اچھے نہیں ہیں لیکن پھر بھی دنیاوی اعتبار سے بڑی برادری اور دولت کے مالک
ہیں تو وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے بلکہ یہ ان کی آزمائش ہے اور وہ حقیقت کو نہیں سمجھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی
آزمائش کے انداز مختلف ہیں، کبھی وہ مال و اولاد دے کے آزماتا ہے اور کبھی ان سے محروم کر کے آزماتا ہے مگر راضی صرف
ان لوگوں سے ہوتا ہے جو ہر حال میں اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ دنیا سے بھی دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کو وہ ناپسند

وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں بناتے۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ
أَتَتْهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَاجِعُونَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور جو لوگ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) دیتے ہیں جتنا وہ دے سکتے ہیں اور ان کے دلوں پر (اللہ تعالیٰ کے جلال کا) خوف طاری رہتا ہے کیونکہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [۳۳]

أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا
سَابِقُونَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔

وَلَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا
كِتَابٌ يَّتَقَنَّ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ بولتی ہے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۳۴]

کرتا ہے مگر دین صرف اس کو دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۳۸۷)

[۳۳] جو اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور دیگر نیک کاموں میں اپنی صلاحیتیں صرف کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنی نیکیوں پر تکبر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کسی کوتاہی کی وجہ سے ان کی یہ نیکیاں کہیں ضائع نہ ہو جائیں تو دراصل یہی لوگ نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ (اس وجہ سے ان کے دل کانپتے رہتے ہیں) تو آپ نے فرمایا: نہیں، اے صدیق! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ ڈرتے ہیں کہ شاید ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ (ترمذی: ۳۱۷۵: ابواب تفسیر القرآن: باب ۲۴: سورۃ المؤمنون) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیکیاں کر کے اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے ہیں کہ تم برائیاں کر کے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳۴] اللہ تعالیٰ کسی شخص سے ایسے اعمال کا مطالبہ نہیں کرتا جو وہ نہ کر سکتا ہو لیکن اس کے باوجود جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی ساری حرکتیں اس کے نامہ اعمال میں درج ہیں جو قیامت کے دن اس کے سامنے کھول کر رکھ دی جائیں گی اور ان کے مطابق اس کی سزا اور جزا کا عمل جاری ہوگا اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۶۳۔ بلکہ ان کے دل اس (یعنی آخرت) سے غفلت میں ہیں اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں، وہ ان (برے) اعمال پر عمل پیرا ہیں۔ [۳۵]

۶۴۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو وہ چلا اٹھیں گے۔

۶۵۔ آج مت چلاؤ، بے شک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ [۳۶]

۶۶۔ بے شک میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے۔

۶۷۔ تکبر کرتے ہوئے، قرآن کے متعلق افسانہ گوئی اور بکواس کرتے ہوئے۔ [۳۷]

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمَرَةٍ مِّنْ هَذَا وَ لَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَمِلُونَ ﴿۳۵﴾

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيَهُم بِالْعِزَّابِ إِذَا هُمْ يَجْرُونَ ﴿۳۶﴾

لَا تَجْرُوا الْيَوْمَ ۚ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنصَرُونَ ﴿۳۷﴾

قَدْ كَانَتْ آيَتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تُنْكِرُ صَوْنَ ۙ

مُسْتَكْبِرِينَ ۙ بِهِ سِرَّاتُنَا نَهَجُونَ ﴿۳۸﴾

[۳۵] کفار کے دل توحید اور آخرت کے عقیدہ سے غافل ہیں اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال کے برعکس ہیں یعنی ان کا عقیدہ بھی غلط ہے اور ان کے اعمال بھی برے ہیں۔

[۳۶] عذاب جب آتا ہے تو وہ آسودہ حال اور بد حال لوگوں میں تفریق نہیں کرتا مگر ایسے اوقات میں عام طور پر آسودہ حال لوگ ہی زیادہ شور مچاتے ہیں اس لئے ان کو خطاب کیا گیا: مت چلاؤ، آج تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ اس سے مراد اگر دنیاوی عذاب ہے تو وہ غزوہ بدر کا میدان کا رزار ہے جس میں ستر کا فرما رہے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے اور باقی چیخنے چلاتے پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اگر اس سے مراد اخروی عذاب ہے تو وہاں بھی جہنم میں ان کے چیخنے چلانے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ دارالجزا ہے۔

[۳۷] عذاب میں مبتلا کفار جب چیخ و پکار کریں گے تو انہیں کہا جائے گا: کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب اللہ تعالیٰ کا رسول تمہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا تھا تو تم ان کو سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور تکبر کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ جاتے تھے نہ نیز چاندنی راتوں میں کعبہ کے پاس بیٹھ کر قرآن اور صاحب قرآن کے خلاف سازشیں کرتے تھے، لہذا آج اپنی سازشوں کا مزہ چکمو، چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

۶۸۔ کیا انہوں نے کلام (الہی) میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس وہ کلام آیا جو ان کے پہلے دادا کے پاس نہیں آیا تھا؟ [۳۸]

۶۹۔ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا اس لئے اس کے منکر ہو گئے؟ [۳۹]

نماز عشاء کے بعد باتیں کرنا
حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے پہلے سونے اور نماز عشاء کے بعد باتیں کرنے کو
مکروہ قرار دیتے تھے۔ (بخاری: ۵۶۸: کتاب مواقیب الصلاة: باب ۲۳)

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو مارا کرتے تھے جو رات کو باتیں کرتے تھے اور انہیں
فرماتے: یہ بھی کوئی عقل مندی ہے کہ رات کے پہلے حصہ میں دیر تک جاگتے رہو اور اس کے آخری حصہ میں جو نزول رحمت کا
وقت ہوتا ہے، سوتے رہو۔ اب تو اپنے کراما کا تبین کو آرام کرنے دو۔ (تفسیر قرطبی) اہل علم کہتے ہیں، رات کو نماز عشاء کے
بعد باتیں کرنے کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن کام کاج اور روزی کمانے کے لئے بنایا ہے اور رات آرام
کرنے اور سونے کے لئے بنائی ہے، لہذا رات کو دیر تک جاگ کر باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور صنعت کے خلاف ہے۔
(تفسیر قرطبی)

نماز عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنا اس صورت میں مکروہ ہے جب فضول اور بے سود باتیں کی جائیں لیکن دین و علم کی
باتیں کرنا، وعظ و نصیحت سنا، ذکر کرنا، نوافل پڑھنا اور نیک کاموں کے لئے مشورہ کرنا وغیرہ کے لئے دیر تک بیدار رہنا
منوع نہیں ہے۔

[۳۸] دراصل کفار مکہ نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا، اگر وہ غور کرتے تو ایمان لے آتے۔ نیز قرآن مجید کا نزول کوئی نئی بات نہیں
بلکہ تمہارے آباء و اجداد یعنی پہلی قوموں کے پاس بھی انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا کلام لاتے رہے تھے، البتہ
اہل مکہ کے پاس جو کلام آیا وہ آخری اور عظیم شان والا تھا، لہذا انہیں آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرنا چاہیے تھا اور اس عظیم
احسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔

[۳۹] کیا کفار مکہ اس لئے آپ کے منکر ہو گئے کہ وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے حالانکہ وہ آپ کی صداقت و امانت کے اس قدر
مسترف تھے کہ وہ آپ کو صادق و امین کے القاب سے یاد کرتے تھے جیسا کہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے
نبی کریم ﷺ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس کے نسب،
صداقت، امانت اور طہارت کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ تفصیلی واقعہ کے لئے سورۃ المائدہ (۵) کی آیت نمبر ۸۳ اور

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ
وَأَكْثَرُهُم لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ①

۷۰۔ یا یہ کہتے ہیں کہ رسول کو جنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے
پاس حق لے کر آئے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ
حق کو پسند نہیں کرتے۔ [۴۰]

وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ
السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ
آتَيْنَهُمْ بِنَذِيرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ
مُعْرِضُونَ ②

۷۱۔ اور اگر حق ان کی خواہش کی پیروی کرتا تو آسمان وزمین
اور جو کچھ ان میں ہے سب درہم برہم ہو جاتا، بلکہ ہم تو
ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں لیکن وہ اپنی
نصیحت سے ہی روگردانی کرنے والے ہیں۔ [۴۱]

أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَارَجُوا مِنْكَ خَيْرًا ۚ وَهُوَ
خَيْرُ الرِّزْقَيْنِ ③

۷۲۔ کیا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ (آپ
کے لئے) تو آپ کے رب کا اجر ہی بہتر ہے اور وہ
سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ [۴۲]

وَإِنَّكَ لَتَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ④

۷۳۔ اور بے شک آپ تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱۶ ملاحظہ کریں۔

[۴۰] کیا وہ آپ پر اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ ان کے خیال میں آپ کو جنون ہو گیا ہے حالانکہ آپ نے ایسا قرآن پیش کیا جس
کی نظیر پیش کرنے سے پوری دنیا قاصر ہے؟ اس قدر فصیح و بلیغ اور بے مثال کلام لانے والا مجنون نہیں ہو سکتا۔ دراصل آپ
ایسا دین حق لے کر آئے ہیں جو ان کی خواہشات اور ان کے آبائی عقائد کے خلاف ہے اس لئے وہ محض عناد، سرداری کی
خواہش اور عیاشی کی وجہ سے حق سے نفرت کرتے ہیں۔

[۴۱] حق سے مراد اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، قرآن مجید اور دین حق سبھی ہو سکتے ہیں اور کفار کی خواہشات میں سے ایک یہ تھی
کہ توحید کو چھوڑ کر سینکڑوں خداؤں کو تسلیم کیا جائے۔ اب اگر کفار کی خواہش کے مطابق دین حق میں سینکڑوں خداؤں کو تسلیم
کر لیا جائے تو زمین و آسمان کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ دراصل اللہ تعالیٰ تو دین حق کی صورت میں ان کے لئے
ایسی نصیحت لایا ہے جو ان کے لئے عزت و وقار کا ذریعہ ہے مگر ان کی بے وقوفی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی ہی بھلائی اور عزت
سے روگردانی کر رہے ہیں۔

[۴۲] کیا وہ آپ کی دعوت اس لئے نہیں سنتے کہ آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کریں گے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ آپ کو تو
آپ کا رب رزق دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ
الصِّرَاطِ لَكُنُوبُونَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ
صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں۔ [۲۳]

وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ
ضُرِّ لَدَجُونِ طَغْيَانِهِمْ يَعْبَهُونَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور جو تکلیف انہیں
لاحق ہے اس کو دور کر دیں، پھر بھی وہ اندھے بنے
ہوئے اپنی سرکشی میں بڑھتے جائیں گے۔ [۲۴]

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا
لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور بے شک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کر لیا، پھر
بھی نہ تو وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ گڑ گڑائے۔

حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ
شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْسُونُونَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ
کھول دیں گے تو اس وقت وہ بالکل مایوس ہو جائیں
گے۔ [۲۵]

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَ
الْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں
اور دل بنائے لیکن تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ
تُحْشَرُونَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلایا اور تم اس
کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ
الْيَلِّ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور ریل و نہار
کی گردش بھی اسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

[۲۳] نبی کریم ﷺ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلاتے ہیں تاکہ وہ برائیاں چھوڑ کر نیکی کی راہ اختیار کریں اور آخرت میں اجر
عظیم حاصل کریں لیکن جو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے ظاہر ہے وہ صراطِ مستقیم سے اعراض کریں گے۔

[۲۴] یہ لوگ باطل پرستی میں اتنے پختہ ہو چکے ہیں اور ان کا ذہن و ضمیر اتنا مردہ ہو چکا ہے کہ اب اگر ان پر رحم کیا جائے اور ان
کی تکالیف کو دور کر دیا جائے پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اندھے بنے ہوئے اپنی سرکشی میں بڑھتے چلے جائیں گے۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط سالی اور جنگوں کے ذریعہ کئی بار عذاب میں مبتلا کیا مگر پھر بھی انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوئی اور یہ اس

بَلْ قَالُوا امِثْلَ مَا قَالِ الْاَوَّلُونَ ﴿۸۱﴾
 ۸۱۔ بلکہ انہوں نے بھی وہی بات کہی جو پہلے لوگ (کفار) کہا کرتے تھے۔

قَالُوا عِزًّا مِثْنًا وَكُنَّا تَرَابًا وَعِظَامًا اِنَّا لَبَعُوثُونَ ﴿۸۲﴾
 ۸۲۔ انہوں نے کہا: کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟

لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾
 ۸۳۔ بے شک ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے یہ وعدہ کیا گیا تھا، یہ تو محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ [۳۶]

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾
 ۸۴۔ آپ فرمائیے: یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کی ملکیت ہیں اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُولُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾
 ۸۵۔ وہ کہیں گے: (یہ سب) اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، تو آپ فرمائیے: پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾
 ۸۶۔ آپ فرمائیے: سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟

وقت تک کفر سے باز نہیں آئیں گے جب تک ان پر سخت عذاب کا دروازہ نہ کھول دیا جائے مگر اس وقت وہ بالکل مایوس ہوں گے کیونکہ تو بہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

[۳۶] گزشتہ آیات میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنی نوع انسان کو پہلی دفعہ پیدا کر کے زمین پر پھیلا یا اسی طرح مرنے کے بعد ایک دن ضرور آئے گا جب انہیں دوبارہ زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں جمع فرمائے گا۔ نیز وہ زندگی و موت کا خالق اور گردش لیل و نہار کا مالک ہے، لہذا اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر کفار مکہ نے وہی بات کہی جو پہلے کفار کہا کرتے تھے یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم مرجائیں اور پھر ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ وراثت قیامت کا آنا ایک ایسا وعدہ ہے جو صدیوں سے ہمارے باپ دادا سے کیا جا رہا ہے اور ابھی تک پورا نہیں ہوا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ محض کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ وہ کہیں گے: (یہ سب) اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو آپ فرمائیے: پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ [۳۷]

قُلْ مَنْ يَدِّ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ
وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ آپ فرمائیے: ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کی مرضی کے خلاف (کسی کو) پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنْ تَسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ وہ کہیں گے: یہ اللہ تعالیٰ کی ہی شان ہے تو آپ فرمائیے: پھر کہاں سے تم پر جادو کیا جا رہا ہے؟ [۳۸]

بَلْ اَتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَانَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ [۳۹]

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ
اِلٰهٍ اِذَا لَذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ
بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
يَصِفُونَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ اللہ تعالیٰ نے (اپنے لئے) کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے، اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ [۵۰]

[۳۷] یعنی جب تم خود یہ تسلیم کرتے ہو کہ زمین، اس پر آباد ساری مخلوق، سات آسمان اور عرش عظیم کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم اس کی توحید پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کے عذاب سے بچنے کا اہتمام کیوں نہیں کرتے؟

[۳۸] یعنی جب تم تسلیم کرتے ہو کہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ جس کو چاہے پناہ دے اور اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو پھر تمہاری عقلوں پر کس نے جادو کر دیا ہے کہ تم اس قادر مطلق خدا کے ساتھ شریک بناتے ہو۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حق نازل کیا تاکہ وہ اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں مگر وہ شرک اور انکار آخرت جیسے جھوٹے عقائد میں اتنے پختہ ہو چکے ہیں کہ حق کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اسے کسی اولاد کی حاجت نہیں ہے۔ نیز وہ صرف ایک ہے، اگر ایک سے زائد خدا ہوتے تو وہ اپنی اپنی مخلوق لے کر دوسرے خدا سے لکراتے اور نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا، لہذا اللہ تعالیٰ اولاد اور شریک سے پاک ہے۔

عَلِيمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعَلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١١﴾

۹۲۔ وہ ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، پس وہ اس شرک سے بالاتر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ [۵۱]

قُلْ رَبِّ اِمَّا تَرِيَنِي مَا يَدْعُوْنَ ۙ ﴿١٢﴾

۹۳۔ آپ دعا کریں کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ (عذاب) دکھائے جس کا ان (کافروں) سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ﴿١٣﴾

۹۴۔ تو اے میرے رب! مجھے ظالم قوم میں شامل نہ کرنا۔ [۵۲]

وَ اِنَّا عَلٰى اَنْ تُرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدِرُوْنَ ﴿١٤﴾

۹۵۔ اور بے شک ہم اس بات پر ضرور قادر ہیں کہ آپ کو وہ (عذاب) دکھائیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں۔ [۵۳]

اِدْفَعْ بِاَلَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السَّبِيْطَةِ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿١٥﴾

۹۶۔ آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دور کیا کریں جو بہت اچھا ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں وہ (آپ کے متعلق) بیان کرتے ہیں۔ [۵۴]

[۵۱] جس طرح اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کے بنانے اور اس پر حکومت کرنے پر قادر مطلق ہے اسی طرح وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کا بھی عالم مطلق ہے اور کفار جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں وہ ان سے پاک اور بالاتر ہے۔

[۵۲] یعنی اے میرے رب! کفار سے جس عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے اگر وہ عذاب میری موجودگی میں آئے تو مجھے ظالم قوم میں شامل نہ کرنا۔ نبی کریم ﷺ معصوم ہیں اور آپ ظالموں کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے، پھر بھی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عاجزی و انکساری کی تعلیم دی ہے تاکہ آپ کے اجر میں اضافہ ہو۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس سے مراد امت ہے یعنی ہر امتی کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہیے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو اے میرے رب! مجھے ظالموں میں شامل نہ کرنا۔

[۵۳] اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو کفار کا عذاب دکھائے لیکن وہ نہیں چاہتا کہ آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نازل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں۔ (قرآن: ۸: ۳۳)

[۵۴] پیارے نبی کریم ﷺ ایہ کفار آپ کے متعلق جو نازیبا باتیں کرتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور مناسب وقت پر انہیں

۹۷۔ اور آپ دعا کریں کہ اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ﴿۹۷﴾

سزا بھی دیں گے لیکن آپ ان کی برائی اور بد اخلاقی کے بدلہ میں ان سے اچھائی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کا خلق اور کردار تو اعلان نبوت سے پہلے بھی لا جواب تھا۔ دراصل اس آیت میں آپ کے ذریعہ امت کو اخلاق حسنہ کی تلقین کی جا رہی ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا بہت آسان ہے مگر اس سے بد امنی کا سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن درگزر کرنے سے دشمن کا دل نرم ہو جاتا ہے اور امن و سلامتی کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے چند اعمال اور اقوال ملاحظہ کریں:

۱۔ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ساخرا اور مجنون کہا، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا، آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ چبایا لیکن آٹھ سال بعد جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو حرم کعبہ میں ان سخت ترین دشمنوں سے خطاب فرمایا: اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم نبی ہیں، کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی، آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (فتح الباری: ابن حجر عسقلانی: جلد ۸: ص ۱۸) حسن اخلاق اور درگزر کا جو مثالی مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی شان کریمی دیکھ کر اہل مکہ جوق درجوق آگے بڑھے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے لگے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔

(بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً بے شری کی بات کرتے تھے اور نہ تکلفاً۔ آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(ترمذی: ۲۰۱۶: ابواب البر والصلة: باب ۶۹)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔

(کنز العمال: ۶۹۲۹: جلد ۳: ص ۳۵۹)

وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ ⑨

۹۸۔ اور اے میرے رب! میں تو اس بات سے بھی تیری

پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔ [۵۵]

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ
ارْجِعُونِ ⑩

۹۹۔ یہاں تک کہ جب ان (کافروں) میں سے کسی کو
موت آئے گی تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے
(دنیا میں) واپس بھیج دے۔

لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا
كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ

۱۰۰۔ تاکہ میں اس دنیا میں کچھ نیک اعمال کر لوں جسے میں
چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں! یہ ایک (لفظ) بات ہے جو
وہ کہہ رہا ہے، [۵۶] اور ان کے آگے ایک پردہ ہے

[۵۵] یہاں پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ اپنے بندوں کو شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ شیطان کبھی دور بیٹھ کر دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور کبھی انسانی شکل میں حاضر ہو کر غلط مشورے دیتا ہے جیسے وہ ذبح اسماعیل علیہ السلام کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں قربانی سے منع کرنے لگا۔ الغرض شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ انسان کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے انسان اسے نہیں دیکھ سکتا، لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو شیطان سے اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ اس سلسلہ میں ایک دعا ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دعا کرے: ”أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ“ (میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے، اس کے عقاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں اور شیطین کے حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں) تو پھر شیطین اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھاتے اور جو نابالغ بچے تھے یہ دعا لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔ (ترمذی: ۳۵۲۸: کتاب الدعوات: باب ۹۴)

[۵۶] موت کے وقت، قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت اور دوزخ میں پھینکے جانے کے وقت کافر یہ آرزو کرے گا کہ اگر اسے ایک بار پھر دنیا میں بھیجا جائے تو وہ نیک اعمال کرے گا لیکن اس بات سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ایک تو توبہ کا وقت بہت پہلے تھا جس سے اس نے فائدہ نہیں اٹھایا اور دوسرا وہ جھوٹ بول رہا ہے، اگر بغرض محال اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو بھی وہ نیک اعمال نہیں کرے گا کیونکہ دنیا میں وہ اسلام کا منکر کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے مگر تعصب، تکبر، بغض، عناد، لالچ یا نفس پرستی کی وجہ سے انکار کر دیتا ہے اور یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جو انسان کو انجام سے غافل کر دیتی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا آزمائش کرنے کے لئے بنائی تھی، اب اگر ایک انسان کو برائی کا انجام دکھا کر واپس بھجوا دیا جائے تو پھر آزمائش کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

اس دن تک جب وہ (قبروں سے) اٹھائیں جائیں گے۔ [۵۷]

إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿۵۷﴾

۱۰۱۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ رشتہ داریاں رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے۔ [۵۸]

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۵۸﴾

۱۰۲۔ البتہ جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب و کامران ہوں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۹﴾

۱۰۳۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۶۰﴾

[۵۷] دو چیزوں کے درمیان جو پردہ اور رکاوٹ ہو اس کو برزخ کہتے ہیں۔ یہاں پر برزخ سے مراد موت اور قیامت کا درمیانی عرصہ ہے کیونکہ یہ دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان حجاب ہے، لہذا اب کوئی شخص دنیا میں واپس نہیں جاسکتا بلکہ قیامت تک اس برزخ میں رہے گا۔

[۵۸] قیامت کے دن کفار کے رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ باپ باپ نہیں رہے گا اور بیٹا بیٹا نہیں رہے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی پرواہ نہیں کریں گے، ہر ایک کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور وہ ایک دوسرے سے دور بھاگیں گے، البتہ نبی کریم ﷺ کے رشتے قائم رہیں گے جیسا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے اس سے میں بھی خوش ہوتا ہوں اور قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے سوا میرے نسب کے اور میرے نکاح کے اور میرے سسرال کے۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۲۳۔ مستدرک: امام حاکم: جلد ۳: ص ۱۵۸) اور نبی کریم ﷺ کی نسبت سے اہل ایمان کے رشتے بھی قائم رہیں گے اور وہ بھی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے کیونکہ آپ ﷺ سب اہل ایمان کے باپ ہیں اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اہل ایمان کی مائیں ہیں۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۱۲۳ اور حاشیہ نمبر ۳۲۲ ملاحظہ کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے ندا کرے گا: اے اہل محشر! اپنی نظریں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا جنت کی طرف گزر جائیں۔ (مستدرک: امام حاکم: جلد ۳: ص ۱۶۱۔ مسند فاطمہ: ص ۱۳۱)

تَتَفَحُّمُ وُجُوهُهُمْ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿۵۹﴾

۱۰۴۔ ان کے چہروں کو آگ جھلس دے گی اور وہ اس میں بد شکل ہو کے رہ جائیں گے۔ [۵۹]

أَلَمْ تَكُنْ أَلَيْتِي تُثَلِّي عَلَيْكُمُ فَلَنتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۶۰﴾

۱۰۵۔ کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں، پھر تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿۶۱﴾

۱۰۶۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بد بختی غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ [۶۰]

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿۶۲﴾

۱۰۷۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس جہنم سے نکال دے، اگر ہم پھر (گمراہی کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔

قَالَ احْسُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿۶۳﴾

۱۰۸۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ [۶۱]

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَبِيرُ الرَّحِيمِينَ ﴿۶۴﴾

۱۰۹۔ بے شک میرے کچھ بندے ایسے بھی تھے جو کہا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

[۵۹] قیامت کے دن جن لوگوں کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ کامیاب قرار پائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے اور جن کی برائیاں زیادہ ہوں گی انہیں ناکام قرار دے کر جہنم رسید کر دیا جائے گا جہاں ان کے چہروں کا گوشت جہنم کی آگ سے سکر جائے گا اور دانت ظاہر ہو کر بد صورتی کا منظر پیش کریں گے۔

[۶۰] کیا تمہیں یاد نہیں جب ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟ اس پر وہ اعتراف گناہ کرتے ہوئے کہیں گے: واقعی ہم پر نفس پرستی کی بد بختی غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ ہو گئے تھے۔

[۶۱] یعنی ہمیں ایک دفعہ جہنم سے نکال کر واپس دنیا میں بھیج دے، پھر بھی اگر ہم تیری نافرمانی کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب کسی اپیل اور توبہ کا وقت گزر چکا ہے، لہذا اذلت سے اپنی سرکشی اور

۱۱۰۔ لیکن تم نے ان کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔ [۶۲]

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سَخِرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوَكُمُ ذِكْرِي وَلَکُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضَلُّکُونَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۱۔ بے شک میں نے آج انہیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا إِنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم زمین میں کتنے برس رہے تھے؟

قُلْ لَّکُمْ لَيْسَتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۳۔ وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہوں گے، آپ گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیں۔ [۶۳]

قَالُوا لَيْسَ لَنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ فَسَلِّ الْعَادِينَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۴۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے تھے، کاش! تم جانتے ہوتے۔

قُلْ إِنْ لَّيْسَتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَا لَکُمْ کُتُبٌ تَعْلَمُونَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۵۔ کیا تم نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ [۶۴]

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾

گمراہی کی سزا کا مزہ چکھو۔

[۶۲] یعنی دنیا میں مسلمان جب میرے حضور دعا و استغفار کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو تنگ کرنے میں اتنا مصروف رہتے تھے کہ تم نے مجھے فراموش کر دیا تھا لیکن انہوں نے تمہاری ایذا رسانی پر صبر کیا اور آج میں نے انہیں ان کے صبر کا ایسا اجر عظیم عطا فرمایا ہے کہ وہ ہر طرح سے کامیاب و کامران ہیں۔

[۶۳] کفار دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے اور آخرت کی زندگی کے منکر تھے اس لئے قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کتنا عرصہ رہے تھے؟ تو وہ قیامت کی ہولناکی کے باعث اتنا پریشان ہوں گے کہ انہیں دنیاوی زندگی ایک دن یا اس سے بھی کم محسوس ہوگی اور صحیح تعداد ان کے فرشتے ہی بتا سکیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی واقعی بہت ہی قلیل ہے۔ کاش! دنیا میں تم اس دنیا کی بے ثباتی کو جان لیتے تو آج تم بھی اہل ایمان کے ساتھ کامیاب و کامران ہوتے۔

[۶۴] اللہ تعالیٰ نے کوئی معمولی سا ذرہ بھی فضول پیدا نہیں فرمایا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات حضرت انسان کو

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝

۱۱۶۔ پس اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عزت والے عرش کا مالک ہے۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ
بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ
الْكَافِرُونَ ۝

۱۱۷۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرتا ہے جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، [۶۵] بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے۔

وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ۖ وَأَنْتَ خَيْرُ
الْرَّحِيمِينَ ۝

۱۱۸۔ اور آپ عرض کیجیے: اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

بے مقصد پیدا فرمادے۔ اس نے انسان کو عقل و فہم کی ایسی عظیم صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کی بدولت تمام جاندار اس کے زیر نگین ہیں، لہذا ان عظیم نعمتوں کے بارے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

[۶۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہیں ان کے پاس اس شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حساب و کتاب میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز جمعرات ۱۸ ستمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۱۸ رمضان ۱۴۲۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة النور (۲۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ”نور“ ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورت غزوہ بنی مصطلق کے بعد نازل ہوئی کیونکہ اس میں ”واقعہ فک“ کا ذکر ہے جو غزوہ بنی مصطلق کے بعد پیش آیا تھا۔

مضامین

اسلام میں زنا بہت بڑا جرم اور شدید گناہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اسے ۱۰۰ کوڑے لگائے جائیں گے جبکہ شادی شدہ شخص کی سزا سنگساری ہے۔ غیر شادی شدہ شخص تو کسی وقت خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہو سکتا ہے لیکن شادی شدہ شخص کا اپنے زوج کے ساتھ خیانت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنا ناقابل فہم ہے، لہذا اس کی سزا سخت رکھی گئی ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان اسباب پر پابندی لگادی ہے جو زنا کا سبب بن سکتے ہیں مثلاً ہر مومن مرد اور مومن عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنی لگا ہوں نیچے رکھے کیونکہ آنکھوں کے نظارے سے ہی شیطان دل میں ناپاک خیالات پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکام نازل فرمائے اور کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جانا منع کر دیا تاکہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کا آپس میں میل ملاپ نہ ہو۔

اس سورت میں وہ آیات بھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی بیان فرمائی جب منافقین نے آپ پر تہمت لگائی تھی۔ نیز قرآن مجید نے کسی عورت پر بلا وجہ تہمت لگانے کا سد باب اس طرح کیا کہ جو شخص کسی پاکدامن مسلمان عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو سورة المائدہ کی تعلیم دو اور اپنی عورتوں کو سورة النور کی تعلیم دو۔ (کنز العمال: ۲۴۹۴۹: جلد ۱۶: ص ۳۷۲)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم انگلستان

بروز بدھ بعد از نماز عصر ۲۴ ستمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۴ رمضان ۱۴۲۹ھ

﴿ آیاتھا ۲۴ ﴾ ﴿ سورۃ النور مدنیہ ۱۰۲ ﴾ ﴿ رکوعاھا ۹ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ①

۱۔ یہ (ایک عظیم الشان) سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی ہے اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کر دیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ [۱]

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا

۲۔ جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو (اور وہ غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، [۲]

[۱] قرآن مجید کی ساری سورتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں اور ان میں بیان ہونے والے سارے احکام بھی اسی نے مقرر فرمائے ہیں، پھر اس سورت کے نزول کو خاص طور پر اپنی طرف منسوب کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس سورت کے احکام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو سورہ ”المائدہ“ کی تعلیم دو اور اپنی عورتوں کو سورہ ”النور“ کی تعلیم دو۔ (کنز العمال: ۴۴۹۴۹: جلد ۱۶: ص ۷۷۲)

اسلام میں معاشرہ کی پہلی اکائی اور بنیاد خاندان ہے، اگر خاندان کا نظام صحیح ہوگا تو پورا معاشرہ پر امن رہے گا اور ہر خاندان میں عورت کی ذات اور اس کی عفت و ناموس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس سورت میں چونکہ عورت کی عفت کے متعلق احکام نازل کئے گئے ہیں اس لئے یہ سورت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

[۲] قرآن وحدیث نے چار جرائم (یعنی چوری، کسی پاکدامن عورت یا مرد پر زنا کی تہمت لگانا، شراب پینے اور زنا کرنے) کی سزائیں متعین کر دی ہیں جن کو حدود کہا جاتا ہے اور باقی جرائم کی سزائیں حالات کے مطابق امیر یا قاضی تجویز کرتا ہے ان کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔

زنا کی سزا کا حکم

زمانہ جاہلیت میں زنا عام تھا اور اکثر لوگ اس کو برائی نہیں سمجھتے تھے، لہذا ایک دم اس کے خلاف سخت سزا کا اعلان کرنا مشکل تھا، چنانچہ شراب کی طرح زنا کی روک تھام کے لئے بتدریج حکم نازل فرمایا۔ اس سلسلے کا پہلا حکم یہ تھا کہ جو عورتیں زنا کا ارتکاب کریں انہیں گھروں میں قید کر دیا جائے۔ (قرآن: ۴: ۱۵) تاکہ وہ آئندہ زنا نہ کر سکیں۔ دوسرا حکم سورہ ”النور“ کی اس آیت نمبر ۲ میں مذکور ہے یعنی مرد اور عورت دونوں کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے

تیسرا حکم یہ فرمایا کہ سو کوڑوں کی سزا صرف ان کو دی جائے جو شادی شدہ نہ ہوں اور اگر شادی شدہ مرد و عورت زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں سنگسار کیا جائے۔

زنا کے ثبوت کے لئے شرائط

زنا کی سزا اسلام میں سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ صرف دو افراد کی سزا کا نہیں بلکہ دو خاندانوں کی عزت و آبرو کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی کے بجائے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی ہے جو مسلمان بھی ہوں اور چشم دید بھی۔ اگر ایک شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اس بہتان کی سزا کے طور پر ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے تاکہ آئندہ کوئی بلا وجہ کسی کی عزت سے کھیلنے کی جرأت نہ کر سکے۔ عہد رسالت میں صرف دو زنا کے واقعات کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ بھی انہوں نے خود اعتراف گناہ کیا، چار گواہ نہیں مل سکے تھے۔ (السنن الکبریٰ: بیہقی: جلد ۸: ص ۲۱۴)

بائبل میں زنا کی سزا

- ۱۔ اگر مرد کا الزام سچ ثابت ہو کہ وہ لڑکی کنواری نہیں ہے تو قاضی اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں جہاں شہر کے لوگ اس لڑکی کو سنگسار کر دیں۔ (دی لیونگ بائبل: استثناء: ۲۲: ۲۱-۲۰)
- ۲۔ اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو ان دونوں کو شہر کے دروازے پر نکال کر سنگسار کر دیا جائے۔ (دی لیونگ بائبل: استثناء: ۲۲: ۲۳-۲۲)
- ۳۔ فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے لوگوں کے ہجوم میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا: اے استاذ! یہ عورت عین زنا کرتے وقت پکڑی گئی ہے، تو رات میں موسیٰ علیہ السلام کا حکم یہ ہے کہ ہم ایسی عورت کو قتل کر دیں۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے آپ کو آزمانے کے لئے یہ کہا تاکہ آپ پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع علیہ السلام جھک کر انکی سے زمین پر لکھنے لگا۔ جب وہ آپ علیہ السلام سے سوال کرتے ہی رہے تو آپ علیہ السلام نے سیدھے ہو کر ان سے کہا: ٹھیک ہے اس کو سنگسار کر دو۔ (دی لیونگ بائبل: یوحنا: ۸: ۷-۳)

غیر شادی شدہ مرد یا عورت کی سزا

آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور غیر شادی شدہ بدکار مرد یا بدکار عورت کی سزا سو کوڑے ہے اور جو عاقل یا بالغ نہ ہو وہ مکلف ہی نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا: بچے سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، سونے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ (ترمذی: ۱۴۲۳: ابواب الحدود: باب ۱)

کوڑا مارنے کی کیفیت

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کوڑے مارنے (یعنی جلد) کے لفظ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ کوڑے

کی مار ایسی ہونی چاہیے جس کا اثر جلد تک رہے اور گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا بھی نہ اتنا سخت ہو کہ زخمی کر دے اور نہ اتنا نرم ہو کہ کوئی تکلیف بھی نہ ہو۔ (تفسیر کبیر) اسی لئے حضرت عمر فاروق ؓ نے کوڑے مارنے والے کو فرمایا: اس طرح مار کہ تیری بغل نظر نہ آئے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی پوری طاقت سے ہاتھ اٹھا کر نہ مار بلکہ اوسط درجہ کے کوڑے کے ساتھ اوسط درجہ کی ضرب لگا۔

نیز سزا کے وقت اس کی برائی بیان نہ کی جائے بلکہ اس پر رحم کے لئے دعا کی جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں ایک آدمی کو شراب نوشی کے جرم میں سزا دی جا رہی تھی۔ کسی نے اسے کہا: خدا تجھے رسوا کرے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔“ بلکہ یوں کہو: ”اے اللہ! اس کو معاف فرما دے اور اس پر رحم فرما۔“ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۴۴۷۷: ۴۴۷۸: کتاب الحدود)

غلام یا لونڈی کی سزا

عاقل اور بالغ غلام یا لونڈی زنا کرے تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہے۔ (سورۃ النساء: ۴: ۲۵) کیونکہ وہ گھریلو ضروریات کے لئے اکثر ادھر ادھر جانے کے سبب چونکہ اس جرم کی ترغیبات کی زد میں ہوتے ہیں، اس لئے ان کی اس مجبوری کے باعث ان کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے۔

شادی شدہ مرد یا عورت کی سزا

آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے۔ تورات میں بھی ان کی سزا رجم تھی۔ تفصیل کے لئے سورہ ”المائدہ“ کی آیات نمبر ۴ تا ۴۳ کے حواشی ملاحظہ کریں۔

نبی کریم ﷺ نے ماعز اور غامدیہ پر ان کے اعتراف زنا کے بعد رجم کی حد قائم فرمائی اور خلفائے راشدین ؓ نے بھی رجم کی حد قائم کی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس سزا کا انکار نہیں کیا، لہذا رجم کی سزا احادیث متواترہ، نبی کریم ﷺ کے فعل مبارک اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: کتاب الحدود: جلد ۵: ص ۶۰)

شعبی ؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی ؓ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم (سنگسار) کیا تو کہا: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے رجم کیا ہے۔ (بخاری: ۶۸۱۲: کتاب الحدود: باب ۲۱)

حضرت عبادہ بن صامت ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حکم لے لو، اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرمادی، اگر کنواری کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور سنگسار کر دو۔

(مسلم: ۱۶۹۰: کتاب الحدود: باب ۳)

سورہ ”النور“ کی دوسری آیت میں غیر شادی شدہ مرد یا عورت کو سو کوڑے مارنے کی سزا مذکور ہے اور اس حدیث میں کوڑوں کے ساتھ ایک سال تک جلاوطن کرنے کا اضافہ ہے مگر احناف کے نزدیک ایک سال کے لئے جلاوطن کرنا حد میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعزیری سزا ہے۔ اگر قاضی مناسب سمجھے تو کوڑوں کے ساتھ ایک سال جلاوطنی کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں شادی شدہ مرد یا عورت کو سنگسار کرنے سے پہلے سو کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے مگر دوسری احادیث اور نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں سزائیں جمع نہیں ہوں گی۔ اسی لئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ زنا کرنے والے شادی شدہ مرد یا عورت کو صرف رجم کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز اور غامدہ کو صرف رجم کیا اور ان کو کوڑے نہیں مارے۔ (المبسوط: کتاب الحدود: جزء ۹: ص ۴۶)

رجم کی سزا میں جب مجرم مر جائے تو اس کی نعش کی توہین اور تذلیل نہیں کی جائے گی، بلکہ عام مسلمانوں کی طرح اسے غسل دیا جائے گا، اسے کفن پہنایا جائے گا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو عزت کے ساتھ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے حکم سے ماعز بن مالک کو رجم کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: ماعز بن مالک کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ بے شک اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو ایک امت پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لئے کافی ہو۔ (مسلم: ۱۶۹۵: کتاب الحدود: باب ۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماعز کی سنگساری کے بعد نبی کریم ﷺ نے دو آدمیوں کو ماعز کی برائی بیان کرتے سنا۔ چند قدم آگے جا کر ایک گدھے کی لاش پڑی نظر آئی۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں آدمیوں کو فرمایا: تم دونوں اس گدھے کے گوشت سے کچھ کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! اسے کون کھا سکتا ہے، آپ نے فرمایا: اپنے بھائی کی آبرو سے جو کچھ تم ابھی کھا رہے تھے وہ اسے کھانے سے بدتر چیز تھی۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک ماعز اس وقت جنت کی نہروں میں تیر رہا ہے۔ (ابوداؤد: ۴۴۲۸: کتاب الحدود)

کافر پر حد نہیں ہے

جمہور فقہاء کے نزدیک زنا کی حد جاری کرنے کے لئے زانی یا زانیہ کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس نے حقوق الہیہ کا التزام نہیں کیا اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ اس کو ادب سکھانے کے لئے سزا دی جائے گی۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ۶: ص ۳۷)

حاکم وقت ہی حدود قائم کر سکتا ہے

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم وقت کی اجازت کے بغیر حدود قائم نہیں کی جائیں گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ

رَأْفَةً فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيَشْهَدُ عَذَابُهُمَا

اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں ان دونوں پر رحم
نہیں آنا چاہیے [۳] اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر

میں آپ کی اجازت کے بغیر حد قائم نہیں کی جاتی تھی اور خلفائے راشدین ؓ کے زمانہ میں بھی ان کی اجازت کے بغیر
حدود قائم نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے جس میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے اور اس کو قائم کرنے میں
تعصب اور زیادتی کا امکان بھی ہو سکتا ہے، لہذا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر حد قائم کرنا جائز نہیں۔

(الفقه الاسلامی وادلتہ: جلد ۶: ص ۵۸)

دارالحرب میں حدود نہیں ہیں

حدود کو مسلمان حکمران مسلمان ممالک میں جاری کر سکتے ہیں۔ دارالکفر اور دارالحرب میں حدود نہیں ہیں کیونکہ قاضی
اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں: اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ
حالت جنگ میں اور دارالحرب میں حدود قائم نہیں کی جائیں گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے
حالت جنگ میں ابو محجن ثقفی ؓ پر شراب کی حد نہیں لگائی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دشمن کی زمین میں حد قائم کرنے
سے منع فرمایا ہے۔ (الفقه علی المذاهب الاربعہ: کتاب الحدود: جلد ۵: ص ۴۷-۴۶)

[۳] جرائم کی حقیقت اور ان کی سزا کو اللہ تعالیٰ ہم سے بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا،
لہذا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کے احکام اور حدود کو جاری کرنے میں کمی بیشی نہ کریں کیونکہ حد سے کم
سزا دینے سے سزا کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور حد سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اس آیت کی
تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، جس نے حد میں ایک کوڑے کی کمی کی ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ
کہے گا: تیرے بندوں پر رحم کرنے کے لئے۔ اسے کہا جائے گا: کیا تو مجھ سے زیادہ ان پر رحم کرنے والا ہے؟ پس اسے جہنم
میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے۔ پھر ایسے حاکم کو بارگاہ الہی میں پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے ایک کوڑا زیادہ مارا
ہوگا، اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی، وہ کہے گا: اس لئے تاکہ وہ تیری نافرمانی سے باز آجائیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:
کیا تو مجھ سے زیادہ حکم کرنے والا ہے؟ پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

نبی کریم ﷺ نے حدود جاری کرنے میں کسی امتیاز اور رعایت کی اجازت نہیں دی۔ مثال کے طور پر بنی مخزوم کی
ایک عورت نے چوری کی۔ صحابہ کرام ؓ کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زید ؓ نے اس کی سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے
فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں
جب کوئی امیر چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ
بنت محمد ﷺ یعنی میری بیٹی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۵۴) اگر کوئی مسلمان

كَلَّا يَفْعَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ①

ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی
ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔ [۴]

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ۖ
وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ
حُرْمٌ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ②

۳۔ زانی مرد صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور اسی
طرح زانیہ سے بھی زانی یا مشرک کے سوا کوئی نکاح
نہیں کرتا اور اہل ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔ [۵]

قرآن وحدیث کی مقرر کردہ سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ العیاذ باللہ وہ خدا و رسول کو وحشی کہہ رہا
ہے، لہذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

[۴] سزا کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ مجرم کو اپنے کئے کی سزا ملے اور دوسرے لوگ اس کی ذلت کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں تاکہ کسی
کے ذہن میں اگر جرم کرنے کا ارادہ ہو تو اس کی حوصلہ شکنی ہو۔ اسی لئے اسلام حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے سامنے مجرم پر حد
جاری کی جائے۔

بد قسمتی سے آج کل برسر عام سزا کو انسانی حقوق کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور جن کے حقوق کو ان مجرموں نے برسر عام
تلف کیا ہے ان کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر بھرے بازار میں ایک نوجوان کو چاقو کے ساتھ ذبح کر کے چند
مجرم بھاگ جائیں اور مقتول لوگوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے، اس کی بیوی بیوہ اور بچے یتیم
ہو جائیں۔ ان مجرموں نے صرف مقتول کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ اس کے بیوی بچوں کے حقوق بھی
غصب کئے ہیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان مجرموں نے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے انہیں قرار واقعی سزا دی
جائے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی روانہ رکھی جائے اور ان کو اسی بازار میں لوگوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا جائے مگر
ہوتا یہ ہے کہ قاتلوں کو چند سال جیل میں رکھ کر پھر آزاد کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ مزید خطرات کا باعث بن سکیں۔ میرے خیال
میں اس طرح انصاف کی مخالفت اور مجرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اسی لئے قتل کی واردات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگوں
پر رحم کرنا بہت ہی اچھا کام ہے مگر مجرموں پر رحم کرنے کا نتیجہ پر امن لوگوں پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

[۵] عام مشاہدہ یہ ہے کہ زانی اپنے خبیث ذوق کے مطابق کسی زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور اسی طرح زانیہ سے بھی کوئی
زانی اور مشرک ہی نکاح کرتا ہے کیونکہ مذہبی اور پاک دامن مرد یا عورتیں، نہ تو زنا کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی شرک کو، اسی
لئے اہل ایمان پر ان خبیث لوگوں سے نکاح حرام کیا گیا تھا۔ بعد میں مسلمان زانی اور زانیہ کے ساتھ تو نکاح کی اجازت
دے دی گئی لیکن مشرک اور مشرکہ کے ساتھ نکاح کی حرمت باقی رہی۔ (تفسیر روح المعانی) لیکن اگر وہ نکاح کے بعد بھی
زنا کا عمل جاری رکھیں تو یہ نکاح اگرچہ درست ہے مگر زنا کا عمل گناہ کبیرہ اور حرام ہے، جتنا جلد ہو سکے اس سے توبہ کی جائے
اور جب زانی اور مشرک مرد یا عورتیں اپنے زنا اور شرک سے توبہ کر لیں تو ان سے نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا
بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ
جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ①

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ
أَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ②

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ
شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ
أَرْبَعٌ شَهَدَاتٌ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَمِنَ
الصَّادِقِينَ ①

کیونکہ توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

[۶] جو شخص کسی پاک دامن عورت یا پاک دامن مرد پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کی سزا
یہ ہے کہ اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں، اس کو حد قذف کہتے ہیں۔ نیز اس کی گواہی قبول نہ کی جائے اور اسے فاسق قرار
دیا جائے۔

خیال رہے کہ اگر تین آدمی کہیں کہ ہم نے فلاں مرد یا عورت کو زنا کرتے دیکھا تو بھی انہیں تہمت لگانے کی سزا دی
جائے گی کیونکہ چار گواہ نہیں ہیں اور اگر دو ہزار آدمی بھی کہیں کہ فلاں نے زنا کیا مگر چشم دید گواہ نہ ہوں تو سب کو سزا دی
جائے گی۔
(تفسیر نور العرفان)

[۷] جو شخص تہمت لگانے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اس کی ۸۰ کوڑوں کی سزا معاف نہیں ہوگی، البتہ اس کے فسق
کی وجہ سے جو عذاب اسے روز قیامت دیا جائے والا تھا وہ معاف کر دیا جائے گا، لیکن توبہ کے بعد کیا اس کی گواہی قبول
ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

[۸] آیت نمبر ۴ کے مطابق جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو
اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں، اس کو حد قذف کہتے ہیں، لیکن اگر خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف

۴۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر
چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو تم انہیں ۸۰ کوڑے لگاؤ
اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرنا اور یہی لوگ
فاسق ہیں۔ [۶]

۵۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس (تہمت لگانے)
کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی، بے شک اللہ
تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ [۷]

۶۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں اور
ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے
شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا
کر کہے کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔ [۸]

۷۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو
اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔

وَالْخَامِسَةُ أَنْ لَعَنْتَ اللَّهَ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ
مِنَ الْكَاذِبِينَ ⑦

۸۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ
چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا
خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے۔

وَيَذَرُهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ
شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ⑧

۹۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو
اگر اس کا خاوند بچوں میں سے ہو۔

وَالْخَامِسَةُ أَنْ غَضَبَ اللَّهُ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ
مِنَ الصِّبْيَانِ ⑨

۱۰۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی
(تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاتے) اور بے شک اللہ
تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ
اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ⑩

[۹]

جاری نہیں ہوگی کیونکہ ایک عام آدمی کے لئے ممکن ہے کہ جب چار گواہ میسر نہ ہوں تو وہ زنا کا الزام لگانے سے خاموش رہے
لیکن خاوند جب اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو زنا کرتے دیکھ لے تو اس کے لئے یہ معاملہ بڑا سنگین ہے،
اگر وہ گواہوں کو تلاش کرنے جائے گا تو اتنے میں وہ مرد اپنا کام کر کے بھاگ جائے گا۔ اب اگر وہ اپنی بیوی پر تنہا زنا
کا الزام لگاتا ہے تو چار گواہ نہ ہونے کی صورت میں اسے ۸۰ کوڑے لگیں گے اور اگر الزام نہیں لگاتا تو ساری عمر اس
زانیہ کے ساتھ کیسے گزار سکتا ہے، اس لئے اسلام نے ان چار آیات میں میاں بیوی کے لئے قذف کے بجائے لعان کی سزا
تجویز کی ہے یعنی خاوند چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ میری بیوی نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس
تہمت میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر بیوی
چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ مجھ پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ مجھ پر تہمت لگانے
میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔ اس طرح خاوند قذف کی سزا سے اور بیوی زنا کی سزا سے بچ جائیں گے۔ اس
ساری کارروائی کو لعان کہا جاتا ہے، اس کے بعد قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کا اعلان کر دے گا اور پھر وہ کبھی بھی
آپس میں دوبارہ شادی نہیں کر سکیں گے۔

[۹] یعنی اگر میاں بیوی پر حد قذف لگائی جاتی تو ان کی زندگیاں اجیرن بن جاتیں، لہذا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے جو اس
نے میاں بیوی کے لئے لعان کا حکم جاری فرمایا۔

۱۱۔ بے شک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر) تہمت لگائی [۱۰] وہ تم ہی میں سے ایک گروہ
 اِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ هُوَ خَبْرٌ لَّکُمْ

[۱۰] افک سے مراد وہ واقعہ ہے جس میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور بات کا جھگڑنا کر اس طرح پروپیگنڈا کیا کہ بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ اس سے نبی کریم ﷺ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچی، لہذا ایک دن نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی بیوی کی براءت اس طرح بیان فرمائی: ”بخدا! میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔“ (بخاری: ۴۷۵۰، مسلم: ۲۷۷۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دس آیات نازل فرما کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا اعلان کر دیا اور الزام لگانے والے جب چار گواہ پیش نہ کر سکے تو انہیں حد قذف یعنی اسی اسی کوڑے مارے گئے۔

(ترمذی: سورۃ النور، زیر آیت نمبر ۱۱)

مسلم اور بخاری میں اس واقعہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسب معمول جب ایک غزوہ (غزوہ بنی مصطلق) کے لئے قرعہ اندازی فرمائی تو میرا نام نکل آیا، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئی۔ مجھے ہودج میں بٹھا دیا جاتا اور جب لشکر روانہ ہوتا تو میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں میرا ہودج اتار دیا جاتا۔ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے واپس لوٹے، راستے میں رات بسر کی اور رات کے آخری حصہ میں جب اعلان ہوا کہ اٹھو، رفع حاجت کرو، سامان باندھو اور روانگی کے لئے تیار ہو جاؤ تو میں قضائے حاجت کے لئے باہر گئی، جب میں واپس آئی تو دیکھا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا، میں ہار کی تلاش میں باہر گئی، ہار تو مجھے مل گیا لیکن جب میں واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ جو لوگ میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے ہودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ ان کا یہ گمان تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں کیونکہ وہ بہت تھوڑا کھاتی تھیں اس لئے ہودج میں میرے نہ ہونے کا انہیں احساس نہ ہوا۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا، میں وہیں بیٹھ گئی۔ میرا گمان یہ تھا کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے۔ میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہیں اور لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھا لائیں۔ جب انہوں نے مجھے سوئے ہوئے دیکھا تو انتہائی افسوس کے ساتھ ان کی زبان سے نکلا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔ ان کی آواز سے میں بیدار ہو گئی، میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور اپنی اونٹنی میرے قریب لا کر بٹھا دی، میں اس پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹنی کی ٹکیل پکڑے ہوئے آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ جب ہم لشکر کو پیچھے سے آئے تو منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے ہمیں دیکھ کر ہم پر تہمت لگا دی

اور مدینہ پہنچ کر اس پروپیگنڈا کو خوب ہوا دی۔ اس پروپیگنڈا کو ختم کرنے کے لئے ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔ بخدا! میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔ اس پر سعد بن معاذ انصاری ؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: میں حاضر ہوں، اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر بنی خزرج سے ہے تو آپ ﷺ ہمیں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔۔۔ پھر جب سورہ النور کی دس آیات (۱۱ تا ۲۰) نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو بری کر دیا ہے۔

(بخاری: ۴۷۵۰: کتاب تفسیر القرآن: سورہ النور، مسلم: ۲۷۷۰: کتاب التوبۃ: باب ۱۰)

اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایسا الزام لگا ہے تو حضرت مریم علیہا السلام پر بھی ایسا الزام لگا تھا۔ اہل تحقیق لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کے ذریعہ ان کی براءت بیان فرمائی، جب حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے کے ذریعہ ان کی براءت بیان فرمائی لیکن جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل فرما کر ان کی براءت کا اعلان فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کسی بچے یا نبی کا انتخاب نہیں فرمایا بلکہ اپنی زبان قدرت سے ان کی براءت فرمائی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۲۶) ان آیات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت کے ساتھ ساتھ حضرت صفوان ؓ کی براءت از خود ثابت ہو جاتی ہے۔ ان دونوں مقدس ہستیوں کی پاکدامنی کی گواہی خود قرآن مجید نے مہیا کر دی ہے جس سے بڑی کوئی اور گواہی ممکن ہی نہیں ہے، لہذا ان کی پاکدامنی میں شک کرنا قرآن مجید میں شک کرنے کے مترادف ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی اہلیہ کی براءت کو حلف اٹھا کر بیان کیا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقین تھا ورنہ آپ ﷺ حلف نہ اٹھاتے اور نہ ہی مفتری کو سزا دینے کا حکم دیتے، جیسا کہ امام رازی لکھتے ہیں: تہمت کے اس واقعہ سے پہلے نبی کریم ﷺ اور جملہ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فحش کاموں کے اسباب و محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور نبی کریم ﷺ کی بیوی ہونا ہی اس کا کافی ثبوت تھا کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کفار کو دین حق کی دعوت دینے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اس لئے واجب ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت زیادہ نفرت کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۱۱)

خلفائے راشدین ؓ نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کی اس مشکل ترین گھڑی میں ان کی پاکدامنی اور عفت کی تصدیق کی، جیسا کہ علامہ نسفی لکھتے ہیں: حضرت عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر کبھی بیٹھے کیونکہ کبھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو کسی فاحشہ عورت کا آپ کی بیوی بننا کیسے پسند فرماتا؟ حضرت عثمان ؓ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا؟ اور حضرت علی ؓ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین کے ساتھ ناپاکی لگ گئی ہے، لہذا آپ اپنے پاؤں سے اس نعلین کو اتار دیں تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ فاحشہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔

(مدارک التزیل: جلد ۳: ص ۲۰۱: سورۃ النور: زیر آیت نمبر ۱۲)

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت ابویوب انصاری ؓ نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفوان ؓ کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے؟ ان کی بیوی نے کہا: اگر تم حضرت صفوان ؓ کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، تو ان کی بیوی نے کہا: اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی، حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان ؓ تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس برائی کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ النور: زیر آیت نمبر ۱۲) نبی کریم ﷺ نے حضرت صفوان ؓ کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہے اور اگر کسی کا کوئی سامان گرا پڑا ہو تو اسے اٹھا کر اس کے مالک تک پہنچا دے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی امانتوں کا امین بنایا وہ اپنے ہادی و مرشد اور کمانڈر انچیف کی امانت کے ساتھ کیسے خیانت کر سکتا ہے۔

ابن زید بیان کرتے ہیں کہ جب مومن اپنی ماں سے بدکاری نہیں کرتا اور نہ ماں اپنے بیٹے سے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارے مومنوں کی ماں ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورۃ النور: زیر آیت نمبر ۱۲) لہذا ان کے بارے میں ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔ (بحر محیط: جلد ۱۰: ص ۲۱۵: سورۃ التحريم: زیر آیت نمبر ۱۰) بیوی کا بدکاری کرنا ایسا عیب ہے جس سے کفار بھی نفرت کرتے ہیں اور یہ ایک فطری امر ہے کہ کوئی بھی اپنی بیوی کی بدکاری کو پسند نہیں کرتا، لہذا حضرت نوح ؑ اور حضرت لوط ؑ کی بیویاں اگرچہ کافرہ تھیں مگر وہ بھی اس اخلاقی جرم میں ملوث نہیں تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی بیویوں کو انبیائے کرام کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا كَتَبَ مِنَ الْإِثْمِ
وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝

ہے، [۱۱] تم اس (تہمت) کو اپنے حق میں برانہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے، [۱۲] ان میں سے ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ [۱۳]

لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝

۱۲۔ جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ [۱۳]

کے بعد بھی زنا سے محفوظ رکھا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۱۷) جب کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی تو پھر امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کیسے داغدار ہو سکتی ہے۔

[۱۱] اس تہمت کا بانی اگرچہ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی تھا اور گروہ منافقین نے ہی اس میں بنیادی کردار ادا کیا مگر چونکہ وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا تھا اس لئے قرآن نے کہا کہ وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اگرچہ چند سادہ لوح مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے تھے جن میں حضرت حسان ؓ، حضرت مسطح ؓ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی شامل تھے مگر نزول آیات کے بعد انہوں نے توبہ کر لی۔

[۱۲] اس تہمت سے مسلمانوں کو بالعموم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان ؓ کے خاندانوں کو بالخصوص بڑی تکلیف پہنچی، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ گویہ تہمت بظاہر بڑی تکلیف دہ ہے لیکن حقیقت میں یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ایک تو اس تکلیف پر صبر کرنے کا تمہیں اجر عظیم ملے گا اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔

[۱۳] اس تہمت میں سب سے بڑا اور کلیدی کردار چونکہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کا ہے اس لئے قیامت کے دن اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

[۱۴] جب تک کسی کے متعلق واضح ثبوت نہ مل جائے تو مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے متعلق نیک گمان رکھنا چاہیے اور بے بنیاد تہمت لگانے والوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے انہیں کہنا چاہیے کہ یہ واضح بہتان ہے، بالخصوص جن لوگوں نے ہم سب

لَوْ لَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ
فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ
اللَّهِ هُمُ الْكَذِبُونَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پس جب وہ گواہ
نہیں لاسکے تو وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے
ہیں۔ [۱۵]

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ
فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور
اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس تہمت میں تم پڑ گئے تھے
اس کی وجہ سے تم پر سخت عذاب آ جاتا۔ [۱۶]

إِذْ تَتَّقُونَهُ بِالْإِسْنِيتِمْ وَتَقُولُونَ
بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ
وَتَحْسِبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جب تم اس تہمت کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے
اور اپنے مونہوں سے ایسی بات کہتے رہے جس کا تمہیں
علم نہیں تھا اور اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ
تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔ [۱۷]

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ
نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ
عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور جب تم نے اس تہمت کو سنا تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ
ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ایسی بات کریں، (اے
اللہ!) تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ [۱۸]

مومنوں کی قابل صدا احترام ماں رضی اللہ عنہا اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی محبوب بیوی رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی
تو فوراً ان ظالموں کی تکذیب ہونی چاہیے تھی۔

[۱۵] اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی پر تہمت لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق جھوٹا قرار
پاتا ہے، لہذا جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی وہ جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا
دامن اس تہمت سے پاک ہے۔

[۱۶] یعنی جس بہتان طرادی کا تم شکار ہو گئے تھے اس کی وجہ سے تم پر سخت عذاب آ سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل و کرم فرمایا
اور تمہیں توبہ کی توفیق عطا کر کے آخرت کے سخت عذاب سے بچالیا۔

[۱۷] تم ایک سنی سنائی تہمت کو بغیر کسی تحقیق کے آگے پھیلا رہے تھے اور اس پر وہ پیگنڈا کو معمولی خیال کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ
کے نزدیک وہ بہت بڑا گناہ تھا کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ ایک پاک دامن خاتون اور ایک پاکباز مرد کو تہمت کا نشانہ بنایا
جا رہا تھا بلکہ نبی کریم ﷺ کے دل کو رنجیدہ اور ان کے مشن کو داغدار کیا جا رہا تھا۔

[۱۸] یعنی نبی کریم ﷺ کی زوجہ پاک کا معاملہ عام بیویوں کی طرح نہیں ہے، لہذا تمہیں منافقوں کی اس تہمت کو سننے ہی کہہ دینا

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُونَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ سَرُوءٌ فَارْحِمُوا ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ

۱۷۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ ایسی بات کبھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ [۱۹]

۱۸۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتوں کو واضح طور پر بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

۱۹۔ بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ [۲۰]

۲۰۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا مہربان ہے (تو تم پر عذاب آجاتا)۔ [۲۱]

۲۱۔ اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ بے شک بے حیائی

چاہیے تھا کہ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اہل ایمان ہر وقت ہشیار اور محتاط رہیں اور آئندہ بغیر ثبوت کے کسی پر تہمت لگانے کی سازش میں شریک نہ ہوں۔

[۲۰] جن لوگوں نے بغیر کسی ثبوت کے اس تہمت کو پھیلانے میں حصہ لیا دنیا میں انہیں حد قذف کے طور پر کوڑے مارے گئے اور ان میں سے جن لوگوں نے توبہ نہیں کی انہیں آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی واسطہ پڑے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات، رسالوں اور گانوں وغیرہ کے ذریعہ بے حیائی پھیلاتے ہیں وہ بھی دنیا و آخرت میں عذاب الہی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۱] اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ نمبر ۱۶ ملاحظہ کریں۔

يَا مَرْبَا لْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۖ وَلَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِنْ
اَحَدٍ اَبَدًا ۚ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّي مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَ
اللّٰهُ سَبِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور برائی کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل
اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی
کبھی پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے
پاک فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا
خوب جاننے والا ہے۔ [۲۲]

وَلَا يَأْتِلِ اُولُو الْقَصْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ
اَنْ يُؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسْكِيْنَ وَ
الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ وَلْيَعْفُوْا
وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ
لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

۲۲۔ اور تم میں سے جو لوگ برگزیدہ اور خوشحال ہیں وہ اس
بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور
اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں
دیں گے بلکہ انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور
درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ
تعالیٰ تمہیں بخش دے، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا
نہایت مہربان ہے۔ [۲۳]

[۲۲] اے ایمان والو! شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ بے حیائی اور برائی کو ایسے خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے کہ تمہیں اس
کے انجام اور نقصان کا احساس تک نہیں ہوتا اور تم اس کے پیچھے چل پڑتے ہو۔ مثال کے طور پر اس نے تہمت کے واقعہ کو
اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ تم میں سے کئی سادہ لوح مسلمان اس کی ترغیب میں آگئے اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر فضل و کرم
نہ فرماتا اور انہیں توبہ کی توفیق دے کر پاک نہ فرماتا تو وہ ہمیشہ گناہ گار رہتے۔

[۲۳] حضرت مسطحؓ غریب مہاجر اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عزیز تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ان کی مالی کفالت کرتے تھے
لیکن جب حضرت مسطحؓ تہمت لگانے میں ملوث ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہو گئی تو حضرت
ابوبکر صدیقؓ کو بہت دکھ ہوا اور انہوں نے غصہ میں آکر قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ حضرت مسطحؓ کی مالی مدد نہیں کریں گے۔
اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر انسان سے غلطی ہو سکتی ہے اور جو اپنے بھائی کی غلطی کو معاف کر دے اللہ تعالیٰ اس کی غلطیوں
کو معاف فرما دے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے حسب سابق حضرت مسطحؓ کی مالی
کفالت شروع کر دی۔

مسئلہ: امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم اٹھالے پھر کوئی دوسری چیز اس سے بہتر نظر آئے تو اسے
چاہئے کہ وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کوئی کام کرنے کی قسم اٹھالے پھر
اس سے کوئی بہتر کام معلوم ہو تو وہ بہتر کام کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ (احکام القرآن: ابوبکر جصاص)

إِنَّ الَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغُفْلَتِ
الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ بے شک جو لوگ پاک دامن (برائی کے تصور سے
بھی) بے خبر، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان
پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے
لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ [۲۳]

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَآيِدِيهِمْ
وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ
اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ
کیا کرتے تھے۔ [۲۴]

يَوْمَ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ
أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ السُّبُّنُ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اس دن اللہ تعالیٰ حق و انصاف کے ساتھ ان کو پورا
پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ
تعالیٰ ہی حق ہے (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ
وَالْطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ
أُولَٰئِكَ مُدَرَّغُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُمْ
مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک
مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں
پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں
کے لئے ہیں، وہ (پاک لوگ ان تہمتوں سے) بری
ہیں جو (ناپاک لوگ ان پر) لگاتے ہیں، [۲۶] ان
کے لئے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے۔

[۲۳] جو لوگ، پاک دامن اور برائی کے تصور سے بھی نا آشنا مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق
قرار پاتے ہیں۔

[۲۵] آج جو لوگ چرب زبانی اور غلط بیانی سے دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں وہ اس دن کو یاد رکھیں جب ان کی زبانیں، ان کے
ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، وہ ان کی کسی برائی کو ہرگز نہیں چھپائیں گے اور اللہ تعالیٰ حق و انصاف
کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔

آگے سورہ یسین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ (قرآن ۶۵: ۳۶) اور یہاں
فرمایا کہ ان کی زبانیں گواہی دیں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر لگانے کے بعد وہ اپنے منہ سے اپنی مرضی کی بات نہیں کر
سکیں گے بلکہ ان کی زبانیں خود اپنی داستانیں بیان کریں گی کہ انہوں نے ہمارے ذریعہ کون سے جھوٹ بولے تھے۔

[۲۶] عام طور پر مشاہدہ یہی ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کو اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کو پسند کرتے ہیں اور ناپاک

۲۷۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ [۲۷]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۲۷﴾

باتوں اور ناپاک حرکتوں میں اپنی زندگی ضائع کر دیتے ہیں جب کہ پاک عورتیں پاک مردوں کو اور پاک مرد پاک عورتوں کو پسند کرتے ہیں اور پاک باتوں اور پاک کاموں میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، لہذا پاک لوگ ان تہمتوں سے پاک ہیں جو ناپاک لوگ ان پر لگاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ وہ تمام مخلوق سے افضل ترین ہستی حضرت محمد ﷺ کی بیوی ہیں۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک دامن نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے رسول اعظم ﷺ کی زوجیت کے لئے منتخب نہ فرماتا۔ (صفوة التفاسیر)

[۲۷] انصارِ حبشہ کی ایک خاتون نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بسا اوقات میں گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے خواہ میرا والد ہو یا میرا بیٹا مگر ہمارے گھر کے مرد حضرات اکثر ایسی حالت میں اچانک آ جاتے ہیں تو میں کیا کروں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

انسان جب اپنے گھر سے باہر ہو یا کسی دوسرے کے گھر میں ہو تو معاشرتی آداب کا پابند رہتا ہے۔ صرف اپنا گھر ہی وہ جنت ہے جہاں وہ بے تکلف زندگی گزار سکتا ہے۔ اگر یہاں بھی ہر شخص کسی بھی وقت بغیر اجازت کے آسکے تو اہل خانہ کی آزادی سلب ہو جاتی ہے بالخصوص جب عورت یا مرد گھر میں تنہا ہو اور وہ نہانے یا کپڑے بدلنے میں مصروف ہو اور اچانک باہر سے کوئی مرد یا عورت آجائے تو دونوں کے لئے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اسلام نے اپنے گھر آنے اور کسی کے گھر جانے کے آداب تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

کسی کے گھر میں جانے کے آداب

کسی کے دروازے پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اہل خانہ کو سلام کرے اور پھر اپنا نام بتا کر اندر جانے کی اجازت طلب کرے کیونکہ اگر وہ یہ کہے گا ”کیا میں اندر آ سکتا ہوں“ تو صرف ”میں“ کہنے سے اہل خانہ کو مکمل تعارف نہیں ہوتا بلکہ انہیں پوچھنا پڑتا ہے کہ تمہارا نام کیا ہے؟ لہذا سلام کے بعد اسے نام بھی بتانا چاہیے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر سلام ہو کیا عمر اندر آ سکتا ہے؟ (تفسیر قرطبی) ایک مثل مشہور ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوست کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی: یہ کون ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں، تو گھر والے نے جواب دیا: واپس چلے جاؤ میرے دوستوں میں ایسا کوئی نہیں جس کا نام ”میں“ ہو۔

پہلے زمانے میں گھر کے محن کے باہر دروازے بہت کم ہوتے تھے اس لئے آنے والے کی آواز گھر کے اندر تک پہنچ

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا
حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ امْزُجُوا
فَامْزُجُوا هُوَ أَرْكَىٰ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
عَلِيمٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل
نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے اور اگر تم
سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ، یہ
تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہے، اور جو کچھ تم کرتے
ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔ [۲۸]

جاتی تھی مگر آج کل دروازہ کھٹکھٹانے اور گھنٹی بجانے سے اجازت طلب کی جاسکتی ہے اور جب صاحب خانہ دروازہ کھولے تو
پہلے سلام اور پھر کلام کیا جائے، اور جس گھر میں ٹیلی فون ہو وہاں جانے کے لئے تو پہلے ہی وقت طے کر لینا چاہیے۔

اجازت لینے کا حکم صرف مردوں کو ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی کسی کے گھر جانے کے لئے اجازت لینا چاہیے جیسا کہ
حضرت ام ایاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں،
ہم پہلے سلام کرتیں، پھر اجازت طلب کرتی تھیں اور جب وہ اجازت دے دیتیں تو پھر ہم اندر جاتی تھیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم)

اپنے گھر میں جانے کے آداب

جس گھر میں ماں یا بہن رہائش پذیر ہو وہاں جاتے ہوئے بھی اجازت طلب کرنی چاہئے۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ
ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کیا کروں؟ نبی
کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: میری ماں کا میرے علاوہ اور کوئی خادم نہیں ہے۔ کیا میں پھر بھی داخل ہونے
کے لئے اجازت طلب کروں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی ماں کو برہنہ دیکھنا پسند کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں۔
آپ نے فرمایا: پھر تم اس سے اجازت لے کر داخل ہو۔ (تفسیر ابن جریر طبری) احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنا گھر جہاں
صرف اس کی اہلیہ ہو وہاں بھی اطلاع دیئے بغیر اچانک داخل نہ ہو بلکہ کھٹکھٹانے، تہیج و تکبیر کہنے یا مخصوص طریقہ سے دروازہ
کھٹکھٹانے یا گھنٹی بجانے سے اپنی آمد کی اطلاع کر دے۔ ہو سکتا ہے کوئی اجنبیہ عورت گھر میں اس کی بیوی سے ملنے آئی ہوئی
ہو، وہاں مرد کا اچانک آ جانا مناسب نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
جب کبھی باہر سے گھر میں آتے تو دروازہ میں کھٹکھٹا کر اپنے آنے سے باخبر کر دیتے تھے تاکہ وہ ہمیں کسی ایسی حالت میں نہ
دیکھیں جو ان کو نا پسند ہو۔ (تفسیر ابن جریر طبری) البتہ جس گھر میں انسان تنہا رہتا ہو اس میں داخل ہونے کے لئے کسی
اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم رات کو (شہر میں) داخل ہو تو فوراً اپنے گھر
والوں کے پاس نہ جاؤ تاکہ جس کا خاوند غائب تھا وہ زیر ناف بال صاف کر لے اور سر کے بکھرے ہوئے بالوں کو کنگھی کر لے۔
(بخاری: ۵۲۴۶: کتاب النکاح: باب ۱۲۲)

[۲۸] سلام کرنے اور اجازت مانگنے کے بعد اگر گھر والے اجازت دے دیں تو اندر داخل ہو جائے اور اگر واپس لوٹ جانے کو

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا
غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ②

۲۹۔ البتہ تم پر ایسے گھروں میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ
نہیں جن میں کوئی مستقل رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارے
لئے فائدہ اٹھانے کا سامان ہو، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ [۲۹]

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوا أَرْوَاحَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۚ إِنَّ

۳۰۔ آپ مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا
رکھیں [۳۰] اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں،

کہا جائے تو بغیر کسی ناراضگی کے واپس چلا جائے اور اگر تین دفعہ آواز دینے کے بعد کوئی جواب نہ آئے تو بھی واپس
چلا جائے کیونکہ اس سے زیادہ اصرار کرنا اہل خانہ کے لئے تکلیف دہ اور پریشان کن ہوگا اور ہو سکتا ہے اس وقت وہ کسی
ایسے کام میں مصروف ہوں جس کو وہ منقطع نہ کر سکتے ہوں۔ (تفسیر قرطبی) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت گھر میں کوئی
موجود نہ ہو، لہذا ایسے وقت میں کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اہل خانہ کی عدم موجودگی میں ان کے گھر داخل ہو۔

[۲۹] غیر آباد گھروں سے مراد مسافر خانے اور ہوٹل وغیرہ ہیں جن میں جانے اور آرام کرنے کی ہر ایک کو اجازت ہوتی ہے۔

[۳۰] یعنی جب مردوں کا غیر محرم عورتوں سے سامنا ہو تو وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے اپنے
چہرے کو چھپانا فرض نہیں کیونکہ اگر عورت کا چہرہ چھپا ہوا ہو تو مرد کو نگاہیں نیچی رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

بد نظری وہ پہلا دروازہ ہے جو انسان کو برائی اور زنا کے راستے دکھاتا ہے، اس لئے اسلام نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ
وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں کیونکہ جب نگاہ کسی نامحرم کی طرف نہیں اٹھے گی تو نہ دل میں اس کی کشش پیدا ہوگی اور نہ ہی
برائی کا خیال آئے گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نظر دل کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ ہے، اسی کی وجہ سے اکثر
لغزشیں ہوتی ہیں، لہذا بد نظری کے دروازہ کو بند کرنا ضروری ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس حکم کا مطلب یہ نہیں کہ مومن جب بھی چلے لگا ہوں نیچے رکھے، اس طرح تو سامنے نہ دیکھنے سے کوئی حادثہ پیش
آ سکتا ہے۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نامحرم پر نگاہ پڑے تو اپنی نگاہ کو اس کی طرف سے پھیر لے اور دوبارہ
اس کو دانستہ نہ دیکھے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی اجنبی
عورت پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں فوراً اپنی نظر کو پھیر لوں۔

(ترمذی: ۲۷۷۶؛ ابواب الادب: باب ۲۸)

۲۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو کیونکہ

اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا يَصْنَعُونَ ۝

[۳۱] یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَحْضُرْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ
وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ

۳۱۔ اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں [۳۲] اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں [۳۳] اور اپنی زینت [۳۴] کو

تمہارے لئے پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔ (ترمذی: ۲۷۷۷: ابواب الادب: باب ۲۸)
۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اس کو میرے خوف سے ترک کر دیتا ہے میں اس کو ایسے ایمان کی نعمت بخشوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔

[۳۱] شرم گاہوں کی حفاظت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ انہیں ناجائز استعمال سے بچائیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں ڈھانپ کر رکھیں یعنی ایسا تنگ یا باریک لباس نہ پہنیں جو دوسروں کو دعوتِ نظارہ دے، لہذا نگاہیں نیچے رکھنا اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کریں گے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے خوب آگاہ ہے اور ان کے مطابق انہیں سزا دے گا۔

[۳۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اجنبی عورتوں کو دانستہ نہ دیکھیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اجنبی مردوں کو دانستہ نہ دیکھیں، جیسا کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ آپ کے پاس آئے۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس سے حجاب میں چلی جاؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ناپسند نہیں ہے یہ تو ہم کو نہیں دیکھ سکے گا؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی ناپسند ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں؟ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی: ۲۷۷۸: ابواب الادب: باب ۲۹)

[۳۳] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یعنی انہیں ناجائز استعمال سے بچائیں اور ایسا تنگ یا باریک لباس نہ پہنیں جو دوسروں کو دعوتِ نظارہ دے۔

[۳۴] لغوی معنی کے اعتبار سے ہر اس چیز کو زینت کہا جاتا ہے جو انسان کو خوش منظر بنائے جیسے زیور، سرمہ، رنگ اور لباس وغیرہ۔ آجکل اس کو make up کہا جاتا ہے لیکن یہاں زینت سے مراد حسن ہے خواہ وہ پیدائشی ہو یعنی اعضاء کا حسن اور خواہ وہ

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبَنَّ بِخُرْجِهِنَّ عَلَى
جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا

ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو [۳۵]
اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں،

make up سے حاصل کیا گیا ہو۔

(تفسیر بیضاوی)

[۳۵] عورت کے لئے اپنی زینت کی کوئی چیز نامحرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں سوائے اس زینت کے جو خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد چہرہ، ہتھیلیاں اور ان کا make up یعنی سرمہ، مہندی اور انگوٹھی وغیرہ ہیں جو کام کاج، نقل و حرکت اور لین دین کے وقت عادتاً ظاہر ہو جاتے ہیں اور خرید و فروخت، گواہی دینے اور ڈاکٹر کو دیکھنے کے لئے مجبوراً ظاہر کرنا پڑتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ظاہر ہونے والی زینت سے مراد چہرہ، آنکھ کا سرمہ، ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جو گھر میں آنے جانے والوں پر ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ ہمارے علمائے احناف کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، لہذا ان دونوں اعضاء اور ان کے make up کا دیکھنا جائز ہے، البتہ برائی کی نیت سے دیکھنا جائز نہیں۔ (احکام القرآن: امام ابوبکر جصاص) چاروں امام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر سے مستثنیٰ ہے۔

(تفسیر مظہری)

امام ابن جریر طبری مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان اقوال میں سے صحیح تر قول یہ ہے کہ ظاہر ہونے والے اعضاء سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اور ان میں سرمہ، انگوٹھی، کنگن اور خضاب بھی شامل ہیں اور ہم اس کو صحیح تر قول اس لئے قرار دیتے ہیں کیونکہ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز میں اپنی عورت یعنی چھپانے والی جگہ کو چھپائے رکھے اور عورت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نماز میں اپنا چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھے اور ان کے سوا اپنے سارے بدن کو چھپائے رکھے، پس جب اس پر اجماع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے بدن کے اس حصہ کو کھلا رکھ سکتی ہے جو عورت میں داخل نہیں کیونکہ جو عورت نہیں اس کا ظاہر کرنا بھی حرام نہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے عورت کو حالت احرام میں نقاب اور دستان پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری: ۱۸۳۸: کتاب جزاء الصید: باب ۱۳) اگر عورت کا چہرہ اور اس کے ہاتھوں کا چھپانا واجب ہوتا تو آپ ﷺ ان کو چھپانے سے منع نہ فرماتے۔ نیز جو شخص کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے۔ مسلمان علماء میں عورت کے منہ اور ہاتھ ڈھانپنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہر حال ضرورت کے وقت عورت اپنا منہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے جیسا کہ دکتور دہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ منہ اور ہتھیلیاں ستر میں شامل نہیں ہیں۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ۷: ص ۱۸) اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں: عورت کے تمام بدن کا پردہ ہے، غیر محرم مرد کے لئے جائز نہیں کہ اس کے بدن کے کسی حصہ کی طرف دیکھے سوائے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے کیونکہ عورت کو خرید و فروخت میں چہرہ کے

[۳۶] اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں
سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا
اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا
اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا
اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے [۳۷] یا اپنی
ہم مذہب عورتوں کے یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا
مردوں میں سے ان خدام کے جن کو عورتوں کی

لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءَ بُعُولَتِهِنَّ
أَوْ أَبْنَاءِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ
إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي
أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِثْرَةِ
مِنَ الرِّجَالِ وَالْطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا

ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور لینے اور دینے میں ہاتھوں کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ لہذا غیر محرم مرد
خرید و فروخت کے وقت عورت کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے تاکہ اس کی ضرورت کے وقت اسے پہچان سکے۔ (تفسیر کبیر)
☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوئیں درآں حالیکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول
اللہ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کی صرف یہ چیز اور یہ چیز دکھائی
دینی چاہیے اور آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد: ۴۱۰۴: کتاب اللباس: باب ۱۳)
یعنی عورت کے ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آنا چاہیے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حج الوداع کے موقع پر) دس ذوالحجہ کو فضل بن
عباس کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ فضل بن عباس بڑے خوبصورت شخص تھے۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کو فتویٰ دینے
کے لئے ٹھہرے۔ خنعم قبیلہ کی ایک خوبصورت عورت رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ لینے کے لئے آئی تو فضل بن عباس اس
عورت کو دیکھنے لگے اور اس کا حسن فضل بن عباس کو پسند آیا۔ نبی کریم ﷺ (فضل کی طرف) متوجہ ہوئے تو فضل بن
عباس اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کیا اور فضل کی ٹھوڑی سے پکڑا اور ان کا چہرہ دوسری
طرف پھیر دیا۔ (بخاری: ۶۲۲۸: کتاب الاستئذان: باب ۱) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرہ کا پردہ واجب
نہیں ورنہ وہ عورت بے پردہ نہ آتی اور اگر آگئی تھی تو رسول اللہ ﷺ اس کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے۔

[۳۶] زمانہ جاہلیت میں عورتیں جو کپڑا سر پر ڈالتی تھیں اس کے دونوں کنارے اپنی پشت پر لٹکا دیتی تھیں، اس طرح ان کی گردن
اور ان کا سینہ ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے دوپٹے کا ایک حصہ سر پر ڈالیں اور دوسرا
حصہ اپنے گریبان پر ڈالیں تاکہ سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ ان کی گردن اور ان کا سینہ بھی کسی کو نظر نہ آئے۔

[۳۷] مسلمان عورتوں کو عام مردوں سے اپنی زینت چھپانے کا حکم دیا گیا مگر چند مخصوص رشتہ دار اور چند دوسرے لوگ جن کا ذکر
اس آیت میں کیا گیا ہے ان سے اپنی زینت چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں سب سے پہلا درجہ خاوند کا ہے، اس

عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۚ وَلَا يَضْرِبْنَ
بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ ۚ مِنْ
زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ
الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۸﴾

خواہش نہ ہو [۳۸] یا ان بچوں کے جو ابھی تک
عورتوں کی شرم والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہیں اور
مومن عورتیں اپنے پاؤں کو اس طرح نہ ماریں جس
سے ان کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے
ہوئے ہیں، [۳۹] اور اے ایمان والو! تم سب اللہ
تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ
عِبَادِكُمْ ۚ وَإِمَّا يَكُنُؤُا فُقَرَاءَ

۳۲۔ اور تم میں سے جو (مرد و عورت) بے نکاح ہو ان کا
نکاح کر دو [۴۰] اور تمہارے غلاموں اور باندیوں

کے بعد باپ، بیٹا اور بھائی اور ان کے بعد دوسرے محرم رشتہ دار اور مسلمان عورتیں، باندیاں، بچے اور مخصوص غلام ہیں۔

[۳۸] ایسے نوکر حضرات جو کسی بیماری یا مجبوری کی وجہ سے مردانہ طاقت اور جنسی رغبت سے محروم ہوں ان کے سامنے بھی عورت کو
اپنی زینت چھپانے کی ضرورت نہیں۔

[۳۹] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کئی عورتیں پازیب پہن کر نکلتیں اور جب مردوں کے پاس سے گزرتیں تو دانستہ
اپنے پاؤں زمین پر مارتیں تاکہ مرد پازیب کی آواز سن کر ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس حرکت
سے منع فرمایا کیونکہ یہ شیطانی کام ہے۔ (صفوة التفاسیر) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو ہر اس کام یا لباس سے اجتناب کرنا
چاہیے جو غیر محرم مردوں کو اس کی طرف متوجہ کرے۔

[۴۰] جنسی خواہش ایک فطری جذبہ ہے، اگر اس پر پابندی لگادی جاتی تو انسان تنہائی اور مایوسی کا شکار ہو جاتا اور نسل انسانی کا
سلسلہ منقطع ہو جاتا اور اگر اس کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو معاشرہ میں بگاڑ اور لاوارث بچوں کا دور دورہ ہو جاتا۔ اس لئے اس
آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمان اپنے بے نکاح مردوں اور بے نکاح عورتوں خواہ وہ کنواری ہوں یا بیوہ یا مطلقہ ان کے
نکاح کا انتظام کریں تاکہ وہ جائز طریقہ سے اپنی جنسی خواہش کو پورا کر سکیں۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جو انواتم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے
وہ ضرور شادی کرے کیونکہ شادی کرنا اس کی نگاہ کو پاک کرے گا اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت کرے گا اور جو شادی کرنے
کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے شہوت کو کم کرتے ہیں۔ (بخاری: ۵۰۶۶: کتاب النکاح: باب ۳)

☆ حضرت ابو نجبیح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص خوشحال ہو اور نکاح کی طاقت رکھتا
ہو پھر نکاح نہ کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(معجم اوسط: ۹۹۳: جلد اول: ص ۵۲۸، مجمع الزوائد: جلد ۴: ص ۲۵۱)

يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ ﴿۳۱﴾

میں سے جو نیک ہوں (ان کا بھی نکاح کر دو)، [۳۱]
اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل
سے غنی کر دے گا، [۳۲] اور اللہ تعالیٰ وسعت والا
بہت جاننے والا ہے۔

۳۳۔ اور جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے انہیں
پاک دامن رہنا چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے
فضل سے انہیں غنی کر دے، [۳۳] اور تمہارے
غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں انہیں مکاتب
کردو اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو اور تم انہیں

وَلَيْسَتُغْنِيَهُمُ الَّذِينَ لَا يُجِدُونَ نِكَاحًا
حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَالَّذِينَ
يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِنْكُمْ أَيْمَانُكُمْ
فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۚ

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت
ہیں: حیا، خوشبو کا استعمال، مسواک اور نکاح۔ (ترمذی: ۱۰۸۰: ابواب النکاح: باب ۱)

عام حالات میں نکاح کرنا سنت ہے۔ لیکن اگر کسی شخص پر جنسی شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں
پڑنے کا قوی امکان ہے اور وہ نان و نفقہ کی طاقت بھی رکھتا ہے تو اس پر نکاح واجب اور لازم ہے۔

[۳۱] غلاموں اور باندیوں میں سے جو شادی کی صلاحیت اور استطاعت رکھتے ہوں اور صالح اور پاک دامن رہنے کے لئے
شادی کرنا چاہیں تو ان کے مالکوں پر لازم ہے کہ ان کے نکاح کا انتظام کر دیں لیکن جس غلام یا باندی کا رویہ ٹھیک نہ ہو اور
شریک حیات کے ساتھ اس کے نباہ کی امید نہ ہو تو اس کا نکاح کر دینے کی ذمہ داری مالک پر نہیں ہے۔

[۳۲] وہ غریب مسلمان جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے شادی کرنا چاہتے ہیں مگر مناسب مالی وسائل سے محروم ہیں، یہاں انہیں
بشارت دی جا رہی ہے کہ وہ محض غربت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کا ارادہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مالی
وسعت عطا فرمائے گا، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تین شخصوں کی مدد فرمائے گا: اللہ کی راہ
میں جہاد کرنے والا، وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور وہ شخص جو پاک دامن رہنے کی نیت سے
نکاح کرے۔“ (ترمذی: ۱۶۵۵: ابواب فضائل الجہاد: باب ۲۰) اللہ تعالیٰ اسباب کا خالق ہے۔ اکثر اوقات شادی کی
وجہ سے احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے اور زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے آمدنی میں برکت آ جاتی ہے۔ نیز روزگار کے سلسلے
میں بیوی جب خاوند کا ہاتھ بٹاتی ہے تو حالات بدل جاتے ہیں اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بیوی خوش نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ اس
کی برکت سے اس کے خاوند کو خوشحال بنادے۔

[۳۳] جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے وہ بھی بدکاری نہ کریں بلکہ روزے رکھ کر اپنی پاک دامنی کو برقرار رکھیں اور

وَأَتَوْهُمْ مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي لَمْ يَكُن لَّهُمْ
شُكْرُهُوا فَتَلَيْتَكُمْ عَلَى الْبِعَاءِ إِنَّ أَسَدُنَ
تَحَصَّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَمَنْ يُكْرِهْتُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِمْ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۳﴾

اللہ تعالیٰ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں
عطا فرمایا ہے، [۳۳] اور تمہاری باندیاں اگر پاک
دامن رہنا چاہیں تو دنیوی زندگی کا فائدہ اٹھانے کے
لئے انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو، اور جو شخص انہیں
مجبور کرے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ ان باندیوں کے
مجبور کئے جانے کے بعد (ان باندیوں کو) بہت بخشنے
والا (اور ان پر) بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۳۵]

۳۴۔ اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل
فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان فرمائیں جو تم
سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے پرہیزگاروں کے
لئے نصیحت نازل فرمائی ہے۔ [۳۶]

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ وَمَثَلًا
مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً
لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۴﴾

انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے اسباب اور وسائل مہیا فرمادے جن سے وہ آسانی کے ساتھ نکاح کر سکیں۔

[۳۴] نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈی کا سلسلہ عام تھا۔ اسلام نے غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور ان کو آزاد کرنے کی ترغیب
دی جس کے نتیجے میں آہستہ آہستہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آج دنیائے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا وجود نظر نہیں آتا۔
اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ تھی کہ جب کوئی غلام یا لونڈی اپنے مالک سے معاہدہ کرے کہ وہ اتنی مدت میں اتنی رقم کما کر اپنے
مالک کو دے گا جس کے بدلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے تو قرآن مجید نے اس آیت میں اس کے مالک کو حکم دیا ہے کہ اگر
اسے اپنے غلام یا لونڈی کے معاہدہ میں سچائی اور بہتری نظر آتی ہے تو وہ اس کے ساتھ یہ معاہدہ طے کر لے بلکہ زکوٰۃ،
صدقات اور عطیات وغیرہ سے اس کی مالی مدد بھی کرے تاکہ وہ جلد از جلد آزادی حاصل کر سکے۔ دوسرے مسلمان بھی
اپنی زکوٰۃ اور عطیات سے ایسے غلام یا لونڈی کی مدد کر کے ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

[۳۵] زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے بدکاری کراتے تھے، عبد اللہ بن ابی بھی اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرا کر رقم
حاصل کرتا تھا۔ ان میں سے بعض لونڈیاں مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے بدکاری سے انکار کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل
ہوئی۔ لونڈیوں یا دیگر عورتوں سے بدکاری کرنا ہر حال میں حرام ہے خواہ وہ خوشی سے بدکاری کریں یا ناخوشی سے لیکن اگر
لونڈیاں نہ چاہیں اور مالک پھر بھی دنیاوی فائدہ کے لئے انہیں بدکاری پر مجبور کرے تو یہ اور بھی زیادہ بے شری کی بات
ہے اور جو مجبور کرے گا وہ قیامت کے دن سخت عذاب کا مستحق قرار پائے گا جبکہ مجبور ہونے والی لونڈیاں معذور ہوں گی اور
اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا۔

[۳۶] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گزشتہ اقوام کے واقعات و ضاحت سے بیان فرمائے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ

۳۵۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، [۴۷] اس کے نور کی مثال ایک طاق جیسی ہے [۴۸] جس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے، وہ

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مِثْلُ
نُورِهِ كَمِثْلِ شَوْكَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۚ الْمِصْبَاحُ فِي
زُجَاجَةٍ ۚ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ

کیا وہ عذاب الہی کے مستحق قرار پائے تاکہ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے وہ ان واقعات سے نصیحت حاصل کریں۔ [۴۷] اللہ تعالیٰ کے خوبصورت ناموں میں سے ایک ”نور“ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کو سورج اور چاند سے روشن فرماتا ہے اور اہل زمین و آسمان کے لئے ہدایت کے راستے روشن فرماتا ہے۔

[۴۸] اہل علم نے اس مثال کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں ان میں سے ایک عرض خدمت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے اس مثال کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائی ہے۔ طاق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ہے، فانوس سے مراد قلب انور ہے اور چراغ سے مراد نبوت محمدی ہے جو نبوت کے مبارک درخت سے روشن ہے۔ اور نور محمدی کا عالم یہ ہے کہ اگر آپ اپنی نبوت کا اعلان نہ کرتے تو پھر بھی آپ کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود ظاہر ہو رہی تھی جیسے زیون کا تیل اتنا صاف و شفاف ہوتا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی چھوئے تو بھی ایسا لگتا ہے کہ ابھی روشن ہو جائے گا۔ (تفسیر بغوی) لیکن جب آگ اس کے ساتھ مل جائے تو پھر اس کی روشنی کا عالم ہی نرالا ہوتا ہے۔ اسی طرح اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی شان بڑی عظیم تھی لیکن جب ان پر قرآن مجید کا نزول ہوا تو یہ سونے پہ سہاگہ اور نور کے اوپر نور ہی نور کا منظر تھا۔ نیز آپ کی نبوت زمان و مکان اور مشرق و مغرب کی پابند نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی ہر قوم، نسل اور جگہ کے لئے آپ کی نبوت عام اور عالمگیر ہے۔

اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی چند جھلکیاں

۱۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔ (مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۸)

۲۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جس روز سے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہم کو کبھی چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی روشنی چراغ سے زیادہ نورانی تھی۔ اگر ہم کو کسی جگہ چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی نورانیت سے وہ جگہ روشن ہو جاتی۔ (تفسیر مظہری)

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک دفعہ آپ اپنی رضائی بہن شیماء کے ساتھ باہر اس جگہ تشریف

لے گئے جہاں اونٹ چر رہے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تلاش میں جب ان کے پاس پہنچیں تو پوچھا: اس گرمی میں تم کہاں پھر رہے ہو؟ شیاء نے کہا: مجھے اپنے بھائی کے ساتھ گرمی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ ان کے اوپر ایک بدلی سایہ کرتی رہی، جب یہ کہیں ٹھہر جاتے تو بدلی بھی ان کے اوپر ٹھہر جاتی تھی اور جب یہ چل پڑتے تو بدلی بھی ان کے اوپر چل پڑتی تھی۔ (تفسیر مظہری)

۴۔ ایک سال قحط پڑا تو جناب ابوطالب حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا کرنے کعبہ کے پاس پہنچے، کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت لگائی اور حضرت محمد ﷺ کی انگلی پکڑ کر دعا کی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا، دعا مانگنے کی دیر تھی کہ فوراً ادھر ادھر سے بادل ہجوم کر آئے اور خوب موسلا دھار بارش برسی یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب ابوطالب نے یہ شعر کہا:

وایض یستسقی الغمام بوجهہ شمال الیتامی عصمة للارامل

”وہ گورے رنگ والے (حضرت محمد ﷺ) جن کے رخ تاباں کے صدقے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوہ عورتوں کی ناموس کے محافظ ہیں۔“ (تفسیر مظہری)

۵۔ امام ترمذی اور مؤرخین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے: جب نبی کریم ﷺ کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ ﷺ نے جناب ابوطالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بصری میں داخل ہوا تو بحیری نامی ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ لگن ہے۔ وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ بحیری نے جب اپنی خانقاہ کے درپے سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق و امین نبی ﷺ کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں، اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس راہب نے قافلہ کے تمام افراد کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا، جناب ابوطالب اور حضرت محمد ﷺ کو روک لیا اور حضرت محمد ﷺ سے ان کی نیند اور بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے دریافت کرنے لگا۔ آخر میں اس نے حضرت محمد ﷺ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہربوت کو ہوہو اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر مہربوت کو چوم لیا۔

جب بحیری اس سے فارغ ہوا تو جناب ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیری نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابوطالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے تو بحیری نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں، اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہوگی، یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جناب ابوطالب قافلہ کے ساتھ

يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا
شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورًا عَلَى نُورٍ
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيُضِرُّ
اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ﴿۱۵﴾

چراغ زیتون کے مبارک درخت (کے تیل) سے
روشن کیا گیا ہے، [۴۹] وہ درخت نہ مشرقی ہے اور
نہ مغربی، ایسا لگتا ہے کہ اس کا تیل خود ہی بھڑک
اٹھے گا اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، یہ تو نور کے
اوپر نور ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی
طرف ہدایت دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی
ہدایت) کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ
تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔

(ترمذی: ۳۶۲۰: ابواب المناقب: باب ۳)

۶۔ ابو جہل نے کہا: محمد ﷺ کو ہم اعلان نبوت سے پہلے صادق و امین کہا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔

(امتناع الاسماع: جلد اول: ص ۹۱)

۷۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح
پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم: ۵۹۳۹: کتاب الفضائل: باب ۱) پتھر کن الفاظ سے
سلام کرتے تھے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ
تھا۔ ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ یا درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(ترمذی: ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

۸۔ امام قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو آپ ﷺ جس پتھر
یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو اس طرح سلام کرتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(المواہب اللدنیہ: جلد اول: ص ۲۰۰)

[۴۹] اس زمانہ میں چراغ کو جلانے کے لئے مختلف قسم کے تیل استعمال ہوتے تھے۔ ان میں زیتون کے تیل کی روشنی بڑی تیز،
صاف اور دھوئیں سے پاک ہوتی تھی۔ نیز زیتون کا تیل اور اس کا پھل کھانے کے لئے بھی بہت مفید تھا۔ اس درخت کی یہ
برکتیں صرف مشرق و مغرب والوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ شمال و جنوب اور پوری دنیا کے جو لوگ بھی اس درخت کے
پھل اور تیل کو استعمال کریں گے وہ اس کی برکتوں سے فیض یاب ہوں گے تو جس طرح زیتون درخت کی برکتیں سب کے
لئے عام ہیں اسی طرح نبوت محمدی ﷺ کی برکتیں بھی ساری دنیا کے لئے عام اور جاگیر ہیں۔

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کو جسم پر لگاؤ کیونکہ یہ
برکت والے درخت سے نکلتا ہے۔ (ترمذی: ۱۸۵۲: ابواب الاطعمۃ: باب ۲۳)

فِي بُيُوتٍ أذنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْآصَالِ ﴿٥٠﴾

۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے جن گھروں کے بلند کئے جانے اور ان
میں اس کے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم دیا ہے وہ ان
میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ [۵۰]

رَجَالٌ لَا تُلْمِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ
ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ
يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَ
الْأَبْصَارُ ﴿٥١﴾

۳۷۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ
تعالیٰ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا
کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے
رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں
گی۔ [۵۱]

[۵۰] گھروں سے مراد مساجد ہیں یعنی مساجد اتنی بلند اور عظیم الشان ہوں کہ آنے والوں کو دور سے معلوم ہو جائے کہ مسجد کہاں
ہے۔ اس کی دیواریں، اس کا فرش اتنا صاف اور پاک ہو کہ دیکھنے والوں کو خوشی محسوس ہو اور اس میں اسلامی آداب کے
خلاف کوئی گفتگو نہ ہوتا کہ صبح و شام یعنی روزانہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے دلوں
کو سکون حاصل ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس
کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرے اور جو
میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے
کہ وہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے۔
مسجدیں بھی بابرکت ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی بابرکت ہیں۔ مسجدیں بھی محفوظ ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی اس
کی حفاظت میں ہیں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ وہ لوگ
مسجدوں میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

دنیا میں چار مسجدیں ایسی ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے بنوایا تھا: بیت اللہ، بیت المقدس، مسجد قبا اور مسجد نبوی۔ (تفسیر
مظہری) مسجد کی فضیلت اور اس کے آداب کے بارے میں مزید سورہ توبہ (۹) کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۵۱] جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صبح و شام مساجد میں اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کو
دنیاوی مشاغل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے لیکن ان ٹیک کاموں کے باوجود وہ روز
قیامت کے خوف سے لرزہ بر اندام رہتے ہیں جس دن کی ہولناکیوں کو دیکھ کر دل گھبراہٹ میں آئے اور آنکھیں پٹی کی پٹی زور
جائیں گی۔

لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَ
يَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن
يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۵۲﴾

۳۸۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہترین اعمال کی
جزا دے بلکہ اپنے فضل سے انہیں اور بھی زیادہ عطا
فرمائے، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب
رزق عطا فرماتا ہے۔ [۵۲]

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَصْحَابُ بَقِيعَةٍ
يَحْسَبُهُ الظَّالِمُونَ مَلَأَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ
يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوْقَهُ
حِسَابَهُ ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾

۳۹۔ اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب (چمکتی
ہوئی ریت) کی طرح ہیں جس کو پیاسا شخص (دور سے)
پانی سمجھتا ہے، لیکن جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو
اسے کچھ بھی نہیں پاتا بلکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے
قریب پایا جس نے اس کو اس کا پورا حساب چکا دیا،
[۵۳] اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

أَوْ كُظِّلَتْ فِي بَحْرِ لُجِّي يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن
فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ۚ كُظِّلَتْ

۴۰۔ یا (کفار کے اعمال) ان تاریکیوں کی طرح ہیں جو
گہرے سمندر میں ہوں، جس پر موج چھائی ہوئی ہو،
اس کے اوپر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل،

[۵۲] نیک لوگ نیکیاں اس لئے کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا عالم
یہ ہے کہ جو شخص گن گن کر نیکیاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گن کر سینکڑوں اور ہزاروں گنا زیادہ اجر عطا فرماتا ہے اور جو بغیر
گنے نیکیاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان
کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔
(مسلم: حدیث نمبر ۱۰۲۹)

[۵۳] کفار کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ایسے کفار کی ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے آخرت کے قائل ہیں اور اپنے نیک اعمال کی
جزائے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال کی مثال سراب یعنی چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہے جو دور سے سورج کی
روشنی میں پانی نظر آتی ہے مگر جب پیاسا شخص اس کے قریب آتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانی نہیں بلکہ ریت ہے اور
پیاہیں کی شدت سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح اس قسم کے کافر کی جب موت واقع ہوگی تو اسے معلوم
ہو جائے گا کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں اس کے نیک اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی
آرام و راحت کی صورت میں اس کے نیک کاموں کا بدلہ اسی دنیا میں بے باک کر دیا تھا، اب آخرت میں اس کی برائیوں کا
حساب ہوگا۔

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۖ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ
يَكْدِرْهَا ۖ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا
فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ ۝

(الغرض یہ تہ در تہ) تاریکیاں ایک دوسرے کے اوپر
ہیں، (اتنی تاریکی کہ) جب کوئی شخص اپنا ہاتھ باہر
نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے، اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ
نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔ [۵۴]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتْ ۖ كُلُّ قَدْ عَلِمَ
صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا
يَفْعَلُونَ ۝

۴۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں
ہے اور (فضا میں) پر پھیلے ہوئے پرندے سب
اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، ہر ایک کو اپنی نماز اور
تسبیح کا علم ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ
کرتے ہیں۔ [۵۵]

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى
اللَّهِ النُّصَيْرُ ۝

۴۲۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے
لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ

۴۳۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے،

[۵۴] دوسری قسم ان کفار کی ہے جو آخرت کے بالکل ہی منکر ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو گہرے سمندر کی تاریکیوں
میں ہے۔ اس کے اوپر موج بالائے موج کی تاریکیاں، پھر ان کے اوپر بادل، الغرض وہ اتنی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے کہ
اپنا ہاتھ نکالے تو بھی اسے نظر نہ آ سکے یعنی اپنا ہاتھ جو بالکل قریب اور اس کے جسم کا حصہ ہے جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اسے
اور کیا چیز نظر آئے گی۔ ایسا ہی حال قیامت کے دن اس شخص کا ہوگا جو ایمان کے نور سے محروم ہے کہ اسے کہیں بھی امید کی
کوئی کرن نظر نہیں آئے گی۔

[۵۵] جیسا کہ تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین میں آباد ساری مخلوق حتیٰ کہ فضا میں اڑنے والے پرندے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی فطرت میں دعا کرنے اور تسبیح کرنے کا طریقہ ودیعت فرما رکھا ہے جس کو ہر چیز اچھی طرح جانتی
ہے جس طرح ہر جانور کی غذا مختلف ہے جسے وہ فطری طور پر جانتا ہے، مثلاً کتا گھاس نہیں کھاتا اور بکری گوشت نہیں کھاتی۔ اسی
طرح ہر چیز کی تسبیح کا انداز جداگانہ ہے، ہم اگرچہ ہر چیز کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کیا کرتا ہے؟
البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے معجزات کے باعث اور اولیائے کرام اپنی کرامات کے باعث ان تسبیحات کو سن سکتے
ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۵۷۹)

بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ
يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ
جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ
وَيَصْرِفُهُ عَنِ مَنْ يَشَاءُ ۚ يَكَادُ سَنَابِرُهُ
يَذْهَبُ بِأَلْبَاصَارٍ ۝

پھر اس (کے مختلف ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے،
پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے
درمیان سے بارش برسی ہے اور وہ آسمان میں برقانی
پھاڑوں کی طرح نظر آنے والے بادلوں سے اگلے
برساتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان اولوں کو گرا دیتا
ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے، [۵۶]
قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی
لے جائے۔ [۵۷]

يَقْلِبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝

۴۴۔ اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے، بے شک
اس میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے۔ [۵۸]

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَنْ

۴۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا فرمایا ہے، ان

[۵۶] جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو تہ بہ تہ چلاتا ہے، پھر ان کے درمیان سے بارش اور اگلے برساتا ہے پھر
جہاں چاہتا ہے اگلے برساتا ہے اور جس جگہ کو چاہے ڈالہ باری سے بچا لیتا ہے۔

بادل، بارش، برف اور اگلے کیسے بنتے ہیں؟

سائنسی تحقیق کے مطابق سورج کی گرمی سے پانی کے بخارات ہوا میں بلند ہوتے ہیں اور جب یہ بخارات ٹھنڈی ہوا
کے طبقہ میں پہنچتے ہیں تو پانی کے قطروں کی طرح منجمد ہو کر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پانی کے یہ قطرے ایک دوسرے
کے قریب آ کر آپس میں جڑتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اتنے بھاری ہو جائیں کہ ہوا ان کو نہ تھام سکے تو وہ بارش کی
صورت میں زمین پر گرنے شروع ہو جاتے ہیں، پھر اگر یہ بادل زیادہ ٹھنڈی ہوا میں چلے جائیں تو مزید منجمد ہو کر برف
باری کا سبب بن جاتے ہیں اور اگر اور زیادہ ٹھنڈی ہوا میں چلے جائیں تو پھر اگلے بن کر برسا شروع ہو جاتے ہیں۔

[۵۷] بادلوں میں جب بجلی چمکتی ہے تو عام طور پر وہ بارش کا پیش خیمہ سمجھی جاتی ہے مگر جہاں گرتی ہے وہاں نقصان پہنچاتی ہے اور
بعض دفعہ اس کی چمک اتنی شدید ہوتی ہے ایسا لگتا ہے کہ گویا یہ آنکھوں کی بینائی لے جائے گی۔

[۵۸] اس نظام کائنات کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے۔ اس میں عقل
والوں کے لئے درس عبرت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کو سمجھیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

يَتَشَىٰ عَلَىٰ بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَتَشَىٰ عَلَىٰ رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَتَشَىٰ عَلَىٰ آثَرِ بَعِثٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٩﴾

میں سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں، اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۵۹]

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٦٠﴾

۴۶۔ بے شک ہم نے واضح بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما دیتا ہے۔ [۶۰]

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فِرْيَنٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦١﴾

۴۷۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے، اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٦٢﴾

۴۸۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرنے والا ہوتا ہے۔ [۶۱]

[۵۹] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس نے تمام جانوروں کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا۔ (اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۳۰ اور حاشیہ نمبر ۲۶ ملاحظہ کریں) نیز اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں کو مختلف شکل و صورت عطا فرمائی، اسی لئے بعض پیٹ کے بل زمین پر رینگتے ہیں جیسے سانپ، بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں جیسے گائے بکری وغیرہ۔

[۶۰] قرآن مجید کی آیات نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے لیکن پھر بھی صراطِ مستقیم تک رسائی اسے حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[۶۱] مسلمانوں کی صفوں میں ایسے منافقین بھی شامل تھے جو زبان سے تو ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن جب ان کا کسی سے جھگڑا ہو جاتا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کی دعوت دی جاتی تو اگر منافقین کی غلطی ہوتی تو وہ

۴۹۔ اور اگر فیصلہ ان کے حق میں ہو تو وہ آپ کی طرف سر تسلیم خم کرتے ہوئے چلے آتے ہیں۔

وَ إِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝

۵۰۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا انہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، بلکہ (درحقیقت) وہ خود ظالم ہیں۔ [۶۲]

أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمْ امْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

۵۱۔ ایمان والوں کی بات تو صرف اتنی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (رسول ﷺ) ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ [۶۳]

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

۵۲۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝

۵۳۔ اور وہ (منافقین) اللہ تعالیٰ کی بڑی سخت تاکید

وَأَقْسُوا بِاللَّهِ جَهْدَ آيْمَانِهِمْ لَعِنْ

رسول ﷺ کے پاس جانے سے ٹال مٹول کرتے اور اگر اس جھگڑے میں وہ حق پر ہوتے تو وہ خوشی خوشی دوڑے چلے آتے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ برحق ہوتا ہے اور وہ کسی کی طرفداری یا سفارش کو قبول نہیں فرماتے۔

[۶۲] جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے سے اعراض کرتے تھے ان کے دلوں میں نفاق اور کفر کی بیماری ہے یا وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت میں شک کرتے ہیں یا انہیں اندیشہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان پر ظلم کریں گے۔ ان میں سے کسی ایک چیز کے قائل بھی مومن نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اوپر ظلم کر کے اپنی آخرت برباد کرنے والے ہیں۔

[۶۳] منافقین کے برعکس ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ جب بھی انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ آپ ﷺ کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے فلاح دارین کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

أَمَرْتَهُمْ لِيَخْرُجْنَ ۖ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةً
مَعْرُوفَةً ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾

قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے، آپ فرمائیے: تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری اطاعت خوب معلوم ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔ [۶۴]

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۵﴾

۵۴۔ آپ فرمائیے: تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو (سن لو) رسول اللہ ﷺ کے ذمہ وہی ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول ﷺ کے ذمہ تو صرف احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ [۶۵]

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ

۵۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین کو مستحکم کر دے گا جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند

[۶۴] منافقین اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے بڑی زوردار قسمیں اٹھا کر کہتے کہ اگر رسول ﷺ انہیں حکم دیں تو وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: زیادہ قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارے سابقہ کردار سے تمہاری اطاعت کا حال ہم کو اچھی طرح معلوم ہے، وقت آنے پر تمہیں اپنی قسمیں بھول جاتی ہیں اور نال مثل شروع کر دیتے ہو، نیز جھوٹی قسموں سے وقتی طور پر لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے ارادوں سے خوب واقف ہے۔

[۶۵] رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام واضح طور پر تمہیں پہنچا دے اور تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم رسول ﷺ کی اطاعت کر کے ہدایت پاؤ اور اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرو گے تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا کچھ نقصان نہیں ہے بلکہ انہوں نے تبلیغ کا فرض ادا کر دیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

مَنْ بَعْدَ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

فرمایا ہے اور وہ ضرور ان کے خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا، [۶۶] وہ لوگ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے، اور اس کے بعد بھی جس نے ناشکری کی تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

[۶۶] نبی کریم ﷺ سے پہلے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اپنے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی اطاعت کرتے ہوئے نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کی حکومت عطا کی اور دشمنوں کے خوف سے نجات دی جیسے قوم طالوت کو جالوت کے خوف سے اور قوم موسیٰ کو فرعون کے خوف سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے بھی وعدہ فرمایا کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں نیک اعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی دشمنوں کے خوف سے نجات دے کر زمین کی خلافت عطا فرمائے گا، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ چند سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار مکہ بلکہ کفار عرب و عجم کے خوف سے نجات دے کر انہیں زمین کی خلافت عطا فرمائی۔ اس سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ مکہ میں جو اسلام قبول کرتا کفار مکہ اس کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے۔ چونکہ مکہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں تھی اس لئے وہ اکثر چھپ کر عبادت کرتے اور ہمیشہ خوف کی حالت میں رہتے۔ پھر جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور کفار مکہ نے وہاں بھی مظالم کا سلسلہ شروع رکھا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی جوابی کارروائی کے لئے قتال کی اجازت دیدی۔ چنانچہ مسلمان ہر وقت مسلح رہتے تھے کیونکہ کفار مکہ کسی بھی وقت حملہ کر سکتے تھے۔ ایک دن ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اسلام قبول کرنے کے بعد ہمیشہ سے خوف کی حالت میں ہیں، کیا ہم پر ایسا دن نہیں آئے گا جب ہمیں امن نصیب ہو اور ہم ہتھیار اتار کر رکھ دیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم آرام سے بے خوف ہو کر مجمع عام میں بیٹھو گے اور تمہارے جسم پر کوئی ہتھیار نہیں ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں خوف کے بعد امن کی خوش خبری سنائی گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جزیرہ عرب پر غلبہ عطا فرمایا، مسلمانوں نے ہتھیار اتار دیئے اور امن و چین سے رہنے لگے، پھر نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک مسلمان امن میں رہے اور اس کے بعد فتنوں میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دشمنوں کا خوف داخل کر دیا اور ان کی نعمتوں کو مصائب سے بدل دیا۔ (تفسیر دومثوں)

۲۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے راستہ میں ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی رضی اللہ عنہ! کیا تم نے حیرہ کا شہر دیکھا ہے (جو کہ عراق میں تھا)؟ میں نے کہا: میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا
الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۶۷]

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ
فِي الْأَرْضِ وَمَاؤُهُمُ النَّارُ ۖ وَلَيْسَ
النَّصِيرُ ۙ

۵۷۔ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ کافر لوگ (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں عاجز کر دیں گے بلکہ ان کا ٹھکانا تو جہنم کی آگ ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ [۶۸]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَذَكِّمُ الَّذِينَ

۵۸۔ اے ایمان والو! تمہارے غلاموں اور نابالغ لڑکوں

اور کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ میں نے دل میں کہا: پھر قبیلہ طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا بنے گا جنہوں نے ہر جگہ فساد برپا کر رکھا ہے اور فرمایا: اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔ میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ لوگ سونا یا چاندی ہاتھوں میں لئے ہوئے کسی غریب کی تلاش میں پھر رہے ہوں گے لیکن انہیں کوئی غریب نہیں ملے گا جو اس سونا یا چاندی کو قبول کرے۔۔۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں: پھر میں نے اپنی زندگی میں ایک خاتون کو دیکھا جو حیرہ سے سفر کر کے آئی اور اس نے کعبہ کا طواف کیا اور وہ راستہ میں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتی تھی اور میں خود ان مسلمانوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے تھے۔ (بخاری: ۳۵۹۵۔ کتاب المناقب: باب ۲۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدینؓ کی خلافت برحق تھی کیونکہ ان کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی ظہور پذیر ہوئی اور مسلمانوں کو مال، امن اور غلبہ حاصل ہوا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی، اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔ (ترمذی: ۲۲۲۶: ابواب الفتن: باب ۴۸) علامہ خازن نے اس تیس سال کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت دو سال تین ماہ، حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانؓ کی خلافت بارہ سال، حضرت علیؓ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسنؓ کی خلافت چھ ماہ۔ (تفسیر خازن) یہ آیت نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بھی دلیل ہے کیونکہ اس میں جو پیش گوئی فرمائی گئی ہے وہ بالکل اسی طرح پوری ہوئی۔

[۶۷] آج بھی مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کا رحم اور دشمنوں کے خوف سے نجات حاصل کرنا چاہیں تو اس آیت میں اس کا جواب موجود ہے یعنی وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت کریں، یہی وہ راستہ تھا جس پر چل کر صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد حاصل کی اور کفار کے مظالم سے نجات پائی۔

[۶۸] یعنی اللہ تعالیٰ جب نیک لوگوں پر رحم کرنا چاہتا ہے اور ان کے خوف کو امن میں بدلنے کا ارادہ کرتا ہے تو کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے ارادوں کو ناکام نہیں بنا سکتے بلکہ وہ تو خود اپنے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں اور اسی وجہ سے انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا۔

مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ
مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۖ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ
وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ
بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ۖ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ
طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بِعُضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ۖ
كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۹﴾

وَإِذَا بَدَأَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ
فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۚ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۶۰﴾

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَقْضَيْنَ
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۚ وَأَنْ

کو تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لئے)
تم سے اجازت لینی چاہیے، نماز فجر سے پہلے، دوپہر
کے وقت جب تم اپنے (زائد) کپڑے اتارتے ہو
اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے
پردے کے ہیں، ان تین اوقات کے علاوہ نہ تم پر
کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر (کیونکہ ان اوقات کے
علاوہ) تم ایک دوسرے کے پاس کثرت سے آتے
جاتے رہتے ہو، [۶۹] اسی طرح اللہ تعالیٰ (اپنی)
آیتیں تمہارے لئے صاف صاف بیان فرماتا ہے،
اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

۵۹۔ اور جب تمہارے بچے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی
اجازت لیا کریں جس طرح وہ لوگ اجازت لیا کرتے تھے
جو ان سے پہلے بالغ ہوئے تھے، [۶۰] اسی طرح اللہ
تعالیٰ اپنی آیتیں تمہارے لئے صاف صاف بیان فرماتا
ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

۶۰۔ اور وہ خانہ نشین بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں
رکھتیں ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے اضافی کپڑے
اتار دیں بشرطیکہ وہ اپنی آرائش کو ظاہر کرنے والی نہ

[۶۹] نماز فجر سے پہلے، دوپہر کو قیلولہ کے وقت اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تینوں اوقات ایسے ہیں جن میں عموماً انسان اپنے زائد کپڑے
اتار دیتا ہے اور بے تکلف ہو کر سوتا ہے۔ نیز بیوی کے ساتھ محالطت بھی اکثر ان ہی اوقات میں ہوتی ہے، لہذا ان اوقات میں
غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت کے بغیر گھروں میں داخل نہیں ہونا چاہیے لیکن ان تین اوقات کے علاوہ غلاموں اور بچوں
کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ انہیں اکثر ایک دوسرے کے پاس آنے جانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔

[۶۰] نابالغ بچے تو مذکورہ تین اوقات کے علاوہ بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہو سکتے ہیں مگر آزاد بچے بالغ ہو جائیں تو انہیں
اپنے سے پہلے بالغ ہونے والوں کی طرح ہر وقت اجازت لے کر آنا چاہیے۔

يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرَ لَّهُنَّ ۖ وَاللَّهُ سَبِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۰

ہوں، اور اگر وہ اس سے بھی اجتناب کریں تو ان کے لئے بہت بہتر ہے، [۷۱] اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْكُمْ مَفَاتِحُهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ

۷۱۔ اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے [۷۲] اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے، [۷۳] اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ، [۷۴] پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو

[۷۱] عورت جب اتنی بوڑھی ہو جائے کہ اس کا حیض آنا بند ہو جائے اور بچے جننے کے قابل نہ رہے تو اس عمر میں عام طور پر عورت میں جنسی کشش دم توڑ دیتی ہے اور وہ کسی مرد سے نکاح کرنے کی خواہش مند نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی مرد کو اس سے نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ ایسی عورت کے لئے پردہ لازمی نہیں ہے، وہ اپنے معمول کے ضروری کپڑوں کے علاوہ اضافی کپڑے مثلاً جلباب وغیرہ اتار سکتی ہے بشرطیکہ اس کا مقصد اپنی زینت دکھانا نہ ہو لیکن اگر ایسی بوڑھی عورت بھی اضافی کپڑے پہنا کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

[۷۲] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اندھا، لنگڑا یا بیمار ہو تو اس پر ایسے افعال کا ادا کرنا ضروری نہیں جن سے اسے تکلیف ہوتی ہو۔ اسی لئے جمعہ اور جہاد وغیرہ سے یہ لوگ مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۷۳] وہ قریبی رشتہ دار یا خصوصی احباب جن کے ہاں اکثر آنا جانا رہتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی میزبانی کو باعث عزت سمجھتے ہیں، ان کے ہاں بغیر اجازت کے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر وہ رشتہ دار یا احباب اس چیز کو ناپسند کریں تو پھر بغیر اجازت ان کے ہاں سے کچھ کھانا درست نہیں ہے۔

[۷۴] بعض لوگ اکٹھے کھانا پسند نہیں کرتے اور بعض اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اکٹھے کھانا

اپنے (گھر والوں) پر سلام کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، [۷۵] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنی) آیتیں صاف صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

أَشْتَاتًا ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ
أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةٌ
طَيِّبَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٥﴾

کھاؤ یا الگ الگ دونوں طرح جائز ہے، البتہ جب کھانے والے زیادہ ہوں تو اکٹھے کھانا زیادہ برکت کا باعث ہے۔
[۷۵] عام طور پر لوگ کسی کے گھر جائیں تو انہیں سلام کرتے ہیں لیکن جب اپنے گھر آئیں تو اپنے بیوی بچوں کو سلام کی برکتوں سے محروم رکھتے ہیں۔ اس آیت میں یہ ترغیب دی جا رہی ہے کہ جب تم اپنے گھر داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملاقات کا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔

سلام اور اس کے احکام

سلام کے الفاظ و معانی

دنیا کی ہر قوم میں ایسے الفاظ کا رواج پایا جاتا ہے جن سے وہ آپس میں ملاقات کے وقت اپنی خوش اخلاقی، ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام میں ملاقات کے الفاظ ہیں: السلام علیکم جن کا معنی ہے: ”تم پر ہر قسم کی سلامتی ہو“ جیسے الحمد للہ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) میں حمد سے پہلے الف لام استغراق کے لئے ہے، یعنی ہر زمانے کی، ہر علاقہ کی، ہر قوم کی اور دنیا کی ہر چیز کی ہر قسم کی تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح السلام علیکم میں سلام سے پہلے الف لام بھی استغراق کے لئے ہے، یعنی صحت و عمر کی، مال و اولاد کی، خاندان و ایمان کی، حال و مستقبل کی، دنیا و آخرت کی الغرض ہر قسم کی سلامتی تجھے نصیب ہو اور ہر قسم کی مصیبت سے تو محفوظ رہے۔ صرف دو لفظوں میں اتنی کامل دعا دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے مسلمان چاہے کسی زبان سے تعلق رکھتا ہو ملاقات کے وقت یہی عربی زبان کے الفاظ استعمال کرتا ہے جبکہ دوسری قوموں کی ملاقات کے الفاظ زبان کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام

اللہ تعالیٰ کے خوبصورت اسمائے گرامی میں سے ایک سلام بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ وہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بادشاہ ہے، نہایت پاک ہے، سلام ہے۔۔۔} {قرآن: ۵۹: ۲۳} اسی طرح حضور اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور یوں دعا کرتے: اللہم انت السلام ومنک السلام۔۔۔ اے اللہ تعالیٰ! تو سلام ہے اور سلامتی تیری بارگاہ سے ملتی ہے۔۔۔۔۔

(مسلم: کتاب المساجد: باب ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی سلام کا معنی ہے: ”سلامتی دینے والا، حفاظت کرنے والا“ اس لحاظ سے السلام علیکم کا معنی ہے ”اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ ہو اور وہ تمہیں سلامت رکھے“ اسی معنی کے اعتبار سے اللہ حافظ یا خدا حافظ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح ایک مسلمان سلام کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ اپنے بھائی کو سلامتی کی دعا دیتا ہے بلکہ اپنے رب تعالیٰ کے نام کا ذکر کر کے ایک اور حکم الہی پر عمل کرنے کا ثواب بھی حاصل کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم دیا ہے: {اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو۔} (قرآن: ۷۶: ۲۵)

سلام کی تاریخ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا: جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور ان کا جواب غور سے سنو یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے ملاقات کا تحفہ ہوگا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو کہا: السلام علیکم اور فرشتوں نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمة اللہ۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلامی سلام کوئی جدید طریقہ نہیں ہے بلکہ انسان اول حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ادوار میں بھی جاری رہا حتیٰ کہ موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام بھی یہی لکھا ہوا ہے یعنی:

“Peace be on you.” (The Holy Bible: Luke: Chapter 24 Verse 36)

انگریزی کے ان الفاظ کا عربی ترجمہ السلام علیکم ہی بنتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یعنی السلام علیکم کو چھوڑ کر good morning کب اور کیوں شروع کیا؟ اور اب تو اس میں بھی تخفیف کر دی ہے یعنی good morning پر اکتفا کرتے ہیں اور پتہ نہیں اس کا کیا معنی مراد لیتے ہیں؟

سلام کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- ۱۔ {اور جب آپ ﷺ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ﷺ ان سے فرمائیے: تم پر سلام ہو۔} (قرآن: ۶: ۵۴)
- ۲۔ {جب تم گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔} (قرآن: ۶۱: ۲۴) اس آیت کے ضمن میں عمرو بن دینار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں) کہتے ہیں: اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو کہو: السلام علی النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ (نبی مکرم ﷺ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔) ملا علی قاری (جن کا انتقال ۱۰۱۳ھ میں ہوا) اس روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں: یہ اس لئے ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

(شرح شفا: قاضی عیاض: جلد دوم: ص ۱۱۸)

ہم جب کسی قبرستان کے پاس سے گزریں تو سنت یہ ہے کہ ہم انہیں السلام علیکم (تم پر سلام ہو) کہہ کر ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ (ابن ماجہ: ابواب الجنائز: باب ۳۶) حالانکہ ان کے جسم تو مٹی میں مٹی ہو چکے ہوتے ہیں۔ صرف ان کی روحوں کا ان قبروں سے ایک طرح کا رابطہ ہوتا ہے جن کو ہم السلام علیکم کہتے ہیں۔ اسی طرح ملا علی قاری کی توجیہ کے مطابق نبی مکرم ﷺ جسمانی اعتبار سے اگرچہ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں مگر جب ان کی روح مبارک کا رابطہ اہل اسلام کے گھروں سے ہے تو ہم اس روح مبارک کے توسط سے آپ ﷺ کو وہ سلام بھی عرض کر سکتے ہیں جو ہم تشہد میں کہتے ہیں۔ (یعنی السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے غربت اور تنگدستی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو تو اگر اس میں کوئی شخص موجود ہو تو اسے سلام کیا کرو اور اگر اس میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام کیا کرو اور ایک مرتبہ {قل هو اللہ احد۔ یعنی سورہ اخلاص} پڑھا کرو۔ اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا کثیر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں پر بھی سخاوت کرنے لگا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ اخلاص)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہ ہو گے حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہے یہاں تک کہ تم آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم آپس میں محبت کرنے لگو (پھر خود ہی فرمایا:) اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔ (ترمذی: ابواب الاستئذان: باب ۱)

۲۔ جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو اور جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو، اور جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرتا ہے اور اپنے کھانے پر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: اس گھر میں نہ تمہارے رات گزارنے کا ٹھکانا ہے اور نہ رات کا کھانا اور جب تم میں سے کوئی شخص سلام نہیں کرتا اور نہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: تمہیں رات کا ٹھکانا اور کھانا مل گیا۔

(کنز العمال: ۴۱۵۴۵: جلد ۱۵: ص ۳۹۹)

۳۔ جو شخص چاہتا ہے کہ شیطان اس کے پاس نہ کھانے پر آئے اور نہ ہی رات اور دن کے وقت اس کی آرام گاہ میں آئے تو اسے چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرے اور کھانے پر بسم اللہ پڑھے۔

(کنز العمال: ۴۱۵۴۶: جلد ۱۵: ص ۳۹۹)

کن لوگوں کو سلام دینا جائز نہیں ہے

ورج ذیل لوگوں کو سلام کرنا جائز نہیں ہے:

جو لوگ نماز، خطبہ، اذان، اقامہ، تلاوت قرآن، علم شرعی کے مذاکرہ، وعظ کرنے، وعظ سننے یا رفع حاجت میں مشغول ہوں اُن کو سلام کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی اُن لوگوں کو سلام کر دے تو اُس سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

سلام کا جواب

سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ سلام کا جواب ایسے انداز اور اتنی آواز سے دیا جائے کہ سلام کرنے والے کو یقین ہو جائے کہ اس کے سلام کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دل میں جواب دے دیا جائے اور سلام کرنے والا غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ اس کے سلام کا جواب نہیں دیا گیا۔ نیز سلام کا جواب بہتر انداز میں ہونا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جب تمہیں کسی لفظ دعا سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا (کم از کم) وہی الفاظ لو نا دو۔} (قرآن: ۸۶: ۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی السلام علیکم کہے تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ کہا جائے اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمة اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ ویرکاتہ کہا جائے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غیر مسلم جن الفاظ سے تمہیں سلام کریں تم بھی انہی الفاظ کے ساتھ انہیں جواب دو۔ (تفسیر تنویر المقباس)

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب پڑھتے وقت ہی دے دینا چاہیے ممکن ہے جواب لکھنے سے پہلے موت آجائے اور یہ فرض بطور قرض باقی رہ جائے۔

ملاقات کے وقت مسکرانا

سلام کرتے وقت یا سلام کا جواب دیتے وقت دونوں کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ کا اظہار ہونا چاہیے۔ اس طرح باہمی احترام میں اضافہ ہوگا اور ان کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے۔“ (مسلم: کتاب البر: باب ۴۳) کیونکہ ”تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لئے صدقہ کا درجہ رکھتا ہے۔“ (ترمذی: ابواب البر: باب ۳۶) ”اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“ (ترمذی: ابواب الایمان: باب ۸)

سلام کے آداب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر وہ انسان ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(احمد: جلد ۵: صفحہ ۲۵۴)

۲۔ سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے ہوئے کو، تھوڑے زیادہ کو اور چھوٹے بڑے کو سلام کریں۔

(ترمذی: ابواب الاستیذان: باب ۱۴)

۳۔ جب تم گھر میں جاؤ تو اپنے اہل خانہ کو سلام کہو، اس طرح تمہیں اور تمہارے اہل خانہ کو برکت حاصل ہوگی۔

(ترمذی: ابواب الاستیذان: باب ۱۰)

۶۲۔ مومن تو صرف وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی کام میں رسول ﷺ کے ساتھ ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے، بے شک جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، پھر جب وہ اپنے کسی کام کے لئے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا أَسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لَنْ شِئْت مِنْهُمْ وَ

۴۔ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں، السلام علیکم ورحمة اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (ترمذی: ابواب الاستئذان: باب ۲)

۵۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک اور یہود سب اکٹھے بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں سلام کہا (یعنی السلام علیکم کہا)۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس سے یہ پتہ چلا کہ اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان کو السلام علیکم کہنا جائز ہے، لیکن اگر کہیں صرف غیر مسلم بیٹھے ہوں تو خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں Good morning ضرور کہنا چاہیے۔

جنت میں دعا سلام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جنت میں اہل جنت کی (اللہ تعالیٰ کے حضور) دعا ہوگی سبحانک اللہم (اے اللہ تو پاک ہے) اور ان کی آپس کی دعا ہوگی السلام علیکم اور ان کی دعا کا آخری حصہ یہ ہوگا الحمد للہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے)} (قرآن: ۱۰: ۱۰) اس آیت میں اہل جنت کی دعا کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اگر آپ اس دنیا میں اس کا کچھ تصور کرنا چاہتے ہیں تو نماز میں غور کرو۔ اس کی ابتدا سبحانک اللہم سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام السلام علیکم پر ہوتا ہے اور بندہ مومن جب جائے نماز سے فارغ ہو کر اٹھتا ہے تو ان الفاظ یعنی الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اسے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

فرشتوں کو سلام

حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے فرشتوں کو سلام کیا، لہذا ہم جب کسی کو سلام کریں تو ہمیں اس کے ساتھ اس کے نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتوں کی نیت بھی کرنی چاہیے تاکہ فرشتے بھی ہمارے سلام کا جواب دیں اور ہم ان کے معصوم سلام سے فیض یاب ہوں۔ اختتام جماعت پر سلام کہتے ہوئے امام اور مقتدی دونوں کو اطراف کے نمازیوں کے علاوہ اپنے

اَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ①

دے دیں، [۷۶] اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے
مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے
والا بہت مہربان ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ
يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ
يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ

۶۳۔ تم رسول ﷺ کے بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسے تم آپس
میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو، [۷۷] بے شک اللہ
تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ایک
دوسرے کی آڑ میں چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس جو
لوگ رسول ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے
ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت نہ آجائے یا

دائیں بائیں متعین فرشتوں کو بھی سلام کہنا چاہیے اور اگر کوئی انسان اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو وہ سلام کہتے ہوئے صرف اپنے
دائیں اور بائیں متعین فرشتوں کی نیت کرے۔ (الفقه على المذاهب الاربعه: جلد ۱: ص ۲۶۶) اگر ہم نے اپنے ساتھ
رہنے والے فرشتوں کو بھی سلام نہ کیا تو وہ کیا سوچیں گے کہ ہم ایک مسلمان کے ساتھ پچاس ساٹھ سال کا عرصہ رہے لیکن اس
نے ہمیں کبھی سلام تک نہیں کیا۔ یہ ٹھیک ہے فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے مگر جب ہم اہل قبرستان کو سلام کرتے ہیں تو وہ بھی ہمیں
نظر نہیں آتے۔ نیز فرشتوں کو سلام کرنے سے ہمیں ایک یاد دہانی بھی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سیکیورٹی کیمرے ہر
وقت ہمارے ساتھ ہیں جو میدان حشر کے لئے ہماری ہر حرکت کی فلم بنا رہے ہیں، لہذا ہمیں کوئی غلط کام کرنے سے پہلے کئی
بار سوچنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی بھی فرشتوں کے کیمرے سے بچ نہیں سکتا۔

[۷۶] مومن کی شان یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ انہیں کسی اہم مشورہ، اجتماعی مہم اور جہاد کے لئے بلائیں تو وہ حاضر ہو جاتے
ہیں اور آپ کی اجازت کے بغیر واپس نہیں جاتے، پھر جب وہ اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپ پر منحصر ہے کہ
جس کو چاہیں اجازت دے دیں اور جس کو چاہیں موقع کی نزاکت کے مطابق روک لیں۔ آج بھی اہل ایمان کو اجتماعی
کاموں کے لئے اپنے امیر کی اسی طرح اطاعت کرنی چاہیے۔

[۷۷] اس آیت میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے آداب سکھائے جا رہے ہیں کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بات
کرنا چاہو تو آپ کو اس طرح نہ بلاؤ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے نام لے کر بلاتے ہو بلکہ بڑے ادب،
نرمی اور محبت کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کراؤ۔ نیز نبی کریم ﷺ کے بلانے کو
آپس میں ایک دوسرے کو بلانے پر قیاس نہ کرو کہ مرضی ہوئی تو آگئے اور مرضی نہ ہوئی تو نہ آئے بلکہ ان کے بلانے پر فوراً

انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آئے۔ [۷۸]

يُصِيبُهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

۶۴۔ خبردار! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم جس حال میں ہو، اور جس دن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۷۹]

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
قَدْ يَعْلَمُ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۚ وَيَوْمَ يُزْجَعُونَ
اِلَيْهِ فَيَنْبِتُهُمْ فِيْهَا عِصْلًا ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

حاضر ہو جاؤ خواہ تم نماز میں ہو کیونکہ آپ کے بلانے پر اہل ایمان کا حاضر ہو جانا فرض ہے اور نہ آنے سے ایمان کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

[۷۸] نبی کریم ﷺ جب کسی اجتماعی کام کے لئے مسلمانوں کو بلاتے تو منافقین اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے بادلِ نحواستہ حاضر تو ہو جاتے مگر اپنی حاضری رجسٹر کرانے کے بعد چپکے سے ایک دوسرے کی آڑ میں کھسک جاتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر نہیں آتے یا آکر بغیر اجازت کے کھسک جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آسکتی ہے۔

[۷۹] اس آیت میں منافقین کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ اسلام کے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے اور قیامت کے دن ان کے کرتوتوں کے مطابق ان کو سزا دے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعرات بعد از نماز عشاء ۱۸ دسمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الفرقان (۲۵)

یہ سورہ مکی ہے، اس کا نام ”فرقان“ ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اہل مکہ چونکہ قرآن، توحید اور رسالت کے منکر تھے اس لئے اس سورت میں انہیں مختلف انداز میں اسلامی عقائد سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

توحید کے بارے میں مشرکین سے ارشاد ہوتا ہے کہ ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے مگر تم جن کو خدا کہتے ہو وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں تو پھر وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

قرآن مجید کے متعلق مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو آپ نے لکھا رکھی ہیں اور صبح و شام ان کی تلاوت کرتے ہو۔ چنانچہ اس سورت کی پہلی آیت میں انہیں بتایا گیا کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور یہ حق اور باطل کے درمیان واضح فرق کرنے والی کتاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مشرکین کہتے تھے کہ وہ شخص کیسے رسول ہو سکتا ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا ہے، اگر یہ واقعی رسول ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہونا چاہیے تھا، نیز اس کے پاس خزانے اور باغات بھی ہونے چاہئیں تھے لیکن اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اسی دنیا میں باغات اور محلات عطا فرمادے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہیں کیونکہ وہ قیامت کے منکر ہیں۔

اس سورت کے آخر میں اہل ایمان کی صفات حمیدہ بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اجر عظیم سے سرفراز فرمائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکریم ایٹن ہال، انگلستان
بعد از نماز فجر بروز جمعہ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

﴿ابانها ۷﴾ ﴿۲۵ سُوْرَةُ الْفَرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۳۲﴾ ﴿رَكْعَتَانِ ۲﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفَرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ
لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝۱

۱۔ بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے
(محبوب) بندے پر فرقان نازل فرمایا [۱] تاکہ وہ
تمام جہانوں کے لئے (عذاب الہی سے) ڈرانے
والا بن جائے۔ [۲]

الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ
يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِى
الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ رَءٰهُ
تَقْدِيْرًا ۝۲

۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے
لئے ہے اور اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ (اس
کی) بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے
ہر چیز کو پیدا فرمایا، پھر ہر چیز کو ایک مقررہ انداز سے
پر رکھا۔ [۳]

[۱] ”فرقان“ کا معنی ہے: ”حق و باطل میں فرق کرنے والا“ اور یہ قرآن مجید کے اسمائے گرامی میں سے ایک ہے یعنی اللہ
تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر جو قرآن نازل فرمایا ہے اس نے حق و باطل کے درمیان واضح فرق بیان
کر دیا ہے۔

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کسی ایک علاقہ، رنگ یا نسل والوں کے لئے مخصوص نہیں
بلکہ آپ کی نبوت عالمگیر ہے اور آپ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نبی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ
الاعراف (۷) کی آیت نمبر ۵۸ اور حاشیہ نمبر ۸۳ ملاحظہ کریں۔

[۳] ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے ہر چیز کو خوبصورت، متوازن اور کامل انداز سے پر رکھا ہے۔ اسی لئے ہر چیز
اپنے اپنے دائرہ میں پورے نظم و ضبط کے ساتھ سرگرم عمل ہے اور اگر اس کے کسی حصہ میں تھوڑی بہت تبدیلی کر دی جائے تو
نظام کائنات درہم برہم ہو جائے، مثلاً سورج اور چاند کو اگر اللہ تعالیٰ کسی دن آپس میں ٹکرا دے تو اس کے نقصان کا اندازہ
نہیں لگایا جاسکتا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جنگل کے شیر کو پر لگا دیتا تو شیر جب چاہتا آباد بستیوں سے انسانوں کو اچک کر لے
جاتا اور اگر پرندوں کو پر نہ لگاتا تو بلیاں سب پرندوں کو کھا جاتیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایسے مخصوص انداز سے پر
بنایا ہے کہ اس میں اس کی نشوونما اور اس کے تحفظ کے وسائل بھی موجود ہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ
شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ
لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ
مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ﴿٢٥﴾

۳۔ اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود بنارکے
ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے
گئے ہیں اور نہ وہ اپنے لئے کسی نقصان اور نفع کے
مالک ہیں اور نہ ہی وہ موت اور حیات اور دوبارہ جی
اٹھنے کے مالک ہیں۔ [۴]

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ
افْتَرَاهُ وَآعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ
جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ﴿٢٦﴾

۴۔ اور کافروں نے کہا: یہ (قرآن) تو محض ایک بہتان
ہے جس کو اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے اور اس معاملہ
میں کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے،
[۵] سو (یہ کہہ کر) کافروں نے بڑا ظلم کیا ہے اور
جھوٹ بولا ہے۔

[۴] مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو خدا بنارکھا ہے وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود بھی پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی بے بسی
کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی و موت اور نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں تو پھر وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں، لہذا عبادت کے لائق
صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

[۵] مشرکین مکہ اکثر یہ الزام لگاتے کہ نبی کریم ﷺ قرآن خود بناتے ہیں اور جب انہیں کہا جاتا کہ آپ امی ہیں اور چالیس
سال کی عمر تک آپ ﷺ نے نہ کوئی کتاب پڑھی ہے اور نہ لکھی ہے تو اچانک فصیح و بلیغ قرآن کیسے تیار کر سکتے ہیں؟ تو پھر
کہتے: ان کو کوئی آدمی قرآن سکھاتا ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ کون آدمی ہے؟ تو کبھی جبر کا نام لیتے اور کبھی یعیش،
عداس، یسار یا بلعام کا نام لیتے اور یہ سارے عجی غلام تھے۔ ان میں سے بعض عیسائی بعض یہودی اور بعض مسلمان ہو چکے
تھے۔ جبر کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ عیسائی غلام تھا بعد میں مسلمان ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ جبر آپ کو قرآن
سکھاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبر تو عجی ہے وہ خود فصیح عربی نہیں بول سکتا تو پھر وہ فصیح عربی پڑھا کیسے سکتا ہے؟ نقاش
نے ذکر کیا ہے کہ جبر کو اس کا مالک مارتا تھا کہ تو محمد ﷺ کو پڑھاتا ہے تو وہ کہتا: خدا کی قسم میں آپ کو نہیں پڑھاتا بلکہ
آپ مجھے پڑھاتے ہیں اور مجھے ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورة النحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۱۰۳)
اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر جبر قرآن سکھانے والا تھا تو اسے تو علم تھا کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ اس کا سکھایا ہوا کلام ہے تو
پھر اسے اسلام لا کر اپنے مالک سے مارکھانے کی کیا ضرورت تھی لیکن حقیقت وہی ہے جو جبر نے اوپر بیان کر دی ہے کہ اس
نے نبی کریم ﷺ سے وہ تعلیم اور ہدایت حاصل کی ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔

وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اٰكْتَتَبَهَا فَهِيَ
تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً ۝

۵۔ اور انہوں نے کہا: یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی کہانیاں
ہیں جن کو اس (رسول) نے لکھوا رکھا ہے، پھر وہ
کہانیاں صبح و شام پڑھ کر اسے سنائی جاتی ہیں۔ [۶]

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

۶۔ آپ فرمادیجئے: اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے نازل
فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو
جانتا ہے، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے
والا ہے۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ
وَمِیْثَقِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ۚ لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ
مَلَكٌ فِیْکُوْنُ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۝

۷۔ اور کافروں نے کہا: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے
اور بازاروں میں چلتا ہے، اس کے ساتھ کوئی فرشتہ
کیوں نہیں اتارا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب الہی
سے) ڈرانے والا ہوتا۔ [۷]

اَوْ یُنٰلِیْ اِلَیْهِ کَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ
مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا
رَاجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝

۸۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتار دیا جاتا یا اس کا کوئی
باغ ہوتا جس میں سے وہ کھایا کرتا، اور ظالموں نے
کہا: تم تو صرف ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو
جس پر جادو کیا گیا ہے۔ [۸]

[۶] مشرکین کہتے تھے کہ قرآن مجید پہلے لوگوں کے قصوں کا مجموعہ ہے لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ اگر یہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیوں
پر ہی مشتمل ہوتا جن کو آپ نے چند یہود و نصاریٰ سے لکھا رکھا ہے تو پھر کوئی بھی اس قرآن کی مثال بنا سکتا تھا لیکن چونکہ یہ
قرآن اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو زمین و آسمان کے سب رازوں سے باخبر ہے اس لئے کوئی اس قرآن کی مثال
نہیں لاسکتا۔

[۷] کفار کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا ہے تو اس
میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ پھر بھی اگر آپ کو ہی رسول بنانا تھا تو آپ کے ساتھ ایک فرشتہ اتارا جاتا جو ہمیں نظر آتا، وہ
آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو ڈراتا کہ اگر تم نے اس رسول کی پیروی نہ کی تو آخرت میں عذاب الہی
تمہارا مقدر ہوگا۔

[۸] یا اگر آپ ہی کو رسول بنانا تھا تو کم از کم آپ کے ساتھ سونے چاندی کے خزانے اتارے جاتے یا آپ کا کوئی اپنا باغ ہوتا

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا
يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ⑨

۹۔ ملاحظہ فرمائیے انہوں نے آپ کے لئے کیسی مثالیں
بنارکھی ہیں، پس وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ اب (ہدایت
کا) راستہ نہیں پاسکتے۔ [۹]

تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ
ذَلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ⑩

۱۰۔ اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے اگر وہ چاہے تو آپ کے
لئے اس سے کہیں بہتر ایسے باغات بنادے جن کے
نیچے نہریں رواں ہوں اور آپ کے لئے بڑے بڑے
محلات بھی بنادے۔ [۱۰]

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ

۱۱۔ بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے، [۱۱] اور جس نے

جس سے وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے، جب ان کے پاس ایسی بھی کوئی چیز نہیں ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے آپ پر کسی
نے جادو کر دیا ہے، پھر ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہیں۔

[۹] کفار نے آپ کے متعلق عجیب و غریب جھوٹی مثالیں بنارکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ گمراہی کی اس انتہا کو پہنچ گئے ہیں کہ اب وہ
ہدایت کا راستہ نہیں پاسکتے۔

[۱۰] مشرکین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ اپنے ماننے والوں کو آخرت میں باغات اور محلات کی خوش خبریاں سناتے
ہیں جب کہ اس دنیا میں ان کے اپنے پاس کوئی باغ اور محل نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ
کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو مال و دولت کی فراوانی عطا کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہی پسند
فرمایا کہ آپ غریب مسلمانوں کی طرح ان میں رہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے لئے یہی حالت پسند فرمائی، جیسا کہ
حضرت ابو امامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی
دادیوں کو سونا بنادے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا،
جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری
تعریف کروں گا۔ (ترمذی: ۲۳۴۷؛ ابواب الزہد: باب ۳۵)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت خثیمہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو زمین کے
خزانے اور ان کی کنجیاں عطا کر دیں جو ہم نے آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیں اور اس سے آپ کے اس اجر میں کمی نہیں ہوگی جو
قیامت کے دن ہمارے پاس سے آپ کو ملے گا تو آپ نے عرض کیا: اے اللہ! میرے لئے ان کو آخرت میں جمع کر دے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۲۹۹۱)

[۱۱] یہ کفار جو اکثر آپ کی رسالت پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں دراصل ان کو قیامت پر یقین نہیں ہے اس لئے شیطان جو ان کے

بھی قیامت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لئے بھڑکتی ہوئی
آگ تیار کر رکھی ہے۔

كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۝

۱۲۔ جب وہ آگ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ آگ کے
غضب اور جوش کی آوازیں سنیں گے۔ [۱۲]

إِذَا سَأَتْهُمْ مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا
تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ۝

۱۳۔ اور جب انہیں جہنم کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں سے
جکڑ کر پھینکا جائے گا تو وہاں موت کو پکاریں گے۔

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ
دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۝

۱۴۔ (ان سے کہا جائے گا:) آج تم ایک موت کو نہ پکارو
بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔ [۱۴]

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا
ثُبُورًا كَثِيرًا ۝

۱۵۔ آپ فرمائیے: کیا یہ (آگ) اچھی ہے یا داغی جنت
جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، جو ان
(کے اعمال) کا بدلہ اور ٹھکانا ہے [۱۵]

قُلْ أَذِلَّكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعدَ
الْمُسْلِمُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَّ مَصِيرًا ۝

۱۶۔ اس جنت میں ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں
گے (اور وہ اس میں) ہمیشہ رہیں گے، یہ آپ کے
رب کا وعدہ ہے جس کا سوال کیا جائے گا۔ [۱۶]

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خُلْدٍ ۚ كَانَ عَلَى
رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُولًا ۝

ذہن میں ڈالتا ہے فوراً کہہ دیتے ہیں۔ اگر انہیں قیامت پر یقین ہوتا تو اس کی سزا کے ڈر سے ہر بات سوچ سمجھ کر کرتے۔

[۱۲] منکرین قیامت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو آگ تیار کر رکھی ہے اس کے شعلوں کے بھڑکنے اور تپش کی شدت سے ایسی خوفناک
آواز پیدا ہوگی جس کو سن کر منکرین کے کلیجے منہ کو آجائیں گے۔

[۱۳] جب انہیں زنجیروں میں جکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ کی کسی تنگ وادی میں پھینکا جائے گا تو وہ پکارا نہیں گے: کاش! انہیں موت
آجائے تو انہیں کہا جائے گا: اب موت کو پکارنے کا کوئی فائدہ نہیں، یہاں تو اموات اور تباہیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ
ہے جس سے کوئی دوزخی نہیں بچ سکتا۔

[۱۴] اہل جہنم سے پوچھا جائے گا: کیا یہ آگ اچھی ہے یا وہ داغی جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سوال
قیامت کے دن ہوگا مگر یہاں اس کا نقشہ اس لئے کھینچا گیا ہے تاکہ منکرین اس کے ڈر سے آج تقویٰ کا راستہ اختیار کریں۔

[۱۵] جنتی لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جنت میں ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے۔ یہ حسن جزا کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ فَيَقُولُ عَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي
هَؤُلَاءِ عَمَّ هُمْ صَلُّوا السَّبِيلَ ⑤

۱۷۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور ان کو جن کی وہ اللہ
تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے جمع کرے گا تو ان
(معبودوں) سے فرمائے گا: کیا تم نے میرے ان
بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود ہی سیدھی راہ سے
بھٹک گئے تھے؟

قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يُثْبِتُنَا لَنَّا أَنْ
تَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ
مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَ
كَانُوا قَوْمًا بُورًا ⑥

۱۸۔ وہ کہیں گے: تو پاک ہے ہمیں یہ بات زیانہ تھی کہ ہم
تجھے چھوڑ کر اوروں کو مددگار بناتے لیکن تو نے ان کو
اور ان کے باپ دادا کو خوشحالی عطا فرمائی یہاں تک
کہ انہوں نے ترے ذکر کو بھلا دیا اور وہ لوگ تھے
ہی ہلاک ہونے والے۔ [۱۶]

فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا
تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا وَمَنْ يَظْلِمُ
مَنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ⑦

۱۹۔ (اے مشرک!) جو کچھ تم کہتے ہو تمہارے معبودوں نے
ان کو جھٹلا دیا، پس اب تم نہ عذاب کو ٹال سکتے ہو اور
نہ اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں سے جس نے بھی ظلم کیا
ہم اسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔ [۱۷]

خاص فضل ہے جو اس نے اپنے ذمہ کرم پر لازم کر رکھا ہے اور اس کو ہر صورت میں پورا کیا جائے گا اور بفرض محال اگر کسی کو
یہ بدلہ ملنے میں تاخیر ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ اجازت دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

[۱۶] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے تھے: کیا تم نے میرے بندوں کو کہا تھا کہ وہ مجھے
چھوڑ کر تمہاری عبادت کریں؟ تو وہ کہیں گے: ہم جب خود تیرے ساتھ کسی کو شریک بنانا جائز نہیں سمجھتے تو کسی اور کو کیسے کہہ
سکتے ہیں کہ وہ ہمیں تیرا شریک بنائے لیکن اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تیری عطا کردہ خوشحالی نے انہیں تیرے ذکر سے
غافل کر دیا ہے۔ اسی قسم کا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پوچھا جائے گا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیت
نمبر ۱۱۶ کا حاشیہ نمبر ۱۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۷] مشرکین جن معبودوں کی مدد کی امید رکھتے تھے جب انہوں نے ان کے سارے دعوؤں کو جھٹلا دیا اور ان سے بیزاری کا
اعلان کر دیا تو اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا: اب تمہیں تمہارے شرک کے عذاب سے کوئی تمہیں نہیں بچا سکتا کیونکہ شرک
سب سے بڑا ظلم ہے۔

۲۰۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے، [۱۸] اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے، کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔ [۱۹]

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۚ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۚ أَتَصْبِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۝

[۱۸] پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی انسان تھے، کھانا کھاتے تھے اور رزق حلال کمانے کے لئے بازار بھی جاتے تھے، یہ چیزیں نبوت کے منافی نہیں ہیں۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو امیر اور بعض کو غریب بنا کر سب کا امتحان لیا ہے، لہذا امیر شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور غریب کو چاہیے کہ وہ آزمائش پر صبر اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حالات سے خوب واقف ہے اور اس کے احوال کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

صابر و شاکر بننے کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھ دیتا ہے۔ جس نے دین کے معاملہ میں اپنے سے برتر میں غور کیا، پھر اس کی اقتدا کی اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کمتر میں غور کیا، پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس کو اس پر فضیلت دی، پس اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھ دیتا ہے۔ اس کے برعکس جس نے دین کے معاملہ میں اپنے سے کم تر میں غور کیا اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے برتر میں غور کیا، پھر جس دنیاوی چیز سے وہ محروم ہے اس پر افسوس کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو نہ شاکر لکھتا ہے نہ صابر۔ (ترمذی: ۲۵۱۲: ابواب صفة القيامة: باب ۵۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے سے کم تر میں غور کرو اور اپنے سے برتر میں غور نہ کرو، یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔ (ترمذی: ۲۵۱۳: ابواب صفة القيامة: باب ۵۸)

کسی بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے دمشق کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، جب باہر نکلا تو اس کا جوتا وہاں موجود نہیں تھا۔ اس بزرگ نے واپس مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا کہ میں تیری نماز ادا کرنے کے لئے تیرے گھر میں آیا اور کسی نے میرا جوتا چر لیا، پھر وہ بزرگ شکوہ کرتا ہوا بازار گیا تاکہ نیا جوتا خریدے لیکن سر بازار اس نے ایک ایسے بھکاری کو مانگتے دیکھا جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے، اسے دیکھ کر اس بزرگ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور واپس جا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ تو نے مجھے پاؤں تو دے رکھے ہیں جو تے تو اور بھی مل سکتے ہیں مگر اس بھکاری کے پاس تو پاؤں بھی نہیں ہیں جن میں جوتا پہنا جاتا ہے، لہذا ہر انسان کو کسی مصیبت کے وقت دیگر نعمتوں اور اپنے سے کم تر میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کے شکر کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا
أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ أَوْ تَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدْ
اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا
كَبِيرًا ۝

۲۱۔ اور جو لوگ (آخرت میں) ہم سے ملنے کی امید نہیں
رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے
گئے یا ہم اپنے رب کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے،
دراصل انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور
بہت بڑی سرکشی کی۔ [۲۰]

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا ۝

۲۲۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن ان مجرموں
کے لئے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے:
کاش! (ان فرشتوں اور ہمارے درمیان) کوئی مضبوط
حجاب ہوتا۔ [۲۱]

وَقَدْ مَنَّآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِن عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ
هَبَاءً مَّنْثُورًا ۝

۲۳۔ اور ہم ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں
نے کئے تھے اور ان کے اعمال کو خاک کے ذروں
کی طرح اڑا دیں گے۔ [۲۲]

[۲۰] جو لوگ قیامت کے دن ہماری ملاقات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں نازل کئے گئے جو ہمیں
بتاتے کہ حضرت محمد ﷺ برحق رسول ہیں یا ہم اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور وہ ہمیں خود بتاتا کہ حضرت
محمد ﷺ میرے بھیجے ہوئے رسول ہیں تو پھر ہمارے لئے آپ کی تصدیق آسان ہو جاتی۔ دراصل ان کا یہ مطالبہ ان کے
تکبر اور سرکشی کی انتہا ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا بہت دور کی بات ہے یہ تو فرشتوں کو دیکھنے کی صلاحیت بھی نہیں
رکھتے کیونکہ انسان مٹی سے بنا ہے اور فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں اور اگر فرشتہ ظاہر ہو جاتا تو ان منکرین کو کیسے پتہ چلتا کہ
یہ آگ سے پیدا ہونے والا شیطان ہے یا نور سے پیدا ہونے والا فرشتہ، البتہ اس زندگی میں فرشتے کو دیکھنے کی ایک صورت
یہ ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہو اور جب فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوتا تو پھر وہ اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح
انسان ہے فرشتہ نہیں ہے، لہذا ان کا یہ مطالبہ ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا مظہر ہے۔

[۲۱] اس زندگی میں منکرین قیامت فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے، البتہ موت کے وقت اور قیامت کے دن جب وہ فرشتوں کو دیکھیں گے
اور فرشتے ان کو عذاب جہنم کی خبر سنائیں گے تو گھبرا کر پکارا نہیں گے: کاش! ہم فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے تاکہ وہ ہمیں عذاب کی
خبر نہ سناتے۔

[۲۲] جہنم کے عذاب کو دیکھ کر منکرین اپنے نیک اعمال پیش کرنے کی کوشش کریں گے کہ شاید کچھ فائدہ ہو جائے مگر چونکہ ان کے

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَ
أَحْسَنُ مَقِيلًا ۝

۲۴۔ اہل جنت کا اس دن بہت اچھا ٹھکانا ہوگا اور وہ بہت
اچھی آرام گاہ ہوگی۔ [۲۳]

وَيَوْمَ تَشْقَى السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَتُزَلُّ
الْمَلَائِكَةُ تَزِيلًا ۝

۲۵۔ اور جس دن آسمان پھٹ کر بادل میں بدل جائے گا اور
فرشتے جوق در جوق اتارے جائیں گے۔ [۲۴]

أَلَمْ تَكُنْ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ۚ وَكَانَ
يَوْمَئِذٍ عَلَى الْكَافِرِينَ عَذَابًا ۝

۲۶۔ اس دن حقیقی بادشاہی صرف رحمن کی ہوگی اور وہ دن
کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔

وَيَوْمَ يَعِضُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ
لِيَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝

۲۷۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور کہے گا: کاش!
میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کر لیا ہوتا۔ [۲۵]

اعمال کے پیچھے ایمان نہیں ہوگا اس لئے ان کے اعمال بے اثر ہوں گے اور ان کو خاک کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑا دیا
جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی طرح ہوگی جس کو
آندھی کے دن تیز ہوانے اڑا دیا ہو، وہ اپنے اعمال سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ (قرآن: ۱۸: ۱۳)

[۲۳] مجرموں کو قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک دن میں جس کی مقدار پچاس
ہزار سال کی ہے۔ (قرآن: ۷۰: ۴) لیکن اہل ایمان کے لئے وہ دن ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر معلوم ہوگا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۵)

اس آیت کی تفسیر میں سعید الصواف بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن مومنوں کا فیصلہ اتنی
دیر میں کر دیا جائے گا جتنی دیر عصر سے غروب آفتاب تک ہوتی ہے، پھر وہ جنت کے باغات میں جا کر قیلولہ کریں گے حتیٰ کہ
تمام لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

[۲۴] قیامت کے دن آسمان پھٹ کر ایک سفید رنگ کا پتلا سا بادل بن جائے گا جو کہر کی مانند ہوگا اور آسمانوں کے سارے فرشتے
لوگوں کا حساب لینے کے لئے میدانِ محشر میں اتار دیئے جائیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۵] قیامت کا ماحول دیکھ کر کافروں کو بھی یقین ہو جائے گا کہ حقیقی بادشاہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت
ہوگا۔ وہ حسرت و افسوس سے اپنی انگلیوں کو دانتوں میں چبا لیں گے اور کہیں گے: کاش! ہم دنیا میں رسول پر ایمان لاتے
اور ہدایت کا راستہ اختیار کرتے تو آج اس عذاب سے بچ جاتے۔

يُؤَيِّدُكَ لِيَتَنَّى لَمْ آتُخَذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝

۲۸۔ ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا

ہوتا۔ [۲۶]

لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۝

۲۹۔ بے شک اس نے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد

وَ كَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝

مجھے اس سے بہکا دیا، اور شیطان انسان کو (مشکل کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنَّا قَوْمِي اتَّخَذُوا

۳۰۔ اور رسول عرض کریں گے: اے میرے رب! بے شک

هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝

میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔

[۲۶] برے دوست کی سگت میں انسان اکثر برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اس برائی کا برا انجام دیکھ کر پکار اٹھے گا: کاش! وہ زندگی میں فلاں کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ برا دوست دراصل شیطان کا نمائندہ ہوتا ہے اور شیطان انسان کو برائیوں میں مبتلا کر کے خود بھاگ جاتا ہے۔

اچھی اور بری سوسائٹی

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بری سوسائٹی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک سوسائٹی بہتر ہے۔

(شعب الایمان: البیہقی: حدیث نمبر ۴۹۹۳)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ خوب غور کرے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(ابوداؤد: کتاب الادب: باب ۱۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور لوہار کی بھیٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہے۔ مشک والا یا تو تمہیں مشک کا عطیہ دے گا یا تم اس سے مشک خریدو گے ورنہ تم اس سے پاکیزہ خوشبو تو ضرور پاؤ گے اور بھیٹی میں پھونک مارنے والا تمہارے کپڑے جلانے کا ورنہ تم اس سے بدبودار ہو تو بہر حال پاؤ گے۔

(بخاری: ۵۵۳۲: کتاب الذبائح: باب ۳۱)

☆ ابوبکر بزاز رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے کون سا ہم نشین زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی ملاقات تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے، جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

(تفسیر قرطبی)

☆ مالک بن دینار نے فرمایا: اگر تم نیک لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھاؤ تو وہ تمہارے لئے بدکار لوگوں کے ساتھ عمدہ کھانا کھانے سے بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی)

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝

۳۱۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنائے، اور آپ کا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔ [۲۷]

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝

۳۲۔ اور کافروں نے کہا: اس (رسول) پر قرآن ایک ہی بار کیوں نہیں نازل کیا گیا، اس طرح (تھوڑا تھوڑا اس لئے نازل کیا) تاکہ ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو مضبوط کر دیں اور (اسی لئے) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔ [۲۸]

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝

۳۳۔ اور کافر لوگ آپ کے پاس جو بھی مثال (یا اعتراض) لائیں گے ہم اس کا صحیح جواب اور اس کی عمدہ توجیہ لے آئیں گے۔ [۲۹]

[۲۷] کفار قریش جب قرآن کی دعوت سے اعراض کرتے تو نبی کریم ﷺ کا دل رنجیدہ ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی مجرم لوگوں نے اسی طرح دشمنی کی، لہذا آپ ان کی دل آزار باتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ آپ کا رب آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کا رشد و ہدایت کا پیغام دنیا میں پھیل کر رہے گا۔

[۲۸] مشرکین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ جس طرح تورات، زبور اور انجیل یکبارگی نازل ہوئی تھیں اسی طرح آپ پر مکمل قرآن ایک ہی بار کیوں نازل نہیں ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت کا مفہوم مسلمانوں کے خوب ذہن نشین ہو جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام کا اپنا ایک مکمل نظام حیات ہے جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں انقلابی تبدیلیاں کی ہیں اور زمانہ جاہلیت کی ہر رسم بد کو ختم کیا ہے، اگر ان تمام جہالتوں کو یک دم ختم کرنے کا اعلان کر دیا جاتا تو منفی رد عمل ہوتا مثلاً وہ لوگ شراب کے عادی تھے اگر شراب کو یک دم حرام کر دیا جاتا تو ان کے لئے اس پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا اس لئے قرآن مجید نے بتدریج اس کے نقصانات بتا کر پہلے شراب کے خلاف قضا ہموار کی اور پھر حرمت کا حکم نازل فرمایا جس کی وجہ سے منفی رد عمل کا دروازہ بند ہو گیا اور لوگوں نے خوشی سے اس حکم کو تسلیم کر لیا۔

[۲۹] قرآن مجید کو بتدریج نازل کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ کافر لوگ جب بھی نبی کریم ﷺ کے خلاف کوئی مثال یا اعتراض لائیں گے تو اسی وقت قرآن مجید کے ذریعہ ان کا صحیح جواب دیا جائے گا۔

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝

۳۴۔ جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ کر لائے جائیں گے ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا اور وہ سب سے زیادہ گمراہ ہوں گے۔ [۳۰]

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝

۳۵۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو (ان کا) وزیر بنایا۔

فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا قَدْ مَرَّزْنَهُمْ تَدْمِيرًا ۝

۳۶۔ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، (پھر جب وہ جھٹلانے سے باز نہ آئے) تو ہم نے ان کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ [۳۱]

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

۳۷۔ اور قوم نوح علیہ السلام نے بھی جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لئے نشان عبرت بنادیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [۳۲]

وَعَادًا وَثَمُودًا وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝

۳۸۔ اور (اسی طرح) عاد اور ثمود اور اصحاب رس اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (بھی ہم نے ہلاک کر دیا)۔ [۳۳]

[۳۰] جو لوگ سب سے زیادہ گم کردہ راہ ہوں گے ان کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور ان کا ٹھکانا بہت برا ہوگا۔

[۳۱] فرعون اور اس کی قوم کے لوگ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور کائنات میں پھیلے ہوئے دلائل توحید کی تکذیب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کریں اور توحید کا اقرار کریں لیکن جب وہ اپنے کفر سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر کے بالکل تباہ کر دیا۔

[۳۲] قوم نوح علیہ السلام نے بھی جب حضرت نوح علیہ السلام اور ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی پانی میں غرق کر کے آنے والے لوگوں کے لئے نشان عبرت بنادیا۔

[۳۳] اصحاب رس سے مراد وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو ایک کنویں میں ڈال کر شہید کر دیا تھا، تاہم عاد، ثمود، اصحاب رس اور

وَكَلَّا صَبَرْنَا لَهُ الْأَمَّالَ ۖ وَكَلَّا تَبَرَّنَا
تَتَّبِعُوا ۝

۳۹۔ اور ہم نے ہر قوم کے لئے مثالیں بیان کیں اور (جب وہ نافرمانی سے باز نہ آئے تو) ہم نے ان سب کو نیست و نابود کر دیا۔

وَلَقَدْ آتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطْرَتْ
مَطَرُ السَّوْءِ ۖ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا بَلْ
كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝

۴۰۔ اور بے شک یہ لوگ اس بستی کے پاس سے گزر چکے ہیں جس پر (پتھروں کی) بدترین بارش برسائی گئی تھی، کیا وہ اس بستی کو دیکھتے نہیں تھے بلکہ وہ دوبارہ زندہ ہونے کی امید نہیں رکھتے تھے (اس لئے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے)۔ [۳۴]

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا
أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝

۴۱۔ اور جب بھی وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ الْهَيْتَا لَوْلَا أَن
صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۖ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينِ
يَرُونَ الْعَذَابَ مَنَ أَصْلُ سَبِيلَا ۝

۴۲۔ قریب تھا کہ یہ شخص ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا اگر ہم ان (کی پرستش) پر ثابت قدم نہ رہتے، اور عنقریب جب وہ عذاب دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ کون سب سے زیادہ گمراہ ہے۔ [۳۵]

دیگر وہ ساری قومیں جنہوں نے گزشتہ مثالوں سے عبرت حاصل نہ کی اور سرکشی سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تباہ و برباد کر دیا۔

[۳۴] کفار مکہ جب تجارت کی غرض سے شام اور فلسطین جاتے تو راستے میں وہ قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھتے تھے جن کے باشندوں اور مکانات کو پتھروں کی بارش نے تباہ کر دیا تھا لیکن وہ ان برباد بستیوں سے اس لئے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اسی دنیاوی زندگی کو ہی تخلیق انسانیت کی آخری منزل سمجھتے تھے۔

[۳۵] کفار مکہ جب بھی نبی کریم ﷺ کو دیکھتے تو آپ کا مذاق اڑاتے اور کہتے: کیا اللہ تعالیٰ کو رسول بنانے کے لئے یہی ایک صاحب نظر آئے؟ ان میں رسول بننے والی کون سی خصوصیت پائی جاتی ہے، البتہ ایک بات ضرور ہے، ان کے اخلاق اور

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنْتَ
تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝

۳۳۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ [۳۶]

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ
يَعْقِلُونَ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ
أَضَلُّ سَبِيلًا ۝

۳۴۔ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۖ وَلَوْ
شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ
عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝

۳۵۔ کیا آپ نے اپنے رب کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو پھیلا دیا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا کر دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا ہے۔ [۳۷]

ان کی گفتگو میں ایسا جادو ہے کہ جو بھی ان سے ملاقات کرتا ہے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ ہم بھی اپنے معبودوں کے بارے میں اگر تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیتے تو اس نے ہمیں بھی ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیا ہوتا، لیکن یہ مشرکین قیامت کے دن جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ رسول تو برحق تھے ہم خود ہی سب سے زیادہ گمراہ تھے۔

[۳۶] جو لوگ اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں وہ عقل و خرد کی بات نہیں سنتے، صرف وہی کرتے ہیں جو ان کی خواہش انہیں حکم دیتی ہے۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں کیونکہ جانور بھی عقل کی بات نہیں سنتے، تاہم جانور اگر عقل کی بات نہ سنیں تو وہ معذور ہیں کیونکہ وہ عقل سے محروم ہیں لیکن انسان عقل کے ہوتے ہوئے اگر عقل سے کام نہ لے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے، جیسا کہ اہل علم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف فرماں برداری ہی کرتے ہیں اور حیوانوں میں صرف شہوت رکھی ہے اس لئے وہ عیاشی کرتے ہیں لیکن انسان میں عقل اور شہوت دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے، لہذا اگر اس کی عقل شہوت پر غالب آجائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہو جاتا ہے اور اگر اس کی شہوت عقل پر غالب آجائے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

[۳۷] اس کائنات میں جگہ جگہ ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشاندہی کرتی ہیں مثلاً طلوع آفتاب کے وقت ہر چیز کا سایہ بہت دراز ہوتا ہے حتیٰ کہ پہاڑوں کا سایہ کئی شہروں پر حاوی ہوتا ہے لیکن جب سورج آہستہ آہستہ بلند ہوا تو

ثُمَّ قَبَّضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝

۳۶۔ پھر ہم نے اس (سایہ) کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ

۳۷۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس

سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نَشُورًا ۝

بنایا اور نیند کو راحت (کا باعث بنایا) اور دن کو (کام

کاج کے لئے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ [۳۸]

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ

۳۸۔ اور وہ اللہ ہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے

يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

پہلے ہواؤں کو خوش خبری دینے کے لئے بھیجتا ہے اور

ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔

طَهُورًا ۝

لِنُحْيِيَ بِهِ بَلَدًا كَثِيرًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا

۳۹۔ تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اپنی

أَنْعَامًا وَأَنَاسٍ كَثِيرًا ۝

مخلوق سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو وہ پانی

پلائیں۔ [۳۹]

سایہ بھی آہستہ آہستہ سکڑتا گیا حتیٰ کہ دوپہر کے وقت سایہ بالکل سکڑ گیا اور دوپہر کے بعد پھر سایہ دراز ہونا شروع ہو گیا حتیٰ کہ غروب آفتاب کے ساتھ سایہ بھی غائب ہو گیا۔ لوگ اس سایہ کی کمی بیشی کو سورج کی کرشمہ سازی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس سورج کو کس نے بنایا ہے جس کی وجہ سے دھوپ اور سایہ وجود میں آتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ سایہ کو ایک ہی جگہ روک لیتا تو کچھ لوگ ہمیشہ دھوپ میں رہتے اور کچھ ہمیشہ سایہ میں رہتے جس سے انسانی زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی۔

[۳۸] جس طرح لباس انسان کے بدن کو چھپاتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی ہر چیز کو چھپالیتی ہے اور اس میں لوگ دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے سو جاتے ہیں، پھر جب دن کی روشنی آتی ہے تو تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رزق کی تلاش میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔

[۳۹] پہلے برساتی ہوا میں بارش کی خوش خبری لاتی ہیں پھر آسمان کی طرف سے پاک پانی نازل ہوتا ہے جس سے مردہ زمینوں میں زندگی آ جاتی ہے، جہاں پہلے خاک اڑ رہی ہوتی ہے وہاں سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ بہت سے جانور اور انسان بھی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ نیز بارش ہر شہر میں ایک ہی دن یا ایک جیسی نہیں ہوتی بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں آج کہیں کل تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کی حکمتوں میں غور و فکر کریں لیکن اکثر لوگ ان میں غور و فکر نہ کر کے ناشکری میں ہی سرگرم رہتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا ۖ فَأَبَىٰ
أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝

۵۰۔ اور بے شک ہم نے بارش کے پانی کو ان کے درمیان
گھمایا تاکہ وہ غور و فکر کریں لیکن اکثر لوگوں نے
ناشکری کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ تَذِيرًا ۝

۵۱۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج
دیتے۔

فَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا
كَبِيرًا ۝

۵۲۔ پس آپ کافروں کی بات نہ سنیں اور قرآن کے ذریعہ
ان سے بڑا جہاد کریں۔ [۴۰]

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ
فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا
بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝

۵۳۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے،
یہ (ایک) بہت میٹھا ہے اور یہ (دوسرا) سخت کھاری
ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان ایک پردہ اور
مضبوط رکاوٹ بنا دی ہے۔ [۴۱]

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ

۵۴۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا،

[۴۰] اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں علیحدہ نبی بھیج دیتے مگر اب حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ سارے جہان کے لئے صرف آپ ہی کو عالمگیر
نبی بنایا جائے، لہذا آپ کفار کی نکتہ چینیوں کی پرواہ نہ کریں اور قرآن کے دلائل کے ساتھ ان کے خلاف بھرپور اور بڑا
جہاد جاری رکھیں۔

[۴۱] اس دنیا کا تین چوتھائی حصہ سمندروں پر مشتمل ہے جن کا پانی نمکین اور کڑوا ہے اور اس دنیا کا ایک چوتھائی خشکی پر مشتمل ہے
جس میں بہنے والے چشموں، نہروں اور دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہے اور جب یہ میٹھے پانی کے دریا سمندر میں
جا کر گرتے ہیں تو کئی میلوں تک ایک طرف دریا کا میٹھا پانی اور دوسری طرف سمندر کا کڑوا پانی ایک ساتھ چلتے ہیں مگر ایسے
لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے وہ پانی آپس میں نہیں ملتے حالانکہ
فطری طور پر دو پانی فوراً آپس میں رل مل جاتے ہیں۔ اسی طرح دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں
تک اس کا پانی سمندر کے پانی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اپنے رنگ اور ذائقہ میں منفرد رہتا ہے۔ نیز ہماری زمین کے نیچے جو
پانی ہے وہ بھی دو طرح کا ہے، بعض دفعہ ایک جگہ نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی میٹھا نکلتا ہے اور چند میٹر کے فاصلے پر
دوسرا نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی نمکین اور کھاری نکلتا ہے۔

نَسَبًا وَ صِهْرًا ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝

پھر اس کو نسب اور سسرال والا بنادیا، اور آپ کا
رب قدرت والا ہے۔ [۴۲]

و يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ
وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ
ظَهِيرًا ۝

۵۵۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو
نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں، اور نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے
ہیں اور کافر اپنے رب کے خلاف (ہمیشہ شیطان کا)
مددگار ہوتا ہے۔ [۴۳]

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا ۝

۵۶۔ اور ہم نے آپ کو صرف (رحمت الہی کی) خوش خبری دینے
والا اور (عذاب الہی سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ
شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

۵۷۔ آپ فرمادیجئے: میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا
مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کر لے۔ [۴۴]

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ
بِحَمْدِهِ ۚ وَ كَفَىٰ بِهِ بَذُنُوبٍ عِبَادَةً

۵۸۔ اور آپ اس زندہ رہنے والے پر بھروسہ کریں جسے
کبھی موت نہیں آئے گی اور اس کی حمد کے ساتھ اس
کی تسبیح بیان کریں، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں

[۴۲] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس نے پانی کے ایک قطرہ سے کیسا حسین انسان پیدا فرمایا، پھر بعض کو عورت بنایا اور بعض کو مرد۔
اگرچہ ان دونوں کے ظاہری اعضاء اور قلبی جذبات میں فرق ہے لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں اور ان کے
اتفاق سے ہی معاشرہ میں پیار و محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ نسب سے مراد وہ رشتہ داریاں ہیں جو ماں باپ کی طرف سے
ہوں اور سسرال سے مراد وہ رشتہ داریاں ہیں جو بیوی کی طرف سے ہوں۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا، پھر اس کی بقا کے لئے میٹھے پانی کے چشمے اور دریا جاری کئے مگر
انسان عجیب ناشکرا ہے کہ اپنے محسن اور کریم رب کے خلاف شیطان کی مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت
کرتا ہے جو نہ اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے مجھے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا ہے اور میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں سرگرم ہوں، لہذا اس تبلیغ پر
میں آپ سے کسی معاوضہ یعنی مال و دولت کا طالب نہیں ہوں، البتہ جو چاہے اپنے رب کی ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور
کامیابی سے ہم کنار ہو جائے تو یہی میرا اجر میرے لئے کافی ہے۔

خَبِيرًا ۝

کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔ [۲۵]

۵۹۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، [۲۶] وہ رحمٰن ہے، آپ اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھیں۔ [۲۷]

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَنُ فَسَلِّ بِهِ خَبِيرًا ۝

۶۰۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں: رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں [۲۸] اور اس (تبلغ) نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ تُفُورًا ۝

۶۱۔ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ (سورج) اور ایک چمکنے والا چاند بنایا۔

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۝

[۲۵] میرے پیارے نبی ﷺ! آپ ان منکرین کی کثرت و تعداد اور ان کی اسلام دشمنی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں، یہ سب قافی ہیں، آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے، وہ ان منکرین کے گناہوں سے خوب باخبر ہے اور ان کے جرائم کے مطابق ان کو سزا دے گا۔

[۲۶] چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے طلوع و غروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جب کہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسمائے گرامی میں سے ایک رحمٰن ہے، اگر کسی کو رحمٰن کے بارے میں پوچھنا ہے تو اس کے متعلق مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے حضرت محمد ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے ہیں۔

[۲۸] کفار مکہ کو جب کہا جاتا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے: ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اور نہ ہی اس کو سجدہ کریں گے۔ چونکہ وہ رحمٰن کے منکر تھے اس لئے اس تبلغ سے ان کی نفرت اور مخالفت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ یہ سجدہ والی آیت ہے اس کی تفصیل سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۲۰۶ کے حاشیہ نمبر ۱۱ میں ملاحظہ کریں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً
لِّمَنۡ أَرَادَ أَنۡ يَّتَذَكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝

۶۲۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے
کے پیچھے آنے والا بنایا اس شخص کے لئے جو نصیحت
حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار بننا چاہے۔ [۴۹]

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَلَى
الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
قَالُوا سَلَامًا ۝

۶۳۔ اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں
اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ
صرف یہ کہتے ہیں: (تم پر) سلام ہو۔ [۵۰]

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا
وَقِيَامًا ۝

۶۴۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام
میں راتیں بسر کرتے ہیں۔ [۵۱]

[۴۹] سورج، چاند اور ستاروں کی تخلیق اور لیل و نہار کی گردش میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی
توحید پر دلالت کرتی ہیں مگر یہ انہیں نظر آتی ہیں جو ان میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرنا چاہیں یا ان نعمتوں سے فیض یاب
ہونے کے بعد شکر گزار بننا چاہیں۔

[۵۰] یہاں سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے یعنی وہ زمین پر متکبر لوگوں کی طرح نہیں چلتے جو دوسروں
کو حقیر سمجھتے ہیں اور نہ ہی بد معاشوں کی طرح گھومتے ہیں جو دوسروں کو تنگ کرتے ہیں بلکہ انکساری اور شرافت سے چلتے ہیں
اور کسی کی دل آزاری نہیں کرتے۔ اگر کبھی جاہل لوگوں سے ان کا واسطہ پڑ جائے اور وہ بد تہذیبی پر اتر آئیں تو یہ ان کا
جواب بد کلامی سے نہیں دیتے بلکہ انہیں سلامتی کی دعا دے کر ان سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

[۵۱] جب عام لوگ رات کو سوتے ہیں تو یہ اللہ والے اپنی نیند کا کچھ حصہ قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔
☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ
میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول
کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟
(بخاری: ۱۱۴۵، کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے
ساتھ پڑھی تو یہ آدمی رات کے قیام کے برابر ہے اور جس شخص نے عشاء اور صبح کی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑیں تو یہ
پوری رات کے قیام کے برابر ہے۔
(ابوداؤد: ۵۵۵، کتاب الصلوۃ: باب ۴)

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝١٥

۶۵۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے
رب! عذاب جہنم کو ہم سے دور فرما دے، بے شک
اس کا عذاب بڑا مہلک ہے۔ [۵۲]

إِنَّمَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝١٦

۶۶۔ بے شک وہ بہت برا ٹھکانا اور بہت بری جگہ ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا آنَفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ
يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝١٧

۶۷۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول
خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ ان کا
رویہ ان کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ [۵۳]

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا
يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا
بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ
يَنَلِكْ أَثَامًا ۝١٨

۶۸۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے
خدا کی پرستش نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل
کرتے ہیں جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام
فرمایا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام
کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا۔ [۵۴]

[۵۲] اللہ تعالیٰ کے نیک بندے راتوں کو جاگنے کے باوجود اپنی عبادت پر تکیہ نہیں کرتے بلکہ عاجزی و انکساری کے ساتھ عذاب
جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

[۵۳] جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا ناراضگی ہو ان میں خرچ کرنا فضول خرچی اور اسراف ہے، جن کاموں میں اللہ تعالیٰ
کی اطاعت و خوش نودی ہو ان میں خرچ نہ کرنا کنجوسی اور اتقار ہے اور جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا حاصل
ہو ان میں خرچ کرنا میانہ روی اور اعتدال ہے۔

عبداللہ بن مردان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا تو حضرت عمر
بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: نیکی و بدیوں کے درمیان ہے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف و
اتقار کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں۔
(تفسیر خزائن العرفان)

[۵۴] اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ شرک کے قریب نہیں جاتے، کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی بدکاری کرتے
ہیں، کیونکہ یہ تینوں کام (شرک، قتل ناحق اور بدکاری) بہت بڑے گناہ ہیں۔ جو لوگ ان کا ارتکاب کرتے ہیں قیامت کے
دن ان کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

يُضَعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۝

۶۹۔ اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

۷۰۔ مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ [۵۵]

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝

۷۱۔ اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جیسے رجوع کرنے کا حق تھا۔ [۵۶]

[۵۵] مگر جو شخص سچی توبہ کر لے تو اس کے سارے گناہ حتیٰ کہ بڑے گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ نیز جس طرح اس نے اپنے کفر کو اسلام سے اور اپنے فسق کو اطاعت سے بدل دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے اور اس کی گزشتہ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ابی حاتم ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بوڑھا آدمی آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ایک ایسا آدمی جس نے ساری زندگی گناہوں میں گزاری اور اتنے زیادہ گناہ کئے کہ اگر ان کو زمین کے تمام باشندوں میں تقسیم کیا جائے تو انہیں تباہ و برباد کر دیں، کیا اب بھی اس کی معافی کی کوئی صورت ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تیرے گناہ بخشنے والا ہے اور تیری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے والا ہے۔ اس نے عرض کیا: کیا میرے سارے جرم اور قصور؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں تیرے سارے جرم اور قصور، پھر وہ بوڑھا اس حال میں لوٹا کہ وہ خاموشی سے تکبیر و تہلیل کہہ رہا تھا۔

(تفسیر القرآن العظیم: ۱۵۴۴۴: جلد ۸: ص ۲۷۳۵)

[۵۶] سچی توبہ کا حق یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں انقلاب آجائے یعنی وہ دوبارہ برائیوں کے قریب نہ جائے اور ہمیشہ نیک اعمال میں سرگرم رہے۔ گزشتہ آیت کی توبہ کا تعلق مشرکین سے ہے کیونکہ اگر وہ توبہ نہ کرتے تو ہمیشہ جہنم میں رہتے مگر اس توبہ کا تعلق گناہ کار مومنین سے ہے، اگر وہ جہنم میں جائیں گے تو اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں جائیں گے۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا
بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝

۷۲۔ اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بے ہودہ
چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بڑے باوقار انداز میں
گزر جاتے ہیں۔ [۵۷]

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ
يَخْرُوْا عَلَيْهَا سُورًا وَعُبِيَانًا ۝

۷۳۔ اور جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے
نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان آیتوں پر بہرے اور
اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ [۵۸]

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ
أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا
لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝

۷۴۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے
رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف
سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں
کا امام بنا۔ [۵۹]

[۵۷] جھوٹی گواہی اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق دی جائے تو حقوق اللہ کی مخالفت ہوتی ہے اور اگر لوگوں کے بارے میں دی جائے تو
حقوق العباد ضائع ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی ایسی گفتگو، کارروائی یا مجلس میں شریک نہیں ہوتے جس
سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی مخالفت ہوتی ہو اور اگر اتفاق سے کسی غلط مجلس سے واسطہ پڑ جائے تو اپنے دامن کو جھوٹ
سے بچا کر بڑے باوقار انداز میں وہاں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس کوڑے
لگاتے اور اس کا منہ کالا کر کے اس کو بازار میں پھراتے۔ (تفسیر منیر) تاکہ لوگوں کو جھوٹی گواہی دینے سے نفرت ہو جائے۔

[۵۸] کفار کو جب قرآن کی آیات سنائی جاتیں تو وہ ان میں دلچسپی نہ لیتے جیسے وہ بہرے اور اندھے ہیں اور انہیں کچھ سنائی اور
دکھائی نہیں دیتا مگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے قرآن کی آیات کو پوری توجہ سے سنتے ہیں اور ان میں غور و فکر کر کے نصیحت
حاصل کرتے ہیں۔

[۵۹] انسان جب دوسروں سے بات کرتا ہے تو بعض دفعہ ایسی بات بھی کہہ دیتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ کا نیک
بندہ جب دعا کرتا ہے تو اپنے دل کی گہرائی میں چھپی ہوئی آرزوئیں اس طرح زبان پر لاتا ہے: اے ہمارے رب! ہماری
بیویوں اور ہماری اولاد کو نیک بنادے تاکہ ان کے تقویٰ کو دیکھ کر ہمارے دل اور ہماری آنکھوں کو سکون حاصل ہو اور ہمیں
تقویٰ کا ایسا نمونہ بننے کی توفیق عطا فرما کہ ہمارے اہل خانہ ہماری اقتدا اور اطاعت کرنے میں فخر محسوس کریں۔

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْعُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَ
يُلْقَوْنَ فِيهَا حَبَابًا ۝

۷۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے میں (جنت کے) بالا خانے دیئے جائیں گے اور دعا اور سلام کے ساتھ ان کا ان میں استقبال کیا جائے گا۔ [۶۰]

خَالِدِينَ فِيهَا حَسْبَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝

۷۶۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ٹھہرنے اور رہنے کا عمدہ مقام ہے۔

قُلْ مَا يَعْبُودُ آبَاؤُكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝

۷۷۔ آپ فرمادیجئے: میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں اگر تم اس کی عبادت نہ کرو، بے شک تم نے اس کو جھٹلایا ہے تو اس جھٹلانے کا عذاب (تم پر آخرت میں) ہمیشہ لازم رہے گا۔ [۶۱]

[۶۰] اس دنیا میں شیطان نے ہر طرف نفسانی خواہشات اور حیوانی ترغیبات کے جال پھیلا رکھے ہیں مگر اللہ کے نیک بندے ان کی مخالفت میں جس استقلال اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بڑے عمدہ اور عظیم الشان محل عطا فرمائے گا جہاں فرشتے دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے۔

[۶۱] اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان کی قدر دانی کرتا ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور وہ اس انکار کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکریم ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز بدھ ۲۸ جنوری ۲۰۰۹ء بمطابق یکم صفر ۱۴۳۰ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الشعراء (۲۶)

یہ سورت مکی ہے لیکن اس کی آخری چار آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں (تفسیر مظہری) اس سورت کا نام ”الشعراء“ ہے جو کہ آیت نمبر ۲۲۳ سے ماخوذ ہے۔ شعراء کا لفظ جمع ہے اور اس کا مفرد شاعر ہے۔

مشرکین کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نبی کریم ﷺ شاعر ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں بلکہ یہ ان کے شاعرانہ تخیلات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سورت میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ:

☆ عام طور پر شاعر لوگ جو کہتے ہیں خود اس پر عمل نہیں کرتے جب کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ بھی کہتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

☆ شاعروں کے پیروکار بے عمل اور گمراہ ہوتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ کے غلاموں نے ہر قسم کے ظلم و ستم اور گمراہی سے توبہ کر کے اچھے اخلاق اور اچھے اعمال کی مثالیں قائم کی ہیں۔

☆ شاعر لوگ انعامات اور داد حاصل کرنے کے لئے ایک کی تعریف اور دوسرے کی تنقید کرنے میں حد سے زیادہ تجاوز کرتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ حق و صداقت اور میانہ روی پر عمل پیرا رہے، اسی لئے اہل مکہ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔

لیکن سارے شاعر ایک جیسے نہیں ہیں، جو شاعر اپنی شاعری کو حق و صداقت کی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہیں وہ عام شعراء سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی شاعری قابل تعریف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کو اسلام کی تبلیغ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا پھر بھی مکہ کی غالب اکثریت نے جب اسلام قبول نہ کیا تو نبی کریم ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ گویا آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے، چنانچہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ تعصب کا شکار ہو کر اپنے برے انجام کے خود ذمہ دار ہیں۔ نیز اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں اور وہ اسلام لانے پر مجبور ہو جائیں مگر کسی کو جبر و اکراہ کے ذریعہ مسلمان کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔

اس سورت میں بعض انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں تاکہ ایک طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی ہو جائے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ایسی قوموں سے واسطہ پڑا ہے جنہوں نے ان کی تبلیغ سے اعراض کیا اور دوسری طرف مشرکین کو تنبیہ ہو جائے کہ اگر تم نے عقل کے ناخن نہ لئے تو تم بھی پہلی قوموں کی طرح دنیا میں ناکامی اور آخرت میں سزا سے نہ بچ سکو گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ چھ مارچ ۲۰۰۹ء بمطابق آٹھ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

﴿ اِيَّاهَا ۲۲ ﴾ ﴿ ۲۶ سُورَةُ الشَّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ ﴾ ﴿ رَكَعَاتُهَا ۱۱ ﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طسم ①

۱۔ ط سین میم۔ [۱]

تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْبَيِّنِ ①

۲۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

لَعَلَّكَ بِاَخْرَجْتُ نَفْسَكَ اَلَا يَكُونُ اَمُومِيْنِ ①

۳۔ (اے نبی مکرم ﷺ!) شاید آپ (اس غم میں) اپنی جان کھودیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ [۲]

اِنْ نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ ①

۴۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں کہ ان کی گردنیں اس کے سامنے جھکی رہ جائیں۔ [۳]

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَنِ مُحَدَّثٍ اِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ①

۵۔ اور جب بھی ان کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيَهُمْ اَنْبَاؤُ مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ①

۶۔ سو بے شک وہ (دین حق کو) جھٹلا چکے ہیں عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ [۴]

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کو اسلام کی تبلیغ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا پھر بھی مکہ کی غالب اکثریت نے جب اسلام قبول نہ کیا تو نبی کریم ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ گویا آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے برے انجام کے خود ذمہ دار ہیں۔

[۳] اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں جس کو دیکھ کر ان مشرکین کی گردنیں جھک جائیں اور وہ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں مگر کسی کو جبر و اکراہ کے ذریعہ مسلمان کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔

[۴] جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نیا حکم نازل ہوتا ہے تو یہ لوگ پہلے تو اس سے اعراض کرتے ہیں پھر اس کی تکذیب کرتے

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑤

۷۔ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس
میں کتنی کثرت سے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائی ہیں۔ [۵]

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
مُؤْمِنِينَ ⑥

۸۔ بے شک اس میں ضرور (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے،
اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑦

۹۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) بہت
ہی مہربان ہے۔ [۶]

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ أَنْ ائْتِ الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ⑧

۱۰۔ اور جب آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی کہ تم
ظالم قوم کے پاس جاؤ۔

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۖ لَا يَتَّقُونَ ⑨

۱۱۔ یعنی قوم فرعون کے پاس، کیا وہ (اللہ تعالیٰ سے) نہیں
ڈرتے۔ [۷]

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ⑩

۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں
ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

ہیں اور بالآخر اس کا مذاق اڑا کر اپنے کفر و شرک کی انتہا کر دیتے ہیں مگر عنقریب جوں ہی ان کی موت آئے گی تو ان کو یقین
ہو جائے گا کہ جس دین کا وہ مذاق اڑاتے تھے دراصل وہی دین صحیح تھا۔

[۵] اگر کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو زمین سے گرد و غبار اڑنے لگتا ہے اور ہر انسان اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو اس سے بچانے کی
کوشش کرتا ہے مگر جوں ہی بارش ہوتی ہے تو اسی مردہ زمین سے ایسی ہریالی اور عمدہ نباتات ظاہر ہوتی ہیں جس سے ہر
انسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مردہ زمین سے گرد و غبار کی جگہ سبزہ پیدا کر دیا اسی طرح وہ
مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے مگر اکثر لوگ قدرت کی اس نشانی سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

[۶] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اور فوری طور پر اپنے مکرین کو سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ غالب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے
بندوں پر مہربان بھی ہے اس لئے وہ فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ پوری مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

[۷] فرعون اور اس کی قوم کے لوگ ایک طرف تو فرعون کو خدا سمجھ کر شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا تھے اور دوسری طرف انہوں نے
بنی اسرائیل کو ۴۰۰ سال سے غلام بنا رکھا تھا اور ان پر ہر قسم کے ظلم و ستم کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي
فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ﴿١٣﴾

۱۳۔ اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان (روانی سے) نہیں چلتی، سو (ازراہ کرم) حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف بھی (وحی) بھیج دے۔ [۸]

وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿١٤﴾

۱۴۔ اور ان کا مجھ پر ایک (قبلی کو مار ڈالنے کا) الزام بھی ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

قَالَ كَلَّا ۖ فَاذْهَبَا بِآيَتِنَا ۖ إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ﴿١٥﴾

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں! پس تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (ہر بات) سننے والے ہیں۔ [۹]

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾

۱۶۔ پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو کہو: ہم تمام جہانوں کے رب کے رسول ہیں۔ [۱۰]

موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: تم فرعونوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مظالم سے باز آ جاؤ۔

[۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں تنگی محسوس کرتا ہوں کیونکہ ایک تو مجھ پر ایک قبلی کو مار ڈالنے کا الزام ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے تلخ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیں گے اور دوسرا میری زبان میں لکنت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ میری تکذیب نہ شروع کر دیں، لہذا میرے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف بھی وحی بھیج دے کہ وہ میرے معاون کی حیثیت سے میرے ساتھ چلیں کیونکہ ان کی زبان میں مجھ سے زیادہ روانی اور فصاحت ہے۔

[۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک تو یہ خواہش تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنا کر ان کے ساتھ بھیجا جائے اور دوسرا یہ خطرہ تھا کہ فرعون انہیں قبلی کے بدلہ میں قتل کر دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی ساتھ لے جاؤ اور ہمارے معجزات یعنی ید بیضا اور عصا بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ نیز فرعونوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تم سب کی باتیں سنیں گے اور تمہاری حفاظت کریں گے۔

[۱۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے پاس گئے اور فرمایا: ہم رب تعالیٰ کے رسول ہیں اور ہم اس لئے آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو آزاد کر دے تاکہ ہم انہیں لے کر واپس اپنے ملک فلسطین میں چلے جائیں، اس کے لئے مزید سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۳ اور حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

أَنْ أَرْسِلَ مَعَنَابِنِي إِسْرَآءِيلَ ۝

۱۷۔ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

قَالَ أَلَمْ تُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا

۱۸۔ فرعون نے کہا: کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے ہاں پالا نہیں تھا اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں بسر کئے ہیں۔

مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ ۝

وَفَعَلْتَ فَعَلَتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ

۱۹۔ اور پھر تم نے اپنا وہ کام کر ڈالا جو تم نے کیا تھا (یعنی ایک قبلی کو قتل کر دیا) اور تم ناشکر گزاروں میں سے ہو۔ [۱۱]

الْكَافِرِينَ ۝

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۝

۲۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جب میں نے وہ کام کیا تھا اس وقت میں بے خبروں میں سے تھا (مجھے اتنا علم نہیں تھا کہ وہ ایک معمولی گھونے سے مر جائے گا)۔ [۱۲]

فَقَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خَفَّيْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي

۲۱۔ چنانچہ جب میں تم سے خوف زدہ ہوا تو میں تمہارے ہاں سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنادیا۔

رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتُ بَنِي

۲۲۔ اور کیا یہ بھی کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا

[۱۱] فرعون اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا، لہذا اس کے لئے یہ ناقابل برداشت تھا کہ اس کے دربار میں کوئی شخص کسی اور رب کا رسول ہونے کا دعویٰ کرے۔ نیز فرعونوں کی کھیتی باڑی اور گھروں کے اکثر کام بنی اسرائیل کرتے تھے اس لئے وہ مفت کے مزدوروں کو داپس شام بھیجنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ فرعون غصہ میں آکر کہنے لگا: کیا تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے اپنے گھر میں پالا اور بڑا کیا، پھر تم نے احسان فراموشی کرتے ہوئے ہمارے ایک قومی بھائی کو قتل کر ڈالا اور مصر چھوڑ کر مذین بھاگ گئے۔ ابھی ہم وہ قتل نہیں بھولے ہیں اور اب تم بنی اسرائیل کو لے جانے کی باتیں کر رہے ہو۔

[۱۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: قبلی کو میں نے دانستہ قتل نہیں کیا تھا مجھے اتنا علم نہیں تھا کہ وہ معمولی گھونے سے مر جائے گا لیکن اس کے مر جانے کے بعد میں اس خوف سے مذین چلا گیا کہ کہیں تم مجھے اس کے بدلے میں قتل نہ کر دو، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی اور اب میں رسول کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں۔

إِسْرَآئِيلَ ۝

ہے، (اس کی وجہ تو یہ تھی) کہ تو نے بنی اسرائیل کو
غلام بنا رکھا تھا۔ [۱۳]

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

۲۳۔ فرعون نے کہا: سارے جہانوں کا رب کیا (چیز) ہے؟ [۱۳]

قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۚ إِنَّكُمْ مُوقِنِينَ ۝

۲۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: وہ آسمانوں اور زمین اور
جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے،
اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

قَالَ لَيْسَ حَوْلَهُ آلَاتٌ تَسْتَعُونُ ۝

۲۵۔ فرعون نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے گرد بیٹھے تھے:
کیا تم سن نہیں رہے ہو؟ [۱۵]

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝

۲۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمہارا بھی رب ہے
اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ [۱۶]

[۱۳] یہ ٹھیک ہے کہ تم نے مجھے اپنے گھر میں پالا لیکن تمہیں اس پر احسان جتانے کا حق نہیں ہے کیونکہ تم نے میری ساری قوم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ان کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر رکھا ہے اور تیرے اسی ظالمانہ حکم کے پیش نظر میری ماں نے صندوق میں بند کر کے مجھے دریائے نیل کے سپرد کیا۔ اگر تیرا یہ ظالمانہ حکم نہ ہوتا تو میں اپنے والدین کے گھر میں پرورش پاتا، لہذا یہ احسان جتانے کی بات نہیں بلکہ تیری ظالمانہ حرکات کے باعث تیرے لئے شرم سے ڈوب مرنے کا موقع ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتانے کے لئے مجھے تیرے گھر میں پہنچا دیا کہ جس بچے کی خاطر تم نے لاکھوں کسن بچوں کو ذبح کرایا وہ بڑے ناز و نعم کے ساتھ تیرے گھر میں پرورش پاتا رہا۔

[۱۴] فرعون اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا اس لئے اس نے پوچھا: جس رب نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی تعریف کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: وہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان سب کا رب ہے۔ اگر تمہارے اندر کسی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر یقین کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو پھر زمین و آسمان کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔

[۱۵] فرعون اپنے درباریوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ میرے سوا کوئی اور رب ہے ہی نہیں تو پھر یہ کس رب کی بات کر رہا ہے؟

[۱۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ماضی میں نہیں تھے، آج ہو اور مستقبل میں نہیں ہو گے، لہذا تم رب نہیں ہو سکتے کیونکہ رب ازلی ابدی ہے۔ جب تم نہیں تھے تو اس وقت تمہارے باپ دادا کا رب کون تھا اور جب تم نہیں ہو گے تو تمہاری آنے والی

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ⑫

۲۷۔ فرعون نے کہا: بلاشبہ تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ [۱۷]

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا
إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ⑬

۲۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: (میرا رب) مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ [۱۸]

قَالَ لَنْ اَتَّخِذَ الْهَآغِیْرِیْ لَا جَعَلْتُكَ
مِّنَ الْمَسْجُونِیْنَ ⑭

۲۹۔ فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔ [۱۹]

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ⑮

۳۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز بھی لے آؤں؟ [۲۰]

قَالَ فَآتِ بِهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ⑯

۳۱۔ فرعون نے کہا: اگر تم سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ۔

نسلوں کا رب کون ہوگا؟ میرا رب وہ ہے جو ماضی میں تمہارے باپ دادا کا بھی رب تھا، آج تمہارا بھی رب ہے اور قیامت تک آنے والی سب مخلوق کا رب ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔

[۱۷] یہ سن کر فرعون کہنے لگا: یقیناً یہ دیوانہ ہے۔ بھلا میرے سوا کوئی رب کیسے ہو سکتا ہے؟

[۱۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: عقل کے ناخن لو، تمہاری حکومت صرف مصر کی سرحدوں تک محدود ہے، اس سے باہر کوئی شخص تمہارا حکم نہیں مانتا تو پھر تم سارے جہانوں کے رب کیسے ہو سکتے ہو۔ دراصل میرا رب ہی حقیقی رب ہے جو زمین و آسمان، مشرق و مغرب اور ان کے درمیان ہر چیز کا رب ہے۔

[۱۹] فرعون اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اس کے اقوال مذکور ہیں:

فرعون نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ (قرآن: ۷۹: ۲۴)

فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جانتا۔ (قرآن: ۲۸: ۳۸) فرعون جب اپنا رب ہونا دلائل سے ثابت نہ کر سکا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی: اگر تم اپنے اس دعویٰ سے باز نہ آئے اور میرے سوا کسی اور کو معبود بنانے پر اصرار کیا تو میں تمہیں قید خانہ میں بند کر دوں گا۔

[۲۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر میں کوئی معجزہ دکھاؤں جس سے یہ واضح ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیارے رسول ہوں تو کیا پھر بھی تو میری بات کو تسلیم نہیں کرے گا؟

قَالَ لَقَدْ أَخَذَ لَهَا مِنْ ثَمَرِهِمْ مَبِينًا ۖ

۳۲۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اسی وقت واضح اثر دہا بن گیا۔ [۲۱]

وَنَزَعُ يَدَها فَإِذَا هِيَ بِيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۚ

۳۳۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ اسی وقت دیکھنے والوں کے لئے چمکنے لگا۔

قَالَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنَّ هَٰذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۖ

۳۴۔ فرعون نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا: بے شک یہ ایک ماہر جادوگر ہے۔

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۚ

۳۵۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دے، پس تمہاری کیا رائے ہے۔ [۲۲]

قَالُوا أَسْرَجَةٌ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۚ

۳۶۔ انہوں نے کہا: تم اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دو۔ [۲۳]

يَا تُؤْكِبُ كُلَّ سَحَابٍ عَلِيمٌ ۚ

۳۷۔ تاکہ وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو تمہارے پاس لے آئیں۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لَيْلِيَّاتٍ يَوْمَ مَعْلُومٍ ۚ

۳۸۔ چنانچہ ایک مقررہ دن کے معین وقت پر سارے جادوگر جمع کر لئے گئے۔

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَبِعُونَ ۚ

۳۹۔ اور لوگوں کو کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہونے والے ہو؟

[۲۱] چنانچہ فرعون کے مطالبہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا جو اثر دہا بن گیا اور ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا۔

[۲۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر فرعون گھبرا گیا اور درباریوں کو کہنے لگا: یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو یہ اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آجائے گا اور تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے ملک پر قابض ہو جائے گا، لہذا اب بتاؤ اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

[۲۳] درباریوں نے جواب دیا: جادو کا مقابلہ جادوگر ہی کر سکتے ہیں، لہذا ان دونوں کو فی الحال کچھ نہ کہو اور مصر کے تمام شہروں میں اعلان کرادو کہ سب جادوگر تمہارے پاس اکٹھے ہو جائیں اور پھر وہ سب مل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں۔

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمْ
الْغَالِبِينَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ تاکہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہ غالب
آگے۔ [۲۳]

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَمَّا
لَا جُرْإِنْ كُنَّا خُصْمُ الْغَالِبِينَ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ جب جادوگر آگئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم
غالب آگئے تو کیا ہمیں کوئی انعام بھی ملے گا؟ [۲۴]

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَبِثَ الْبَقَرِ بَيْنَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ فرعون نے کہا: ہاں! اور یقیناً اس وقت تم میرے
مقرب لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

قَالَ لَهُمْ مُوسَى أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کہا: ڈال دو جو تم
ڈالنے والے ہو۔

فَالْقَوْمُ خَبَلَهُمْ وَعَصَبَهُمْ وَ قَالُوا بِعِزَّةِ
فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاشیاں ڈال دیں
اور کہا: فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم ہی غالب
ہوں گے۔ [۲۷]

فَالَتَفَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا
يَأْفِكُونَ ﴿٢٨﴾

۲۸۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ فوراً ان
کے طلسم کو نگٹنے لگا۔

[۲۳] جب سارے ملک کے جادوگر اکٹھے ہو گئے تو مقابلہ کے لئے دن اور وقت کا اعلان کر دیا گیا اور لوگوں کو کہا گیا کہ وہ ضرور
اس مقابلہ میں اکٹھے ہوں تاکہ جب ہمارے جادوگر غالب آجائیں تو ہم اپنے جادوگروں کے دین فرعون پر قائم رہنے کا
اعلان کریں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نئے دین کا انکار کر دیں۔

[۲۴] مصر کے جادوگروں کو اپنی کامیابی کا یقین تھا اس لئے انہوں نے فرعون سے پیشگی مطالبہ کیا کہ اگر وہ غالب آگئے تو انہیں
انعام کیا ملے گا؟ فرعون نے جواب دیا: اس کامیابی کے نتیجہ میں انہیں مالی انعامات کے علاوہ فرعون کے خصوصی مقرب
لوگوں میں شامل کر لیا جائے گا اور بادشاہی دربار میں وزیروں کے ساتھ بیٹھا کریں گے۔

[۲۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو فرمایا: پہلے تم سارے مل کر اپنے جادو کی طاقت دکھا لو پھر میں نبوت کی طاقت دکھاؤں
گا۔ چنانچہ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاشیاں ڈال دیں جو لوگوں کو سناپ نظر آنے لگیں اور جادوگروں کو اپنی کامیابی کا
اتنا یقین تھا کہ انہوں نے فرعون کی قسم کھا کر کہا کہ وہ یقیناً غالب آجائیں گے۔

قَالَتِ السَّحَرَةُ سَجِدْ ۖ

٢٦۔ پس سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر

پڑے۔ [٢٤]

قَالُوا إِنَّمَا بَرَّ الْعَالَمِينَ ۖ

٢٧۔ انہوں نے کہا: ہم سارے جہانوں کے رب پر ایمان

لے آئے۔

رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ۖ

٢٨۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا

رب ہے۔

قَالَ امْنُتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ إِنَّهُ
لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ ۖ لَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأُتْرُجُكُم
مِنْ خِلَافٍ وَلَا وُصْلَ بَيْنَكُمْ أَجْمَعِينَ ۖ

٢٩۔ فرعون نے کہا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس

سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا؟ بے شک یہ

(موسیٰ علیہ السلام) ہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو

سکھایا ہے، سو عنقریب تمہیں (اس کا انجام) معلوم

ہو جائے گا، میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو

مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر

چڑھا دوں گا۔ [٢٨]

قَالُوا لَا صَبِيرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۖ

٥٠۔ انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں! بے شک ہم اپنے

رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [٢٩]

[٢٤] پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھیکا تو وہ اڑدھا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لاشیوں کو نگل گیا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور وہ اس طرح بے اختیار سجدے میں گر پڑے جیسے معجزہ عصا اور عرفان حق نے انہیں سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا ہو۔

[٢٨] فرعون نے اپنے جادوگروں کو کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان کیوں لائے ہو۔ لگتا ہے جیسے تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جادو سیکھا ہے اور اپنے بڑے استاذ کے سامنے دانستہ شکست تسلیم کر لی ہے، لہذا تم اس سازش کی سزا کے لئے تیار ہو جاؤ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا۔

[٢٩] جادوگروں نے فرعون کو جواب دیا: ہمیں اس سزا کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہم نے اپنے حقیقی رب کو پہچان لیا ہے، ہمیں ایک

إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَتَنَا أَنْ
كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ بے شک ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری
خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان
لانے والے ہیں۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي
إِنَّكُمْ مُتَّبِعُونَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم
میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ، بے شک
تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ [۳۰]

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ پھر فرعون نے سارے شہروں میں ہرکارے بھیجے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ بے شک یہ لوگ (بنی اسرائیل) ایک چھوٹی سی جماعت
ہیں۔ [۳۱]

وَأَنَّهُمْ لَنَا لَعَّائُونَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور بے شک وہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔

وَأِنَّا لَجَبِيئٌ حَذِرُونَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور بے شک ہم سب ان سے بہت محتاط ہیں۔

فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ پس ہم نے ان (فرعونیوں) کو (ان کے) باغوں
اور چشموں سے نکال باہر کیا۔

دن اس کی بارگاہ میں لوٹا ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری گزشتہ خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم نے تم سب سے پہلے
ایمان لانے کی سعادت حاصل کی ہے۔

[۳۰] اس واقعہ کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل پر مظالم میں اور اضافہ کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی
اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے ہجرت کر جائیں۔ اگرچہ فرعون اور اس کی فوج کے جوان تمہارا تعاقب کریں گے
تاکہ تمہیں گرفتار کر کے واپس لائیں مگر تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

[۳۱] فرعون کو جب علم ہوا کہ بنی اسرائیل رات کی تاریکی میں فرار ہو گئے ہیں تو اس نے تمام شہروں میں اعلان کر دیا کہ بنی
اسرائیل ہمارے مقابلہ میں بالکل چھوٹی سی جماعت ہیں، انہوں نے ہماری نافرمانی کر کے ہمیں غضب ناک کر دیا ہے، لہذا
پوری احتیاط کے ساتھ کثیر تعداد میں نکلوا اور ان کو گرفتار کر کے واپس لاؤ۔

وَكُنُوزِهِمْ مَقَامٍ كَرِيمٍ ۝۵۸

۵۸۔ اور (ان کے) خزانوں اور عمدہ قیام گاہوں سے (بھی)
نکال دیا۔ [۳۲]

كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْسٰهُمَا بَنِي اِسْرَآءِیْلَ ۝۵۹

۵۹۔ ہم نے ایسا ہی کیا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان (سب
چیزوں) کا وارث بنادیا۔

فَاتَّبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ۝۶۰

۶۰۔ پھر سورج نکلے ہی فرعونوں نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔

فَلَمَّا تَرَاۤءَ الْجَعْنِیْنَ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰی اِنَّا

۶۱۔ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا: یقیناً ہم تو
پکڑے گئے۔ [۳۳]

لَمُدْرٰكُوْنَ ۝۶۱

قَالَ كَلٰٓءَ اِنَّ مَعِيَ رَبِّیْ سَیِّدِیْنَ ۝۶۲

۶۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز نہیں! بے شک میرے
ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہنمائی فرمائے گا۔

[۳۲] فرعون اور اس کے لوگ اپنے باغوں، چشموں، خزانوں اور عمدہ مکانوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلے تاکہ
انہیں گرفتار کر کے سزا دیں، لیکن فرعونوں کو کیا خبر تھی کہ وہ واپس اپنے گھروں میں نہیں آسکیں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں
اس لئے نکالا تھا تاکہ انہیں ان کے مظالم کی سزا دی جائے اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ فرعونوں کے غرق ہونے
کے بعد بنی اسرائیل کہاں گئے؟ اس میں مورخین کا اختلاف ہے، البتہ ان آیات کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
بنی اسرائیل کو لے کر پہلے مصر واپس آ گئے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری) کچھ عرصہ فرعونوں کے باغات اور مکانوں میں
قیام کیا، ان کے خزانوں اور جائیدادوں سے استفادہ کیا اور پھر اطمینان کے ساتھ پوری تیاری کر کے مصر سے ارض مقدس
کی طرف ہجرت کی اور راستے میں میدان تہ کے واقعات پیش آئے۔

[۳۳] سورج نکلے ہی فرعون اور اس کے لوگ بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل پڑے، جب بنی اسرائیل نے فرعون کو دیکھا تو گھبرا
گئے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے اب ہمارا کیا بنے گا؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورے اطمینان سے جواب دیا:
میں تمہیں رب تعالیٰ کے حکم سے لے کر نکلا ہوں، لہذا گھبرانے کی ضرورت نہیں، میرا رب ہمیں فرعونوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس قسم کا ایک واقعہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی پیش آیا تھا۔ ہجرت کے وقت جب نبی کریم ﷺ
اپنے رفیق سفر صدیق اکبر کے ساتھ غار ثور میں تشریف فرما تھے اور کفار مکہ آپ کی تلاش میں غار کے منہ تک پہنچ گئے تھے۔
حضرت ابو بکر صدیق کو تشویش لاحق ہوئی کہ اگر کفار نے ذرا جھک کر دیکھا تو وہ ہمیں پالیں گے، اس وقت نبی کریم ﷺ نے
پورے اطمینان سے صدیق اکبر کو فرمایا: فکر مند نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، لہذا یہ کفار ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔

فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ
الْبَحْرَ ۚ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ
الْعَظِيْمِ ۝

وَاَرْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝

وَاَنْجَيْنَا مُوسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اٰجْبَعِيْنَ ۝

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

وَاثُلْ عَلَيْهِمُ نَبَا اِبْرٰهِيْمَ ۝

۶۳۔ چنانچہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا
عصا سمندر پر مارو، پس سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ
ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا۔ [۳۴]

۶۴۔ اور ہم نے دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو بھی اس جگہ کے
قریب کر دیا۔ [۳۵]

۶۵۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جو ان کے ساتھ تھے
سب کو نجات دے دی۔

۶۶۔ پھر ہم نے دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو غرق کر دیا۔

۶۷۔ بے شک اس واقعہ میں (بڑی واضح) نشانی ہے، لیکن ان
میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ [۳۶]

۶۸۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ
رحم فرمانے والا ہے۔

۶۹۔ اور آپ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر
سنائیں۔

[۳۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا سمندر پر مارا اور سمندر کا پانی پھٹ کر پہاڑوں کی مانند ساکن ہو گیا
اور ان کے درمیان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی چل کر پار ہو گئے۔

[۳۵] فرعون اور اس کے لوگ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو انہوں نے سمجھا شاید اس سمندر میں کوئی انقلاب آ گیا ہے اور اب
پانی چلنے کے بجائے ساکن ہو گیا ہے، چنانچہ وہ بھی سمندر میں داخل ہو گئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا رکا ہوا
پانی دوبارہ حرکت میں آ گیا اور فرعون اپنے ساتھیوں سمیت اس میں غرق ہو گیا۔

[۳۶] اس واقعہ میں کفار مکہ کے لئے بہت بڑا درس عبرت ہے کہ فرعون اور اس کے لوگ عصا اور ید بیضا کے معجزات دیکھنے کے
باوجود سوائے چند افراد کے ایمان نہ لائے، پھر سمندر پھٹنے اور بنی اسرائیل کے پار ہو جانے کا معجزہ دیکھ کر بھی انہیں ایمان
لانے کا خیال نہ آیا اور جب غرق ہونے لگے تو مجبوراً جان بچانے کے لئے ایمان کا اعلان کرنے لگے حالانکہ اس مجبوری اور

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۝

۷۰۔ جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے کہا:
تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ [۳۷]

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظُنُّهَا عَافِيِينَ ۝

۷۱۔ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور دن
بھرا نبی کے لئے بیٹھے رہتے ہیں۔

قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ ۝

۷۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ تمہاری بات
سننے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ [۳۸]

أَوْ يَنفَعُونَكُمُ أَذْ يُضُرُّونَ ۝

۷۳۔ یا کیا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں؟

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ
يَفْعَلُونَ ۝

۷۴۔ انہوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو
اسی طرح کرتے ہوئے پایا۔

قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝

۷۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے کبھی (ان
میں) غور کیا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ [۳۹]

آخری وقت کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے، لہذا کفار مکہ کو چاہیے کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور
نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہ لائے۔

[۳۷] اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ سے مراد آپ کا چچا آزر ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کی۔ اس
کی مزید تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۷۳ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

[۳۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری فریاد کا جواب
دیتے ہیں؟ اور کیا وہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں؟

[۳۹] جب یہ بت تمہیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ ان کے پاس ان کا کوئی معقول جواب
نہیں تھا اور کہنے لگے: ہمارے باپ دادا ان کی عبادت کرتے تھے اس لئے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ باپ
دادا کی تقلید کسی بات کے حق یا باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں غور کرنا چاہیے
کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اگر وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر تم ان کی عبادت نہ کرو تو وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں
پہنچا سکتے تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو۔

أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ إِلَّا قَدَمُونَ ﴿٤٦﴾

۴۶۔ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا (نے کیا کبھی سوچا)؟

فَأَنَّهُمْ عَدُوِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾

۴۷۔ بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے تمام جہانوں کے رب کے۔ [۴۰]

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٤٨﴾

۴۸۔ جس نے مجھے پیدا فرمایا اور وہی میری راہنمائی فرماتا ہے۔

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٤٩﴾

۴۹۔ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

وَالَّذِي يُبَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٥١﴾

۵۱۔ اور وہی مجھے موت دے گا، پھر وہی مجھے زندہ فرمائے گا۔

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٢﴾

۵۲۔ اور وہی ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میری خطاؤں کو بخش دے گا۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَ اَلْحَقْنِي
بِالصَّالِحِينَ ﴿٥٣﴾

۵۳۔ اے میرے رب! مجھے علم و عمل کا کمال عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے۔

وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٥٤﴾

۵۴۔ اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔ [۴۱]

[۴۰] اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ قیامت کے دن تم سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہیں گے: نہ ہم عبادت کے لائق تھے اور نہ ہم نے کسی کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا، پھر تم نے ہماری عبادت کیوں کی؟ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن یہ معبودان باطل نہ صرف یہ کہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے بلکہ اپنے پیجاریوں کی مخالفت کریں گے، لہذا یہ بت اہم سب کے دشمن ہیں اور ہمیں ان سے دور رہنا چاہیے اور صرف اس خدا کی عبادت کرنی چاہیے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سب کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔

[۴۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو بعد میں آنے والے لوگوں میں ایسا قبول عام عطا فرمایا

وَأَجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔

وَاعْفِرْ لِي إِنِّي كَانُ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور میرے باپ (چچا) کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ [۲۲]

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ قبروں سے اٹھائیں جائیں گے۔ [۲۳]

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ اولاد۔

کہ آج وحی پر ایمان رکھنے والی ساری قومیں آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور مسلمان تو ہر نماز میں جب اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

[۲۲] اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ سے مراد آپ کا چچا آزر ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ اس دعائے مغفرت کے بارے میں سورہ توبہ (۹) کی آیت نمبر ۱۱۲ کا حاشیہ نمبر ۹۲ ملاحظہ کریں۔

[۲۳] ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا آخری حصہ یہ ہے: قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس دن مجھے رسوا نہ کرنا یعنی میرے کسی خلاف اولیٰ کام پر گرفت نہ فرمانا۔

یارب العالمین! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے یہ فقیر بھی بصد ادب و نیاز عرض گزار ہے: اے میرے رحمن و رحیم رب! تمام مسلمانوں بالخصوص مجھے، میرے والدین اور اولاد، میرے اساتذہ اور طلبہ و طالبات، جامعہ الکریم اور مسلم چیرٹی کے جملہ معاونین کو قیامت کے دن رسوا نہ کرنا اور ہماری خطاؤں پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دینا۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیة والتسلیم۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کر کے پوشیدہ طور پر اسے فرمائے گا: کیا تو اپنا فلاں فلاں گناہ جانتا ہے؟ مومن عرض کرے گا: جی ہاں میرے رب! یہاں تک کہ مومن کے سب گناہوں کا اس سے اقرار کرالے گا اور مومن اپنے دل میں خیال کرے گا کہ وہ تو ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کی تحریر اس کو دی جائے گی لیکن کفار اور منافقوں کو گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، لہذا ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(بخاری: ۲۴۴۱: کتاب المظالم: باب ۲۔ اور۔ بخاری: ۴۶۸۵: کتاب تفسیر القرآن: سورہ ہود)

إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝

۸۹۔ سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔ [۴۴]

وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

۹۰۔ اور (اس دن) جنت متقی لوگوں کے قریب کر دی جائے گی۔

وَبُرَزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۝

۹۱۔ اور جہنم گمراہ لوگوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝

۹۲۔ اور ان سے کہا جائے گا: وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟

مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ هَلْ يَنْصُرُونَكَ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۝

۹۳۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، کیا (آج) وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں؟ [۴۵]

فَلْيَكْبُوا فِيهَا هُمْ وَالْعَاُونَ ۝

۹۴۔ پھر وہ اور سارے گمراہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیئے جائیں گے۔

وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۝

۹۵۔ اور ابلیس کی ساری فوجیں بھی (جہنم رسید کر دی جائیں گی)۔

قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۝

۹۶۔ وہ گمراہ لوگ جہنم میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرتے ہوئے (اپنے معبودان باطل سے) کہیں گے:

[۴۴] جس شخص کا دل کفر و شرک سے پاک اور توحید خداوندی سے آباد ہے اس کا نیک راہ میں خرچ کیا ہوا مال اسے قیامت کے دن فائدہ پہنچائے گا، اس کی مرنے والی معصوم اولاد اس کی شفاعت کرے گی اور اس کی نیک اولاد اس کے لئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرے گی، لیکن جس کے دل میں توحید خداوندی کا چراغ روشن نہیں ہے اس کا نیک راہ میں خرچ کیا ہوا مال اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا حتیٰ کہ اگر اس کی اولاد مسلمان اور متقی ہو جائے تو بھی کافر باپ کے حق میں ان کی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔

[۴۵] قیامت کے دن گمراہ لوگوں کو کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ آج دیکھ لو وہ خود بے بس ہیں اور خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے تو تمہاری مدد کیسے کریں گے، پھر یہ گمراہ اور شیطانی لوگ اور ان کے نام نہاد

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱

۹۷۔ اللہ کی قسم! ہم تو کھلی گمراہی میں تھے۔ [۳۶]

اِذْ نَسُوْا بَیْعَ الْعٰمِیْنَ ۝۲

۹۸۔ جب ہم تم کو سارے جہانوں کے رب کے برابر قرار دیتے تھے۔

وَمَا اَصَلْنَا اِلَّا الْمَجْرُمُوْنَ ۝۳

۹۹۔ اور ہمیں صرف مجرم لوگوں نے ہی گمراہ کیا۔

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ۝۴

۱۰۰۔ سو (آج) ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے۔

وَلَا صٰدِقِیْنَ حٰیْمٍ ۝۵

۱۰۱۔ اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۶

۱۰۲۔ کاش! اگر ہمیں ایک بار (دنیا میں) پلٹنے کا موقع ملتا تو ہم مومن بن جاتے۔ [۳۷]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةٌۭ ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

۱۰۳۔ بے شک اس واقعہ میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ [۳۸]

مُؤْمِنِیْنَ ۝۷

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۸

۱۰۴۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

معبود سب کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

[۳۶] جہنم میں گمراہ لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا اور وہ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے: ہم نے تمہیں رب کے برابر مان کر کھلی گمراہی اختیار کی۔ دراصل ہمیں ہمارے بڑوں اور گمراہ دوستوں نے اس گمراہی میں مبتلا کیا اور اسی گمراہی کی وجہ سے آج ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے۔

[۳۷] قیامت کے دن گمراہ لوگ کہیں گے: کاش اگر ہمیں ایک بار دوبارہ دنیا میں واپس جانے کا موقع دیا جائے تو ہم نافرمانی نہیں کریں گے بلکہ بکے مومن بن جائیں گے مگر وہاں سے واپسی کی کوئی صورت نہیں ہوگی لہذا اسی دنیا میں ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہی آخرت میں فائدہ دے گا۔

[۳۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں مشرکین کی بت پرستی کے خلاف بڑی واضح دلیل موجود ہے مگر پھر بھی ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

۱۰۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [۴۹]

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝

۱۰۶۔ جب ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے ہو؟

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝

۱۰۷۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ [۵۰]

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝

۱۰۸۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝

۱۰۹۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا جزو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔ [۵۱]

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

۱۱۰۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝

۱۱۱۔ انہوں نے کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی تو حقیر لوگ کر رہے ہیں۔ [۵۲]

قَالُوا أَنْتُمْ مِنْ لَدُنْكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَالُونَ ۝

[۴۹] قوم نوح علیہ السلام نے اگرچہ صرف ایک رسول یعنی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر اس آیت میں مذکور ہے کہ قوم نوح نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام رسولوں کا پیغام اور مشن ایک ہے اس لئے کسی ایک رسول کو جھٹلانا دراصل تمام رسولوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

[۵۰] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: میں کوئی اجنبی نہیں ہوں بلکہ تمہارا قومی بھائی ہوں، تم میری امانت و صداقت سے اچھی طرح آگاہ ہو، جب میں نے تمہارے ساتھ کبھی خیانت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے خیانت کر سکتا ہوں، لہذا میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور میں جو کچھ تمہیں کہتا ہوں وہ میرا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور میں اسے جوں کا توں بغیر کسی کمی بیشی کے آپ تک پہنچاتا ہوں، لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے میری اطاعت کرو۔

[۵۱] میں تمہیں جو تبلیغ کر رہا ہوں اس سے تمہاری ہدایت اور بھلائی مقصود ہے، میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ میں اپنے رب کی رضا کا طالب ہوں اور وہ مجھے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

[۵۲] انہوں نے کہا: اے نوح علیہ السلام! آپ پر ایمان لانے والے ایسے لوگ ہیں جو غربت، خاندان اور پیشہ کی وجہ سے معاشرہ

قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس سے کیا غرض کہ وہ پہلے کیا کرتے تھے۔

إِنْ حَسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ ان کا حساب لینا تو صرف میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہے۔ [۵۳]

وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ اور میں مومنوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔

إِنَّا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں۔ [۵۴]

قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُ يَنْتَهُ يَنْتَهُ لَتَكُونَنَّ مِنَ
الْمَرْجُومِينَ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ انہوں نے کہا: اے نوح علیہ السلام! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں ضرور سنگسار کر دیا جائے گا۔

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلادیا ہے۔

فَاغْتَمَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتَحَا وَنَجِّنِي وَمَنْ
مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے دے۔ [۵۵]

میں کم تر اور پس ماندہ سمجھے جاتے ہیں اور وہ اس لئے ایمان نہیں لائے کہ انہیں آپ کا دین پسند ہے بلکہ وہ اس دین کے ذریعہ اپنی پسماندگی دور کرنا چاہتے ہیں، لہذا ہم جیسے رئیس، مخلص اور اعلیٰ خاندانوں والوں کے شایان شان نہیں کہ وہ ان حقیر لوگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ اگر آپ ان گھنیا لوگوں کو نکال دیں تو پھر ہم آپ سے مفاہمت کر سکتے ہیں۔

[۵۳] حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ جو مجھ پر ایمان لائے میں پہلے اس کا ماضی دیکھوں کہ وہ کس حیثیت کا آدمی تھا اور اس کی نیت کیسی ہے بلکہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جو بھی مجھ پر ایمان لائے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھاؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں۔ باقی رہا مسئلہ ان کی مالی حیثیت یا نیت کا، تو یہ میرا کام نہیں کیونکہ کسی کے ماضی کے حالات اور دل کے احوال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور وہی ان کا حساب لے گا۔

[۵۴] میں سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں خواہ دنیا کی نگاہ میں لوگ اعلیٰ ہوں یا حقیر لیکن ان میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے میرے نزدیک وہ سب سے اعلیٰ ہوں گے اور میں انہیں اپنے سے دور بھگانے کی جرات نہیں کر سکتا۔

[۵۵] حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری قوم نے میری تبلیغ کو ماننے سے انکار کر دیا ہے بلکہ مجھے سنگسار

فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾

۱۱۹۔ پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دے دی۔

ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾

۱۲۰۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی رہ جانے والے لوگوں کو غرق کر دیا۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾

۱۲۱۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾

۱۲۲۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾

۱۲۳۔ (قوم) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [۵۶]

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾

۱۲۴۔ جب ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾

۱۲۵۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا

۱۲۶۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾

۱۲۷۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔

أَتَّبِعُونَ بِكُلِّ رَأْيٍ ۖ أَيْهَ تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾

۱۲۸۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر فضول کاموں کے لئے ایک یادگار تعمیر کرتے ہو۔

کرنے کی دھمکی دے دی ہے۔ اب ان کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں ہے، لہذا تو ان پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ صادر فرمادے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کو بچا لیا اور باقی رہ جانے والے تمام مکروں کو پانی میں غرق کر دیا۔

[۵۶] آیات نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۷ کے لئے آیات نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۹ کی تفسیر ملاحظہ کر لیں۔

وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَكُمْ تُخْلِدُونَ فِيهَا

۱۲۹۔ اور تم مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ [۵۷]

وَأَذَابُكُمْ بِطَغْيِكُمْ جِبَارَيْنِ ۖ

۱۳۰۔ اور جب تم کسی کی گرفت کرتے ہو تو بڑے ظالم و جابر بن کر گرفت کرتے ہو۔ [۵۸]

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

۱۳۱۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

[۵۷] قوم عاد کے لوگ اونچی جگہوں پر لہو و لعب کے لئے یادگاریں بناتے اور ایک دوسرے سے بڑھنے کے لئے بڑے مضبوط اور اونچے محل بناتے۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ تم فضول یادگاروں اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لئے اونچے محلات پر سرمایہ ضائع نہ کرو کیونکہ تمہیں ہمیشہ یہاں نہیں رہنا اور ایک دن اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم لکھتے ہیں: ضرورت کے لئے مضبوط اور بلند عمارت بنانا منع نہیں ہے صرف تکبر اور تفاخر کے لئے ان پر دولت اور وقت ضائع کرنا منع ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر (اس لئے حرام ہے کیونکہ یہ) حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جانا ہے۔ (مسلم: ۲۶۵: کتاب الایمان: باب ۳۸)

اس سے معلوم ہوا کہ اچھا لباس پہننا منع نہیں بلکہ نعمتوں کے اظہار کا ذریعہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت کے آثار دکھائی دیں۔

(ترمذی: ۲۸۱۹: ابواب الادب: باب ۵۴)

[۵۸] قوم عاد کے لوگ بڑے بے رحم اور سنگ دل تھے، جب کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو اس پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیتے، عفو و درگزر کا ان میں نام و نشان تک نہیں تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ جب کسی سے غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً اس پر سختی نہ شروع کر دو بلکہ پہلے اسے نرمی سے سمجھاؤ اور اسے سننے کا موقع دو کیونکہ تم بھی کسی کے سامنے جواب دہ ہو۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام (نوکر) کو مار رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے دوبار ایک آواز سنی: اے ابو مسعود! جان لو! کہ جتنا تم اس نوکر پر قادر ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قادر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی۔ (ابوداؤد: کتاب الادب: باب ۱۳۳)

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُمِدَّتْ بِمَاءٍ مُّتَعَلِّمُونَ ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو۔ [۵۹]

أُمِدَّتْ بِمَاءٍ مُّتَعَلِّمٍ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ اس نے موشیوں اور اولاد سے تمہاری مدد کی۔

وَجَنَّتْ وَعُيُونٌ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ اور باغات اور چشموں سے بھی۔

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعُظَّتْ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ انہوں نے کہا: ہمارے لئے برابر ہے خواہ آپ نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ [۶۰]

إِنْ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ یہ تو صرف پہلے لوگوں کی عادت ہے۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ﴿۱۳۹﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ﴿۱۴۰﴾

۱۳۹۔ سو انہوں نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، [۶۱] بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۴۱﴾

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں خادم کو کتنی بار معاف کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہر روز ستر مرتبہ۔ (ابوداؤد: ۵۱۶۴: کتاب الادب: باب ۱۳۳)

[۵۹] حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رنگارنگ نعمتوں سے نوازا ہے مثلاً موشی، اولاد، باغات اور چشمے وغیرہ، لہذا تمہیں چاہیے کہ اس کا شکر ادا کرو اور اس کی نافرمانی سے باز آ جاؤ۔

[۶۰] اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری سے باز نہ آئے تو تم عذاب الہی کے مستحق قرار پاؤ گے۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آ سکتا ہے مگر نہ آخرت میں تو کوئی مجرم سزا سے نہ بچ سکے گا۔ اس پر قوم عاد نے جواب دیا: ہمارے باپ دادا صدیوں سے جو کچھ کرتے چلے آ رہے ہیں ہم اسی پر گامزن ہیں، خواہ آپ ہمیں عذاب الہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ہمیں کسی عذاب کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ تمہاری طرح پہلے بھی کئی مذہبی رہنما ہمارے آباؤ اجداد کو اس قسم کی دھمکیاں دیا کرتے تھے مگر ان پر کوئی عذاب نہیں آیا۔

[۶۱] جب انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلانے پر اصرار جاری رکھا تو ان پر سخت ہوا کا ایسا طوفان آیا جو آٹھ دن جاری رہا جس

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۳۰﴾

۱۳۰۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ (قوم) ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [۶۲]

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلا تَتَّقُونَ ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ جب ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا

۱۳۴۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ

۱۳۵۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۵﴾

أَتُشْرِكُونَ فِي مَا هُمْ بِأَمِينٍ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ کیا تمہیں ان (نعمتوں) میں جو یہاں ہیں امن کے ساتھ رہنے دیا جائے گا؟

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ یعنی ان باغوں اور چشموں میں۔

وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ اور کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے شگوفے نرم و نازک ہیں۔ [۶۳]

وَتَنْحَضُونَ مِنَ الْجِبَالِ مِيَّاتًا رَهِينَ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ اور تم مہارت کے ساتھ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔

نے ہر چیز کو جس نہس کر دیا، اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔

[۶۲] آیات نمبر ۱۳۱ تا ۱۳۵ کے لئے آیات نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۹ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۶۳] حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تنبیہ فرمائی: اللہ تعالیٰ نے تمہیں باغات، کھیت، چشمے اور پہاڑوں کی طرح مضبوط مکانات عطا فرمائے ہیں لیکن یاد رکھو تمہیں ہمیشہ یہاں نہیں رہنا ہے ایک دن تمہیں ان نعمتوں سے جدا ہو کر زمین کے اندر دفن ہونا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝

۱۵۰۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝

۱۵۱۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔ [۶۴]

الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُونَ ۝

۱۵۲۔ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝

۱۵۳۔ انہوں نے کہا: تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَأْتِ بَآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

۱۵۴۔ تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو، اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔ [۶۵]

قَالَ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ الَّتِي شَرِبَ وَلَكُمْ شَرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ۝

۱۵۵۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: (وہ نشانی) یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمہارے پانی پینے کی باری ہے۔ [۶۶]

[۶۴] لہذا تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کی رضا کے لئے میری اطاعت کرو اور حد سے تجاوز کرنے والے فسادی لوگوں کی پیروی نہ کرو۔

[۶۵] انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو کہا: یقیناً تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ تم ہماری طرح بشر ہو پھر تم نبی کیسے بن سکتے ہو؟ اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔

[۶۶] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قوم ثمود نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ پتھر کی اس چٹان سے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک اونٹنی نکالے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا۔ (تفسیر قرطبی)

اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی نشانی ہے، اس کو آزاد چھوڑ دو، ایک دن صرف یہ اونٹنی پانی پیا کرے گی اور دوسرے دن تم اور تمہارے مویشی پانی پیا کریں گے لیکن یاد رکھنا کوئی اس اونٹنی کو تکلیف نہ پہنچائے ورنہ تم پر عذاب آجائے گا۔

وَلَا تَسْأَلُهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۵۶﴾

۱۵۶۔ اور تم اسے شک کرنے کے لئے ہاتھ مت لگانا ورنہ بڑے دن کا عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔

فَعَقَرُوا هَاقًا صَبَحُوا أُنْدَادًا مِثْلَ بَعِثَ اللَّهُ نَارًا مِّنَ الْجَهَنَّمَ لَاقِئَةً أُولَئِكَ فِي الْكَرْبِ ﴿۵۷﴾

۱۵۷۔ پھر بھی انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں، پس وہ پشیمان ہو گئے۔ [۶۷]

فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّوَمَا كَانُوا أَكْثَرُ هُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵۸﴾

۱۵۸۔ سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۵۹﴾

۱۵۹۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿۶۰﴾

۱۶۰۔ قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [۶۸]

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۶۱﴾

۱۶۱۔ جب ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۶۲﴾

۱۶۲۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا

۱۶۳۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

[۶۷] اللہ تعالیٰ نے جب چٹان سے اونٹنی نکال دی تو اس مجزہ کو دیکھ کر کچھ لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے لیکن منکر سرداروں نے انکار کر دیا اور سازش کر کے اونٹنی کو ذبح کر دیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا: ہم نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا ہے تم اسے نقصان پہنچانے پر جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے تھے وہ عذاب لے آؤ۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تین دنوں کے بعد تم پر عذاب آجائے گا، جب عذاب کی علامتیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں تو وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے لیکن عذاب کی علامتیں دیکھنے کے بعد ندامت کا اور توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، چنانچہ سخت آواز کے ساتھ ایسا زلزلہ آیا جس میں وہ سارے منکر اور منکر لوگ ہلاک ہو گئے۔

[۶۸] آیات نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۳ کے لئے آیات نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۹ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٣﴾

۱۶۳۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا،
میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾

۱۶۴۔ کیا سارے جہان والوں میں سے تم ہی (جنسی خواہش
کے لئے) مردوں کے پاس آتے ہو؟ [۶۹]

وَتَذْمُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ
أَزْوَاجِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٥﴾

۱۶۵۔ اور اپنی بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے
تمہارے لئے پیدا کی ہیں، بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز
کرنے والے ہو۔

قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ
الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٦﴾

۱۶۶۔ انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم (ان باتوں سے)
باز نہ آئے تو تمہیں ضرور ملک بدر کر دیا جائے گا۔
[۷۰]

قَالَ إِنِّي بِعَلِيمٍ مِّنْ أَعْيُنِ النَّاسِ ۖ

۱۶۷۔ حضرت لوط نے فرمایا: بے شک میں تمہارے (اس
نتیجہ) فعل سے بے زار ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٧﴾

۱۶۸۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے اہل خانہ کو ان
(کی بدکاریوں کے وبال) سے نجات عطا فرما جو وہ
کرتے ہیں۔ [۷۱]

[۶۹] مرد کی مرد کے ساتھ بدکاری کرنے کی ابتدا قوم لوط نے کی، اسی لئے اس فعل کو لواطت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت
لوط علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم حلال بیویوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ حرام کاری کرتے ہو، یہ فطرت کے خلاف اور انسانی
حدود سے تجاوز ہے۔ سارے جہان والوں میں جانور بھی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل بد کوئی جانور بھی نہیں کرتا۔
[۷۰] انہوں نے کہا: ہم کو ہمارے حال پر رہنے دو اور اگر تم ہم کو منع کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ملک بدر کر دیں گے۔
اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: میرے خلاف تم جو چاہو کرو لیکن یہ فعل حرام اور قابل نفرت ہے اور اس سے منع کرنا
میرا فرض ہے۔

[۷۱] حضرت لوط علیہ السلام کو جب یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اس بدکاری سے باز نہیں آئیں گے اور ان پر عذاب آنے والا ہے تو آپ نے
دعا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے اہل خانہ کو اس عذاب سے نجات عطا فرما جو ان پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ

فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٠﴾

۱۴۰۔ پس ہم نے ان کو اور ان کے سب اہل خانہ کو نجات دی۔

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَدِيرِينَ ﴿١٤١﴾

۱۴۱۔ سوائے ایک بوڑھی عورت کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔

ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿١٤٢﴾

۱۴۲۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٤٣﴾

۱۴۳۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی، پس بڑی ہی تباہ کن بارش تھی جو ڈرائے ہوئے لوگوں پر برسی۔ [۴۲]

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤٤﴾

۱۴۴۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٥﴾

۱۴۵۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

كَذَّبَ أَصْحَابُ الْمِرْثَلِ ﴿١٤٦﴾

۱۴۶۔ اہل ایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [۴۳]

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٧﴾

۱۴۷۔ جب ان سے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

جب عذاب کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو وہاں سے نکال لیا، البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی پیچھے رہ گئی تھی کیونکہ وہ کافرہ تھی اور دیگر کافروں کے ساتھ اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔

[۴۲] حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں ڈرایا تھا کہ اگر تم اس فعل بد سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب آجائے گا اور جب ان کے عذاب کا وقت آ گیا تو ان کی ساری بستیاں تہ و بالا کر دی گئیں، پھر ان پر سخت پتھروں کی ایسی لگاتار بارش برسائی گئی کہ سارے کافر ہلاک ہو گئے جیسا کہ سورہ ہود (۱۱) کی آیات نمبر ۸۲ تا ۸۳ میں مذکور ہے۔

[۴۳] آیات نمبر ۱۷۶ تا ۱۸۰ کے لئے آیات نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۹ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾

۱۷۸۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا عَمْرُو

۱۷۹۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنَّا أَجْرِي
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾

۱۸۰۔ اور میں تم سے اس (تلخ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا،
میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾

۱۸۱۔ پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ
بنو۔ [۷۴]

وَزِنُوا بِالْقِسْطِ أَسْبَغَ الْمُسْقِیمِ ﴿١٨٢﴾

۱۸۲۔ اور صحیح ترازو سے وزن کیا کرو۔

وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي
الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾

۱۸۳۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں
فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

وَ اتَّقُوا الزَّيْءَ خَلْقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ
الْأُولَیْنِ ﴿١٨٤﴾

۱۸۴۔ اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں اور (تم سے) پہلی
مخلوق کو پیدا فرمایا۔ [۷۵]

[۷۴] یہ لوگ مشرک تھے اور ناپ تول میں خیانت کرتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا: ناپ تول کو پورا کرو، لوگوں
کی چیزوں میں کمی کر کے انہیں دھوکا نہ دو اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

[۷۵] جبلت کا ایک معنی مخلوق ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کا دوسرا معنی
ہے: سرشت یعنی ایسی عادت جو کسی کی فطرت میں داخل ہو اور اس سے جدا نہ ہو سکے۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے اس
آیت کا معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کی سرشت کو پیدا فرمایا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو
اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی
سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾

۱۸۵۔ انہوں نے کہا: تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہو۔ [۷۶]

وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نُظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿١٨٦﴾

۱۸۶۔ تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو اور ہم تمہارے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹے لوگوں میں سے ہو۔

فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٨٧﴾

۱۸۷۔ پس ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچوں میں سے ہو۔ [۷۷]

قَالَ رَبِّيَ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾

۱۸۸۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾

۱۸۹۔ سو انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ [۷۸]

[۷۶] انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا: یقیناً تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ تم ہماری طرح بشر ہو پھر تم نبی کیسے بن سکتے ہو؟ لہذا ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو۔

[۷۷] حضرت شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں خیانت کے خلاف اپنی تبلیغ جاری رکھی اور انہیں تنبیہ فرمائی: اگر تم اس خیانت سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس دھوکا بازی سے باز آ جاتے الٹا کہنے لگے: ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ اگر تم سچے ہو تو جو آسمان تم ہم پر گرانا چاہتے ہو گرا دو۔ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: میرا کام عذاب نازل کرنا نہیں بلکہ عذاب سے ڈرانا ہے، تاہم میرا رب تمہارے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے اور مناسب وقت پر عذاب نازل فرمائے گا۔

[۷۸] جب انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سائبان اور چھتری کی طرح ایسا بادل بھیجا جس سے آگ برسنے لگی اور سارے منکرین جل کر راکھ ہو گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو مختلف قوموں کی طرف بھیجا گیا تھا، ایک اہل مدین اور دوسری اہل ایکہ۔ یہ دونوں قومیں ناپ تول میں خیانت کرتی تھیں، چنانچہ اہل مدین کو سخت آواز اور زلزلہ کے ذریعہ ہلاک کیا گیا اور اہل ایکہ کو بادل سے آگ برسا کر جلا دیا گیا۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

۱۹۰۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

۱۹۱۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَأَنَّهُ لَتَتَنَزَّلُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

۱۹۲۔ اور بے شک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ [۷۹]

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝

۱۹۳۔ اس (قرآن) کو الروح الامین (جبریل علیہ السلام) لے کر اترا ہے۔ [۸۰]

[۷۹] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس میں گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں یہ واقعات نہ تو آپ نے کسی مذہبی راہنما سے سنے ہیں اور نہ ہی کسی سابق کتاب سے پڑھے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو ان واقعات سے مطلع فرمایا ہے۔

[۸۰] اس آیت میں جبریل علیہ السلام کو "الروح الامین" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ الروح اس لئے کہ تمام فرشتے نورانی اور روحانی ہیں یعنی مادی اجسام سے پاک ہیں اور الامین اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو قرآن مجید کے الفاظ کا امین بنایا ہے اور اس نے امانت کے ساتھ یہ الفاظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک پہنچا دیے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا حالانکہ باقی انبیائے کرام علیہم السلام کی کتابیں تختیوں اور صحیفوں میں یکبارگی نازل کی گئیں۔ (تفسیر روح البیان)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل امین علیہ السلام کتنی بار نازل ہوئے؟

علامہ اسماعیل حقی نے فتاویٰ زینیہ سے نقل کیا ہے کہ السید سے پوچھا گیا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کتنی بار تشریف لائے تو انہوں نے جواب دیا: مشہور قول یہ ہے کہ وہ آپ کے پاس چوبیس ہزار بار تشریف لائے اور مشکوٰۃ الانوار میں ہے کہ باقی سارے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس تین ہزار سے زیادہ نہیں آئے۔ (تفسیر روح البیان)

امام قسطلانی نے ابن عابد کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چوبیس ہزار بار تشریف لائے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دس بار، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیالیس بار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس

عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝

۱۹۴۔ آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝

۱۹۵۔ (یہ قرآن) بالکل واضح عربی زبان میں ہے۔ [۸۱]

وَأِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝

۱۹۶۔ اور بے شک اس کا ذکر پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں بھی ہے۔ [۸۲]

أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝

۱۹۷۔ کیا ان (مشرکین مکہ) کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اس (قرآن اور نبی ﷺ) کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ [۸۳]

(المواهب اللدنیة: جلد اول: ص ۲۱۰)

چار سو بار تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ کی نورانی اور بشری جہتیں

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی دو جہتیں ہیں، آپ کی ایک جہت ملکی تھی اور اس جہت سے آپ فیض قبول کرتے تھے اور آپ کی دوسری جہت بشری تھی اور اس جہت سے آپ مخلوق کو فیض دیتے تھے۔
(تفسیر روح المعانی)

امام اصفہانی بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام سے وحی وصول کرنے کے دو طریقے تھے، ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ بشریت سے ملکیت کی طرف منتقل ہوتے اور جبریل امین علیہ السلام سے وحی سنتے اور دوسرا یہ کہ جبریل امین علیہ السلام ملکیت سے بشریت کی طرف منتقل ہوتے اور آپ کو وحی پہنچاتے۔
(تفسیر روح المعانی)

[۸۱] قرآن مجید بالکل واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا تاکہ اہل عرب یہ عذر نہ کر سکیں کہ وہ وحی کی زبان نہیں سمجھتے۔ اس سے عربی زبان کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں وجہوں سے عربوں سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔
(مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸، کثر العمال: حدیث نمبر ۳۳۹۲۲)

[۸۲] قرآن مجید کوئی غیر معروف کتاب نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کا ذکر خیر پہلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے حتیٰ کہ قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات یعنی توحید و آخرت وغیرہ بھی پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔

[۸۳] بنی اسرائیل کے علماء اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے اور وہی رسول ہیں جن کا ذکر پہلی آسمانی کتابوں میں موجود

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝۸۴

۱۹۸۔ اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی غیر عربی شخص پر نازل فرماتے۔

فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝۸۵

۱۹۹۔ اور وہ اس کو انہیں پڑھ کر سناتا تو بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔ [۸۴]

كَذٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝۸۶

۲۰۰۔ اسی طرح ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس (انکار) کو داخل کر دیا ہے۔ [۸۵]

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝۸۷

۲۰۱۔ وہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو خود نہ دیکھ لیں۔

فَيَأْتِيَهُمْ بَعْتُهُمْ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۸۸

۲۰۲۔ پس عذاب ان پر اچانک آجائے گا اور انہیں (اس کا) شعور بھی نہ ہوگا۔

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۝۸۹

۲۰۳۔ تب وہ کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ [۸۶]

ہے اور اہل مکہ علمائے یہود سے ان حقائق کی تصدیق بھی کر چکے ہیں تو کیا اہل مکہ کے لئے علمائے یہود کی گواہی کافی نہیں ہے؟

[۸۴] میرے حبیب ﷺ! جب آپ کفار مکہ کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ آپ کا اپنا کلام ہے اور اگر ہم یہی کلام کسی غیر عربی شخص پر نازل فرماتے اور وہ ان کو فصیح عربی میں پڑھ کر سناتا تو پھر بھی یہ کفار کسی اور بہانہ سے انکار کر دیتے۔ دراصل قرآن مجید کی تعلیمات ان کے باپ دادا کے عقائد سے متصادم ہیں اس لئے قرآن کی تبلیغ کوئی بھی کرے یہ اس پر ایمان لانے والے نہیں۔

[۸۵] قرآن مجید کا انکار کفار کے دلوں میں اس قدر راسخ ہو گیا ہے کہ جب تک وہ دردناک عذاب کو خود نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہیں لائیں گے لیکن عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا قابل قبول نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو پھر ان کا ایمان لانا ان کے کچھ کام نہ آیا۔ (قرآن: ۴۰: ۸۵)

[۸۶] اب تو کفار کہتے ہیں کہ ہمارے انکار کی وجہ سے جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو تو پھر عذاب آ کیوں نہیں جاتا لیکن جب وہ عذاب انہیں اچانک آپڑے گا تو پھر گھبرا کر کہیں گے: ہمیں کچھ مہلت دے دو ہم سچی توبہ کر کے ایمان

أَفَعَدَّ إِنَّا يَسْتَعِجِلُونَ ﴿۸۷﴾

۲۰۴۔ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟

أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿۸۸﴾

۲۰۵۔ کیا تم نے کچھ غور کیا اگر ہم انہیں کئی سالوں تک مزید

فائدہ پہنچاتے رہیں۔ [۸۷]

ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۸۹﴾

۲۰۶۔ پھر ان کے پاس وہ عذاب آجائے جس کا ان سے

وعدہ کیا گیا تھا۔

مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَسْتَعُونُ ﴿۹۰﴾

۲۰۷۔ تو وہ چیزیں انہیں کیا نفع دیں گی جن سے وہ فائدہ

اٹھاتے رہے تھے؟

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا

۲۰۸۔ اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کے لئے

ڈرانے والے (بھیجے گئے) تھے۔ [۸۸]

مُنذِرُونَ ﴿۹۱﴾

ذِكْرَىٰ ۚ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۹۲﴾

۲۰۹۔ یاد دہانی کے لئے اور ہم ظالم نہیں تھے۔

وَمَا تَكْتُمُ لِلَّهِ الشَّيْطَانُ ﴿۹۳﴾

۲۱۰۔ اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں اترتے۔ [۸۹]

لے آئیں گے لیکن عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

[۸۷] نافرمان اور مجرم لوگوں سے اگر عذاب کو مؤخر کر دیا جائے اور انہیں دنیا کے مال و متاع سے لطف اندوز ہونے کے لئے مزید کئی سالوں کی مہلت دے دی جائے، پھر بھی ان کی نافرمانیوں کے باعث جب ان پر عذاب آئے گا تو اس دنیا کا ساز و سامان انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ دنیا میں جتنا لبا عرصہ وہ نافرمانیاں کرتے رہیں گے اتنا ہی زیادہ انہیں عذاب دیا جائے گا۔

[۸۸] اللہ تعالیٰ کی سنت کریمہ یہ رہی ہے کہ اس نے ہر علاقہ کی طرف اپنے منتخب لوگوں کو بھیجا تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور انہیں یاد دہانی کرائیں کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو تم پر عذاب آئے گا۔ اس وارننگ کے بعد بھی جو قومیں ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کرتیں انہیں ان کے جرائم کے بدلہ میں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

[۸۹] کفار کہہ کا خیال یہ تھا کہ جیسے کاہنوں پر شیاطین اترتے ہیں اور آسمانی خبریں لاتے ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ پر بھی معاذ اللہ شیاطین یہ کلام لاتے ہیں۔ ان تین آیات میں ان کا رد کیا گیا ہے کہ شیاطین اس لائق نہیں کہ وہ قرآن مجید جیسا کلام بنا سکیں کیونکہ شیاطین کا مقصد شر اور فساد پھیلانا ہے جب کہ قرآن مجید کا مشن خیر اور امن کی تبلیغ کرنا ہے۔

وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَظِيلُونَ ﴿٢١١﴾

۲۱۱۔ نہ وہ اس (قرآن) کے لائق ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَنَعُزُّوْهُنَّ ﴿٢١٢﴾

۲۱۲۔ بے شک شیاطین کو (قرآن کے) سننے سے محروم کر دیا گیا۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ

۲۱۳۔ پس تو (اے مخاطب!) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکار، ورنہ تو عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ [۹۰]

الْمُعَذِّبِينَ ﴿٢١٣﴾

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

۲۱۴۔ اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ [۹۱]

نیز نزول قرآن کے کسی مرحلہ پر بھی شیاطین کی کوئی مداخلت نہیں ہے یعنی عالم بالا میں جہاں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام پر قرآن کو نازل فرمایا وہاں تک شیاطین کی رسائی نہیں ہے۔ اگر یہ اوپر جانے کی کوشش کریں تو ستارے ان پر برق بن کر گرتے ہیں اور ان کو واپس جانے پر مجبور کر دیتے ہیں اور عالم زیریں میں جب جبریل امین علیہ السلام نے قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تو اس وقت بھی شیاطین کو اتنا دور کر دیا جاتا کہ وہ قرآن مجید نہ سن سکتے، لیکن جب قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل و محفوظ ہو جاتا تو اس کے بعد بے شک شیاطین سننے رہیں کیونکہ اب وہ اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ ویسے بھی شیاطین میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ نزول قرآن کو برداشت کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھک کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

(قرآن: ۵۹: ۲۱)

[۹۰] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ کے لئے شرک اور گناہوں سے معصوم ہیں اس لئے اس آیت میں خطاب بظاہر اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں تاکہ وہ شرک سے دور رہیں۔

[۹۱] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر آپ کی دعوت تین مرحلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے آپ نے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر اہل عرب اور پھر دیگر ممالک میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔

اس ترتیب میں قریبی رشتہ دار پہلے اس لئے ہیں کہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے۔ چنانچہ آپ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر پہلے اپنے رشتہ داروں کو بلایا، جب وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو بتاؤں کہ دشمن کا ایک بڑا لشکر اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہے (اور تم پر حملہ کرنے والا ہے) تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا اس لئے ہم آپ کی تصدیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا: تو میں تم کو مستنبہ کر رہا ہوں (کہ شرک

وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٢﴾

۲۱۵۔ اور آپ اپنے بازو (رحمت) ان مومنوں کے لئے
جھکائے رکھیں جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی
ہے۔ [۹۲]

إِن عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا
تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

۲۱۶۔ پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ فرمادیجیے: میں
ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔ [۹۳]

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٩٤﴾

۲۱۷۔ اور آپ سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والے (اللہ
تعالیٰ) پر بھروسہ رکھیں۔

الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٩٥﴾

۲۱۸۔ جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں۔

وَتَقْلُبَكَ فِي السُّجُودِ ﴿٩٦﴾

۲۱۹۔ اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کے درمیان گھومتے
پھرتے ہیں۔ [۹۴]

سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارے سامنے سخت عذاب ہے۔ اس پر ابولہب نے کہا: تمہارے لئے ہلاکت ہو، کیا تم نے ہم کو اس
لئے جمع کیا تھا؟ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: تبت يدایی لہب و تب (قرآن: ۱۱۱: ۱) ابولہب کے
دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ (بخاری: ۴۹۷۱: ۲: کتاب تفسیر القرآن: سورة اللہب) اس سے معلوم ہوا
کہ انسان کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے
آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (قرآن: ۶۶: ۶)

[۹۲] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اہل ایمان کے ساتھ رحمت و شفقت اور نرمی سے پیش آئیں
حالانکہ آپ تو اعلان نبوت سے پہلے بھی انتہائی شفیق اور مہربان تھے۔ دراصل اس آیت کے ذریعہ حکمرانوں کو ترغیب دی
جا رہی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ رحمت و شفقت اور نرمی کا رویہ اختیار کریں تاکہ لوگ ان کی اطاعت کرنے میں خوشی
محسوس کریں۔

[۹۳] آپ کی شفقت و رحمت کے باوجود بھی اگر وہ نافرمانی کریں تو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور انہیں واضح کر دیں کہ میں
تمہارے برے کاموں سے بے زار ہوں تاکہ انہیں اپنی برائیوں کا احساس ہو اور وہ ان سے باز آ جائیں۔

[۹۴] اللہ تعالیٰ آپ پر بڑا مہربان ہے، اس کی چشم رحمت ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہتی ہے خواہ آپ تنہا کھڑے ہوں یا
نمازیوں کے درمیان گھوم رہے ہوں۔

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۲۲۰﴾

۲۲۰۔ بے شک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کا ایمان

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ علیہ السلام تک ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے سارے آباء و اجداد ساجدین اور مومنین تھے اور جب آپ کا نور اپنے آباء و اجداد کی پشتوں اور رحموں سے منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت آپ کو دیکھ رہی تھی۔ اسی لئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے کثیر تعداد میں جلیل القدر علماء نے اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے والدین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی) علامہ آلوسی کے اس قول کی تائید میں دو احادیث ملاحظہ کریں:

☆ امام ابن مردویہ علیہ السلام نے حضرت ابن عباس علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اس وقت آپ کہاں تھے؟ آپ سکرائے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: میں ان کی پشت میں تھا، ان کو زمین پر اتارا گیا اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ میں اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں کشتی میں سوار ہوا اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں مجھے آگ میں ڈالا گیا اور اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا جب کہ وہ صاف اور مہذب تھے اور جب بھی دو شاخیں باہم ملیں تو میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا۔ (تفسیر درمستور)

☆ حضرت انس بن مالک علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب بھی لوگوں کے دگر وہ ہوئے مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے سب سے بہتر گروہ میں رکھا، پس میرا اپنے ماں باپ سے ظہور ہوا تو مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوڑا تھا اور میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا اور میں بدکاری کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میں اپنے ماں باپ تک پہنچا، پس میں بھی تم سے خیر اور بہتر ہوں اور میرے باپ بھی تم سب سے خیر اور افضل ہیں۔ (دلائل النبوة: امام بیہقی: جلد اول: ص ۱۷۴)

نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانا

فتح مکہ کے بعد جب حضرت عکرمہ علیہ السلام بن ابی جہل مدینہ آئے تو جب بھی حضرت عکرمہ علیہ السلام انصار کے پاس سے گزرتے تو انصار کہتے: یہ ابو جہل کا بیٹا ہے اور ابو جہل کو برا کہتے۔ حضرت عکرمہ علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

(کنز العمال: ۷/۳۷۱: جلد ۱۳: ص ۵۴۰)

حضرت عکرمہ علیہ السلام کے والد کو برا اور کافر کہنے سے حضرت عکرمہ علیہ السلام کو تکلیف پہنچتی ہے تو نبی کریم ﷺ کے والدین کو کافر کہنے سے نبی کریم ﷺ کو کتنی تکلیف ہوگی اور جو نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچائیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ کریں: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿۹۵﴾

۲۲۱۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ [۹۵]

تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿۹۶﴾

۲۲۲۔ وہ ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔

يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُهُمْ كَذِبُونَ ﴿۹۷﴾

۲۲۳۔ وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

وَالشُّعْرَاءُ يُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۹۸﴾

۲۲۴۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ [۹۶]

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۹۹﴾

۲۲۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں۔

وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۱۰۰﴾

۲۲۶۔ اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں۔

لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (قرآن: ۳۳: ۵۷)

[۹۵] کفار کا ایک خیال یہ تھا کہ شیاطین آپ پر قرآن لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیات نمبر ۲۱۰ تا ۲۱۴ میں بتایا کہ نزول قرآن کے کسی مرحلہ پر بھی شیاطین آپ کے قریب نہیں آسکتے اور یہاں ان تین آیات میں بتایا کہ شیاطین ان لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو جھوٹے اور بدکار ہوں اور یہی جھوٹے لوگ ہی شیاطین کی باتیں غور سے سنتے ہیں، پھر اس میں اپنی طرف سے مزید جھوٹ کا اضافہ کر کے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین جھوٹے لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جب کہ انبیائے کرام علیہم السلام تو صدیق ہوتے ہیں اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تو ایسے صادق اور امین ہیں کہ دشمن بھی ان کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں، لہذا انبیائے کرام علیہم السلام پر شیاطین نہیں بلکہ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

[۹۶] کفار کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ شاعر ہیں اور قرآن میں صرف شاعرانہ تخیلات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شاعر لوگ تو اکثر جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، وہ شہرت اور دولت کمانے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں اور اکثر افراط و تفریط کی وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور شاعر لوگوں کی پیروی بھی اکثر وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ جو بات کہتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے ہیں اور آپ کے پیروکار بھی حق و صداقت کے راستے پر گامزن ہیں اور گمراہی کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ

ذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا

ظَلَمُوا وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ

۲۲۷۔ سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور انہوں

نے نیک عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور

انہوں نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (اشعار کے

ذریعہ اپنا) بدلہ لیا، [۹۷] اور جن لوگوں نے ظلم کیا

[۹۷] علامہ سید محمود آلوسی نقل کرتے ہیں کہ جب گزشتہ تین آیات نازل ہوئیں تو حضرات عبداللہ بن رواحہؓ، حسان بن ثابتؓ

اور کعب ابن مالکؓ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے شاعروں کے متعلق یہ

آیات نازل کی ہیں اور ہم بھی شاعر ہیں، لہذا ہم تو ہلاک ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور رسول

اللہ نے ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر روح المعانی) اس کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں جن شاعروں کی مذمت

کی گئی ہے وہ وہ شاعر ہیں جو حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے اور دنیاوی مفادات کے لئے افراط و تفریط کی وادیوں میں

سرگرداں رہتے ہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے شاعروں کے اشعار کو یاد کرنے اور سننے سے منع فرمایا ہے۔ نیز

تم نے قرآن اور صاحب قرآن پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے اس لئے تمہاری شاعری قابل تعریف ہے

اور کوئی شعر بذات خود برا نہیں ہوتا جب تک اس میں برے خیالات نہ ہوں۔

اشعار کے متعلق چند احادیث ملاحظہ کریں

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شعر کلام ہے، اس کا اچھا کلام اچھا ہے اور برا کلام برا ہے۔

(سنن دارقطنی: جلد ۴: ص ۱۵۵: کتاب المکاتب: باب خبر الواحد یوجب العمل)

☆ حضرت ابی ابن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بعض اشعار حکمت آمیز ہوتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۱۴۵)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو حضرت حسانؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب

تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مدافعت کرتے رہتے ہو جبریل تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں، اور میں

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسانؓ نے ان کی ہجو کی تو خود بھی شفا پائی اور مسلمانوں کو بھی شفا دی۔

(مسلم: ۶۳۹۵: کتاب فضائل صحابہ: باب ۳۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے، وہ

اس منبر پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے فضائل پر فخر کرتے اور ان کی مدافعت کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے

تھے: حسانؓ جو رسول اللہ ﷺ کے فضائل پر فخر کرتے ہیں اور ان کی مدافعت کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ روح القدس

(جبریل امین علیہ السلام) سے حضرت حسانؓ کی تائید فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۶: ابواب الادب: باب ۷۰)

مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ ﴿۱۷﴾

وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس جگہ لوٹ کر جاتے

ہیں۔ [۹۸]

☆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے شعر کے متعلق وہ آیتیں نازل کی ہیں جو نازل کی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ان کے خلاف شعر پڑھ کر تم ان کو تیروں کی طرح زخمی کرتے ہو۔

(مسند احمد: جلد ۶: ص ۳۸۷، صحیح ابن حبان: ۵۷۹۵: کتاب فضائل صحابہ: ص ۳۸۲)

[۹۸] آخر میں کفار کو تنبیہ فرمائی کہ عنقریب جب قیامت قائم ہوگی تو جہنم کی آگ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم بڑے ظالم تھے اور جھوٹے الزام لگایا کرتے تھے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

یو این پلازہ ہوٹل نیو یارک، امریکہ، اکتیسویں منزل کمرہ نمبر ۳۱۰۸

بروز جمعہ ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

☆ نیو یارک امریکہ میں اقوام متحدہ کی طویل بلڈنگ کے بالقابل یو۔ این۔ پلازہ ہوٹل میں ۱۵ تا ۱۷ مئی ۲۰۰۹ء کو انٹرنیشنل بین المذاہب کانفرنس منعقد ہوئی جس میں خطاب کے لئے برطانیہ سے مجھے مدعو کیا گیا۔ چنانچہ میں اپنے بیٹے جنید پیرزادہ اور شاگرد علامہ حافظ گل محمد کے ساتھ ۱۳ مئی کو نیو یارک پہنچا جہاں محترم سید میر حسین شاہ، علامہ رضاء الدین صدیقی اور دیگر برادران طریقت نے ایئر پورٹ پر استقبال کیا اور پہلی رات ہم نے بروک لین نیو یارک میں چوہدری نادر خان کے فلیٹ میں گزاری۔ وہاں ۱۴ مئی کو نماز فجر کے بعد اس سورت کی پانچ آیات (۱۸ تا ۱۴) کی تفسیر لکھنے کا موقع ملا۔ ۱۴ مئی کی شام کو ہم یو۔ این پلازہ ہوٹل میں منتقل ہو گئے جہاں کانفرنس منعقد ہونا تھی۔ مجھے اکتیسویں منزل پر کمرہ نمبر ۳۱۰۸ میں ٹھہرایا گیا اور جنید پیرزادہ اور علامہ حافظ گل محمد کو تیسویں منزل پر کمرہ نمبر ۳۰۲۸ میں ٹھہرایا گیا۔

۱۵ مئی کو نماز فجر کے بعد اس سورت کی بقیہ آیات کی تفسیر لکھی۔ صبح ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک کانفرنس میں شرکت کی اور پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد بیت الکریم بروک لین میں گئے اور عصر کے وقت ہوٹل میں واپس آ گئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة النمل (۲۷)

یہ سورت مکی ہے، اس میں چیونٹیوں کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کو سورہ ”نمل“ کہا جاتا ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں قرآن مجید کا تعارف کرایا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ حکیم اور علیم اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ یہ ہدایت کی کتاب ہے، اس میں مومنین کے لئے خوش خبری ہے لیکن جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ صرف دنیاوی خواہشات کے پیچھے سرگرداں رہتے ہیں اور قرآن کی تعلیمات سے استفادہ نہیں کرتے اس لئے وہ آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر فرعون کی طرف بھیجا جن کو دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں لیکن انہوں نے تعصب اور تکبر کی وجہ سے ان معجزات کو جادو کہہ کر انکار کر دیا اور اس تکبر اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اپنی قوم سمیت پانی میں غرق کر دیا۔

☆ فرعون صرف مصر کی حکومت ملنے پر اتنا متکبر ہو گیا تھا کہ اپنے آپ کو خدا کہلانے لگا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصر سے بڑی حکومت عطا کی بلکہ انسانوں کے علاوہ ہواؤں، جنوں اور پرندوں کو بھی ان کے لئے مسخر کر دیا اور آپ کے ایک امتی کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت عطا فرمائی کہ وہ تخت بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس عظیم حکومت پر تکبر نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں سرگرم رہے۔

☆ قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کے باعث ہلاک کر دیا اور قوم لوط کی بدکرداری کی وجہ سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

☆ آیات نمبر ۶۰ تا ۶۳ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی چند عام فہم مثالیں بیان فرمائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان، پہاڑ اور سمندر پیدا فرمائے اور ان میں تمہارے لئے رزق کے ذرائع بنائے، لہذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

☆ اس سورت کے آخر میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر کر کے لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر نیک اعمال کریں گے انہیں آخرت میں فائدہ ہوگا اور جو لوگ آخرت کا انکار کر کے سرکشی کریں گے انہیں آخرت میں نقصان ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ

یو۔ این۔ پلازہ ہوٹل نیویارک امریکہ، اکتیسویں منزل کمرہ نمبر ۳۱۰۸

بروز ہفتہ ۱۶ مئی ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

﴿ آیاتھا ۹۳ ﴾ ﴿ سُورَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ۲۸ ﴾ ﴿ مَرَكُوعَاتِهَا ۷ ﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طَسَّ تِلْكَ الْيُثُ الْقُرْآنِ وَ كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

۱۔ طاسین، [۱] یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

هُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

۲۔ (یہ قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔ [۲]

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝

۳۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّاتٌ لَهُمْ أَعْمَالُهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۝

۴۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے خوش نما بنا دیا ہے، پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ [۳]

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْخَسِرُونَ ۝

۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

وَ إِنَّكَ لَنُكَفِّي الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝

۶۔ اور بے شک آپ کو حکیم اور علیم (رب) کی طرف سے یہ قرآن سکھایا جا رہا ہے۔ [۴]

[۱] حروف مقطعات کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید اگرچہ تمام نسل انسانی کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے مگر حقیقت میں اس سے ہدایت وہی مومن حاصل کرتے ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان ہی خوش نصیب لوگوں کو یہ قرآن آخرت میں اچھی جزا کی خوش خبری دیتا ہے۔

[۳] جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انہیں برے اعمال بھی خوش نما دکھائی دیتے ہیں اور وہ انجام سے بے نیاز ہو کر برائیوں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بدترین عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔

[۴] یعنی آپ کو یہ قرآن کوئی جن یا انسان نہیں سکھاتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے جو سب سے بڑا دانہ اور سب سے زیادہ علم

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا ۖ
سَاتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ بَشِيرٍ ۖ قَبْسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ⑤

۷۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے
ایک آگ دیکھی ہے، عنقریب میں تمہارے پاس وہاں
سے کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی جلتا ہوا انگارہ لے آتا ہوں
تاکہ تم گرم ہو سکو۔ [۵]

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَنْ فِي
النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۖ وَسُبْحَنَ اللَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ⑥

۸۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی
کہ بابرکت ہے جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے آس
پاس ہے، اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں
کا رب ہے۔ [۶]

يُمُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑦

۹۔ اے موسیٰ علیہ السلام! بے شک میں ہی اللہ ہوں، بہت غالب
حکمت والا۔ [۷]

وَأَلْقَىٰ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَآهَا تُهْتَزُّ كَانَهَا
جَانٌّ وَلَّىٰ مُدَبِّرًا ۖ لَمْ يَعْقِبْ ۖ يُمُوسَىٰ
لَا تَخَفْ ۚ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ
الْمُرْسَلُونَ ⑧

۱۰۔ اور اپنا عصا ڈال دو، پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ
کی طرح لہرا رہا ہے تو آپ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر واپس
بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! ڈرو نہیں، بے شک رسول
میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ [۸])

والا ہے۔

[۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مدین سے مصر روانہ ہوئے، جب کوہ طور کے قریب پہنچے تو ایک ٹھنڈی اور اندھیری
رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک آگ دیکھی اور اپنی بیوی سے کہا: تم یہاں ٹھہرو، میں وہاں جاتا ہوں، آگ
جل رہی ہے، ضرور کوئی آبادی ہوگی، کسی سے مصر کا صحیح راستہ دریافت کروں گا تاکہ ہم اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتے نہ
پھریں یا آگ کا شعلہ ہی لے آؤں گا تاکہ آگ جلا کر سردی سے بچ سکیں۔

[۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو عجیب منظر دیکھا، بظاہر جو آگ نظر آتی تھی وہ تو ذل کو موہ لینے والا نور کا سماں تھا۔ اس سے اچانک
آواز آئی: بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کی تجلی اس آگ نما روشنی میں جلوہ گر ہے اور اس کا سارا ماحول مبارک ہے۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! یہ آگ نما روشنی جو تمہیں نظر آرہی ہے یہ میری تجلی ہے اور میں آپ سے مخاطب ہوں۔

[۸] اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس کے اندر ایک ایسا ملکہ پیدا فرمادیتا ہے جس کی وجہ سے نبی کو کلام

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسًّا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي
غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑩

۱۱۔ مگر جس نے ظلم کیا، پھر اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی
کر لی تو بے شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان
ہوں۔ [۹]

وَأَدْخُلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا
مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۚ إِنِّي تُسِّرُ الْآيَاتِ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ
قَوْمِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ⑪

۱۲۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب
کے چمکتا ہوا نکلے گا، (یہ دو معجزے) ان نو معجزات میں
سے ہیں، (آپ ان کو لے کر) فرعون اور اس کی قوم
کے پاس جاؤ، بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں۔ [۱۰]

فَلَمَّا جَاءَهُمْ أَيْنَأُ مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا
سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑫

۱۳۔ پس جب ان کے پاس ہماری بصیرت افروز نشانیاں
آگئیں تو انہوں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ
ظُلُمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِينَ ⑬

۱۴۔ اور انہوں نے ظلم کیا اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا
انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل ان (نشانوں کی
صداقت) کا یقین کر چکے تھے، پس دیکھئے! ان فساد
برپا کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔ [۱۱]

الہی اور ملک الوہی کے پہچاننے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرما کر ان کو
منصب نبوت پر فائز فرما دیا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس یقین کو مزید
راخ کرنے کے لئے چند معجزات عطا فرمائے اور عصا پھینکنے کا حکم دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو اچانک خوفناک
سانپ بننے دیکھا تو ڈر گئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! ڈرو نہیں کیونکہ
جب رسول ہمارے حضور ہوں تو وہ ڈرا نہیں کرتے۔

[۹] البتہ ظالموں کو اللہ تعالیٰ سے ضرور ڈرنا چاہیے لیکن ظالم لوگ بھی سچے دل سے توبہ کر لیں اور نیکی کر کے برائی کے اثرات کو زائل
کر دیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف کر دیتا ہے۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے دوسرا معجزہ یہ بیضا کا عطا فرمایا یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چمکنے لگتا۔
ان دو معجزات کے علاوہ سات اور معجزات دے کر فرعون کی طرف بھیجا کیونکہ وہ نافرمان ہو گئے تھے۔ ان نو معجزات کی
تفصیل کے لئے سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۱۰۱ کا حاشیہ نمبر ۹۹ ملاحظہ کریں۔

[۱۱] ان معجزات کو دیکھ کر فرعون کی قوموں کے دلوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں مگر تعصب اور تکبر کی وجہ سے انہوں نے

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ
عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

۱۵۔ اور بے شک ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم
عطا فرمایا، [۱۲] اور ان دونوں نے کہا: سب تعریفیں
اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے
مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ [۱۳]

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
عُلِّمْنَا مَنَطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ ۚ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝

۱۶۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین
ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی
بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی
ہیں، بے شک یہ واضح فضل ہے۔ [۱۴]

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِبِّ
وَالْأَنْثَى وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝

۱۷۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں، انسانوں اور
پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ان کو الگ الگ
دستوں میں تقسیم کیا جاتا۔ [۱۵]

ان کو جادو کہہ کر انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں ان کو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی، علم اور لوہا موم کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، بادشاہی
اور جانوروں کی بولیاں عطا فرمائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف علم کا ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا علم بہت ہی اہم نعمت
ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ذکر فرمایا۔

[۱۳] اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے اور خاص طور پر جب کسی کو بہت سے لوگوں پر کوئی نمایاں
نعمت ملے تو اس کا شکر بھی اسے نمایاں طریقہ سے ادا کرنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور خصوصی بندوں یعنی انبیائے کرام
علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام بہت سے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں مگر
ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

[۱۴] حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین بنے تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں پرندوں کی بولیاں
سکھائیں اور ہمیں ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد بہت تھی جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جس
وراثت کے جانشین بنے وہ نبوت اور بادشاہت کی وراثت تھی۔ اگر وہ دنیاوی مال و متاع کی وراثت ہوتی تو دوسری اولاد
کو بھی اس سے حصہ ملتا مگر انبیائے کرام علیہم السلام دنیاوی ساز و سامان نہیں بلکہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ اس کی مزید
تشریح کے لئے سورہ مریم (۱۹) کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ ۵ ملاحظہ کریں۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے انسانوں کے علاوہ جنوں اور پرندوں کو بھی مسخر کر دیا اور وہ الگ الگ دستوں کی

حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّبْلِ ۖ قَالَتْ
نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّبْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ
لَا يَحِطُّ بِكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ لَا
يَشْعُرُونَ ﴿١٨﴾

۱۸۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک
چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس
جاؤ، کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں
کچل نہ ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۱۶]

فَتَبَسَّ صَاحِبًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ
أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی بات سے ہنستے ہوئے
مسکرائے [۱۷] اور عرض کیا: اے میرے رب! مجھے
توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں

صورت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ چلا کرتے تھے۔

[۱۶] ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ کسی سرزمین سے گزر رہے تھے، راستہ میں جب وہ ایک چیونٹیوں کی وادی
کے قریب پہنچے اور آپ کا لشکر ابھی دو میل دور تھا کہ ایک چیونٹی نے اس علاقہ کی ساری چیونٹیوں میں اعلان کیا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کا لشکر ابھی یہاں سے گزرنے والا ہے، لہذا تم جلدی سے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، اگرچہ وہ دانستہ تمہیں نقصان
نہیں پہنچائیں گے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے خبری میں تمہیں کچل ڈالیں۔

[۱۷] اگر ہم چند چیونٹیوں کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیں اور پھر اپنی ہتھیلی کو کان کے قریب لے جائیں تو بھی ہمیں ان چیونٹیوں کی آواز
سنائی نہیں دیتی اور اگر کوئی معمولی سی آواز سنائی دے تو بھی ان کی زبان سمجھ نہیں آتی مگر کیا شان ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی
کہ دو میل کے فاصلہ سے نہ صرف اس چیونٹی کی آواز سنی بلکہ اس کا اعلان اور مقصد سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر خوش ہو کر
مسکرائے کہ اس نے چیونٹی جیسی چھوٹی سی مخلوق کو بھی کتنا شعور دے رکھا ہے کہ وہ آنے والے خطرات کو سمجھتی ہے اور اس کے
دفاع کے لئے پیشگی منصوبہ بندی کرتی ہے۔ کاش! آج مسلمان بھی آنے والے خطرات کا ادراک کریں اور ان کے دفاع
کے لئے پیشگی منصوبہ بندی کریں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو
اس پر عذاب کا آنا جائز ہو جائے گا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ جب مال غنیمت کو ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا۔

۲۔ امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا۔

۳۔ زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

۴۔ مرد اپنی بیوی کی پیروی کرے گا۔

أَنْعَمْتَ عَلَى وَعَلَى وَالِدَيَّْ وَأَنْ أَعْمَلَ
صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي
عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ①

جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی [۱۸] اور
یہ (بھی توفیق دے) کہ میں نیک عمل کروں جو تجھے
پسند ہے اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیک
بندوں میں شامل فرمالے۔ [۱۹]

و تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى

۲۰۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے (ایک روز) پرندوں کا
جائزہ لیا [۲۰] تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ مجھے (آج)

- ۵۔ اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا۔
- ۶۔ اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا۔
- ۷۔ اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کرے گا۔
- ۸۔ مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی۔
- ۹۔ قوم کا سرداران کا سب سے کمینہ شخص ہوگا۔
- ۱۰۔ آدمی کی عزت و تکریم اس کے شر کے ڈر کی وجہ سے کی جائے گی۔
- ۱۱۔ شراہیں پی جائیں گی۔
- ۱۲۔ ریشم پہنا جائے گا۔
- ۱۳۔ گانے والیوں کو رکھا جائے گا۔
- ۱۴۔ آلات موسیقی کا رواج ہوگا۔
- ۱۵۔ اور اس وقت کے پچھلے لوگ اپنے اگلوں کو برا کہیں گے۔

ان حالات میں تم سرخ آندھیوں کا انتظار کرو، خسف (زمین میں دھنسائے جانے اور زلزلہ) کا اور مسخ (شکل تبدیل
ہونے) کا انتظار کرو۔ (ترمذی: ۲۲۱۰، ۲۲۱۱: ابواب الفتن: باب ۳۸)

[۱۸] آیت نمبر ۱۵ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دیا ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے
اس لئے بندہ کو بھی شکر کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے اور بار بار شکر ادا کرنے کی توفیق مانگنی چاہیے۔

[۱۹] دعا کے آخری حصہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نیک اعمال کی توفیق مانگ رہے ہیں اور ساتھ نیک لوگوں کی صحبت بھی مانگ رہے
ہیں کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں ہی نیک اعمال کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پرندوں، جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہوا کو بھی مسخر کر دیا تھا، آپ جب ہوا کے
ذریعہ سفر کرنا چاہتے تو ہوا آپ کے تحت کو اٹھا لیتی اور ہر قسم کے پرندے اوپر اس طرح اڑتے کہ دھوپ کے لئے مسابیان کا

الْهُدُودِ أَمَرَكَانَ مِنَ الْعَاقِبِينَ ⑤

بد نظر نہیں آ رہا؟ یا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ [۲۱]

لَا عَذَابَ بَنِي عَدَّابَ شَدِيدًا أَوْ لَا أَذْبَحُكَ أَوْ

۲۱۔ میں اسے ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ضرور ذبح

کردوں گا یا اسے میرے سامنے کوئی واضح دلیل لانا

پڑے گی۔

لِيَأْتِيَنِّي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ⑥

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ

۲۲۔ پس کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی (کہ وہ آگیا) اور کہنے لگا:

مجھے ایسی بات معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں اور

میں آپ کے پاس سب سے ایک سچی خبر لایا ہوں۔ [۲۲]

تُحِطُّ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بَنِي يَاقِينَ ⑦

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ

۲۳۔ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان (سب کے باشندوں)

پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی

ہیں اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔ [۲۳]

كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ⑧

کام دیتے، یہ آپ کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اتنی عقل دی ہے کہ آج انسان نے ایسے ہوائی جہاز تیار کر لئے ہیں جو ہوا میں اڑتے ہیں اور ان میں بیٹھ کر سینکڑوں انسان بڑے سکون سے سفر کر سکتے ہیں۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ میں اس آیت کی تفسیر بھی نضا میں محو پرواز ہوائی جہاز میں لکھ رہا ہوں۔ ہوائی جہاز کی ایجاد سے پہلے تو شاید بعض لوگوں کو ایسے معجزات کے سمجھنے میں دقت پیش آتی ہوگی مگر آج تو اس کو سمجھنا بہت آسان ہے کہ جب انسان کا دماغ ایک لوہے کے تخت کو سینکڑوں انسانوں سمیت ہوا میں اڑا سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اڑانا کون سا مشکل ہے۔

نوٹ: اس سورت کی پانچ آیات (۱۵ تا ۱۹) کی تفسیر دمشق (شام) میں لکھی گئی اور بیسویں آیت کی تفسیر تین جون ۲۰۰۹ء کو دمشق سے لندن واپسی پر ہوائی جہاز میں لکھی گئی ہے، تفصیل کے لئے اس سورت کا اختتام ملاحظہ کریں۔

[۲۱] ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا اور بد نظر نہ آیا تو فرمایا: کیا آج مجھے بد نظر نہیں آ رہا یا وہ غیر حاضر ہے؟ اگر تو واقعی غیر حاضر ہے تو اسے اپنی غیر حاضری کی دلیل لانا پڑے گی ورنہ اسے سخت سزا دی جائے گی کیونکہ وہ اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہے۔

[۲۲] تھوڑی دیر کے بعد بد نظر آگیا اور دیر سے آنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ سب چلا گیا تھا اور وہاں سے آپ کے لئے ایک نئی اور سچی خبر لایا ہے۔ سبا عرب کے جنوبی مغربی علاقہ یعنی ملک یمن کے شہر تارب کا نام تھا۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۳] وہ سچی خبر یہ ہے کہ سبا پر ایک عورت (بلقیس) حکمران ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے گونا گوں نعمتوں سے نوازا ہے اور اس کے

وَجَدُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّيْطَانِ مِنْ
دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ
کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لئے
ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا ہے اور انہیں (سیدھے)
راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت قبول نہیں
کرتے۔ [۲۳]

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي
السَّاعَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَ
مَاتَعْنُونَ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے [۲۵] جو آسمانوں
اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور وہ
خوب جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے
ہو۔ [۲۶]

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی عرش
عظیم کا مالک ہے۔ [۲۷]

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ
الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ
تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ بولنے والوں سے ہے۔

إِذْ هَبْ بَنَاتِي هَذَا فَاَلْقِيَهُ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّى

۲۸۔ میرا یہ خط لے جا اور اس کو ان کے پاس ڈال دے، پھر ان

پاس ایک بہت بڑا تخت بھی ہے۔

[۲۴] نیز بلقیس اور اس کی قوم کے لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کے لئے اس کفر و شرک کو اتنا
خوش نما بنا دیا ہے کہ وہ سیدھے راستہ کو فراموش کر چکے ہیں اور وہ ہدایت قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

[۲۵] میں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے انعامات سے نوازا ہے لیکن یہ کتنے ناشکرے ہیں کہ پھر بھی سورج
کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے خالق حقیقی کی عبادت نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور زمین کی مخفی چیزیں یعنی معدنیات اور نباتات وغیرہ کو ظاہر فرماتا ہے۔

[۲۷] علامہ رازی لکھتے ہیں کہ آیت نمبر ۲۳ میں ملکہ بلقیس کے تخت کو عظیم کہا گیا ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کے تخت کو عرش عظیم کہا گیا
ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملکہ بلقیس کا عرش دنیاوی بادشاہوں کے تختوں کے اعتبار سے عظیم تھا اور اللہ تعالیٰ کا عرش تمام
کائنات کے تختوں کے اعتبار سے عظیم ہے۔
(تفسیر کبیر)

عَنْهُمْ فَأَنْظِرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾

سے ہٹ کر کھڑا ہو جا اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ [۲۸]

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَىٰ أَلْقَىٰ إِلَيَّ كِتَابَ

۲۹۔ ملکہ نے کہا: اے سردارو! میری طرف ایک معزز خط

كَرِيمٍ ﴿۲۹﴾

پہنچایا گیا ہے۔

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

۳۰۔ بے شک وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور وہ

الرَّحِيمِ ﴿۳۰﴾

اللہ کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو سب سے بڑا

مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۲۹]

[۲۸] حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کو فرمایا: ہم آپ کی بات کی تصدیق کے لئے تحقیق کا عمل شروع کرتے ہیں۔ تم میرا یہ خط لے

جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو اور پھر علیحدہ بیٹھ کر دیکھو کہ وہ میرے خط کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

نبی کی برکت سے ہد ہد کے اندر اتنا شعور پیدا ہو گیا تھا کہ وہ انسانوں کی بولی سمجھ سکتا تھا۔

[۲۹] ملکہ بلقیس نے اپنے سرداروں کو بتایا کہ میرے پاس سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایک بڑا اہم خط آیا ہے جس کو بسم اللہ الرحمن

الرحیم سے شروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ (بسم اللہ مجربہا ومرضہا) اس کا چلنا اور اس کا

ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔ (قرآن: ۱۱: ۴۱)

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو لکھا: (بسم اللہ الرحمن الرحیم) اللہ تعالیٰ کے نام سے جو سب سے بڑا مہربان ہمیشہ رحم

فرمانے والا ہے۔ (قرآن: ۲۷: ۳۰)

☆ علامہ نور الدین حلی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بعثت کے دسویں سال زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے

گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

اہل طائف نے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ نبی کریم ﷺ طائف سے نکل کر ایک باغ کے قریب انگور کی بیل کے

سائے میں بیٹھ گئے۔ باغ کے ملازم عداس نے زخمی مسافروں پر ترس کھاتے ہوئے انگوروں کا ایک گچھ پیش کیا۔ نبی

کریم ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور انگور کھانے لگے۔ عداس نے کہا: یہاں تو کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا

رواج نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: میں

نصرانی ہوں اور عینوی کا باشندہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ عینوی جو مرد صالح حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔

عداس نے پوچھا: آپ یونس بن متی علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے بھائی ہیں، وہ نبی تھے اور میں بھی

نبی ہوں۔ یہ سن کر عداس اٹھ کھڑا ہوا، جھک کر پہلے نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کو بوسہ دیا، پھر ہاتھوں کو چوما، پھر زخمی

قدموں کو بوسے دیئے لگا۔ (السيرة الحلیہ: جلد ۱: ص ۵۰۰)

أَلَا تَعْلَمُونَ عَلَيَّ وَأُتُونِي مُسْلِمِينَ ۝

۳۱۔ (اس کا مضمون یہ ہے) کہ تم میرے مقابلہ میں سرکشی نہ

کرو اور فرمان بردار بن کر میرے پاس آ جاؤ۔ [۳۰]

۳۲۔ ملکہ نے کہا: اے سردارو! تم میرے اس معاملہ میں

مجھے مشورہ دو، میں کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب

تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ [۳۱]

۳۳۔ انہوں نے کہا: ہم طاقتور اور سخت جنگ جو ہیں مگر

فیصلہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے، پس آپ خود غور

کر لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں۔ [۳۲]

۳۴۔ ملکہ نے کہا: بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل

ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے

معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا

ہی کریں گے۔ [۳۳]

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَفْتُونِ فِيْ أَمْرِىْ مَا

كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُوْا ۝

قَالُوْا نَحْنُ أَوْلُوْا قُوَّةً وَ أَوْلُوْا بِأَيِّ

شَيْءٍ ۚ وَ الْأَمْرُ إِلَيْكَ فَانْظُرْ فِى مَاذَا

تَأْمُرِينَ ۝

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً

أَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْا أَعْزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَ

كَذَلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝

☆ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے وہ کام آسان ہو جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر وہ کام جس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ برکت سے محروم رہتا ہے۔

[۳۰] اس خط میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور انہیں سرکشی سے منع فرمایا۔

[۳۱] ملکہ بلقیس نے اپنے سرداروں سے کہا: اس معاملہ میں اب تم مشورہ دو کیونکہ میں تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔

[۳۲] سرداروں نے کہا: ہمارے پاس لڑنے والے طاقتور جوانوں کی کمی نہیں۔ اگر انہوں نے حملہ کیا تو ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے لیکن پھر بھی آخری فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ جو فیصلہ کریں ہم اس کی پیروی کریں گے۔

[۳۳] ملکہ بلقیس نے کہا: جب بادشاہ کسی ملک کو طاقت کے ذریعہ فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے ارباب اقتدار کو قتل کر دیتے ہیں یا ذلیل و رسوا کر کے قیدی بنا لیتے ہیں اور ہو سکتا ہے یہ بھی ایسا ہی کریں، لہذا پہلے میں ان کی طرف قیمتی ساز و سامان کا ایک تحفہ بھیجتی ہوں اور پھر قاصد کے جواب سے اندازہ کروں گی کہ آیا وہ کوئی دنیا دار بادشاہ ہے یا سچا

وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنظِرًا بِمَا
يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ اور بے شک میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں، پھر
دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنُ قَالَ أَسِندُوتُنِي بِمَالٍ
فَمَا أَشْنَىٰ لِلَّهِ خَيْرٌ مِّمَّا أَشْكُم بَلْ أَنْتُمْ
بِهَدِيَّتِكُمْ تُفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ پھر جب وہ قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا
تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم لوگ مال سے
میری مدد کرنا چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دیا
ہے، وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے،
بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش رہو۔ [۳۴]

إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ فَمَا لَنَا بِتَيْبَتِهِمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ
لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ
صَغِيرُونَ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ تو ان کے پاس واپس چلا جا، ہم ضرور ان پر ایسے
لشکروں کے ساتھ حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان
میں طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو وہاں سے ذلیل
کر کے نکالیں گے اور وہ رسوا ہو جائیں گے۔

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا إِلَيْكُمْ يَا تَبْنِي بِعَرْشِهَا
قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے دربار والو! تم
میں سے کون ملکہ کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے اس
سے پہلے کہ وہ لوگ فرماں بردار ہو کر میرے پاس
آجائیں۔ [۳۵]

نبی ہے اور اگر وہ سچا نبی ہے تو اس کی اطاعت کریں گے۔

[۳۴] جب قاصد نے بلقیس کا تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیش کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے مال و متاع کا لالچ دینا
چاہتے ہو مگر تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے بہتر مال عطا فرمایا ہے۔ تم یہ اپنا مال واپس لے جاؤ، یہ تمہیں ہی
مبارک ہو، اور انہیں واپس جا کر بتادو کہ تم میری اطاعت اختیار کرو ورنہ میرے لشکر تم پر حملہ کریں گے اور تمہیں اس ملک
سے نکال دیں گے۔

[۳۵] جب قاصد تحفے کا سارا ساز و سامان لے کر واپس آگئے تو ملکہ بلقیس کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سچے نبی ہیں اور وہ
ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی فرماں برداری کا فیصلہ کر لیا اور اپنے سرداروں کو
لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے غلاموں کی شان دکھانے کے لئے ملکہ بلقیس
کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے اپنے پاس منگوانے کا پروگرام بنایا اور اپنے درباریوں سے فرمایا: تم میں کون ہے جو بلقیس

قَالَ عَفَرِيْتُ مِّنَ الْجِنَّ أَنَا ائْتِيكَ بِهِ
قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْكَ
لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝

۳۹۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا: میں اس تخت کو آپ کے
پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے
اٹھیں اور بے شک میں اس کو اٹھالانے کی طاقت بھی
رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ [۳۶]

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا
ائْتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ
فَلَمَّا رَأَاهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ
فَضْلِ رَبِّي ۖ لِيَبْلُوَنِي ۖ أَأَشْكُرُ أَمْ
أَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝

۴۰۔ ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا: میں اس
تخت کو آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس
لاسکتا ہوں، پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت
کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کا
فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا
ناشکری، اور جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ ہی کے لئے
شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک میرا رب
بے نیاز کریم ہے۔ [۳۷]

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَ تَهْتَدِي
أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۝

۴۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: بلقیس کے لئے اس کے
تخت کی شکل بدل دو، ہم دیکھتے ہیں کہ آیا وہ (اپنے
تخت کو پہنچانے کی) راہ پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی
ہے جو راہ نہیں پاتے۔ [۳۸]

کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے؟ حالانکہ بیت المقدس سے سب جہاں تخت پڑا تھا ڈیڑھ ہزار میل جانے کا
اور ڈیڑھ ہزار میل آنے کا سفر تھا۔

[۳۶] آپ کے درباریوں میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں آپ کی محفل برخاست ہونے سے پہلے بلقیس کا تخت یہاں
لاسکتا ہوں، میں اس پر قادر ہوں اور اس میں کوئی خیانت بھی نہیں کروں گا۔

[۳۷] اس قوی ہیکل جن کے بعد ایک عالم دین جس کا نام آصف بن برخیا تھا اٹھا اور عرض کرنے لگا کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت
بلقیس کو یہاں لاسکتا ہوں اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آنکھ جھپک کر دیکھا تو تخت آپ کے سامنے تھا۔ جب حضرت
سلیمان علیہ السلام نے اپنے امتی کی کرامت کو دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس پر شکر ادا
کرتا ہوں یا نہیں، اور جو بھی کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اس سے اس کے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے اور جو ناشکری
کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔

[۳۸] حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں کو حکم دیا کہ وہ تخت بلقیس کی شکل و صورت میں کچھ رد و بدل کر دیں تاکہ ہم اس کی

فَلَمَّا جَاءَتْ قَيْلٌ أَهَكَذَا عَصَرْتُكَ ۖ قَالَتْ
كَانَهُ هُوَ ۖ وَأُفَتِنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا
مُسْلِمِينَ ۝

۳۲۔ پھر جب بلقیس آگئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تیرا تخت
ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: یہ تو گویا وہی ہے، اور ہمیں
اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور ہم فرماں بردار بن
چکے ہیں۔ [۳۹]

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ
إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝

۳۳۔ اور بلقیس کو اس نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ تعالیٰ
کے سوا پرستش کرتی تھی، بے شک وہ کافر لوگوں میں
سے تھی۔ [۴۰]

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ
حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيهَا ۖ قَالَ
إِنَّهُ صَرْحٌ مُهِرٌّ دَقِّنِ قَوَارِيرَ ۖ قَالَتْ رَبِّ
إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

۳۴۔ بلقیس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جا، جب اس نے
اسے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے اور اپنی
دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا، حضرت سلیمان علیہ السلام
نے فرمایا: بے شک یہ تو محل (کامحن) ہے جس میں شیٹے
جڑے ہوئے ہیں، بلقیس نے کہا: اے میرے رب!
بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں حضرت
سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اس اللہ پر ایمان لے آئی ہوں جو
تمام جہانوں کا رب ہے۔ [۴۱]

آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

[۳۹] جب بلقیس پہنچ آئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: یہ تو گویا وہی ہے اور آپ کا یہ مجزہ
دیکھنے سے پہلے ہی آپ کے جو معاملات ہمارے ساتھ ہوئے تھے ان کی بنا پر ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ آپ سچے نبی ہیں اس
لئے ہم آپ کے فرماں بردار بن کر حاضر ہوئے ہیں۔

[۴۰] غیر اللہ کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک رکھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کافر لوگوں میں رہتی تھی اور اسے
توحید کا علم نہیں تھا۔

[۴۱] حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں شیٹے جڑے ہوئے تھے، جب بلقیس اس محل میں داخل ہوئی تو شیٹے کا فرش اسے پانی معلوم
ہوا اور اس نے اپنے کپڑوں کو پنڈلیوں سے اونچا کر لیا تاکہ پانی میں بھیگ نہ جائیں۔ اسے یہ اندازہ نہ ہوا کہ یہ پانی ہے یا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا
 أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَيْنِ
 يَخْتَصِمُونَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اور بے شک ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے (قومی)
 بھائی صالح عليه السلام کو بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو
 تو وہ دو گروہ بن کر آپس میں جھگڑنے لگے۔ [۲۲]

قَالَ لِقَوْمٍ لَّمْ تَسْتَعِجِلُونِ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
 الْحَسَنَةِ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
 تُرْحَمُونَ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو!
 تم لوگ اچھائی سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں
 جلدی کرتے ہو؟ تم اللہ تعالیٰ سے بخشش کیوں طلب
 نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟ [۲۳]

قَالُوا أَطِيعُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَعَكُمْ ۖ قَالَ
 ظَنُّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ
 تُفْتَنُونَ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ انہوں نے کہا: ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو بدشگون
 خیال کرتے ہیں، حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا:
 تمہارا بدشگون تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بلکہ تم لوگ
 آزمائش میں مبتلا کئے گئے ہو۔ [۲۴]

شیشہ۔ جب حضرت سلیمان عليه السلام نے اس کی غلطی پر اسے متنبہ فرمایا تو اسے اپنی غلطی کے ساتھ یہ بھی احساس ہوا کہ اس نے
 اپنی زندگی کفر و شرک میں گزار کر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی سابقہ گمراہی پر ندامت کا اظہار کیا اور مسلمان
 ہونے کا اعلان کر دیا۔

[۲۲] حضرت صالح عليه السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی کہ وہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں تو کچھ
 لوگوں نے حضرت صالح عليه السلام کی دعوت قبول کر لی مگر اکثر نے انکار کر دیا۔ اس طرح آپ کی قوم کے لوگ دو حصوں میں
 تقسیم ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے۔

[۲۳] حضرت صالح عليه السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: تم شرک سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا، انہوں نے
 تکبر میں آ کر کہا: جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو، اگر تم سچے ہو تو اسے لے آؤ، ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
 اس پر حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا: تمہیں تو یہ کر کے اچھائی کو طلب کرنا چاہیے مگر تم عجیب نادان لوگ ہو جو برائی اور عذاب
 کو جلد حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہو، جب وہ برا وقت آ گیا تو تم اس سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکو گے، لہذا اب بھی وقت
 ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، وہ بہت ہی مہربان ہے، تم پر رحم فرمائے گا۔

[۲۴] قوم ثمود نے حضرت صالح عليه السلام کو کہا: آپ ہمیں ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں جب کہ ہم آپ کو اور آپ پر ایمان لانے
 والے ساتھیوں کو منوس سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کی اس نئی دعوت کے بعد ہم پر بارش کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور لوگ بھوک سے

۴۸۔ اور (قوم شمود کے) شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

وَكَانَ فِي السِّدِّيَّةِ تِسْعَةٌ رَهْطٌ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٣٨﴾

۴۹۔ انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر آپس میں یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھروالوں پر شب خون ماریں گے، پھر ہم ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو ان کی ہلاکت کے وقت حاضر ہی نہیں تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ [۴۵]

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٣٩﴾

۵۰۔ اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر کی اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوا۔ [۴۶]

وَمَكْرُؤًا مَكْرًا وَمَكْرُؤًا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٠﴾

۵۱۔ سو دیکھ لو! ان کی سازش کا انجام کیسا ہوا، بے شک ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔ [۴۷]

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَا دَمَرْنَاهُمْ وَاقْتَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤١﴾

مرنے لگے ہیں۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: اہل ایمان منحوس نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نحوست مقدر کر دی ہے اور یہ نحوست تمہاری بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے اور اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے تمہیں قحط میں مبتلا کیا ہے۔

[۴۵] قوم شمود میں نو سردار تھے جو ہمیشہ تخریبی کاروائیوں میں سرگرم رہتے تھے کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بھی ذبح کر دیا۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری اس سرکشی کی وجہ سے تم پر تین دنوں کے بعد عذاب آنے والا ہے۔ چنانچہ ایک دن یہ نو سردار اکٹھے ہوئے اور قسمیں کھا کر آپس میں عہد کیا کہ عذاب جب آئے گا تو دیکھا جائے گا پہلے ہم سب مل کر رات کی تاریکی میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھروالوں کو قتل کر دیں اور پھر اگر ان کے کسی وارث نے ہم سے پوچھا تو ہم صاف انکار کر دیں گے کہ ہم تو اس وقت وہاں موجود ہی نہیں تھے اس لئے ہمیں کوئی علم نہیں کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے۔

[۴۶] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس رات یہ نواشخاص حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو قتل کرنے کے لئے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے فرشتوں کو بھیج دیا جنہوں نے پتھر مار کر ان تخریب کاروں کو ہلاک کر دیا۔ ان کو پتھر تو نظر آتے تھے مگر مارنے والے نظر نہیں آتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۷] اب دیکھ لو ان کی سازش کا انجام کیسا برا ہوا۔ نو سرداروں کو پتھروں سے ہلاک کر دیا گیا اور باقی نافرمانوں کو ایک سخت

قَتَلَكَ يَوْمَئِذٍ خَاوِيَةًٍ بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾

۵۲۔ پس یہ ان کے گھروں پر پڑے ہیں اس لئے کہ انہوں
نے ظلم کیا تھا، بے شک اس میں (عبرت کی) نشانی ہے
ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٨﴾

۵۳۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے
اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔

وَلَوْ كُنَّا إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَ
أَنْتُمْ تَبْصِرُونَ ﴿٥٩﴾

۵۴۔ اور حضرت لوط علیہ السلام (کو یاد کرو) جب انہوں نے
اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے
ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟ [۴۸]

أَيُنْكَمُ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ
النِّسَاءِ ۗ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٩﴾

۵۵۔ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے عورتوں
کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟ بلکہ تم جاہل
لوگ ہو۔ [۴۹]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا
أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ إِنَّهُمْ
أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿٦٠﴾

۵۶۔ اور ان کی قوم کے پاس (اس کا) کوئی جواب نہ تھا
سوائے اس کے کہ وہ (آپس میں) کہنے لگے: تم
آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے
پاکیزہ بنتے ہیں۔ [۵۰]

آواز کے ساتھ آنے والے زلزلہ سے تباہ کر دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالیٰ نے ان کے ویران گھروں کو آنے والی
نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا اور حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو محفوظ کر لیا۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہش کو پوری کرنے کے لئے عورتوں کو پیدا فرمایا مگر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ بڑے احمق
تھے کہ وہ اپنی خواہش کو مردوں کے ساتھ پورا کرتے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ
بے حیائی کی بات ہے اور تم سے پہلے کسی قوم نے اس بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا، لہذا یہ بے حیائی تو چھپ کر بھی نہیں کرنی
چاہیے مگر تمہاری سرکشی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تم دن کی روشنی میں لوگوں کے سامنے اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔

[۴۹] تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کی بات ہے مگر اس کے باوجود تم جاہلوں کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہو یا پھر تم
آخرت میں اس کی سزا سے بے خبر ہو دو۔ شاید تم یہ کام نہ کرتے۔

[۵۰] قوم لوط نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے ہمیں جاہل اور غلط کار سمجھتے ہیں

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا
مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٦﴾

۵۷۔ پس ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیا
سوائے ان کی بیوی کے، ہم اس کے متعلق فیصلہ کر چکے
ہیں کہ وہ پیچھے (عذاب میں) رہ جانے والوں میں
سے ہے۔ [۵۱]

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ
الْمُنذِرِينَ ﴿٥٧﴾

۵۸۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی، پس وہ
بہت ہی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسائی گئی جن
کو ڈرایا گیا تھا۔ [۵۲]

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ
أَصْطَلَىٰ ۖ اللَّهُ خَيْرًا مَّا يَشْرِكُونَ ﴿٥٨﴾

۵۹۔ آپ فرمادیجئے: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور
سلام ہو اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے چن لیا، کیا
اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں؟ [۵۳]

اور خود بڑے عالم اور پاک باز بنتے ہیں، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو اپنی بستی سے نکال دیں تاکہ ہمیں کوئی اس فعل بد
سے منع نہ کر سکے۔

[۵۱] بجائے اس کے کہ وہ لوگ اپنی غلط کاری سے توبہ کر کے پاک باز بن جاتے، انہوں نے لوط علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں
کو ملک بدر کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو وہاں سے بچالیا
سوائے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے کیونکہ وہ حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی تھی اور اس کے کفر کی وجہ سے اس پر بھی
عذاب کا فیصلہ مقدر ہو چکا تھا اس لئے اسے بھی دیگر کفار کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔

[۵۲] حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس بے حیائی کے برے انجام سے ڈرایا لیکن جب وہ باز نہ آئے تو ان پر پتھروں کی سخت
بارش برسائی گئی جس کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

[۵۳] اس آیت سے آگے توحید پر ایک مستقل خطبہ آ رہا ہے۔ یہ آیت اس کے مقدمہ کے طور پر ہے جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ
علامہ اور خطباء کا یہ طریقہ تو اتر سے چلا آ رہا ہے کہ وہ اپنے ہر وعظ اور خطبہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور
رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام بھیجتے ہیں بلکہ اپنی کتابوں کی ابتداء بھی حمد و صلاۃ سے کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ عظیم الشان کام جس کو حمد سے شروع نہ کیا
نہ جائے وہ ناقص رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۲؛ ابواب النکاح: باب ۱۹)

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ
لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَاقًا
ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُشْجِتُوا
شَجَرَهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ
يَعْمَلُونَ ۝

۶۰۔ بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا
اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے
اس پانی سے خوش نما باغات اگائے، تمہارے لئے یہ
ممکن نہ تھا کہ تم ان باغات کے درخت اگا سکتے، کیا اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ وہ ایسے لوگ
ہیں جو راہ راست سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ [۵۴]

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَافَهَا
أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا سَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ
الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ
أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۶۱۔ بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس
کے درمیان نہریں بنائیں؟ اور اس کے لئے بھاری
پہاڑ بنائے؟ اور دو سمندروں کے درمیان آڑ بنائی؟
کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ ان
میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۵۵]

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ کام جس کو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص رہتا ہے۔
(سنن ابو داؤد: ۴۸۴۰: کتاب الادب: باب ۲۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عظیم الشان کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ
پر صلاۃ سے نہ کی جائے وہ ناقص اور ہر قسم کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ (کنز العمال: ۲۵۱۰: جلد اول: ص ۵۵۸)

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہر خطبہ کو حمد و صلاۃ سے شروع کیا جائے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی حمد بیان
کی جائے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور منتخب بندوں پر سلام بھی پڑھا جائے، جیسے ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں:
التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين (زبان
سے، جسم سے اور مال سے ادا کی جانے والی تمام عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔)

[۵۴] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے عام فہم دلائل بیان فرمائے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا
فرمایا، سمندروں سے بخارات کی صورت میں پانی کو اوپر اٹھایا اور پھر بارش کی صورت میں زمین پر اتارا جس کے ذریعہ تم
نے خوب صورت باغات اگائے حالانکہ تم بذات خود تو ایک درخت بھی نہیں اگا سکتے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ زمین ہی نہ بناتا تو
تمہارا اپنا وجود ہی نہ ہوتا تو تم درخت کیسے اگاتے؟ لہذا خالق کائنات اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے
اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو شریک بناتے ہیں وہ راہ راست سے ہٹکے ہوئے ہیں۔

[۵۵] یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا، اس میں نہریں اور پہاڑ بنائے اور ایسے سمندر بھی بنائے جن کے ایک

۶۲۔ بھلا وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے
جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور فرماتا ہے؟
اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین بنانا ہے؟
کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم لوگ
بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ [۵۶]

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاكَ وَيَكْشِفُ
السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ
عَالَهُ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝

حصہ میں بیٹھا پانی ہے اور دوسرے حصہ میں کڑوا پانی ہے، گویا کہ وہ دو سمندر ہیں اور ان کے درمیان نظر نہ آنے والا ایک
ایسا پردہ ہے کہ وہ دونوں پانی ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ سورہ فرقان کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی ایسے ہی دو
سمندروں کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

اس دنیا کا تین چوتھائی حصہ سمندروں پر مشتمل ہے جن کا پانی نمکین اور کڑوا ہے اور اس دنیا کا ایک چوتھائی خشکی پر
مشتمل ہے جس میں بننے والے چشموں، نہروں اور دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہے اور جب یہ میٹھے پانی کے دریا
سمندر میں جا کر گرتے ہیں تو کئی میلوں تک ایک طرف دریا کا میٹھا پانی اور دوسری طرف سمندر کا کڑوا پانی ایک ساتھ چلتے
ہیں مگر ایسے لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے وہ پانی آپس میں نہیں ملتے
حالانکہ فطری طور پر دو پانی فوراً آپس میں رل مل جاتے ہیں۔ اسی طرح دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی
میلوں تک اس کا پانی سمندر کے پانی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اپنے رنگ اور ذائقہ میں منفرد رہتا ہے۔ نیز ہماری زمین کے
نیچے جو پانی ہے وہ بھی دو طرح کا ہے بعض دفعہ ایک جگہ نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی میٹھا نکلتا ہے اور چند میٹر کے فاصلے
پر دوسرا نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی نمکین اور کھاری نکلتا ہے۔

[۵۶] یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بے قرار شخص کی دعا سنتا ہے اور اس کی تکلیف دور فرماتا ہے اور اسی نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا
جانشین بنایا۔ اگر وہ تمہیں پیدا ہی نہ کرتا تو تم آج دنیا میں نہ ہوتے، لہذا عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے
ساتھ کوئی شریک نہیں ہے لیکن تم میں نصیحت قبول کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

بے قرار اور مصیبت زدہ شخص مسلمان ہو یا کافر اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ذر سے مروی
ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بیان فرمایا: میں مظلوم کی دعا کبھی رد نہیں کروں گا اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے
ہو۔ (تفسیر قرطبی) اگر کسی بے قرار اور مظلوم شخص کو یہ محسوس ہو کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوئی تو وہ مایوس نہ ہو، بعض اوقات
دعا تو قبول ہو جاتی ہے مگر کسی حکمت خداوندی کے باعث اس کا ظہور دیر سے ہوتا ہے یا پھر وہ شخص اپنے اخلاص میں غور
کرے کہیں اس میں کوتاہی تو نہیں تھی۔ اس سلسلہ میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶ کا حاشیہ نمبر ۱۳۲ ملاحظہ کریں۔

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَاحَتِهِ ۖ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ ۖ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

۶۳۔ بھلا وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے؟ [۵۷] اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ [۵۸] کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان سے برتر ہے جن کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

أَمَّنْ يَبْدُو الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَ مَنْ يُرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

۶۴۔ بھلا وہ کون ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ آپ فرمائیے: (اے مشرک!) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ [۵۹]

[۵۷] وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان کو جگمگاتے ستاروں سے مزین کیا۔ رات کی تاریکی میں جب تم راستہ بھول جاؤ تو یہ ستارے تمہارے لئے ہدایت اور راہ نمائی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور تم ان کی مدد سے اپنے راستے متعین کرتے ہو۔

یہ ۱۴۰۰ سال پہلے کی بات ہے جب کاریں، جہاز اور کمپاس نہیں تھے۔ لوگ زمین پر پیدل یا اونٹ پر سفر کرتے اور سمندر میں کشتیوں کے ذریعہ سفر کرتے اور تاریک راتوں میں ستاروں کی مدد سے اپنے راستوں کا تعین کرتے تھے۔

[۵۸] جب لوگ قحط سالی کا شکار ہو کر بے قرار ہوتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو پہلے ٹھنڈی ہوائیں بھیجتا ہے جن سے بارش کی آمد کی امید لگتی ہے اور لوگوں میں خوشی اور سکون کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

[۵۹] وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ساری مخلوق کو پہلی بار اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، پھر یہ سلسلہ اسی کے پیدا کردہ وسائل سے جاری ہے۔ نیز آسمان سے دھوپ اور پانی اتار کر اور زمین سے نباتات اگا کر اپنی مخلوق کے رزق کا انتظام کیا۔ پھر ایک دن ضرور آئے گا جب ساری مخلوق فنا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اس آیت کے آخر میں مشرکین کو سمجھایا جا رہا ہے کہ گزشتہ ساری صفات میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر تم کسی اور کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو تو پھر اس کی دلیل پیش کرو جو کہ کسی کے پاس نہیں ہے۔

۶۵۔ آپ فرمائیے: جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ (از خود) غیب نہیں جانتے سوائے اللہ تعالیٰ کے، [۶۰]

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

[۶۰] اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو فرشتے، جن اور انسان موجود ہیں وہ از خود غیب نہیں جان سکتے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، لیکن بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں اور بعض منتخب بندوں کو غیب پر مطلع فرمایا ہے، اس لئے علم غیب کی تشریح ضروری ہے تاکہ قرآن کی آیات میں تضاد کا شبہ باقی نہ رہے:

علم غیب

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: غیب سے مراد وہ مخفی امر ہے جو حواس اور عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ غیب جس کے علم کی کوئی دلیل نہ ہو اور دوسرا وہ غیب جس کے علم پر کوئی دلیل قائم ہو۔

(تفسیر بیضاوی: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳)

پہلی قسم کا غیب جس کے علم کی کوئی دلیل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ (قرآن: ۵۹: ۶) اور دوسری قسم کا غیب جس کے علم پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم ہو اس کو انسان ان دلائل کے ذریعہ جان سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے۔ (قرآن: ۲۶: ۲۷-۲۸) یہاں رسول کے غیب جاننے کی دلیل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع نہ فرماتا تو وہ غیب نہ جان سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا علم غیب

اللہ تعالیٰ کا علم اس کا ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ ایسا علم اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے کسی مخلوق میں اس کا ثابت کرنا شرک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا علم غیب

رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی اور حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا علم محدود ہے یعنی اتنا ہی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے رسول اللہ ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا کے سمندروں سے ہے مگر مخلوق کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا علم اتنا وسیع ہے کہ مخلوق اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اس قسم کا عطائی، حادث اور محدود علم انبیائے کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے، اس قسم کے علم غیب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

فرشتوں کا علم غیب

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کو بندے کے مرنے کے دن، تاریخ، جگہ اور وقت کا علم عطا فرمایا اور بعض فرشتوں کو ماں کے پیٹ میں بچے کے مستقبل کا علم عطا فرمایا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔

ذاتی اور عطائی کی تقسیم کا کیا ثبوت ہے؟

اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر قرآن و حدیث میں تعارض پیدا ہو جائے گا، مثلاً ایک طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف رحیم (قرآن: ۹: ۱۲۸) اور انسان کو سمیع بصیر (قرآن: ۷۶: ۲) بنایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رؤف رحیم (قرآن: ۲: ۱۲۳) اور سمیع بصیر (قرآن: ۱۷: ۱) فرمایا ہے۔ مذکورہ آیات کو سمجھنے کے لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی، قدیم اور غیر متناہی ہے اور انبیاء و اولیاء اور دیگر مخلوقات کی صفات عطائی، حادث اور متناہی ہیں اور یہی فرق علم غیب میں بھی ماننا پڑے گا، لہذا آیات نفی میں ذاتی، قدیم اور غیر متناہی علم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور آیات اثبات میں عطائی، حادث اور متناہی علم مراد ہے جو صرف مخلوق ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔

مخلوق کے علم غیب کی چند مثالیں

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: {میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو (یعنی جو تمہارے پیٹ میں ہے) اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو} (قرآن: ۳: ۴۹)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز

لگا ہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ ﷺ کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام ﷺ پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمادیا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔
(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۷۱: جلد ۱۱: ص ۴۲۰)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اُحد پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری، فضائل اصحاب: باب ۷) یعنی آپ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی طبعی موت کے ساتھ انتقال کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔

☆ جنگ بدر سے ایک روز پہلے حضور اکرم ﷺ نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔
(مسلم: ۷۲۲۲: کتاب الجنة: باب ۱۷)

☆ جنگ بدر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ستر قیدیوں کے بارے میں مجلس مشاورت قائم کی۔ کئی تجاویز پیش ہوئیں کہ ان ظالموں کو قتل کر دیا جائے وغیرہ۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے جو تجویز پسند فرمائی وہ یہ تھی کہ حسب استعداد فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے اور جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو وہ آزاد ہیں۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۳۷) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں جن کو کافر قیدیوں نے علم سکھایا۔

(طبقات ابن سعد: جلد ۲: ص ۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسیران بدر کا فدیہ چار سو درہم مقرر فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے اور آپ کی بیوی ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور آپ نے اس سے کہا تھا: اگر میں اس سفر جنگ میں مر گیا تو یہ مال میرے بیٹوں کو دے دینا۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! میں جان گیا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔
(سبل الہدی والرشاد: جلد ۴: ص ۱۰۵، مسند احمد: جلد اول: ص ۳۵۳)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے نفی میں جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا، جو کچھ آسمانوں

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾

اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔ [۶۱]

میں تھا اور زمین میں تھا۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: احادیث نمبر: ۳۲۳۳-۳۲۳۴-۳۲۳۵)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔ (بخاری: ۱۳۴۴: کتاب الجنائز: باب ۷۳) جو ہستی اس دنیا میں رہتے ہوئے حوض کوثر کو دیکھ لے اور جس کو اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دے اس کے علم غیب اور خزانوں کا صحیح اندازہ انسان نہیں کر سکتا، یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی ﷺ ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا علم غیب اور کتنے خزانے عطا فرمائے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو: بے شک اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(بخاری: ۳۱۱۶: کتاب فرض الخمس: باب ۷)

اس سلسلہ میں مزید سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۷۹ کا حاشیہ نمبر ۱۲۶-۱۲۵، سورہ انفام (۶) کی آیت نمبر ۵۹ کا حاشیہ نمبر ۵۵، آیت نمبر ۶۱ کا حاشیہ نمبر ۵۸ اور سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۸۸ کا حاشیہ نمبر ۱۰۶ بھی ملاحظہ کریں۔

[۶۱] لوگوں کو یہ علم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی جس کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟ علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے، لہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مر جائے گا تو ہو سکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ ۹ سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کر لوں گا یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہو جائیں، یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تاکہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض

بَلْ اِذْ رَاكَ عَلَيْهِمْ فِي الْاٰخِرَةِۙ بَلْ هُمْ فِي
شَكٍّ مِّنْهَاۙ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝۶۲

۶۲۔ بلکہ آخرت کے متعلق ان کا علم گم ہو گیا ہے بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔ [۶۲]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِذَا كُنَّا تُرَابًا وَّ
اٰبَاؤُنَاۤ اِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝۶۳

۶۳۔ اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مرکر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جائیں گے؟

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنۢ قَبْلُۙ
اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۶۴

۶۴۔ بے شک ہم سے بھی اور پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی اس (قیامت کے آنے) کا وعدہ کیا جاتا رہا ہے مگر یہ صرف پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں۔ [۶۴]

قُلْ سِيرُوْۤا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوْۤا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۶۵

۶۵۔ آپ فرمادیجئے: تم زمین میں سیر و سیاحت کرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ [۶۵]

کو خفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورة الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتادیں مگر اس کی تاریخ کو خفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔ (قرآن: ۱۵: ۲۰) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تاکہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تاکہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

[۶۲] منکرین آخرت میں سے بعض ایسے ہیں جن کا مادی علم آخرت کا ادراک نہیں کر سکا یعنی یہ بات ان کی عقل میں نہیں آسکی کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے اور پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ اور بعض آخرت کے متعلق شک میں مبتلا ہیں مگر انہوں نے عناد کی بنا پر دلائل سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں حالانکہ اگر وہ دلائل میں غور و فکر کرتے تو ہدایت حاصل کر سکتے تھے۔

[۶۳] پہلے ہمارے باپ دادوں کو اور آج ہمیں ڈرایا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جاؤ ورنہ جب قیامت آئے گی تو تمہیں قبروں سے زندہ کر کے سزا دی جائے گی۔ اس دھمکی کو سنتے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں کہیں قیامت کے آثار نظر نہیں آتے۔ دراصل یہ پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

[۶۴] انبیائے کرام علیہم السلام نے جن پہلی قوموں کو عذاب کی خبر دی تھی تم ان کی برباد ہستیوں کا مشاہدہ کر سکتے ہو، ان پر عذاب

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَكْسِرُونَ ﴿٦٥﴾

۶۵۔ اور آپ ان (کے احوال) پر غمزدہ نہ ہوں اور ان کے مکر و فریب سے تنگ دل نہ ہوں۔ [۶۵]

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦٦﴾

۶۶۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ قیامت کے آنے کا) یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفٌ لَّكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٦٧﴾

۶۷۔ آپ فرمادیجئے: جس (عذاب) کو تم جلدی طلب کر رہے ہو، ممکن ہے اس کا کچھ حصہ تمہارے قریب ہی آ پہنچا ہو۔ [۶۷]

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٨﴾

۶۸۔ اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے۔ [۶۸]

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ اور بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ [۶۹]

آیا اور انہیں عبرت کا عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام نے جس قیامت کی خبر دی ہے وہ بھی برحق ہے اور ایک دن ضرور آئے گی۔

[۶۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے آپ ان کے لئے غمگین نہ ہوں اور جو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں آپ ان سے تنگ دل نہ ہوں کیونکہ آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، اب وہ اپنے کفر اور مکر و فریب کے خود ذمہ دار ہیں۔

[۶۶] کفار نے جب مطالبہ کیا کہ قیامت کا عذاب کب آئے گا تو آپ نے فرمایا: جس عذاب کو تم جلد طلب کر رہے ہو اس کا ابتدائی حصہ تو شاید تمہارے قریب ہی آ پہنچا ہو کیونکہ موت بھی ایک چھوٹی قیامت ہے جس سے عذاب کی ابتداء ہو جاتی ہے اور موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔ (کنز العمال: ۴۲۷۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

[۶۷] اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے، جب بھی کوئی مسلمان یا غیر مسلم نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے لیکن پھر بھی اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

[۶۸] اللہ تعالیٰ ان کفار کی صرف ظاہری حرکات سے ہی باخبر نہیں بلکہ وہ سازشیں جو وہ اپنے دلوں میں سوچتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا
فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦٩﴾

۷۵۔ اور آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر
وہ روشن کتاب میں موجود ہے۔ [۶۹]

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَفُصِّلُ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ
أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٠﴾

۷۶۔ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے وہ اکثر
چیزیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے
تھے۔ [۷۰]

وَإِنَّهُ لَهْدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧١﴾

۷۷۔ اور بے شک یہ (قرآن) ایمان والوں کے لئے
ہدایت اور رحمت ہے۔ [۷۱]

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٢﴾

۷۸۔ بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ
فرمائے گا اور وہ بہت غالب بہت علم والا ہے۔ [۷۲]

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٣﴾

۷۹۔ پس آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک آپ صریح
حق پر ہیں۔ [۷۳]

ان سے بھی خوب آگاہ ہے اور جب ان کی گرفت کا وقت آپہنچے گا تو ان سے ہر حرکت کا حساب لیا جائے گا۔

[۶۹] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر مخفی چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے جو اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی کسی کے شور مچانے
سے اس میں تقدیم یا تاخیر نہیں ہوگی۔

[۷۰] بنی اسرائیل کے علماء آپس میں جن مسائل کے متعلق اختلاف کرتے تھے اور ان میں افراط و تفریط کی وجہ سے انتشار کا شکار
تھے، قرآن مجید نے ان کے اکثر مسائل کو اپنی اصلی صورت میں بیان کر دیا ہے، اب اگر وہ خلوص نیت سے قرآن کے بیان
میں غور کریں تو ان کے آپس کے اختلافات ختم ہو جائیں گے اور وہ اسلام قبول کر لیں گے۔

[۷۱] قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف اہل ایمان ہیں اس لئے عملایہ
انہی کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

[۷۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے درمیان فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور
کوئی اس کے فیصلے کو مسترد نہیں کر سکے گا۔

[۷۳] آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور منکرین کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپ حق پر ہیں اور آخر کار اہل حق ہی کامیاب

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ ۖ بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے [۷۴] اور نہ

ہوتے ہیں۔

[۷۴] علامہ خازن لکھتے ہیں: اس آیت میں مردوں سے مراد وہ کافر ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ (تفسیر خازن) یعنی انہوں نے مسلسل سرکشی اور ہٹ دھرمی کے باعث اپنے عقل و فہم کو اس حد تک ناکارہ بنا دیا ہے کہ انہیں کوئی بات سنانا بالکل نہ سنانے کے برابر ہے کیونکہ وہ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ مردے زندوں کا کلام نہیں سن سکتے حالانکہ یہاں وہ مردے مراد نہیں ہیں جن کے جسم سے روح پرواز کر جائے بلکہ وہ زندہ کافر مراد ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کے برعکس جو حقیقی مردے ہیں وہ سن سکتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ اس سلسلہ میں چند دلائل ملاحظہ کریں:

☆ قوم ثمود کو جب سخت آواز اور زلزلہ کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان مردوں سے خطاب کیا: ”اے میری قوم! بے شک میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“ (قرآن: ۷۹: ۷۹)

اس سے معلوم ہوا مردے سنتے ہیں ورنہ حضرت صالح علیہ السلام انہیں خطاب نہ فرماتے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے کے کنارے تشریف لے گئے جس میں کفار مکہ کے لاشے پڑے تھے اور ان کے نام لے کر ان سے خطاب فرمایا: اے ابو جہل، اے امیہ، اے عتبہ، اور اے شیبہ! میرے ساتھ میرے رب نے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچ پایا اور تمہارے ساتھ تمہارے رب نے عذاب کا جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچ نہیں پایا؟ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مردہ ہیں۔ (یعنی آپ ان کے جسموں سے کیسے خطاب کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟) اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! میرا کلام تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(مسلم: ۷۲۲۳: کتاب الجنة: باب ۱، بخاری: ۳۹۷۶: کتاب المغازی: باب ۸)

جب کافر قبر میں سنا ہے تو پھر مومن کیوں نہیں سن سکتا؟

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری: ۱۳۳۸: کتاب الجنائز: باب ۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا: اے ایمان والوں کے گمراہ السلام علیکم، ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ (مسلم: ۵۸۲: کتاب الطہارات: باب ۱۲)

الدُّعَاءُ إِذَا دُلُّوا مُذِيرِينَ ۝

بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر
بھاگے جا رہے ہوں۔ [۷۵]

وَمَا أَنْتَ بِهَدِي الْعُتْبَىٰ عَنْ صَلَاتِهِمْ
إِنْ تُسْمِعْ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ
مُسْلِمُونَ ۝

۸۱۔ اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت
دینے والے ہیں، آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں
جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، سو وہی مسلمان
ہیں۔ [۷۶]

اسی لئے جب ہم قبرستان کے پاس سے گزریں تو سنت یہ ہے کہ ہم انہیں السلام علیکم کہیں حالانکہ ان کے جسم تو مٹی میں مٹی
ہو چکے ہوتے ہیں مگر ان کی روحوں کا ان قبروں سے ایک طرح کا رابطہ ہوتا ہے جن کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہنچاتا ہو اور
اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس
کو وہ نہ پہنچاتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶: جلد ۷: ص ۱۷)

☆ بشر بن منصور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طاعون کے زمانہ میں ایک شخص جیان کے پاس آتا تھا اور جنازوں کی نماز پڑھتا تھا
اور شام کو قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتا تھا: اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت کو دور کرے اور آخرت کے سفر میں
تم پر رحم فرمائے اور تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے۔ اس شخص نے کہا: ایک
شام میں گھر چلا گیا اور قبرستان نہ جاسکا، اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے کہا:
آپ لوگ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم قبروں والے ہیں، تم ہر روز گھر جانے سے پہلے ہمیں ہدیہ پیش
کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہدیہ تھا؟ انہوں نے کہا: وہ دعائیں تھیں جو تم ہمارے لئے کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا:
میں پھر دعا کیا کروں گا اور اس کے بعد میں نے دعاؤں کو ترک نہیں کیا۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۸: جلد ۷: ص ۱۷)

☆ بشار بن غالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا کے لئے بہت دعا کرتا تھا، ایک دن میں نے ان کو
خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھ سے کہا: اے بشار! تمہارے ہدیے ہمارے پاس نور کے طباقوں میں ریشمی رومالوں میں
ڈھکے ہوئے آتے ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: جب مردوں کے لئے دعا کی جائے اور وہ دعا قبول ہو جائے
تو اس دعا کو طباق میں رکھ کر ریشمی رومال سے ڈھانپ کر وہ طباق اس مردے کو پیش کیا جاتا ہے جس مردے کے لئے دعا کی
جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارے لئے فلاں شخص کا ہدیہ ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۹: جلد ۷: ص ۱۷)

[۷۵] یہاں بھی بہروں سے مراد وہ کافر ہیں جن کے دل حق کی بات سننے سے بہرے ہیں نیز وہ دور بھاگے جا رہے ہیں۔ بہرہ آدمی
سانے کھڑا ہو تو اسے سنانا مشکل ہوتا ہے لیکن جب وہ بہرہ پیٹھ پھیر کر بھاگا جا رہا ہو پھر تو اسے سنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

[۷۶] یہاں بھی اندھوں سے مراد وہ کافر ہیں جن کے دل حق کو دیکھنے سے اندھے ہیں۔ آپ انہیں لاکھ حق دکھانا چاہیں وہ اپنے

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ
دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ
كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

۸۲۔ اور جب ان پر ہمارا قول پورا ہونے کا وقت آجائے گا
تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو
ان سے کلام کرے گا کیونکہ وہ لوگ ہماری نشانیوں
پر یقین نہیں کرتے تھے۔ [۷۷]

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ
يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

۸۳۔ اور جس دن ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں
گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے تو وہ الگ کر لئے
جائیں گے۔

تعصب اور عناد کی وجہ سے دیکھنے والے نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درحقیقت (ایسے لوگوں کی) آنکھیں اندھی
نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں لیکن جن کے دلوں میں بغض و عناد نہیں ہوتا وہ سنتے بھی
ہیں اور ایمان بھی لاتے ہیں۔

[۷۷] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: آخر زمانہ میں جب لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے
اور دین حق کو تبدیل کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

یعنی جب قیامت قریب آجائے گی تو زمین سے ایک عجیب و غریب جانور نمودار ہوگا جو ان فسادی اور نافرمان
لوگوں سے کلام کرے گا اور انہیں بتائے گا کہ تم قیامت کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو وہ
ظاہر ہو رہی ہیں۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف
لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس
وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا
یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، اور یاجوج اور
ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسا، مغرب میں زمین کا دھنسا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسا
اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم: ۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳)
یعنی ان نشانیوں کے ظہور کے بعد اچانک قیامت قائم ہو جائے گی۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک قیامت کی نشانیوں میں
سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت زیادہ ہوگی، زنا زیادہ ہوگا، شراب نوشی زیادہ ہوگی، مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ
ہوں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (بخاری: ۵۲۳۱: کتاب النکاح: باب ۱۱۱)

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ وَقَالَ أَكْذَبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ
تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا مَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ حتیٰ کہ جب وہ (مقام حساب پر) آجائیں گے تو اللہ
تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم میری آیتوں کو جھٹلاتے تھے
حالانکہ تمہیں ان کا پورا علم نہیں تھا؟ یا اس کے علاوہ
اور کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ [۷۸]

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا
يَنْطِقُونَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان پر (عذاب کا) وعدہ
پورا ہو کر رہے گا، پھر وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔ [۷۹]

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لَيْسَكُنَا فِيهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات اس لئے بنائی
تاکہ وہ اس میں آرام کر سکیں اور دن کو روشن بنایا،
بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو
ایمان لاتے ہیں۔ [۸۰]

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک اللہ
تعالیٰ بندوں (کے دلوں) سے علم نہیں نکالے گا لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں
رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، پھر ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ
ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری: ۱۰۰: کتاب العلم: باب ۳۴)

[۷۸] قیامت کے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں سے ان گردہوں کو الگ کر لیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں
کا انکار کرتے تھے اور جب وہ مقام حساب پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی
دلیل کے میری آیتوں کو جھٹلاتے تھے؟ اور اگر یہ نہیں تو پھر تم اور کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے تمہیں میری آیتوں میں غور
و فکر کرنے کا موقع ہی نہ ملا؟

[۷۹] قیامت کے دن جب ظالموں کے حق میں عذاب کا فیصلہ سنایا جائے گا تو ان کے مظالم اتنے واضح ہوں گے کہ وہ کوئی عذر پیش
نہیں کر سکیں گے اور حیرانی کے عالم میں ایسے خاموش کھڑے رہ جائیں گے جیسے ان کی زبانوں کو سی دیا گیا ہو۔

[۸۰] اللہ تعالیٰ نے رات اس لئے بنائی تاکہ اس کی تاریکی میں لوگ آرام کر سکیں اور دن اسے لئے بنایا تاکہ اس کی روشنی میں
لوگ روزگار کما سکیں۔ یہ حسین نظام ایک عظیم مدبر یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتا ہے جس نے نظام زندگی میں توازن
قائم رکھنے کے لئے دن اور رات کا سلسلہ شروع کیا۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ
اللّٰهُ ۚ وَكُلُّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝۸۷

۸۷۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو وہ سب گھبرا جائیں
گے جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سوائے
ان کے جن کو اللہ چاہے، اور سب اس کی بارگاہ میں
عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ [۸۱]

وَتَرٰى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَٰمِدَةً وَهِيَ ثَمَرٌ
مَّرَّ السَّحَابِ ۚ صُنِعَ اللّٰهُ الَّذِیْ اَتَقَنَ كُلَّ
شَیْءٍ ۚ اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝۸۸

۸۸۔ اور (اے انسان!) تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو گمان
کرے گا کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں
کی طرح اڑ رہے ہوں گے، [۸۲] یہ اللہ تعالیٰ کی
کارگیری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے،
بے شک وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ [۸۳]

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ
مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝۸۹

۸۹۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر اجر
ہوگا اور وہ لوگ اس دن گھبراہٹ سے محفوظ ہوں
گے۔ [۸۴]

[۸۱] حضرت اسراہیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو زمین و آسمان میں رہنے والے سب گھبرا جائیں گے سوائے ملائکہ،
انبیاء اور شہداء کرام کے۔ (صفوة التفاسیر) ان کو اللہ تعالیٰ گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا اور دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا
جس سے سارے لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو سب عاجزی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

[۸۲] قیامت کے دن پہاڑوں کی مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں یعنی بظاہر تو وہ اپنی جگہ پر جمے ہوئے نظر آئیں گے لیکن حقیقت میں
وہ چل رہے ہوں گے کیونکہ بڑی جسامت والی چیزیں جب چل رہی ہوں تو ان کی حرکت محسوس نہیں ہوتی جیسے زمین متحرک
ہے مگر ہم اس کی حرکت کو محسوس نہیں کرتے اسی طرح قیامت کے دن یہ پہاڑ بھی چل رہے ہوں گے، پھر اچانک انہیں اٹھا کر
ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور وہ غبار، بادل اور روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

[۸۳] یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم کارگیری ہے کہ اس نے ہر چیز کو اس کی ضرورت کے مطابق درست، مضبوط اور عمدہ پیدا کیا ہے۔ زمین و
آسمان اور سورج، چاند کے نظام کو ہی دیکھیں عرصہ دراز سے کیسا درست اور عمدہ چل رہا ہے، اس میں کہیں کوئی نقص پیدا
نہیں ہوا، لیکن اس کی قدرت ہر چیز پر غالب ہے اور قیامت کے دن یہ بلند و بالا اور بھاری بھر کم پہاڑ اس کے حکم سے
بادلوں اور روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد
لقل فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جس کام کو کرے بڑی عمدگی سے کرے۔“ (تفسیر قرطبی) یعنی
مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر کام کو پوری توجہ اور عمدگی سے کرے کیونکہ نماز جیسا اچھا کام بھی اگر نیم دلی سے کیا جائے تو وہ بھی
قبول نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ (قرآن: ۵: ۱۰)

[۸۴] قیامت کے دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال سے خوف زدہ ہوں گے لیکن جو لوگ مقبول نیکیاں لے کر آئیں گے انہیں ہر نیکی

۹۰۔ اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو ان کو منہ کے بل آگ میں پھینک دیا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا: تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ [۸۵]

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ
فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ①

۹۱۔ مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اس شہر کو عزت والا بنایا ہے اور ہر چیز اسی کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں رہوں۔ [۸۶]

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ
الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ
أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ②

۹۲۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پس جس نے ہدایت قبول کی تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے ہدایت قبول کرتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو آپ فرمادیں کہ میں تو صرف عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ [۸۷]

وَأَنْ أَتْلُوا الْقُرْآنَ ۚ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا
يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا
أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ③

کے بدلہ میں کم از کم دس گنا زیادہ اجر ملے گا۔ جب انہیں اپنی نیکیوں کا عظیم اجر ملے گا تو وہ قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ ہو جائیں گے۔

[۸۵] قیامت کے دن جو لوگ کفر و شرک لے کر آئیں گے ان کو جہنم میں پھینکا جائے گا اور انہیں بتایا جائے گا کہ تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہو رہا بلکہ جو تم دنیا میں کرتے تھے آج اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

[۸۶] نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور فرمایا: اگر تم اس کی عبادت نہ کرو تو پھر بھی مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جو نہ صرف مکہ شہر کا رب ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے۔ میں اسی حقیقی رب کا فرماں بردار ہوں اور اسی کا نازل کردہ قرآن تمہیں پڑھ کر سنا تا ہوں۔

اس آیت میں شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی لحاظ سے عزت عطا فرمائی ہے یعنی اس شہر میں خانہ کعبہ اور صفا و مروہ ہیں، نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بھی اسی شہر میں ہوئی اور اسی شہر میں ہر سال لاکھوں لوگ حج کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

[۸۷] اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو گمراہی کے انجام بد سے خبردار کروں، پس جس نے ہدایت قبول کر لی اس میں اسی کا فائدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور جو گمراہی پر قائم رہا اسے اپنی گمراہی کے انجام بد سے

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ
فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُونَ ﴿۸۸﴾

۹۳۔ اور آپ فرمادیجئے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں،
وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں
پہچان لو گے، اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر
نہیں جو تم کرتے ہو۔ [۸۸]

ہمکنار ہونا پڑے گا۔

[۸۸] جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں جب وہ قیامت کی نشانیاں دیکھ لیں گے اور حشر کا میدان قائم ہو جائے گا تو انہیں آخرت کا
یقین ہو جائے گا مگر اس وقت کا ایمان مقبول نہیں ہوگا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز بدھ ۱۹ اگست ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۷ شعبان ۱۴۳۰ھ

☆ اس سورت کی ابتدائی چودہ آیات کی تفسیر نیویارک امریکہ میں لکھی گئی جس کی تفصیل گزشتہ سورت کے آخر میں ملاحظہ
کریں۔

☆ اس سورت کی پانچ آیات (۱۵ تا ۱۹) کی تفسیر ایلا شام ہوٹل دمشق کے کمرہ نمبر ۵۴ میں لکھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی
کہ دمشق میں برٹش سفارت خانہ اور شام کے محکمہ اوقاف نے مل کر ”اسلام میں پیغام امن“ کے نام سے یکم اور دو جون
۲۰۰۹ء کو ایک کانفرنس کا انتظام کیا جس میں مختلف ممالک سے تین سو علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی۔ اس میں شرکت کے
لئے مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ اجلاسات کے علاوہ فارغ اوقات میں تفسیر لکھتا رہا۔ اس سفر میں میرا بڑا بیٹا بختیار حیدر پیرزادہ
میرے ساتھ تھا اور اس کا قیام کمرہ نمبر ۵۴۹ میں تھا۔

☆ اس سورت کی سات آیات (۲۵ تا ۳۱) کی تفسیر المملكة المغربية کے شہر مراکش کے ہوٹل منصور الذہبی کے کمرہ نمبر
۴۴۱۳ میں لکھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مراکو (morroco) کے محکمہ اوقاف نے ۱۰ تا ۱۲ جولائی ۲۰۰۹ء کو دوسری عالمی
تصوف کانفرنس منعقد کی جس میں برطانیہ سے مجھے بھی مدعو کیا گیا، جہاں میں نے اپنے فارغ اوقات میں ان آیات کی تفسیر
لکھی۔ اس سفر میں میرے ساتھ میرا چھوٹا بیٹا معروف پیرزادہ بھی تھا اور اس کا قیام کمرہ نمبر ۴۴۱۰ میں تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة القصص (۲۸)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ”القصص“ ہے جو کہ آیت نمبر ۲۵ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کا ابتدائی آدھا حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصص پر مشتمل ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر ان کے رسول بنائے جانے تک کے واقعات کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے کسی کو اتنی تفصیل کا علم نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

فرعون کی حکمرانی اور بنی اسرائیل کی غلامی میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ مادہ پرست قومیں کچھ عرصہ کے لئے اہل ایمان کو کمزور تو کر سکتی ہیں لیکن انہیں ہمیشہ کے لئے فنا نہیں کر سکتیں۔ اہل ایمان جب کوتاہی کرتے ہیں تو انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے لیکن جب وہ اپنی اصلاح کر لیں تو پھر ایمان کی برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اس واقعہ میں ایک طرف کفار مکہ کے لئے درس عبرت ہے کہ وہ فرعون اور اس کی حکومت سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ جب فرعون اور اس کے لشکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام توحید سے نہ روک سکے تو اہل مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام توحید سے کیسے روک سکتے ہیں، اور دوسری طرف اہل ایمان کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جب فرعون جیسا طاقتور حکمران اسلام کو ختم نہیں کر سکا تو کفار مکہ بھی اسلام کو ختم نہیں کر سکتے۔ بالآخر اہل ایمان ہی غالب آئیں گے۔

اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص (قارون) کا بھی قصہ بیان کیا گیا ہے جو انتہائی غریب تھا اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت بڑا امیر ہو گیا تو انتہائی کنجوس اور سرکش بن گیا جس کی سزا کے طور پر اس کو خزانوں سمیت زمین میں غرق کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس دنیاوی مال و متاع کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے ہیں وہ سخی بن جاتے ہیں، خود بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں، وہ لوگوں میں بھی عزت پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سرخرو ہوتے ہیں اور جو لوگ اس مال و دولت کو اپنے علم کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ علم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے تو وہ قارون کی طرح کنجوس بن جاتے ہیں، نہ خود اس مال کو استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی مخلوق خدا کو اس سے استفادہ کرنے دیتے ہیں، وہ اس دنیا میں لوگوں کی نفرت کا نشانہ بنتے ہیں اور آخرت میں پھنستے ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکریم ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز ہفتہ ۲۲ اگست ۲۰۰۹ء بمطابق یکم رمضان ۱۴۳۰ھ

اباھا ۸۸ ﴿۲۸﴾ سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۲۹ ﴿۲۹﴾ رُكُوعَاتُهَا ۹ ﴿۳۰﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طسم ①

۱۔ ط سین میم۔ [۱]

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ②

۲۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ [۲]

نَثَلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَبِيِّ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ
بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ③

۳۔ ہم آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک
ٹھیک سناتے ہیں [۳] ان لوگوں (کے فائدہ) کے
لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ [۴]

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا
شِيْعًا يَسْتَضَعِفُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يُذَبِّحُونَ
أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنََّّهُ كَانَ

۴۔ بے شک فرعون ملک (مصر) میں سرکش ہو گیا تھا اور اس
نے ملک (مصر) کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم
کر رکھا تھا، اس نے ان میں سے ایک گروہ (بنی
اسرائیل) کو کمزور کر دیا تھا، [۵] وہ ان کے لڑکوں کو

[۱] حروف مقطعات کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید ایک واضح اور روشن کتاب ہے، اس میں کسی شک یا ابہام کی گنجائش نہیں ہے، لہذا اس میں بیان ہونے والے
سارے احکام اور قصص بھی بالکل واضح اور روشن ہیں۔

[۳] عرب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بڑا مشہور تھا مگر وہ مختصر اور مبہم تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو پوری تفصیل
کے ساتھ بالکل اس طرح بیان فرمایا جس طرح پیش آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
بتایا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

[۴] اس واقعہ میں اگرچہ سب لوگوں کے لئے درس عبرت ہے مگر اس سے فائدہ وہی حاصل کرتے ہیں جو قرآن مجید اور اس کے
قصص کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچے تاریخی واقعات کا سننا اور سنانا اور ان میں غور و فکر کرنا
عبادت ہے۔

[۵] ملک مصر میں فرعون کی بادشاہی تھی اور وہ اتنا متکبر اور سرکش تھا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا اور لوگ اس کی
عبادت کرتے تھے۔ اس نے اپنے ملک کے عوام کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک گروہ یعنی قبیلوں کو اس نے سردار

مِنَ الْبُفْسِ ۝

ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا،
بے شک وہ فسادی لوگوں میں سے تھا۔ [۶]

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي
الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَهْلًا وَنَجْعَلَهُمُ
الْوَارِثِينَ ۝

۵۔ اور ہم نے چاہا کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جن کو
ملک (مصر) میں کمزور کر دیا گیا تھا اور یہ کہ ہم ان کو
پیشوا بنادیں اور ان کو (مصر کا) وارث بنادیں۔ [۷]

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ
وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا
يَحْذَرُونَ ۝

۶۔ اور یہ کہ ہم انہیں ملک (مصر) میں اقتدار بخشیں اور
فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (بنی
اسرائیل) کی طرف سے وہ انجام دکھادیں جس سے
وہ ڈرا کرتے تھے۔

بنارکھا تھا کیونکہ مصر کے اصلی باشندے قبلی تھے اور فرعون بھی انہی میں سے تھا۔ دوسرا گروہ بنی اسرائیل کا تھا جو حضرت
یوسف علیہ السلام کے دور حکومت میں مصر آکر آباد ہو گئے تھے، ان کو فرعون نے ذلیل کر رکھا تھا، یہ نچلے شہری شمار ہوتے تھے اور
قبلیوں کی خدمت کر کے گزراوقات کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مصر میں جب بنی اسرائیل کی تعداد زیادہ ہو گئی تو وہ مسکبر اور نافرمان بن گئے،
نہ خود نیکی کرتے، نہ نیکی کرنے کا حکم دیتے اور نہ برائی سے روکتے جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر قبلیوں کو مسلط
کر دیا تھا۔ (تفسیر خازن)

[۶] فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کے اقتدار کے زوال کا سبب بنے گا اس لئے
فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دینے کا حکم جاری کر دیا اور بنی اسرائیل کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ
دیا جاتا تا کہ وہ قبلیوں کی لونڈیاں بن کر رہیں۔ نیز عورتوں سے کسی مخالفت کا خطرہ بھی نہیں تھا کیونکہ کاهنوں نے صرف
لڑکے کا ذکر کیا تھا۔ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے اور ان کے لڑکوں کو قتل کر دینے کی وجہ سے واقعی وہ بڑا ظالم اور فسادی تھا۔

[۷] فرعون نے ایک ظلم تو یہ کیا کہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک میں نچلے درجے کا شہری اور غلام بنادیا اور دوسرا ظلم یہ کیا کہ بنی اسرائیل
کے پیدا ہونے والے ہزاروں لڑکوں کو صرف اس لئے قتل کر دیا کہ کہیں ان میں وہ بچہ نہ ہو جو اس کے اقتدار کے لئے خطرہ
بنے والا ہے مگر اسے یہ ظلم نہیں تھا کہ کفر و شرک کے ساتھ تو حکومتیں قائم رہ سکتیں ہیں لیکن ظلم و ستم کی وجہ سے حکومتیں ٹوٹ جاتی
ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے مظالم کی سزا دینے کے لئے بنی اسرائیل پر احسان فرمایا اور ان کو ملک مصر کا مذہبی
رہنما، وارث اور حکمران بنانے کا ارادہ فرمایا اور فرعون، اس کے وزیر ہامان اور اس کے لشکروں کو جس بچے سے خطرہ تھا
اللہ تعالیٰ نے اسی بچے کو فرعون کے محلات میں پروان چڑھانے کا انتظام فرمادیا۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ
فَإِذَا خَفَتْ عَلَيْهِ قَالِقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا
تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَأَيْنَاكَ وَهَاجِلًا
جَاعِلًا مِّنَ الْمُرْسَلِينَ ⑧

۷۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کیا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہو، پھر جب تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اندیشہ لاحق ہو تو ان کو دریا میں ڈال دینا اور کوئی خوف اور غم نہ کرنا، بے شک ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے اور ہم ان کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔ [۸]

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا

۸۔ پھر فرعون کے گھروالوں نے اس (بچے) کو اٹھالیا تاکہ

[۸] فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا، اس طرح ۷۰ ہزار کسب بچے قتل کر دیے گئے۔ (تفسیر قرطبی) انہی دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

علامہ بغوی نے وہب بن منبہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حمل ہو گیا تو نہ تو ان کا پیٹ پھولا، نہ ان کا رنگ بدلا اور نہ ان کا دودھ ظاہر ہوا، اس لئے کسی دائی کو ان کے حمل کا احساس نہ ہوا اور جس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو سوائے ان کی بہن مریم کے کسی کو علم نہ ہوا۔ تین ماہ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کا دودھ پیتے رہے، اس دوران نہ وہ روئے اور نہ انہوں نے حرکت کی جس کی وجہ سے کسی پڑوسی کو بھی ان کی پیدائش کا علم نہ ہوا۔

(تفسیر بغوی: معالم التنزیل)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ماں کا حمل ظاہر نہ ہونا اور پیدائش کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نہ رونا، یہ ایسے غیر فطری عوامل تھے جن کی وجہ سے ان کی والدہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا یہ بچہ غیر معمولی شان کا حامل ہوگا اور ان کو اس وقت مزید تسلی ہوگئی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام فرمایا یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اس بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور جب ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق اندیشہ لاحق ہو تو ان کو صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیں، ان کے متعلق کوئی فکر اور غم نہ کریں، ان کو اپنی ماں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، وہ سلامتی کے ساتھ پروان چڑھے گا اور جوان ہونے کے بعد ان کو رسول بنایا جائے گا۔

اس آیت میں وحی سے مراد وہ وحی نہیں جو نبیوں کی طرف کی جاتی ہے بلکہ یہ وہ الہام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کیونکہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ اس سلسلہ میں سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۴۲ کا حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔

وَحَزَنًا ۖ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا
كَانُوا خَاطِبِينَ ﴿٩﴾

وہ ان کے لئے دشمن اور باعث غم ہو جائے، بے شک
فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکر سب خطا کار
تھے۔ [۹]

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتْ عَيْنِي لِیْ وَ
لَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ
نَتَّخِذَ وَلَدًا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

۹۔ اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا: یہ بچہ تو میری
اور تیری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو،
شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں، اور
وہ (اس کے انجام سے) بے خبر تھے۔ [۱۰]

وَاصْبِرْ فُؤَادُ اِمْرٍ مُّوسٰی فِرْعَاۗنَ ۚ اِنْ كَادَتْ
لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَا اَنْ تَرٰبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهَآ
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُوْمِنِيْنَ ﴿۱۱﴾

۱۰۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا، اگر
ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو قریب تھا
کہ وہ اس راز کو ظاہر کر دیتیں تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کے
وعدہ پر) یقین کرنے والوں میں سے رہے۔ [۱۱]

[۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق دریائے نیل میں بہتا ہوا جب فرعون کے محل کے قریب پہنچا تو درباریوں نے اسے نکال کر فرعون
اور اس کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے اس بچے کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھ کر اپنے محل میں رکھنے کا فیصلہ کیا لیکن
اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ بچہ فرعون کے لئے دشمن اور باعث رنج و غم ثابت ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فرعون اور اس کے لشکر
سارے ظالم اور خطا کار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کے محل میں پروان چڑھنے والے بچے کو ہی ان کی ہلاکت کا
ذریعہ بنا دیا۔

[۱۰] اس بچے کو دیکھ کر فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا: ہمارے ہاں بیٹا نہیں ہے، یہ خوبصورت بچہ ہے، ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیتے
ہیں، یہ بڑا ہو کر ہماری آنکھوں کے لئے خوشی اور سکون کا ذریعہ ہوگا لیکن وہ اس کے انجام سے بے خبر تھے کہ یہ تو وہی بچہ
ہے جو بالآخر فرعون کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

[۱۱] علامہ فخر الدین رازی نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو جب یہ اطلاع ملی کہ اس کا بیٹا فرعون کے پاس پہنچ گیا ہے تو
شیطان نے اس کے دل میں یہ دوسرا ڈالا کہ تو نے اپنے بچے کو دریا میں اس لئے ڈالا تھا کہ اسے فرعون قتل نہ کر سکے لیکن اب
تیرے بچے کو دریا سے نکال کر فرعون کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے، لہذا وہ اسے قتل کر دے گا۔ (تفسیر کبیر) اس دوسرے کے
بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر قسم کے دیگر خیالات سے خالی ہو گیا اور صرف اپنے بیٹے کے غم اور فکر سے بھر گیا کہ
اب اس کے بیٹے کا کیا بنے گا؟ اور یہ بے قراری اتنی شدید ہو گئی کہ قریب تھا کہ وہ اس راز کو فاش کر دیتیں کہ یہ اس کا بیٹا ہے

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصَّرَتْ بِهِ عَنْ
جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

۱۱۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے جا، سو وہ دور دور سے اسے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا۔ [۱۲]

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ
هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ
وَهُمْ لَهُ نُصْحُونَ ۝

۱۲۔ اور ہم نے پہلے ہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دایوں کا دودھ حرام کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ اس بچہ کے لئے خیر خواہ بھی ہوں۔ [۱۳]

فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ
وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝

۱۳۔ پس ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ یہ بھی جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۱۴]

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو مضبوط کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین رکھے کہ وہ اس کا بچہ اسے واپس لوٹا دے گا۔ [۱۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنے بیٹے کو دریا میں ڈالنے کے بعد اپنی بیٹی سے کہا کہ وہ اس صندوق کا تعاقب کرے کہ یہ کہاں جاتا ہے؟ چنانچہ وہ دور دور سے اپنے بھائی کے صندوق کو اس انداز سے دیکھتی رہی کہ فرعونوں کو یہ احساس نہ ہوا کہ اس لڑکی کا صندوق اور بچہ کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔

[۱۳] جب یہ صندوق فرعون کے محلات میں پہنچ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا گیا تو فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے کئی عورتوں کو بلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی دیگر عورتوں کے ساتھ محل میں داخل ہو گئی اور دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری عورتوں کا دودھ پینا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حرام کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعون کی بیوی سے کہا: میں تمہیں ایک عورت بتاتی ہوں۔ اس کا دودھ یہ بچہ پی لے گا اور وہ عورت تمہارے لئے بڑی محبت اور خیر خواہی کے ساتھ اس بچہ کی پرورش کرے گی۔

[۱۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنی ماں کو بلالائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کی بیوی بڑی خوش ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے کہا: تم یہاں محلات میں رہ کر اس بچہ کی پرورش کرو، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: میں اپنے خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی، چنانچہ یہ طے پایا کہ وہ بچہ کو اپنے ساتھ

وَلَبَّابَكُمْ أَسْدًا وَاسْتَوَىٰ أَوْتَانُهُ حُكْمًا
عِلْمًا ۖ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا، اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ [۱۵]

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام (ایک روز ایسے وقت مصر) شہر میں داخل ہوئے جب کہ شہر کے باشندے غفلت میں تھے تو انہوں نے اس میں دو مردوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا، یہ ایک توان کی اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمنوں (قوم فرعون) میں سے تھا، پس جو شخص ان کی اپنی قوم سے تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی اس شخص کے خلاف جو ان کے دشمنوں میں سے تھا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبلی کو مکارا تو اس کا کام تمام کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ شیطان کا کام ہے، بے شک وہ بہکانے والا صریح دشمن ہے۔ [۱۶]

اپنے گھر لے جائے، وہیں اس کی پرورش کرے اور اس کی اجرت شاہی خزانہ سے دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے یہ اجرت اس لئے قبول کر لی تاکہ اس کا راز فاش نہ ہو کیونکہ اگر فرعون کو یہ پتہ چل جاتا کہ یہ اس کی حقیقی ماں ہے اور اس نے قتل سے بچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالا تھا تو ممکن ہے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کرتا۔ بہر حال اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس اپنی ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور اسے یہ بھی یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں رکھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ چھوڑنے تک اپنی والدہ کے پاس اپنے گھر میں رہے، اس کے بعد فرعون کے محل میں منتقل ہو گئے۔

[۱۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بھرپور جوانی کو پہنچ گئے اور ان کی نشوونما مکمل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانائی اور ان کے آباء کے دین کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر قرطبی) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ دونوں نیکو کار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا یعنی ان کو فرعون کے مظالم سے بچایا اور نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے۔

[۱۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم و حکمت کے ذریعہ اپنے دین تو حید کا عرفان ہو گیا تو آپ نے فرعون اور اس کی قوم کے کفر و شرک کی مذمت شروع کر دی۔ اس پر فرعون کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہو گئی اور فرعون نے بھی

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي
فَعَفَا لَهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ ⑮

۱۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سو تو مجھے معاف فرما دے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا، بے شک وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ [۱۷]

قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ
ظَاهِرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ⑯

۱۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ [۱۸]

ان سے تعلق توڑ کر انہیں شہر سے نکال دیا۔ وہ چند سال شہر سے غائب رہے اور جب کسی کام کے لئے ان کو شہر میں آنا پڑتا تو ایسے اوقات میں آتے کہ کسی کو ان کے آنے کی خبر نہ ہو۔ (تفسیر قرطبی)

چنانچہ آپ ایک روز ایسے ہی وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ سو رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں دست و گریباں ہیں، ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے اسرائیلی تھا اور دوسرا فرعون کی قوم سے قبطی تھا۔ اسرائیلی نے قبطی کے خلاف مدد مانگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو دست درازی سے منع فرمایا تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنے لگا تو حضرت موسیٰ نے اس سے جان چھڑانے کے لئے اسے ایک مکار سید کر دیا جس سے اس قبطی کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس قبطی کو قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ کسی کو قتل کرنا شیطان کا کام ہے اور وہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس فریادی کی مدد اس لئے نہیں کی کہ وہ اسرائیلی تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مظلوم کی مدد کرنا ہر دین میں فرض ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۷] بلا ارادہ قتل اگرچہ گناہ نہیں تھا لیکن نبی کا تقویٰ اتنا عظیم ہوتا ہے کہ وہ خلاف اولیٰ اور معمولی خطا کو بھی اپنے حق میں ظلم تصور کرتا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظالم کے لفظ سے یاد فرمایا، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس اتقا قتل کو اپنے حق میں ظلم تصور کیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔

[۱۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے مجھ پر بے شمار احسانات فرمائے یعنی پیدائش کے وقت مجھے قتل ہونے سے بچایا، مجھے علم و حکمت اور اپنا عرفان عطا فرمایا، مجھے فرعونوں کے کفر و شرک سے بچایا اور ہدایت پر ثابت قدم رکھا، اب مزید کرم فرما اور توفیق دے کہ میں آئندہ بھی تیرے منکروں اور مجرموں کا مددگار نہ بنوں۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ مجرموں اور ظالموں کا مددگار بھی ظالم ہوتا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے: جو شخص کسی مظلوم کی مدد کے لئے اس کے ساتھ

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا
الَّذِي اسْتَصْرَاهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِحُهُ
قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَعَوِيُّ مُبِينٌ ①

۱۸۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس
انتظار میں صبح کی (کہ اب اس قتل کا کیا ہوگا؟) پس اچانک
وہی شخص جس نے گزشتہ روز ان سے مدد طلب کی تھی (آج
پھر) ان کو مدد کے لئے پکار رہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
اس سے کہا: بے شک تو صریح گمراہ ہے۔ [۱۹]

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ
عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ يَمْوَسَّىٰ أَلْتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي
كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ② إِنْ تُرِيدُ إِلَّا
أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ
أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ③

۱۹۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس (قبلی)
کو پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن ہے تو اس (اسرائیلی)
نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے بھی
قتل کر ڈالو جس طرح کل تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا
تھا، تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ اس ملک میں بڑے
جابر بن جاؤ اور تم نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے
والوں میں سے بنو۔ [۲۰]

چلے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا اور جو شخص کسی ظالم کی مدد کے لئے اس
کے ساتھ چلے گا تو قیامت کے دن اس کے قدم پل صراط سے پھسل جائیں گے۔
☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔
عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں مظلوم کی مدد کروں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) لیکن میں ظالم کی مدد کیسے کروں؟ نبی
کریم ﷺ نے فرمایا: ظالم کو ظلم سے روکو، یہ اس کی مدد ہے۔ (ترمذی: ۲۲۵۵: ابواب الفتن: باب ۶۸)

[۱۹] قبلی کے مرجانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ریت میں دفن کر دیا اور اس ساری کارروائی کا اس اسرائیلی کے علاوہ
کسی کو علم نہیں تھا کیونکہ سب لوگ اس وقت سو رہے تھے اور بازار خالی تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ
اسرائیلی اس راز کو فاش نہ کر دے اس لئے وہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے جب دوسرے دن باہر نکلے تو دیکھا کہ وہی
اسرائیلی آج پھر کسی اور کے ساتھ دست و گریباں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
اس پر بڑا غصہ آیا اور اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا: آج پھر تم لڑائی میں ملوث ہو، اس سے معلوم ہوا تم بڑے جھگڑالو اور
گمراہ ہو۔

[۲۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے تاکہ قبلی کو پکڑیں اور لڑائی ختم کر دیں مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی پر غصہ کا اظہار
کیا تھا اس لئے اسرائیلی کو غلط فہمی ہو گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کے لئے آگے آرہے ہیں، چنانچہ وہ پکارا اٹھا: کیا تم

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ
يَسْتَعِيْ قَالَ يَبْنَؤُنِي إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَتَرَوْنَ
بِكَ لَيَقْتُلُوكَ فَخُذْ بِإِنِّي لَكَ مِنَ
النَّاصِحِينَ ②۰

۲۰۔ اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس
نے کہا: اے موسیٰ! بے شک (قوم فرعون کے) سردار
آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ وہ آپ کو قتل
کر ڈالیں، لہذا آپ یہاں سے نکل جائیں، بے شک
میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ [۲۱]

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ
نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ②۱

۲۱۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام (اپنی گرفتاری کی) توقع کرتے
ہوئے خوفزدہ ہو کر اس شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور
دعا کی: اے میرے رب! مجھے اس ظالم قوم سے نجات
عطا فرما۔ [۲۲]

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَى
رَبِّيَ أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ②۲

۲۲۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کی طرف رخ کیا تو
کہنے لگے: امید ہے میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھا دے
گا۔ [۲۳]

آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا۔ تم تو اس ملک میں جابر بننا چاہتے ہو اور صلح
کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ اس طرح اسرائیلی کی حماقت سے گزشتہ دن کے قتل کا راز فاش ہو گیا اور قبیلے نے جا کر
فرعون کو بتا دیا کہ کل کے قتل کے ذمہ دار حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

[۲۱] جب فرعون کو قاتل کا علم ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو شہر کے آخری کنارے اپنے دار الحکومت میں بلایا جس میں
فیصلہ کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک خیر خواہ کو اس سازش کا علم ہوا تو وہ دوڑتا ہوا
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور حکومت کے ارادہ سے مطلع کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ فوراً اس شہر سے نکل جائیں
ورنہ انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ جب کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کریں گے اور آپ کو
مکہ سے نکلنا پڑے گا تو آپ کو علم ہو گا کہ یہ صرف میرے ہی ساتھ نہیں ہوا بلکہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے خلاف بھی ان کی
قوموں نے اس قسم کی سازشیں کی تھیں۔

[۲۲] چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور گرفتاری کا اندیشہ بھی دامن گیر تھا اس لئے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ
انہیں ظالم قوم کی گرفتاری سے بچالے۔

[۲۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب مصر میں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو انہوں نے مدین

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً
مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ
امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا
قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَ
أَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ۝

۲۳۔ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ
وہاں لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو (اپنے مویشیوں کو) پانی
پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنی
بکریوں کو پانی پر جانے سے) روکے ہوئے ہیں،
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: تم دونوں اس حال میں
کیوں کھڑی ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا: ہم (اپنی
بکریوں کو) پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ سارے
چرواہے (اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر) واپس نہ چلے
جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔ [۲۳]

فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ
إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝

۲۴۔ پس ان دونوں (کی بکریوں) کو پانی پلا دیا، پھر سایہ
کی طرف آگئے اور عرض کیا: اے میرے رب! بے شک
میں اس بھلائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف
اتاری ہے۔ [۲۴]

کارخ کیا کیونکہ مدین فرعون کی حکومت سے باہر تھا۔ مصر سے مدین کا سفر آٹھ دن کا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہ
سواری تھی اور نہ زادراہ اس لئے راستہ میں درختوں کے پتوں سے اپنی بھوک کا مداوا کرتے رہے۔ نیز آپ کو مدین کا
راستہ بھی معلوم نہیں تھا صرف سمت کا علم تھا اس لئے اندازاً اس سمت رخ کر کے روانہ ہو گئے اور اضطراب کی اس حالت میں
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ وہی ان کو سیدھا راستہ دکھا دے گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنویں پر بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں اور
دو عورتیں علیحدہ ایک کونے میں خاموش کھڑی ہیں جو اپنی بکریوں کو کنویں پر جانے سے روکے ہوئے ہیں۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تم اس طرح الگ کیوں کھڑی ہو اور اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پینے دیتیں؟ انہوں نے
جواب دیا: ہم کمزور عورتیں ہیں مردوں کے اس رش میں آگے بڑھ کر اپنی بکریوں کے لئے پانی نکالنا ہمارے بس میں نہیں
ہے، پھر ہم کو مردوں سے اختلاط کرنے میں شرم بھی آتی ہے، اس لئے ہم انتظار کر رہی ہیں جب یہ سارے چرواہے اپنے
مویشیوں کو پانی پلا کر چلیں جائیں گے تو ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں گی۔ ہمارے باپ بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں، اگر
طاقتور ہوتے تو وہ خود آ کر بکریوں کو پانی پلا دیتے۔

[۲۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان عورتوں پر رحم آیا اور خود پانی نکال کر ان کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ چونکہ آپ طویل سفر کر کے

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَتَشَّى عَلَى اسْتِحْيَاءٍ
قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا
سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ
الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ لَئِنْ نَجَّوْتِ مِنَ
الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ⑩

۲۵۔ پھر ان دونوں میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا: میرے والد
آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو اس کا معاوضہ دیں جو
آپ نے ہمارے لئے (ہماری بکریوں کو) پانی پلایا
ہے، پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے
اور ان کے سامنے اپنا قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: اب
خوف نہ کرو تم نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔ [۲۶]

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ
خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ⑪

۲۶۔ ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا: اے میرے
باپ! ان کو اجرت پر رکھ لیں، بے شک جس کو آپ
اجرت پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو
مضبوط (اور) امانت دار ہو۔ [۲۷]

مدین پہنچے تھے اور وہاں ان کا کوئی جاننے والا بھی نہیں تھا اس لئے آپ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور عرض کی: اے
میرے رب! جو مہربانی تو مجھ پر فرمانے والا ہے اس پر دیں میں مجھے اس کی سخت ضرورت ہے، لہذا جلد کرم نوازی فرما۔
[۲۶] ان دو عورتوں کا بوڑھا باپ کون تھا؟ اگرچہ ان کے بارے میں اختلاف ہے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک وہ حضرت
شعیب علیہ السلام ہیں جو اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

ان دو عورتوں نے گھر جا کر اپنے بوڑھے باپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا کہ اس نے بکریوں کو پانی پلانے
میں ان کی مدد کی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے احسان کا بدلہ دینے اور ان کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لئے
انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک عورت شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پاس آئی اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے باپ کے پاس پہنچے اور اپنا سارا قصہ سنایا
تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: تم ظالموں کی گرفت سے نکل آئے ہو، لہذا اب تمہیں کسی لکر کی
ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں فرعون کی حکومت نہیں ہے۔

[۲۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے گھر چند دن مہمان رہے، اس دوران ایک روز ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے عرض کیا:
ابا جان! آپ تو بوڑھا پے کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکتے، ہمارا کوئی بھائی بھی نہیں ہے کہ وہ باہر کے کام کر سکے اور ہمیں مجبوراً
باہر لکھنا پڑتا ہے، لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ان کو ملازم رکھ لیں اور یہ اس کام کے لئے بہترین آدمی ہیں۔ یہ طاقتور بھی
ہیں کیونکہ انہوں نے لوگوں کے جھوم کو ہٹا کر ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اور یہ دیانت دار بھی ہیں کیونکہ انہوں نے

قَالَ اِلَيَّ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى
ابْنَتَيَّ هَتَيْنِ عَلَى اَنْ تَاْجُرَنِي ثَمْنِي
حَبِيْبٌ ۚ فَاِنْ اَتَيْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ
وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي
اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

۲۷۔ انہوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں
سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ
آپ آٹھ سال تک میرے پاس اجرت پر کام کریں،
اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی
طرف سے (احسان) ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی
کروں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے نیک لوگوں
میں سے پائیں گے۔ [۲۸]

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِي وَ بَيْنَكَ ۙ اَيُّهَا
الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ
وَاللّٰهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝

۲۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ بات میرے اور آپ
کے درمیان طے پاگئی، ان دونوں میں سے جو مدت
بھی میں نے پوری کر دی تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں
ہوگی، اور جو بات ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ
نگہبان ہے۔ [۲۹]

ہماری کمزوری کو دیکھ کر بغیر کسی لالچ کے ہماری مدد کی اور کبھی ہماری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی
بیٹی کا مشورہ پسند آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کا کام کرنے کی حامی بھر لی۔

[۲۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخلاق و کردار اور کام کو دیکھ کر حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: اگر تم آٹھ سال ہمارے ہاں ٹھہرنا
پسند کرو تو میں اپنی ایک بیٹی کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں اور اگر آپ دس سال ٹھہرے رہیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا
لیکن اگر آپ آٹھ سال کے بعد جانا چاہیں تو آپ کو روکا نہیں جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے نیک اور وعدہ کا
پابند پائیں گے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رضا مندی ظاہر کر دی اور حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
مشورہ کے بعد اپنی چھوٹی بیٹی (جس کا نام صفورہ یا صفور یا تھا) کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

☆ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اگر تم سے دریافت کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ تو تم کہنا: جو ان دونوں میں سے بہتر اور زیادہ مکمل تھی اور اگر تم سے
دریافت کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو عورتوں میں سے کس کے ساتھ نکاح کیا تھا؟ تو تم کہہ دینا: چھوٹی سے کیا تھا اور
اسی نے کہا تھا: ابا جان! ان کو اجرت پر رکھ لیں۔ (معجم صغیر: طبرانی: جلد ۲: ص ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت
پوری کی تھی تو آپ نے فرمایا: جو ان دونوں میں سے دور والی تھی۔ (مسند روک: امام حاکم: ۳۵۳۱: جلد ۲: ص ۳۰۷)
(تفسیر کبیر)

[۲۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اب ہمارے درمیان بات طے ہوگئی اور اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ ان دونوں مدتوں میں سے جو

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ
انْسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ
لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا تَلْعَلْ
اتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ
لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٣٠﴾

۲۹۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ مدت پوری کر لی
اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے تو انہوں نے (کوہ) طور کی
جانب سے ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا:
تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، عنقریب
میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لاتا ہوں یا آگ کی
کوئی چنگاری لاتا ہوں تاکہ تم گرم ہو سکو۔ [۳۰]

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ
فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ
يُؤْتِيَ إِيَّيَ أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣١﴾

۳۰۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو وادی کے
دائیں کنارے سے بابرکت مقام میں ایک درخت
سے آواز دی گئی: اے موسیٰ علیہ السلام! بے شک میں ہی
اللہ ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ [۳۱]

وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تُهْتَزُّ كَانَهَا
جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَمُوسَى
أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۚ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿٣٢﴾

۳۱۔ اور اپنا عصا ڈال دو، پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی
طرح لہرا رہا ہے تو آپ پیٹھ پھیر کر واپس بھاگے اور پیچھے
مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو آواز آئی: اے موسیٰ علیہ السلام! سامنے آؤ
اور ڈرو نہیں، بے شک تم محفوظ لوگوں میں سے ہو۔ [۳۲]

مدت بھی میں اپنی خوشی سے پوری کر لوں اور اس کے بعد جانا چاہوں تو آپ اس مدت میں اضافہ کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

[۳۰] حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال تک بکریاں چرانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مدین سے مصر روانہ
ہوئے، جب کوہ طور کے قریب پہنچے تو ایک ٹھنڈی اور اندھیری رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک آگ دیکھی
اور اپنی بیوی سے کہا: تم یہاں ٹھہرو، میں وہاں جاتا ہوں، آگ جل رہی ہے، ضرور کوئی آبادی ہوگی، کسی سے مصر کا صحیح
راستہ دریافت کروں گا تاکہ ہم اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھریں یا آگ کا شعلہ ہی لے آؤں گا تاکہ آگ جلا کر
سردی سے بچ سکیں۔

[۳۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں پہنچے تو عجیب منظر دیکھا، وادی کے دائیں کنارے پر ایک درخت سے جو آگ بلند ہو رہی تھی وہ
تو بڑا دلکش نور کا سماں تھا اور اس سے اچانک آواز آئی: اے موسیٰ علیہ السلام! اس وقت جو تم سے مخاطب ہے وہ میں اللہ ہوں اور
یہ آگ نماروشنی جو تمہیں نظر آرہی ہے یہ میری تجلی ہے۔

[۳۲] اس رات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرما کر ان کو منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین

أَسْلَكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ
غَيْرِ سَوَاءٍ ۖ وَأَضْمَمَ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ
الرَّهْبِ ۚ فَذَلِكَ بُرْهَانِنِ مِنْ رَبِّكَ إِلَى
فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا
فَاسِقِينَ ۝

۳۲۔ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے
چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف (دور کرنے کے لئے) اپنا
ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لو، پس آپ کے رب کی طرف
سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی
طرف (لے جانے کے لئے) ہیں، بے شک وہ
نافرمان لوگ ہیں۔ [۳۳]

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ
أَنْ يُقَتِّلُونِ ۝

۳۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب!
میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا، سو مجھے
خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

وَ أَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا
فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ بَرَاءً يُصَدِّقُنِي ۚ إِنِّي
أَخَافُ أَنْ يُكَلِّبُنِي ۝

۳۴۔ اور میرا بھائی ہارون وہ گفتگو کرنے میں مجھ سے زیادہ
فصیح ہے، سو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج
دے کہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ مجھے اندیشہ
ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ [۳۴]

تھا کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مزید راسخ کرنے کے لئے چند معجزات عطا فرمائے اور عصا بھینکنے کا حکم
دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو اچانک خوفناک سانپ بنتے دیکھا تو ڈر گئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔
اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! ڈرو نہیں بے شک تم ہماری حفاظت میں ہو۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ نے عصا کے بعد دوسرا معجزہ دید بیضا کا عطا فرمایا یعنی جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالیں تو وہ چمکتا ہوا نکلے
گا اور اگر کبھی خوف محسوس ہو تو اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لو تو خوف کی کیفیت ختم ہو جائے گی، پس ان دونوں معجزات کو لے کر
فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ، انہیں یہ معجزات دکھاؤ اور دین کی دعوت دو کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔
[۳۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! فرعون کی قوم کا ایک شخص مجھ سے قتل ہو گیا تھا اس لئے ایک تو مجھے اندیشہ
ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اس طرح مجھے تو شہادت کی سعادت مل جائے گی مگر تبلیغ کا کام رک جائے گا، اور اگر انہوں
نے قتل کرنے کی کوشش نہ کی تو دوسرا خطرہ یہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میری زبان میں لکنت ہے، اس لئے میرے بھائی
ہارون کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے کیونکہ ایک تو وہ گفتگو کرنے میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے اور دوسرا اس کی تصدیق
اور سنگت سے میرا حوصلہ بلند رہے گا۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ
لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِأَيِّتِنَا
أَتْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُونَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب ہم تمہارے بھائی کے
ساتھ تمہارا بازو مضبوط کر دیں گے اور ہم تم دونوں کو ایسا
غلبہ عطا کریں گے کہ وہ (تمہارے دشمن) تم تک نہیں
پہنچ سکیں گے، ہماری نشانیوں کے باعث تم دونوں اور
تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے۔ [۳۵]

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسٰی بِآيَتِنَا بَيَّنَّتْ قُلُوْبُهُمْ
هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرٰی وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا
فِيْ اٰبَائِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے پاس ہماری
روشن نشانیاں لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگے: یہ تو صرف ایک
گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے آباء و اجداد کے
زمانہ میں اس قسم کی باتیں کبھی نہیں سنیں۔ [۳۶]

وَقَالَ مُوسٰی رَبِّیْ اَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ
بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِیْ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ
الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرا رب خوب جانتا
ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور
اس کو بھی جس کا دار آخرت میں اچھا انجام ہوگا،
بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ [۳۷]

[۳۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب ہم تمہارے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر تمہارا
ساتھی اور مددگار بنادیں گے اور تم دونوں کو ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ فرعون کے حواری تمہارے قریب نہیں آسکیں گے اور
ہم نے تمہیں ایسے معجزے عطا فرمائے ہیں جن کی برکت سے بالآخر تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ وہب زحیلی نے بعض اسلاف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر اس سے بڑا
احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پر کیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے اللہ
تعالیٰ نے ان کے بھائی کو نبی بنادیا اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا۔ (تفسیر منیر)

[۳۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم فرعون کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے معجزات کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف
ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو وہ کہنے لگے: یہ معجزات تو کوئی گھڑا ہوا جادو ہیں اور جس دین کی یہ
دعوت دیتے ہیں یہ ایسی عجیب و غریب باتیں ہیں جو نہ تو ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور نہ ہی ہمارے باپ دادا کے زمانہ میں کبھی
ایسی باتیں سنی گئیں، لہذا ہم ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۳۷] عصا کا اڑد ہا بننا اور ہاتھ کا چمکنا جیسے واضح معجزات دیکھنے کے بعد بھی جب فرعون نے ایمان نہ لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ
لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ
فِي السِّبْيَانِ فَاغْلُظْ لِي صَرْحًا لَعَلَّيْ أَظْلِمُ
إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ
الْكَاذِبِينَ ۝

۳۸۔ اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے
اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا، اے ہامان! میرے لئے
گارے پر آگ جلا (کچھ اینٹیں پکا) دے اور
میرے لئے ایک اونچی عمارت بنا دے شاید میں (اس
پر چڑھ کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کا سراغ لگا
سکوں اور بے شک میں تو یہی گمان کرتا ہوں کہ موسیٰ
جھوٹوں میں سے ہیں۔ [۳۸]

وَأَسْتَكْبِرُ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَهَانَا لِيُرْجَعُونَ ۝

۳۹۔ اور فرعون نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق
تکبر کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں
لوٹائے جائیں گے۔

فَاخْذُلْهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝

۴۰۔ سو ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور انہیں
سمندر میں پھینک دیا، پس دیکھ لو! ظالموں کا کیسا
(برا) انجام ہوا؟ [۳۹]

فرمایا: تم خواہ مجھے مانو یا نہ مانو بہر حال میرا رب خوب جانتا ہے کہ میں اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہوں اور وہ اس
کو بھی خوب جانتا ہے جو میری دعوت کو قبول کر کے اپنے آخرت کے گھر کو اچھا بنائے گا لیکن جو لوگ اپنے حقیقی رب پر ایمان
نہیں لائیں گے ظاہر ہے وہ ظالم ناشکرے ہیں اور کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

[۳۸] اہل مصر نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مشاہدہ کیا تو فرعون کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں اس کی قوم ان معجزات
سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کر لے، اس لئے اس نے اپنے درباریوں سے کہا: میرے سوا تمہارا کوئی
خدا نہیں ہے اور جس خدا کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام بلا تے ہیں ہم نے زمین پر اس کو کبھی نہیں دیکھا اور اگر آسمانوں پر کوئی
ایسا خدا ہے تو ہم اس کی بھی تحقیق کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ وہ گارے سے اینٹیں بنا کر انہیں
آگ میں پختہ کرائے اور ان سے ایک بلند منارہ تعمیر کرائے تاکہ ہم اس پر چڑھ کر آسمان میں جھانک سکیں کہ وہاں موسیٰ کا
کوئی خدا ہے یا نہیں، لیکن میرا گمان یہی ہے کہ وہاں بھی کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور موسیٰ اس لئے جھوٹ بول رہا ہے تاکہ
تمہیں مجھ سے بدظن کر کے اس ملک پر قبضہ کر سکے۔

[۳۹] فرعون اور اس کے لشکر قیامت کے حساب و کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس لئے انہوں نے مصر میں ظلم اور تکبر کا بازار گرم
کر رکھا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے بعد بھی وہ اپنے مظالم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکروں

وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور ہم نے ان کو (کافروں کا) پیشوا بنا دیا جو (لوگوں کو) آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ [۳۰]

وَأَتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ
الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن بھی وہ بد حال لوگوں میں سے ہوں گے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا
أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بِصَاحِبِ النَّاسِ وَ
هُدًى وَرَحْمَةٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور بے شک ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جو لوگوں کے لئے بصیرت افروز، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ [۳۱]

وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْعَرَبِ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى
مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور آپ (کوہ طور کی) مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف (رسالت کا) حکم بھیجا اور نہ آپ دیکھنے والوں میں سے تھے۔ [۳۲]

سیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو انجام سے بے نیاز ہو کر مظالم کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

[۳۰] فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور ان کی تردید کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں تھی، اس کے باوجود انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنی قوم کو ہدایت سے دور رکھا۔ اس طرح وہ کفر و شرک کے پیشوا قرار پائے جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں، لہذا قیامت کے دن وہ بے یار و مددگار ہوں گے، جس طرح اس دنیا میں ان پر لعنت برسی اور وہ سمندر میں غرق ہو گئے اسی طرح آخرت میں بھی ان پر لعنت برے گی اور وہ جہنم رسید ہوں گے۔

[۳۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو بھلا دیا اور زمین میں ظلم و زیادتی اور سرکشی کا بازار گرم کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی جس میں بصیرت، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ لوگ حق کو پہچان سکیں اور ہدایت کا راستہ اختیار کر کے رحمت کے مستحق قرار پائیں۔

[۳۲] کوہ طور پر جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا اس وقت نہ تو آپ وہاں موجود

وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ
تَتَلَوًا عَلَيْهِمُ آيَاتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا
مُرْسِلِينَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ لیکن ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی قومیں پیدا
کیں، پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا اور نہ آپ اہل مدین
میں مقیم تھے کہ آپ انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے
ہوں لیکن ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ [۳۳]

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا
وَلَكِنْ رَّاحِمَةٌ مِّنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ اور نہ آپ (کوہ) طور کے کنارے پر تھے جب ہم
نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) ندا فرمائی لیکن یہ آپ
کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں
جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرسانے والا نہیں
آیا تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ [۳۴]

وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
آيَاتِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ
إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونُ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب بھی ان کے کرتوتوں
کے باعث ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ کہنے لگیں:
اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول
کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ہم ایمان والوں سے ہو جاتے۔ [۳۵]

تھے اور نہ اس منظر کو دیکھ رہے تھے بلکہ یہ وہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتائی ہیں اور یہ اس چیز کا
ثبوت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

[۳۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے کئی قومیں گزر چکی ہیں، ان پر طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آپ نے ان کے
واقعات پوری صحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، ایسا نہیں کہ آپ اس وقت مدین میں موجود تھے اور ان واقعات کو
خود دیکھتے اور سناتے تھے اور نہ یہ بات ہے کہ آپ نے ان واقعات کو کتابوں میں پڑھا ہے یا لوگوں سے سنا ہے، بلکہ یہ
واقعات ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتائے ہیں اور جس طرح ہم نے پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیجا اسی طرح آپ
کو بھی ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔

[۳۴] یعنی جب ہم نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے لیکن یہ ہماری رحمت ہے کہ ہم
نے آپ کو تمام گفتگو بتادی تاکہ آپ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرائیں کیونکہ ان کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام
کے بعد ایک طویل عرصہ تک کوئی نبی نہیں آیا۔

[۳۵] گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے کم ہو جانے یا تبدیل ہو جانے کے باعث آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا تاکہ

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا
أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى ۚ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا
بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوا سِحْرَانِ
تَظْهَرَانِ ۚ وَقَالُوا إِنَّا بِكُمْ لِكُفْرُونٌ ۝

۳۸۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو وہ
کہنے لگے: ان کو ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے گئے جیسے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے؟ کیا انہوں نے ان
معجزات کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا: یہ دونوں
جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں
نے کہا: ہم ان سب کے منکر ہیں۔ [۳۶]

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى
مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ ۚ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

۳۹۔ آپ فرمائیے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی
کتاب لے آؤ جو ان دونوں (تورات اور قرآن)
سے زیادہ ہدایت بخش ہو تو میں اس کی پیروی کروں
گا اگر تم سچے ہو۔ [۳۷]

لوگوں کے لئے ایمان نہ لانے کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور جب قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ
ہمارے پاس تو کوئی رسول آیا نہیں تھا تو پھر ہم کیسے ایمان لاتے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ
کی تعلیمات یعنی قرآن و حدیث کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر کے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے تاکہ کسی نئے نبی کی
ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

[۳۶] اہل مکہ عجیب لوگ ہیں، اگر ان میں رسول نہ بھیجتے تو عذر کرتے کہ ہماری طرف رسول نہیں بھیجا گیا تو پھر ہم کیسے ایمان لاتے؟
اب جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے تو کہتے ہیں: ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات یعنی عصا
اور ید بیضا کیوں نہیں دیئے گئے؟ حالانکہ ان معجزات کو دیکھنے کے بعد فرعون یوں نے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت
ہارون علیہ السلام یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم ان پر ایمان نہیں لاتے۔ اگر اہل مکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کو نبوت کی
دلیل تصور کرتے ہیں تو پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان کیوں نہیں لائے۔ دراصل یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں
صرف حجت بازی کرتے ہیں۔

[۳۷] مشرکین مکہ کا انکار جب انتہا کو پہنچ گیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم تورات کو نہیں مانتے کیونکہ اس میں میری نبوت
کی نشانیاں موجود ہیں اور نہ تم قرآن کو مانتے ہو کیونکہ یہ مجھ پر نازل ہوا ہے اور تم ان دونوں آسمانی کتابوں کو جادو کہتے ہو تو
پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت بخش ہو تو میں بھی اس کی پیروی کر لوں گا
کیونکہ میں تو ہدایت کا طالب ہوں جہاں سے ملے اس کی پیروی کے لئے تیار ہوں۔

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
أَهُوَ آءَهُمْ^۱ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ
بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ^۲ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ^۳

۵۰۔ پھر اگر وہ آپ کی دعوت قبول نہ کریں تو آپ جان لیں
کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور
اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت
چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے، بے شک اللہ
تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۴۸]

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ^۴

۵۱۔ اور ہم مسلسل لوگوں کے لئے اپنا کلام بھیجتے رہے تاکہ وہ
نصیحت قبول کریں۔ [۴۹]

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ
يُؤْمِنُونَ^۵

۵۲۔ جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی
تھی وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ [۵۰]

[۴۸] مشرکین مکہ نے قرآن اور تورات کو ماننے سے انکار کر رکھا ہے، اب اگر وہ ان کتابوں سے بہتر کتاب پیش نہ کریں اور ہرگز
نہ کر سکیں گے تو پھر ہر ایک کو یقین کر لینا چاہیے کہ نہ وہ ہدایت کے طالب ہیں اور نہ ہی انکار ہدایت کی ان کے پاس کوئی دلیل
ہے، وہ صرف اپنی خواہشات کے پیروکار ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں
وہ سب سے بڑے گمراہ ہیں، ان کے لئے ہدایت کی طرف واپس آنا ممکن نہیں۔

جو شخص نفسانی اور شیطانی خواہشات کی مخالفت پر ثابت قدم رہتا ہے اس کا ایمان اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ اس کی
خواہش ہدایت کے موافق ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نازل ہوئی
ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس (ہدایت) کے
تالبع نہ ہو جائے جو میں نے کر آیا ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح: باب الاعتصام بالكتاب والسنة: الفصل الثانی)

[۴۹] ہم قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے مسلسل نصیحت کرتے رہے تاکہ کسی وقت کوئی بات مشرکین مکہ کے دل پر اثر کر جائے
لیکن جو لوگ تعصب اور عناد کی تاریکی میں گم ہوں انہیں ہدایت کی روشنی نظر نہیں آتی۔

[۵۰] اس آیت میں جن اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے ان کے متعلق ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب نبی
کریم ﷺ کی بعثت کی خبریں حبشہ میں پھیل گئیں تو وہاں سے ۲۰ کے قریب عیسائیوں کا ایک وفد مکہ میں آیا اور مسجد حرام
میں نبی کریم ﷺ سے ملا۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ عیسائی وفد نے نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی
اور کچھ سوالات پوچھے، نبی کریم ﷺ نے ان کے جوابات دینے کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے
قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں۔ قرآن مجید سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان

وَ إِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖ ۙ اِنَّهٗ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا ۚ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ
مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور جب ان کے سامنے (قرآن) پڑھا جاتا ہے تو وہ
کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہ ہمارے
رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم تو اس سے
پہلے ہی مسلمان تھے۔ [۵۱]

اُولٰٓئِكَ يُؤْتُوْنَ اٰجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ ۙ بِمَا
صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دوبارہ دیا جائے گا اس
وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو نیکی سے
دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس
میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [۵۲]

لے آئے۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے ساتھی اس وفد کے پاس گئے اور انہیں کہا: ”خدا تمہارے وفد کو
نامراد کرے، تم کو اپنے ہم مذہب لوگوں نے اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے بارے میں تحقیق کرو اور واپس آ کر انہیں
حالات سے آگاہ کرو مگر تم ابھی اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ دیا اور اس پر ایمان لے آئے۔ ہم نے تم سے زیادہ
احق وفد کبھی نہیں دیکھا۔“ اس پر انہوں نے قریش کو جواب دیا: تم پر سلام ہو، ہم تمہارے ساتھ جہالت کا معاملہ نہیں کر سکتے،
ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر گامزن رہو، ہم اپنے آپ کو دانستہ خیر و برکت سے محروم نہیں رکھ سکتے۔

(سیرت ابن ہشام: جلد ۲: ص ۲۸، البدایہ والنہایہ: جلد ۳: ص ۸۲)

اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ دور کے لوگ آ کر اس شمع نبوت سے روشنی حاصل کر رہے ہیں اور تم ان کے
پاس رہتے ہوئے تاریکی میں سرگرداں ہو۔

[۵۱] قرآن مجید کو سن کر جو اہل کتاب ایمان لائے انہوں نے کہا: ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے۔ اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ
وہ آسمانی کتابوں میں آخری کتاب اور آخری نبی کے بارے میں جو سن چکے تھے وہ اس پر ایمان رکھتے تھے اور اس انتظار
میں تھے کہ جو نبی وہ نبی آئے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے تو گویا وہ پہلے ہی سے نبی کریم ﷺ کو تسلیم کر چکے تھے، اور
دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہر نبی کے صحیح پیروکار مسلمان ہیں یعنی وہ پہلے نبی کو مان کر پہلے بھی مسلمان تھے اور اب نبی آخر الزمان
پر ایمان لا کر بھی مسلمان ہیں جیسا کہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: ہر وہ شخص جو توحید اور سلسلہ وحی کا قائل ہے وہ مسلمان ہے۔
(تفسیر بحر محیط)

[۵۲] کسی شخص کا اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا انتہائی مشکل مرحلہ ہے، رشتہ دار اور دوست احباب سارے مخالفت پر
اتر آتے ہیں اور اسے ذہنی یا جسمانی طور پر نار چر کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتے مگر جو حق کے طالب ہوتے
ہیں وہ ان رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور پورے استقلال اور صبر کے ساتھ حق کے راستے پر گامزن رہتے ہیں بلکہ

وَ إِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ
وَ قَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَ نَكُمُ أَعْمَالُكُمْ
سَلَّمَ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ⑤

۵۵۔ اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ
پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لئے ہمارے
اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، تم پر
سلام ہو، ہم جاہل لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔ [۵۳]

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَ هُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ⑥

۵۶۔ بے شک آپ جس کو چاہیں اس کو آپ خود ہدایت نہیں
دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت دیتا
ہے، اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ [۵۴]

مخالفین کے طعنوں اور برائیوں کا بدلہ حسن اخلاق اور نیکیوں سے دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو مخلوق خدا پر
خرچ کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو دو گنا اجر ملے گا: پہلے اپنے نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا اور پھر نبی
کریم ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کو دو گنا اجر ملے گا: ایک وہ
اہل کتاب جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور پھر حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا
کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ اس کو خوب اچھا ادب سکھائے
اور اس کو خوب اچھی تعلیم دے، پھر وہ اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

(بخاری: ۹۷: کتاب العلم: باب ۳۲)

[۵۳] اسلام قبول کرنے والوں کو جب مشرکین طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے تو وہ ان سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے کہتے: جب
تم خود وہی کام کرتے ہو جو تمہیں پسند ہیں تو ہمیں بھی وہی کام کرنے کا حق ہے جو ہمیں پسند ہے لیکن اس کے باوجود اگر تم
ہمیں گالیاں دیتے ہو تو نادان لوگوں سے الجھنا ہمارا کام نہیں ہے بلکہ اس کے جواب میں ہم تمہیں سلامتی کی دعا دیتے ہیں
یعنی اللہ تعالیٰ تم پر کرم فرمائے اور تمہیں بے ہودہ گوئی اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت اور سلامتی کی روشنی
سے آشنا فرمائے۔

[۵۴] نبی کریم ﷺ نے تبلیغ اسلام میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا اور آپ کی خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں لیکن جب
آپ کے بہت سے قریبی رشتہ دار اور اہل مکہ مسلمان نہ ہوئے تو آپ پریشان رہنے لگے۔ اس آیت میں آپ کو تسلی دی
جاری ہے کہ آپ نے ہدایت کا راستہ دکھانے کا حق ادا کر دیا ہے لیکن کسی کے دل میں قبول ہدایت کا جذبہ پیدا کرنا یہ اللہ
تعالیٰ کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا خلوص اس قابل ہے کہ اسے ہدایت کے راستہ پر گامزن کیا جائے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آپ جس کو چاہیں اس کو خود ہدایت نہیں دے سکتے اور سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:
بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ (قرآن: ۵۲: ۴۲) یعنی ذاتی طور پر تو ہدایت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہ

وَقَالُوا إِنَّا تَتَّبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُنْخَفِ
مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا
يُجْبَىٰ إِلَيْهِ شِمَارُ كُلِّ شَيْءٍ رَّزَقًا مِّنْ
لَّدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾

۵۷۔ اور انہوں نے کہا: اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچک لئے جائیں گے، کیا ہم نے انہیں حرم (مکہ شہر) میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے، اس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں، یہ ہماری طرف سے (ان کے لئے) رزق ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۵۵]

نہ چاہے تو کسی کو ہدایت نہیں مل سکتی لیکن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سارے انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت دینے کے لئے ہی آتے ہیں۔

اکثر مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت جناب ابوطالب کے ایمان کے متعلق نازل ہوئی لیکن ان کے ایمان کے بارے میں اختلاف ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: جناب ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی ہے لیکن جو ان کے ایمان کے قائل نہیں ہیں انہیں بھی ان کے بارے میں بری اور فضول بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے حضرت علی کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے بلکہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی کریم ﷺ کو بھی اذیت پہنچے کیونکہ اس آیت سے بہر حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابوطالب سے محبت تھی اور کسی عقل مند شخص سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ ایسے مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

(تفسیر روح المعانی)

[۵۵] اس آیت کے ابتدائی حصہ میں اس عذر کا بیان ہے جو مشرکین نے اسلام قبول نہ کرنے کے لئے پیش کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حرث بن عثمان قرشی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا پیغام حق ہے لیکن ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اگر ہم آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو سارے عرب اکٹھے ہو کر ہمیں مکہ سے نکال دیں گے۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ ان کی اکثریت ہماری طرح مشرک ہے، جب ہم شرک سے دست بردار ہوں گے تو ان کے دلوں سے احترام نکل جائے گا اور وہ ہمیں ذلیل و خوار کر دیں گے۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بہانہ سازی کی تردید فرمائی ہے یعنی عرب والے تمہارا احترام اس لئے نہیں کرتے کہ تم مشرک ہو بلکہ اس لئے کہ تم مکہ میں آباد ہو لیکن کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تمہیں اس شہر میں کس نے آباد کیا؟ اس شہر کو امن والا کس نے بنایا؟ اس شہر میں سبزہ کا نام و نشان نہیں اس کے باوجود ہر قسم کے پھل لانے والا کون ہے؟ یہ سب انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ مکہ میں کعبہ تعمیر نہ کرتا تو آج یہاں کوئی بھی نہ آتا اور اگر وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد نہ کرتا تو آج نہ یہ شہر ہوتا اور نہ تم یہاں پیدا ہوتے، لہذا عقل کے ناخن لو اور اپنے محسن حقیقی کو سمجھنے کی کوشش کرو جس نے تمہارے شرک کے باوجود تمہیں عرب میں ایک بلند مقام دیا اور جب تم اس کی توحید کو تسلیم کر لو گے تو تمہارا مقام اتنا بلند ہو گا جس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

۵۸۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر ڈالا جن کے باشندے اپنی خوش حالی پر فخر کرنے لگے تھے، سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت اختیار کی گئی ہے، اور (آخر کار) ہم ہی سب کے وارث ہیں۔ [۵۶]

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا
فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا
قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا خُنُورًا لِّثَنِّ ۝۵۸

۵۹۔ اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو برباد نہیں کرتا جب تک ان کے مرکزی شہر میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم صرف ان بستیوں کو برباد کرتے ہیں جن کے باشندے ظالم ہوں۔ [۵۷]

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ
فِي أَمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا
وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَ أَهْلِهَا
ظَالِمُونَ ۝۵۹

۶۰۔ اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے، کیا تم (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے؟ [۵۸]

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعُ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَ زِينَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ
وَأَبْلَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۶۰

[۵۶] جو قومیں خوش حالی پر شکر کرنے کی بجائے تکبر کرتی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کے باوجود سرکشی سے باز نہیں آتیں ان کو بالآخر تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم بھی سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب آسکتا ہے جیسا کہ تم اپنے تجارتی سفروں میں ایسی بہت سی بستیاں دیکھ چکے ہو جو ویران پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی وارث نہیں ہے اور ان میں رہنا کوئی پسند نہیں کرتا صرف مسافر ہی ہیں جو ایک دو دن آرام کرنے کے لئے وہاں ٹھہر جاتے ہیں۔

[۵۷] اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ بستیوں پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کے مرکزی شہر میں کسی رسول کو بھیجتا ہے تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور اگر وہ قومیں ظلم و ستم سے باز نہ آئیں تو پھر بھی ایک مخصوص مدت تک اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے لیکن ان کے مسلسل ظلم و ستم کے باعث بالآخر انہیں تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی سنت کے پیش نظر حضرت محمد ﷺ کو عرب کے مرکزی شہر مکہ میں مبعوث کیا گیا۔

[۵۸] اس آیت میں دنیا کی زینت اور آخرت کی نعمت کا فرق واضح کیا گیا ہے یعنی آج تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اس دنیاوی زندگی کا ساز و سامان اور اس کی زیب و زینت ہے۔ ممکن ہے کہ آج رات کو زلزلہ آئے، یہ سارا مال و متاع تباہ ہو جائے

أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ
كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝

۶۱۔ بھلا وہ (خوش نصیب) جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا،
پھر وہ اسے پانے والا ہے، کیا وہ اس (بد نصیب) کی
طرح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کا سامان
دیا، پھر وہ قیامت کے دن (مجرموں کے ساتھ)
پیش کیا جائے گا؟ [۵۹]

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ
الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝

۶۲۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا اور فرمائے گا:
میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (میرا شریک)
گمان کرتے تھے؟

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا
هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا

۶۳۔ وہ لوگ جن پر (عذاب کا) فرمان ثابت ہو چکا کہیں
گے: اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے

اور صرف تم بھیک مانگنے کے لئے بچ جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آج رات تمہاری موت واقع ہو جائے اور یہ سارا سامان کسی
اور کے پاس چلا جائے اور اگر تم بھی زندہ رہے اور یہ تمہارا مال و متاع بھی تمہارے قبضہ میں رہے تو پھر بھی تمہیں ایک دن
مرنا ہے کیونکہ یہ ساری کائنات اور اس میں موجود ہر چیز عارضی ہے، اسے ایک دن فنا ہو جانا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آخرت
میں ایمان والوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس دنیاوی مال و متاع سے بدرجہا بہتر ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ دائمی
ہیں اور ہمیشہ ایمان والوں کے ساتھ رہیں گی، جنت میں نہ زلزلہ آئے گا اور نہ ہی وہاں موت ہوگی۔ کیا تم اس دنیا کی عارضی
زینت اور آخرت کی دائمی نعمت کے فرق کو نہیں سمجھتے؟

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(مسلم: ۷/۴۱: کتاب الزہد: باب ۵۳)

☆ حضرت ابراہیم بن مہدی اپنے باپ اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے
ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا
تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۰۹۰: کتاب الجنائز: باب ۲۰)

[۵۹] یعنی جو شخص ایمان لایا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق قیامت کے دن جنت کا مستحق قرار پایا، کیا وہ اس شخص کی طرح
ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کا مال و متاع عطا فرمایا مگر اس نے سرکشی کی اور قیامت کے دن مجرموں کے
ساتھ کھڑا کر دیا گیا؟ ظاہر ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

غَوِيًّا تَبَرَأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا
يَعْبُدُونَ ﴿۶۰﴾

گمراہ کیا تھا، ہم نے انہیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم
خود گمراہ ہوئے تھے، ہم (ان سے) بے زار ہو کر
تیری طرف رجوع کرتے ہیں، وہ صرف ہماری ہی
عبادت نہیں کرتے تھے۔ [۶۰]

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ
يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ
كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور (ان سے) کہا جائے گا: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ تو
وہ انہیں پکاریں گے لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہیں
دیں گے اور (جب) وہ عذاب دیکھ لیں گے (تو
تمنا کریں گے) کاش! وہ ہدایت پالیتے۔ [۶۱]

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ
الْمُرْسَلِينَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا تو فرمائے گا: تم
نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟

فَعَبِثَ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا
يَتَسَاءَلُونَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اس دن ان پر ساری خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی، سو وہ
ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ [۶۳]

[۶۰] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو کر مشرکین سے فرمائے گا: آج وہ کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک قرار دیتے تھے؟ تو
اس وقت شیاطین اور مشرکین کے لیڈر جن کے بارے میں عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہوگا وہ حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے
ہمارے رب! ان کی گمراہی کا سبب ہم ہیں مگر ہم نے ان کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گمراہ
ہوئے اسی طرح یہ بھی اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے تھے اور یہ صرف ہماری ہی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اصل میں وہ اپنی
خواہشات کی پیروی کرتے تھے یعنی جو چیز ان کو پسند آتی اس کو اختیار کر لیتے تھے اور جو چیز ان کی خواہش سے ٹکراتی اس کو
مسترد کر دیتے، لہذا آج ہم ان سے بے زار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

[۶۱] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا کہ ان کو پکارو جن کو تم میرا شریک بناتے تھے تاکہ وہ آج تمہیں میرے عذاب
سے بچائیں تو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور جب انہیں عذاب کا یقین ہو جائے گا تو تمنا کریں
گے کہ کاش! وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرتے تو آج عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

[۶۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو کر مشرکوں سے فرمائے گا: ہمارے رسول تمہارے پاس توحید کی دعوت لے کر آئے
تھے تم نے ان کی دعوت قبول کیوں نہ کی؟ اس وقت اپنے انجام کو دیکھ کر ان پر سکتہ طاری ہو جائے گا اور کوئی جواب سمجھ میں
نہیں آئے گا بلکہ وہ سارے دلائل جو وہ شرک کے حق میں دیا کرتے تھے اس دن ڈر کے مارے وہ بھی بھول جائیں گے اور

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَحَسْبَىٰ
أَنْ يَكُونَ مِنَ الْبَاقِينَ ②

۶۷۔ البتہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے،
پس عنقریب وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔ [۶۳]

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا
كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهُ وَتَعَالَى
عَمَّا يُشْرِكُونَ ③

۶۸۔ اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور (جسے
چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، اس میں ان (مشرکین) کا
کوئی اختیار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان چیزوں
سے بالاتر ہے جن کو وہ شریک قرار دیتے ہیں۔ [۶۴]

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا
يُعْلِنُونَ ④

۶۹۔ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے
ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ [۶۵]

وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْخِصْدُ فِي
الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ

۷۰۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، دنیا
اور آخرت میں سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں، [۶۶] اور

کسی اپنے ساتھی سے پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کریں گے کیونکہ ان میں سے ہر ایک پریشان ہوگا اور انہیں یقین ہو چکا ہوگا
کہ ہم غلط تھے اس لئے ہم جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔

[۶۳] انسان خواہ کتنا ہی بڑا گناہ گار اور مشرک کیوں نہ ہو جب وہ سچے دل سے توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ
تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور قیامت کے دن وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔

[۶۴] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنی نبوت کے لئے منتخب
فرماتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) علامہ خازن لکھتے ہیں: مشرکین نے جب کہا کہ یہ قرآن کسی بڑے آدمی یعنی ولید بن مغیرہ یا عروہ
بن مسعود ثقفی پر کیوں نہیں اتارا گیا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین کی پسند کے مطابق رسول نہیں
بھیجتا بلکہ وہ قادر مطلق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ جس کو چاہے منتخب کر لے اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

(تفسیر خازن)

[۶۵] اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی صرف ظاہری حرکات سے ہی باخبر نہیں بلکہ وہ سازشیں جو وہ اپنے دلوں میں سوچتے رہتے ہیں اللہ
تعالیٰ ان سے بھی خوب آگاہ ہے اور جب ان کی گرفت کا وقت آ پہنچے گا تو ان سے ہر حرکت کا حساب لیا جائے گا۔

[۶۶] اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ دنیا اور آخرت میں ہر قسم کی کامل تعریفوں کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
مومن اس دنیا میں بھی اپنے ہر کام اور کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد سے کرتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۸۹۲: ابواب النکاح:

اسی کا حکم ہے [۶۷] اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تَرْجَعُونَ ۝

۷۱۔ آپ فرمائیے: بھلا یہ تو بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ رات ہی طاری کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ۝

۷۲۔ آپ فرمائیے: بھلا یہ بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت تک ہمیشہ دن ہی طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کر سکو؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ [۶۸]

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

باب ۱۹، ابو داؤد: ۴۸۴۰: کتاب الادب: باب ۲۱) اور جنت میں بھی مومن کی زبان اللہ تعالیٰ کی حمد سے تر رہے گی۔ مثال کے طور پر:

- ۱۔ (الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن۔ قرآن: ۳۵: ۳۴) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔
- ۲۔ (الحمد لله الذي صدقنا وعده۔ قرآن: ۳۹: ۷۴) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ حمد کی مزید تشریح کے لئے سورہ فاتحہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۶۷] جس طرح ہر قسم کی تعریف کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح کسی چیز کے بارے میں حکم کا حقیقی اختیار بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس دنیا میں تو کئی حکمران اپنا حکم چلاتے ہیں اور حقیقی مالک کو تسلیم نہیں کرتے مگر قیامت کے دن جب سارے مومن اور کافر میدان حشر میں حاضر ہوں گے تو انہیں مشاہدہ ہو جائے گا کہ حقیقی مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس دن صرف اسی کے حکم کے مطابق فیصلے ہوں گے اور کوئی فیصلہ عدل و انصاف کے خلاف نہیں ہوگا۔ حکم کی مزید تشریح کے لئے سورہ انعام کی آیت نمبر ۵۷ کا حاشیہ نمبر ۵۴ ملاحظہ کریں

[۶۸] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے رات ہی مسلط کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہیں دن کی روشنی دے سکے؟ اور اگر وہ ہمیشہ کے لئے دن ہی طاری کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہیں آرام کرنے کے لئے رات مہیا کر سکے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے آرام کرنے کے لئے رات کو اور رزق تلاش کرنے کے لئے دن کو بنایا، تو کیا تم اتنی سادہ سی بات بھی نہیں سمجھتے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

۷۳۔ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

۷۴۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا اور فرمائے گا: میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے؟

۷۵۔ اور ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم (مشرکین سے) کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ بے شک حق اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جو کچھ افتراء وہ باندھا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ [۶۹]

۷۶۔ بے شک قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا، پھر اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ اس کی چابیوں کو اٹھانا ایک طاقتور جماعت کے لئے مشکل ہوتا تھا، جب قارون کی قوم نے اس سے کہا: مت اتر اے بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [۷۰]

وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۷۳﴾

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۷۴﴾

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۷۵﴾

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُتُوبِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوتُوا بِالْعُصْبَةِ أُولِيَ الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿۷۶﴾

[۶۹] قیامت کے دن ہر امت کے سامنے اس کا نبی تشریف لائے گا اور گواہی دے گا کہ اس نے ان کو توحید کا پیغام پہنچایا تھا، پھر مشرکین سے پوچھا جائے گا کہ تم اپنے شرک کی دلیل لاؤ، اس وقت وہ تصویر حیرت بن کر کھڑے رہ جائیں گے، کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور دنیا میں جو جھوٹے دلائل دیا کرتے تھے وہ بھی ان کے ذہنوں سے غائب ہو جائیں گے کیونکہ میدان حشر کے حالات سے انہیں یقین ہو جائے گا کہ نبیوں کی دعوت ہی برحق تھی اور حقیقی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

[۷۰] علامہ اسماعیل حق لکھتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، ابتدا میں قارون ایمان لے آیا تھا اور وہ تورات کو بڑے اچھے انداز میں پڑھتا تھا لیکن بعد میں مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ سامری کی طرح منافق ہو گیا۔ (تفسیر روح البیان)

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ
وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنَ
كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ
الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْمُفْسِدِينَ ۝

۷۷۔ اور جو (مال و زر) اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس سے
آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنے حصہ کو بھی
فراموش نہ کر اور احسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے
تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد انگیزی
نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند
نہیں فرماتا۔

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ
أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ
قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ
قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ
ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝

۷۸۔ قارون نے کہا: یہ (مال و زر) مجھے اس علم کی وجہ سے دیا
گیا ہے جو میرے پاس ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ
تعالیٰ اس سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو
طاقت میں بھی اس سے زیادہ شدید تھیں، اور مال جمع
کرنے میں بھی کہیں زیادہ تھیں اور مجرموں سے ان کے
گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ [۷۹]

چنانچہ اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے وہ فرعون کے ساتھ مل گیا اور اس کو خوش کرنے کے لئے اپنی ہی قوم یعنی بنی
اسرائیل پر ظلم کرنے لگا۔ فرعون کی سرپرستی میں اس کی دولت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے خزانوں کے تالوں کی صرف چابیاں بھی
ایک طاقتور جماعت بڑی مشکل سے اٹھاتی تھی۔ بنی اسرائیل نے قارون کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: تم اس دولت پر فخر اور
غرور نہ کرو۔ اس کو اپنی دنیاوی ضروریات کے لئے بھی ضرور خرچ کر دو مگر آخرت کو بھی فراموش نہ کرو اور جس طرح اللہ تعالیٰ
نے تم پر احسان فرمایا ہے اسی طرح اب تم اس کی غریب مخلوق پر خرچ کر کے جنت میں اپنا گھر بناؤ اور ظلم و ستم کر کے زمین
میں فساد نہ پھیلاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد یوں کو پسند نہیں فرماتا۔

[۷۹] قارون اتنا مسکبر اور سرکش ہو چکا تھا کہ اس نے ان نصیحتوں کے جواب میں کہا: جو مال و متاع میرے پاس ہے یہ میں نے
اپنے علم و ہنر سے کمایا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا کوئی تعلق نہیں کہ میں اس کو اس کی مخلوق پر بھی خرچ کروں۔ اس
پر اسے خمیہ کی گئی کہ وہ اپنے اس فانی مال و متاع پر غرور نہ کرے کیونکہ قارون سے پہلے کئی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جن کے
پاس قارون سے بھی زیادہ طاقت اور دولت تھی مگر جب انہوں نے سرکشی کی اور ظلم و ستم کا بازار گرم کیا تو ان کا مال و متاع
انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکا اور وہ تباہ کر دیئے گئے، اسی طرح قارون پر بھی خدا کا عذاب آ سکتا ہے بلکہ اس
کے مظالم اتنے زیادہ اور واضح ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہو چکا ہے، لہذا جب اس پر عذاب آئے گا تو اس
سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس نے کتنے اور کون سے گناہ کئے ہیں بلکہ اس کو اچانک زمین میں غرق کر دیا جائے گا۔ اس

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لِيَكُنِ لَنَا مَثَلٌ مَّا أَوتِيَ قَارُونُ ۖ إِنَّهُ لَكُدُوحٌ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾

۷۹۔ پھر (ایک دن) قارون اپنی زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیاوی زندگی کے طالب تھے انہوں نے کہا: اے کاش! ہمارے لئے بھی ایسا (مال و جاہ) ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے، بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے۔ [۷۹]

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنِ امْنٍ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُكْفِيهَا إِلَّا الصَّبْرُ ۖ ﴿٥٠﴾

۸۰۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے، جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے اور یہ نعمت صرف صبر کرنے والوں کو دی جاتی ہے۔ [۸۰]

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ۖ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ وَمَا

۸۱۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پس اس کے پاس کوئی جماعت نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ

واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیاوی مال و دولت کو صرف اپنے علم و ہنر کا نتیجہ سمجھتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اسے یہ علم و ہنر دینے والا کون ہے تو وہ قارون کی طرح سرکش اور قوم فروش ہو جاتا ہے لیکن جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا صرف آسان ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ اس خرچ کرنے میں خوشی اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔

[۷۹] ایک دن قارون اپنی پوری امیرانہ شان و شوکت اور خدم و حشم کے ساتھ نکلا تو اسے دیکھ کر طالبان دنیا کہنے لگے: یہ بڑا خوش قسمت آدمی ہے، کاش! ہمیں بھی ایسا مال و جاہ ملتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے۔

[۸۰] بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم و تقویٰ کی دولت سے نوازا تھا اور وہ اس دنیا کی حقیقت سے باخبر تھے، انہوں نے طالبان دنیا سے کہا: تم پر افسوس ہے تم اس دنیا کی فانی شان و شوکت پر لپٹا گئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس سے کہیں بہتر ہیں مگر یہ دائمی نعمتیں صرف ان کو ملتی ہیں جو نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور دنیاوی مشکلات پر صبر کرتے ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا ہے۔

(بخاری: ۳۲۴۲: کتاب بدء الخلق: باب ۸)

كَانَ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۸۱﴾

کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔ [۷۴]

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَتَّبَعُوا مَكَانَهُ بِآلَاءِ مِيسٍ
يَقُولُونَ وَيَكُنَّ اللَّهُ يَبْطِشُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَنْ مَنَّ
اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بَنَاءُ وَيَكُنَّ لَهُ لَا يُفْلِحُ
الْكَافِرُونَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور جو لوگ کل تک اس کے مرتبہ کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے: افسوس، ہم بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو وہ ہمیں بھی (زمین میں) دھنسا دیتا، افسوس، ہم بھول گئے تھے کہ کفار فلاح نہیں پاتے۔ [۷۵]

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا
يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَ
الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ تکبر کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ فساد کا، اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ [۷۶]

[۷۴] قارون نے جب موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور تکبر و سرکشی میں آگے ہی بڑھتا گیا تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے خزانوں اور محلات سمیت زمین میں غرق کر دیا۔ اس وقت نہ تو وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور نہ ہی اس کے حمایتی اس کی کوئی مدد کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور کوئی بھی اس کے فیصلوں کو چیلنج نہیں کر سکتا۔

[۷۵] جو لوگ قارون کی دنیاوی شان و شوکت دیکھ کر لپکا گئے تھے جب انہوں نے اس کا عبرت ناک انجام دیکھا تو نادام ہو کر کہنے لگے: ہماری خواہش اور سوچ غلط تھی، مال کی کمی بیشی کسی کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو دنیاوی شان و شوکت اور مال و دولت کثرت سے دیتا ہے تو اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی بھی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ صرف اس پر راضی ہوتا ہے جو اس کے احکام کی پیروی کرے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ یہ ہماری غلط فہمی تھی کہ ہم اس کی دنیاوی شان و شوکت کو حقیقی فلاح سمجھ کر اس کی خواہش کر بیٹھے اور یہ بھول گئے کہ کفار فلاح نہیں پاتے خواہ وہ کتنے ہی بڑے مال دار ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری خواہش کو پورا فرما دیتا اور ہم بھی قارون کی طرح ناشکری پر اتر آتے تو وہ ہمیں بھی زمین میں غرق کر دیتا مگر اس نے ہم پر احسان فرمایا اور ہماری اس غلط خواہش کو پورا نہ فرمایا۔

[۷۶] اللہ تعالیٰ نے اچھا کمر یعنی جنت اور اچھا انجام ان لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتے اور نہ ہی ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

۸۴۔ جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس نیکی سے بہتر اجر ہوگا اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو برے کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ (برے) کام کیا کرتے تھے۔ [۷۷]

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾

۸۵۔ بے شک جس نے آپ پر قرآن (کی تبلیغ کو) فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) کی طرف ضرور واپس لائے گا، [۷۸] آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔ [۷۹]

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأٰدُكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۖ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۸۵﴾

[۷۷] قیامت کے دن ہر نیکی کا کم از کم بدلہ دس گنا ہوگا اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں ہے لیکن برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہی ملے گا یعنی نیکی کی جزا میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جلوہ گر ہوگا اور برائی کی سزا میں اس کے عدل و انصاف کا مظاہرہ ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اس نے ابھی وہ نیکی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اس نیکی کو کر لے تو اس کے لئے دس سے سات سو بلکہ بے شمار گنا زیادہ نیکیاں لکھ لیتا ہے، اور جو شخص گناہ کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے، لیکن جو گناہ کا ارادہ کرے اور پھر اس گناہ کو عملاً کر گزرے تو اللہ تعالیٰ اس کا صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔ (مسلم: ۳۳۸: کتاب الایمان: باب ۵۹)

ہر ملک کی اپنی کرنسی ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہاں کے لوگ اپنی ضروریات زندگی خریدتے ہیں۔ آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں، جو لوگ اس دنیا میں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کرتے وہ آخرت میں نامراد رہتے ہیں۔

[۷۸] مقاتل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کی رات جب غار ثور سے مدینہ روانہ ہوئے تو راستے میں جحفہ کے مقام پر آپ کو مکہ کی یاد آئی۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید کی تبلیغ کو فرض کیا ہے اس لئے آپ کو مکہ کو چھوڑنا پڑ رہا ہے کیونکہ فی الحال مکہ والے قرآن کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن آپ لکھ نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کو پھر مکہ شہر میں واپس لے آئے گا، چنانچہ آٹھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور آپ فتح و نصرت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

[۷۹] مشرکین مکہ کا دعویٰ یہ تھا کہ محمد ﷺ ہمارے آباء و اجداد کے مذہب یعنی بت پرستی سے انحراف کر کے العباد باللہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مجھے ہادی مانو یا نہ مانو بہر حال میرا رب خوب جانتا ہے کہ ہم میں سے کون ہدایت یافتہ ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے؟ الغرض قیامت کے دن تم سب کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ میں ہدایت یافتہ ہوں۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُنْفِىَ إِلَيْكَ الْكِتَابُ
إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا
لِلْكَافِرِينَ ۝

۸۶۔ اور آپ اس بات کی امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب
نازل کی جائے گی مگر یہ محض آپ کے رب کی رحمت
ہے، سو آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں۔ [۸۰]

وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أَنْزَلَتْ
إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ۝

۸۷۔ اور وہ (مشرکین) آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات (کی تبلیغ)
سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کی
گئی ہیں اور آپ (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف بلاتے
رہیں اور شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔ [۸۱]

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ
الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

۸۸۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، اس
کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کی ذات کے
سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، حکم اسی کا ہے اور تم
سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۸۲]

[۸۰] پیارے نبی ﷺ! آپ نے تو کبھی خواہش نہیں کی تھی کہ آپ پر قرآن مجید نازل کیا جائے مگر یہ آپ کے رب کا فضل و کرم
ہے کہ اس نے آپ کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا، لہذا آپ پر ایمان لانے والے ہر امتی پر فرض ہے کہ وہ آپ کی پیروی
کرتے ہوئے توحید پر ثابت قدم رہے اور کافروں کے کفر و شرک میں ان کا مددگار نہ بنے۔

[۸۱] پیارے نبی ﷺ! مشرکین کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے رہیں اور جو بھی آپ پر ایمان
لائے پھر وہ شرک کے ہرگز قریب نہ جائے۔

[۸۲] پیارے نبی ﷺ! آپ کے ہر امتی پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
عبادت کے لائق نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے جب کہ کائنات کی ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ نیز قیامت کے دن سارے
لوگ اس کی عدالت میں پیش کئے جائیں گے جہاں اس کے حکم کے مطابق فیصلے ہوں گے اور کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو کام بھی دنیا
کے لئے کیا جائے وہ دنیا کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا اور جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے وہ ہمیشہ باقی رہتا ہے
اور قبر و حشر میں نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین میرزا دہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز تراویح بروز ہفتہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۹ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۴۳۰ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رمضان شریف کے ۲۱ بابرکت دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوئی۔

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة العنکبوت (۲۹)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ”العنکبوت“ ہے جو آیت نمبر ۴۱ سے ماخوذ ہے۔ اس آیت میں معبودان باطل کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح مکڑی کا جالہ تیز ہوا کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکتا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بناتے ہیں اور مشکل میں ان کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہیں انہیں عقل کے ناخن لینے چاہئیں کیونکہ معبودان باطل خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے تو کسی اور کو کیسے بچا سکیں گے؟

مکہ میں جو بھی اسلام قبول کرتا اس کے گھر والے، رشتہ دار اور مکہ کے سارے مشرکین اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور اسے ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی اذیت کا نشانہ بناتے۔ اس سورت کی ابتدا میں انہیں تسلی دی جا رہی ہے کہ وہ ثابت قدم رہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی سنت ہے کہ وہ اہل ایمان کا امتحان لیتا ہے۔ ان سے پہلے ایمان لانے والے بھی آزمائے گئے تھے اور اب نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں کو بھی آزمایا جا رہا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو سچے دل سے ایمان لاتے ہیں دنیا کی کوئی تکلیف ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی اور اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ مشکلات کے باوجود ہماری رضا کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں ہم انہیں ہدایت کے راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں۔

والدین کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر بڑا زور دیا گیا ہے لیکن والدین بھی اگر شرک کی ترغیب دیں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کی عظیم سے عظیم تر اور محبوب تر چیز بھی کسی کو شرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی دعوت دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکریم، ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز ۱۴ ستمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۴ رمضان ۱۴۳۰ھ

﴿اٰیٰتِهَا ۶۹﴾ ﴿سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ ۸۵﴾ ﴿سُرُوْعَاتِهَا ۷﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

۱۔ الف لام میم۔ [۱]

اَلَمْ

۲۔ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ [۲]

اَحْسِبَ النَّاسَ اَنْ يُّشْرَكُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا
اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ①

۳۔ اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر دے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو بھی ضرور ظاہر کر دے گا جو جھوٹے ہیں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ
لَيَعْلَمَنَّ الْكَٰذِبِیْنَ ②

[۱] حروف مقطعات کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] یہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دارالجزا ہے۔ آخرت میں جس کو جتنا بڑا مرتبہ ملے گا اس دنیا میں اس کا اتنا ہی بڑا امتحان لیا جاتا ہے تاکہ قیامت کے دن کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ اس کو اتنا بڑا مرتبہ کیوں دیا جا رہا ہے بلکہ ہر ایک کا مشاہدہ ہوگا کہ اس نے اپنے رب کی رضا کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کی تھیں اس لئے واقعی اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو عظیم مرتبہ سے نوازا جائے۔ امتحان کا یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اس نے انبیاء پر ایمان لانے والوں کو بھی آزمایا تھا اور اب جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لا رہے ہیں ان کو بھی آزمایا جائے گا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے؟

☆ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سے لوگ مصائب میں مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام، پھر جو ان کے زیادہ قریب ہوں۔ انسان اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں زیادہ مضبوط ہو تو اس کی مصیبت زیادہ سخت ہوگی اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہو تو وہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوگا۔ انسان پر اس طرح مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی: ۲۳۹۸: ابواب الزہد: باب ۵۶)

☆ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے تشریف

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ
يَسْبِقُونَا ۖ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۳۰﴾

۴۔ جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ہم سے (بچ کر) آگے نکل جائیں گے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ [۳]

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ
لَآتٍ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۱﴾

۵۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے [۴]

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ
اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾

۶۔ اور جو شخص کوشش کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کوشش کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ [۵]

فرماتے، ہم نے آپ سے (کفار کی اذیتوں کا) شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایسا شخص بھی گزرا ہے جس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اسے اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر اس کے سر پر آری چلا کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے نہیں روکتا تھا اور اس کے جسم میں لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جو اس کے گوشت اور ہڈیوں کو ادھیڑ کے رکھ دیتیں مگر یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، البتہ اسے اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیے کا ڈر ہوگا لیکن تم لوگ جلد بازی سے کام لیتے ہو۔

(بخاری: ۳۶۱۲: کتاب المناقب: باب ۲۵)

[۳] نافرمان اور غلط کار لوگوں نے اگر یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ کہیں بھاگ کر یا چھپ کر سزا سے بچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے قابو میں نہیں آئیں گے تو یہ ان کی احمقانہ اور انتہائی غلط سوچ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور قادر مطلق ہے، نہ کوئی اس سے چھپ سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی گرفت سے باہر ہو سکتا ہے۔

[۴] جو شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اس کی رضا جوئی کے لئے نیک اعمال کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صابر رہنا چاہیے۔ بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے جس میں اس کے صبر کا اس کو اچھا اجر ملے گا۔

[۵] جو شخص نیک عمل کرتا ہے اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے کیونکہ قیامت کے دن اس کی نیکیوں کا ثواب اس کو ہی ملے گا، اللہ تعالیٰ کو

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَنَجْزِيَنَّهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶﴾

۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور ہم ان کو بہترین بدلہ دیں گے ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔ [۶]

وَصَيَّنَّا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ
جَاهَلَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
فَلَا تُطْعِهٖمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَنْتَ بَيْنَهُمَا

۸۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک بنائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو تو ان کی اطاعت نہ کر، [۷] میری ہی

کسی کی عبادت اور ریاضت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے، کوئی نیکی کرے یا برائی اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے بندو! تم مجھے نہ نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے جن اور انسان سب اعلیٰ درجے کے متقی بن جائیں تو وہ میری بادشاہی میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے جن اور انسان سب بدترین نافرمان بن جائیں تو میری بادشاہی میں کسی چیز کی کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے جن اور انسان سب کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے اس میں کمی ہوتی ہے (یعنی کوئی کمی نہیں ہوتی)۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جس شخص کو خیر کے سوا کوئی اور چیز (یعنی نقصان) پہنچے تو وہ اپنے نفس کے سوا کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

(مسلم: ۶۵۷۲: کتاب البیوع: باب ۱۵)

[۶] جو لوگ ایمان لائے اور اس کے بعد نیک عمل کرتے رہے اس آیت میں انہیں خوش خبری دی جا رہی ہے کہ ایمان لانے سے ان کے کفر و شرک کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور نیک اعمال کا انہیں بہترین بدلہ ملے گا۔

[۷] قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید آئی ہے، اس کے لئے سورہ النساء (۴) کی آیت ۳۶ کا حاشیہ نمبر ۵۱ اور سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۲۳ کا حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ کریں۔

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر والدین کسی کو شرک اور گناہ کا حکم دیں تو اس صورت میں والدین کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کائنات کی عظیم تر اور محبوب سے محبوب تر چیز بھی کسی کو شرک اور گناہ کی ترغیب

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

طرف تم سب نے لوٹا ہے، پھر میں تم کو آگاہ کر دوں
گا جو تم کیا کرتے تھے۔ [۸]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَنُدْخِلَنَّهُمُ فِي الصَّالِحِينَ ۝

۹۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم
ضرور ان کو نیکوکاروں میں داخل کر دیں گے۔ [۹]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا
أُذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ
اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ
إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۖ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا

۱۰۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر
ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں ستایا جاتا
ہے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب کی مانند
قرار دیتے ہیں، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے
کوئی مدد آجائے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے

دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے،
اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (مسلم: کتاب الامارہ: باب ۸)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی ماں کے ساتھ
بہت نیکی کرتا تھا لیکن جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے مجھے کہا: تم اسلام کو چھوڑ دو ورنہ میں نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ
پانی پیوں گی حتیٰ کہ مرجاؤں گی اور لوگ تجھے طعنہ دیں گے کہ تو اپنی ماں کا قاتل ہے۔ چنانچہ ان کی ماں نے سارا دن کھائے
پئے بغیر گزار دیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میری ماں! اگر آپ کے پاس سوزندگیاں ہوں اور اسی طرح ایک ایک
کر کے ساری زندگیاں ختم کر دیں تو پھر بھی میں اسلام کو ترک کرنے والا نہیں ہوں آپ کھانا کھائیں یا نہ کھائیں۔ جب وہ
سعد رضی اللہ عنہ کے اسلام چھوڑنے سے مایوس ہو گئیں تو انہوں نے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔
(تفسیر قرطبی) اس آیت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو شرک کے بارے میں ماں کی بات ماننے سے منع کیا گیا ہے۔

[۸] چونکہ سب نے ایک دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے اس لئے
اس کی نافرمانی سے ڈرو ورنہ اس دن جب برائیوں سے پردہ اٹھے گا تو ذلت و خواری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۹] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ انہیں جو بہترین جزا عطا فرمائے گا ان میں سے ایک یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان کو نیک لوگوں کی سنگت میں داخل فرمادیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور معیت بھی اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔

ساتھ تھے، [۱۰] کیا اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو خوب
جاننے والا نہیں ہے جو جہان والوں کے سینوں میں
(پوشیدہ) ہیں۔ [۱۱]

فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۝

۱۱۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر کر دے گا ان لوگوں کو جو ایمان
لائے اور منافقوں کو بھی ضرور ظاہر کر دے گا۔

وَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلْيَعْلَمَنَّ
الْمُنَافِقِينَ ۝

۱۲۔ اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا: تم ہماری راہ کی
پیروی کرو اور ہم تمہارے گناہوں (کے بوجھ) کو
اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں سے کچھ بھی
نہیں اٹھا سکیں گے، بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ [۱۲]

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا
اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا
هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۖ
إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

[۱۰] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ زبان سے کہتے تھے: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، پھر
جب انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ستایا جاتا تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مانند قرار دیتے اور اسلام چھوڑ کر
مرتد ہو جاتے۔ (تفسیر قرطبی) اور کفار کے پاس جا کر کہتے: دراصل ہم تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں کو تو صرف دھوکہ
دیتے ہیں لیکن جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے فتح نصیب ہوتی تو مسلمانوں کے پاس آ کر جھوٹا دعویٰ کرتے کہ ہم
کفار کے پاس تو صرف راز لینے گئے تھے دراصل تو ہم کل بھی تمہارے ساتھ تھے اور آج بھی تمہارے ساتھ ہیں، لہذا مال
غنیمت سے ہمیں بھی حصہ ملنا چاہیے کیونکہ ہم تمہارے مسلمان بھائی ہیں۔

[۱۱] منافقین اس دنیا میں مسلمانوں اور کافروں دونوں کو دھوکہ دے کر مطلب براری کر سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور
دلوں میں پوشیدہ رازوں سے اچھی طرح آگاہ ہے، قیامت کے دن جب وہ ان کے دلوں کے راز قاش کر دے گا اور مومن
اور منافق کے احوال کو ظاہر کر دے گا تو پھر منافقین کا کیا حشر ہوگا؟

[۱۲] مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو کہا: تم ہماری راہ یعنی کفر و شرک کی طرف واپس آ جاؤ تو ہم تمہیں ستانا چھوڑ دیں گے اور اگر تمہیں
یہ خطرہ ہے کہ شرک گناہ ہے اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن تمہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو اس کے متعلق پہلی بات تو
یہ ہے کہ مکر مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو عقل تسلیم نہیں کرتی اور بفرض محال اگر ایسا ہوا تو خدا کے ہاں ہمارا نام
لے دینا کہ انہوں نے ہم کو شرک کا مشورہ دیا تھا اور ہم بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اس مشورہ کی ذمہ داری بھی قبول کریں گے
اور تمہارے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔

اس آیت میں مشرکین کو جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں، قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی اپنی فکر

وَلِيَحْصِلَنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ
وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا
يَفْتَرُونَ ۝

۱۳۔ اور وہ ضرور اپنے (گناہوں کے) بوجھ اٹھائیں گے اور
اپنے (گناہوں کے) بوجھ کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی
(اٹھائیں گے) اور قیامت کے دن ان سے ان
(جھوٹی باتوں) کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی جو وہ
گھڑا کرتے تھے۔ [۱۳]

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ
فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا
فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝

۱۴۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا
تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے، پھر
ان لوگوں کو طوفان نے آپکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم
تھے۔ [۱۴]

دامن گیر ہوگی کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (قرآن: ۶: ۱۶۴) اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی
بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ (قرآن: ۸۰: ۳۴) حتیٰ کہ سارے دوست احباب اس دن ایک دوسرے کے دشمن بن
جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (قرآن: ۴۳: ۶۷) یعنی پرہیزگار اس دن بھی اسی طرح ایک دوسرے کے دوست
ہوں گے جس طرح آج ہیں، اور جس طرح آج ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اسی طرح اس دن بھی ایک دوسرے کے
کام آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[۱۳] قیامت کے دن مشرکین کو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا ہوگا اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی مشرکین ہی کو اٹھانا پڑے گا
جو ان کی کوشش سے گمراہ ہوئے تھے۔ نیز قیامت کے دن مشرکین سے ان جھوٹی باتوں کے متعلق بھی باز پرس ہوگی جن کے
ذریعہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو ہدایت کی
اتباع کرنے والوں کا اجر ملے گا اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت
دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور گمراہوں کے گناہوں میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔
(مسلم: ۲۶۷۴: کتاب العلم: باب ۶)

[۱۴] حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے، اتنی طویل تبلیغ کے بعد بھی جب وہ اپنے مظالم سے باز نہ
آئے تو بالآخر ان پر پانی کا طوفان آیا جس میں وہ غرق ہو گئے اور صرف وہی لوگ بچے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی
میں سوار ہو گئے تھے۔ وہ کشتی جو دی پہاڑ کی چوٹی پر چار کی اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کی نشانی بن گئی یعنی صرف
وہی لوگ نجات پاسکے جو نبی کی دعوت پر کشتی میں سوار ہوئے۔ اسی طرح آخرت میں بھی صرف وہی لوگ نجات پاسکیں گے
جو اپنے نبی کی دعوت پر ایمان لائیں گے۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً
لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾

۱۵۔ پھر ہم نے نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو نجات دے
دی اور ہم نے اس (کشتی) کو تمام جہان والوں کے
لئے ایک نشانی بنا دیا۔

وَأِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَ
اتَّقُوهُ ۖ ذِكْمٌ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾

۱۶۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے
فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرتے
رہو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم (حقیقت کو)
جانتے ہو۔

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَ
تَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا
عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾

۱۷۔ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور محض
جھوٹ گھڑتے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن
کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے
مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرو اور
اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی
طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۵]

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ اہل مکہ کی ایذا رسانی اور ان کے ایمان نہ لانے پر کبیدہ
خاطر نہ ہوں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے صبر و استقلال کو دیکھیں وہ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے اور
اسی (۸۰) افراد کے سوا کوئی اور ایمان نہ لایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال نہیں تھی بلکہ یہ وہ عمر ہے جو نبوت پر فائز ہونے کے بعد سے طوفان نوح کے آنے
تک ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: چالیس سال کی عمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت کے منصب پر فائز کیا
گیا اور ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کرتے رہے، پھر طوفان نوح آیا اور اس طوفان کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال
تک زندہ رہے۔ (تفسیر قرطبی) اس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار پچاس سال بنتی ہے۔ اگرچہ انسان کی طبعی عمر
اتنی لمبی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

[۱۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا: بتوں کی عبادت کرنا تمہارا اپنا گھڑا ہوا فلسفہ ہے اس کا تمہارے پاس
کوئی علمی یا عقلی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی تمہارا رزق ان کے اختیار میں ہے بلکہ وہ خود اپنے وجود میں تمہارے محتاج ہیں، اگر
تم پتھروں کو تراش کر بت نہ بناؤ تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ خود بت ہی بن سکیں، جب کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے،

وَ اِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۚ وَ مَا عَلَى الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ۝۱۸

۱۸۔ اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کئی قومیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ تو صاف طور پر پیغام پہنچا دینے کے سوا (کچھ اور لازم) نہیں ہے۔ [۱۶]

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۹

۱۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کا آغاز فرماتا ہے، پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا، بے شک (دوبارہ پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ کے لئے بہت ہی آسان ہے۔ [۱۷]

قُلْ سَيِّرُوا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ بَدَا الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشَاةَ الْاٰخِرَةَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰

۲۰۔ آپ فرمادیجیے: تم زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تخلیق کا آغاز فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ دوسری بار پیدا فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ساری کائنات کا خالق اور رازق ہے اور ایک دن تم سب کو اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اور اعمال کا حساب دینا ہے، لہذا اسی کی عبادت کرو اور اسی سے رزق طلب کرو۔

[۱۶] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: اگر تم میری دعوت کو جھٹلاتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں، تم سے پہلے بھی کئی قومیں اپنے نبیوں کی دعوت کو جھٹلا چکی ہیں۔ اس سے نبی کو کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان قوموں پر عذاب نازل ہوا کیونکہ نبی کا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچائے جو اس نے پہنچا دیا۔ اب کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے یہ نبی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

[۱۷] مشرکین مکہ کا خیال یہ تھا کہ انسان مرکب مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا، اس آیت میں تخلیق اول کے ذریعہ زندہ ہونے پر دلیل قائم کی گئی ہے یعنی جس ہستی نے انسان کو پہلی مرتبہ بغیر کسی مادہ اور بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے پیدا کیا، اب اسی شکل و صورت میں دوبارہ پیدا کرنا تو اس کے لئے اور زیادہ آسان ہوگا۔ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی، جس نے بڑے بڑے پہاڑ اور سمندر، رنگارنگ مخلوق کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے پیدا فرمادیا ہے اس مخلوق کو فنا کر کے پھر اس جیسی مخلوق دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

۲۱۔ وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۸]

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ
وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿۱۸﴾

۲۲۔ اور تم (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔ [۱۹]

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
السَّمَاءِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا
لَا نَصِيرٍ ﴿۱۹﴾

۲۳۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور (قیامت کے دن) اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان ہی لوگوں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔ [۲۰]

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَ لِقَائِهِ
أُولَٰئِكَ يَكْسِبُونَ مَرَحَمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۰﴾

۲۴۔ پس ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: تم اس کو قتل کر ڈالو یا اس کو جلادو، پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچالیا،

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا
اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ﴿۲۴﴾

[۱۸] اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے، تاہم اس سزا و جزا کے عمل میں وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

[۱۹] مشرکین کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم چاہے قیامت کو مانو یا نہ مانو، حقیقت یہی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور تمہیں اس دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، تم زمین و آسمان میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی تمہارا کوئی ایسا طاقت ور دوست یا مددگار ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہیں پناہ دے سکے، لہذا تمہارا قائدہ اسی میں ہے کہ آج ہی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ کیونکہ وہی تمہارا حقیقی دوست اور مددگار ہے۔

[۲۰] یہ دنیا دار العمل اور دارالامتحان ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے لئے عام ہے جس سے مومن اور کافر سب استفادہ کر رہے ہیں لیکن قیامت کا دن دارالجزا ہے جس میں نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت اور برے لوگوں کو ان کی برائیوں کی وجہ سے جہنم ملے گی۔ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کے منکر ہیں ظاہر ہے انہوں نے آخرت کے لئے تیاری نہیں کی ہوگی، لہذا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوں گے اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہوگا۔

بے شک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں
ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ [۲۱]

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۱﴾

۲۵۔ اور ابراہیم نے کہا: تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو
اپنا (معبود بنا) لیا ہے محض دنیاوی زندگی میں باہمی
دوستی کی خاطر، پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک
دوسرے (کی دوستی) کا انکار کر دے گا اور تم میں
سے ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا اور تمہارا
ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں
ہوگا۔ [۲۲]

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا
مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ
بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم
مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۲۵﴾

[۲۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے توحید کے حق میں اور شرک کے خلاف دلائل دیئے، جب ان کی قوم ان دلائل کا
جواب نہ دے سکی تو وہ ظلم و تشدد پر اتر آئی اور دنیا میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم عقل کے میدان میں لا جواب
ہو جاتی ہے تو وہ تعصب میں آکر تشدد پر اتر آتی ہے اور انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے یا زندہ
جلا کر نشان عبرت بنا دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ان کے شرک کو چیلنج نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے بہت بڑی آگ جلائی
اور ابراہیم کو اس میں پھینک دیا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارد گرد والی آگ کو سلامتی والا بنا دیا جس
سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اس کی تفصیل سورہ الانبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۶۹ کے حاشیہ نمبر ۵۶ میں
ملاحظہ کریں۔

اس واقعہ میں اہل ایمان کے لئے ایک سبق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو آزمائے تو اسے مشکل سے مشکل حالات میں
بھی ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسرا سبق یہ ہے کہ جب کوئی مومن آزمائش میں پورا اترتا ہے تو آخرت میں اللہ
تعالیٰ اس کو عظیم الشان اجر عطا فرمائے ہی گا، اس دنیا میں بھی اکثر اس کو امتیازی شان کے ساتھ سرخرو فرماتا ہے، جیسے نمرود
کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین مکہ کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور صداقت کا ثبوت بھی موجود ہے جو کہ
مشرکین کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جس قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی ہوئی آگ سے بچا لیا وہی اس لائق
ہے کہ اس کی توحید پر ایمان لایا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

[۲۲] بت پرستی کی ان کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں تھی صرف آباء و اجداد کی اندھی تقلید کے باعث وہ بت پرستی کے ساتھ اس قدر

فَاصْبِرْ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ (یہ سن کر) لوط ان (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان لے آئے اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بے شک وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ [۲۳]

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرًا فِي

۲۷۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا فرمایا اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی [۲۴] اور ہم نے ان کو

وابستہ ہو چکے تھے کہ یہ ان کی آپس میں محبت اور وحدت کا ذریعہ بن چکی تھی، قیامت کے دن جب انہیں جہنم میں اپنا ٹھکانا نظر آئے گا تو پھر ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا اور اسے اپنی گمراہی کا ذمہ دار قرار دے گا کہ اس نے مجھے گمراہ کر کے اس انجام تک پہنچایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ایک امت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی پیش رو امت پر لعنت بھیجے گی حتیٰ کہ جب وہ سب امتیں دوزخ میں جمع ہو جائیں گی تو ان کی پچھلی امت پہلی امت کے متعلق کہے گی: اے ہمارے رب! ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا، پس تو ان کو آگ کا دگنا عذاب دے۔ (قرآن: ۷: ۳۸) ایک ان کی اپنی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تم میں سے ہر ایک کے لئے دو گنا عذاب ہے کیونکہ اگر انہوں نے تمہیں غلط راستہ دکھایا تو کیا تم اندھے تھے تم نے ان کی پیروی کیوں کی؟ لہذا تمہارا جرم بھی دو گنا ہے ایک اپنی گمراہی کا اور دوسرا گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کا۔

[۲۳] حضرت لوط علیہ السلام تو حید پرست تو پہلے ہی تھے کیونکہ نبی ہمیشہ کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے، چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو حید کی دعوت دی تو حضرت لوط علیہ السلام نے سب سے پہلے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے۔ (صفوة التفاسیر)

آگ کے گزار بننے کا عظیم معجزہ دیکھنے کے بعد بھی جب اہل عراق آپ پر ایمان نہ لائے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں سے ہجرت کا پروگرام بنالیا۔ اس سفر ہجرت میں آپ کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے۔ ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں قیام فرمایا جب کہ حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے صلے میں دو بیٹے عطا فرمائے، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی نسل سے حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام جن کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل کے

الدُّنْيَا وَ إِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ
الصَّالِحِينَ ﴿٢٥﴾

دنیا میں بھی ان کا اجر عطا فرمایا اور بے شک وہ
آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہیں۔ [۲۵]

وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ
الْفَاحِشَةَ مِمَّا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ
الْعَالَمِينَ ﴿٢٦﴾

۲۸۔ اور لوط نے جب اپنی قوم سے کہا: بے شک تم ایسی
بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام
جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی۔

إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ
السَّبِيلَ ۚ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ ۖ
فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا
بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾

۲۹۔ کیا تم (نفسانی خواہش کے لئے) مردوں کے پاس
آتے ہو اور عام راستوں پر ڈاکے ڈالتے ہو اور
اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو؟ تو ان کی قوم کا
جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: اگر تم
سچے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔ [۲۶]

تمام انبیاء علیہم السلام ان ہی کی نسل سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کے بعد جتنے
انبیاء علیہم السلام تشریف لائے وہ سارے آپ ہی کی اولاد سے تھے اور چاروں آسمانی کتابیں یعنی تورات، زبور، انجیل
اور قرآن مجید بھی آپ ہی کی نسل سے پیدا ہونے والے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ آخرت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے نیک بندوں میں شامل کر کے جس عظمت سے نوازے گا اس کا تو تصور کرنا
بھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے لیکن اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امتیازی شان عطا فرمائی ہے جس کی
وجہ سے آج بھی دنیا کے تمام مسلمان، عیسائی اور یہودی آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور آپ کی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔

[۲۶] قوم لوط کے لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ نفسانی خواہش پوری کرتے تھے جو کہ ایسا غیر فطری اور غیر طبعی عمل ہے کہ
جنگل کے جانور بھی اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے
پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کی اور پھر تم اس بے حیائی کا ارتکاب عام راستوں اور کھلی مجلسوں میں کرتے ہو، نیز
مسافروں کو قتل کر کے ان کے مال لوٹ لیتے ہو۔ تم اس زیادتی اور بے حیائی سے باز آ جاؤ ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب
نازل ہوگا۔ اس نصیحت کو رد کرنے کا ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا اس لئے وہ ضد اور تعصب میں آ کر حضرت
لوط علیہ السلام سے کہنے لگے: ہم تو اس کرتوت کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، البتہ تم ہمیں جس عذاب سے ڈراتے ہو اگر تم اپنے
دعویٰ میں سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ، کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ نہ اب تک قیامت آئی ہے اور نہ آئندہ کبھی آئے گی۔

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ
الْمُفْسِدِينَ ﴿٢٠﴾

۳۰۔ لوط نے عرض کیا: اے میرے رب! ان فسادی لوگوں
کے خلاف میری مدد فرما۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى
قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٢١﴾

۳۱۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم
کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا:
بے شک ہم اسی بستی کے باشندوں کو ہلاک کرنے والے
ہیں کیونکہ اس بستی کے باشندے ظالم ہیں۔ [۲۱]

قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ
بِمَنْ فِيهَا اللَّهُ لَسَنَجِيبُهُ وَ أَهْلَهُ إِلَّا
امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٢٢﴾

۳۲۔ ابراہیم نے کہا: اس بستی میں تو لوط بھی ہیں، فرشتوں
نے کہا: ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو اس بستی میں
ہیں، ہم ضرور بچالیں گے لوط کو اور ان کے گھر والوں
کو سوائے ان کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے
والوں میں سے ہے۔ [۲۲]

وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيقَ إِلَيْهِمْ
وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا
تَحْزَنْ إِنَّا مُنْجُونَكَ وَ أَهْلَكَ إِلَّا

۳۳۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس
آئے تو لوط ان کے آنے سے غمگین ہوئے اور ان کی
وجہ سے تنگ دل ہوئے اور (انہیں پریشان دیکھ کر)
فرشتوں نے کہا: آپ نہ خوفزدہ ہوں، اور نہ غمزدہ
ہوں، بے شک ہم نجات دینے والے ہیں آپ کو اور

[۲۱] حضرت لوط علیہ السلام جب اپنی قوم کی اصلاح سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی
دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتوں کو بھیجا۔ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور
انہیں بڑھاپے کے باوجود اولاد کی خوش خبری سنائی اور انہیں یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت لوط علیہ السلام کی بستی والوں
کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا ہے کیونکہ وہ بڑے ظالم اور سرکش ہو گئے ہیں۔

[۲۲] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اس بستی میں تو لوط بھی موجود ہیں کیا ان کے سامنے اس بستی کے باشندوں کو ہلاک کیا جائے گا
یا پہلے ان کو اس بستی سے نکال لیا جائے گا؟ فرشتوں نے جواب دیا: ہم اس بستی کے سارے باشندوں کو خوب جانتے ہیں۔
ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو پہلے اس بستی سے نکال لیں گے، البتہ ان کی بیوی پیچھے رہ جائے گی کیونکہ وہ
کافر ہے اور اس کو بستی والوں کے ساتھ ہلاک کر دیا جائے گا۔

أَمْرًا تَكُ كَانَتْ مِنَ الْغَيْرِينَ ۝

آپ کے گھر والوں کو سوائے آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ [۲۹]

إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

۳۴۔ بے شک ہم اس بستی کے باشندوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
يَعْقِلُونَ ۝

۳۵۔ اور بے شک ہم نے اس بستی کے کچھ آثار عقل مند لوگوں (کی عبرت) کے لئے بطور ایک واضح نشانی کے باقی رہنے دیئے ہیں۔ [۳۰]

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ لِّقَوْمٍ
اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْأَخِيرَ وَلَا
تَعْتَبُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

۳۶۔ اور (ہم نے) مدین کی طرف ان کے (قوی) بھائی شعیب کو (بھیجا)، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي

۳۷۔ پھر انہوں نے شعیب کو جھٹلایا تو انہیں ایک زلزلے

[۲۹] جب فرشتے حسین لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ گھبرا گئے کیونکہ ان کی قوم کے لوگ لڑکوں کے ساتھ بد فعلی کے دلدادہ تھے، اس لئے آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ انہیں ان لڑکوں کا علم ہوا تو وہ یہاں آکر میرے مہمانوں کی توہین کریں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو پریشان دیکھ کر فرشتوں نے کہا: آپ گھبراہٹیں نہیں ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ ہمیں تنگ نہیں کر سکتے بلکہ ہم ان پر عذاب نازل کرنے والے ہیں لیکن ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو پہلے یہاں سے نکال لیں گے، البتہ آپ کی بیوی ان نافرمانوں کے ساتھ ہی عذاب میں مبتلا کی جائے گی کیونکہ وہ آپ پر ایمان نہیں لائی۔ اس واقعہ کی تفصیلات کے لئے سورہ الاعراف (۷) کی آیات نمبر ۸۲-۸۰، سورہ ہود (۱۱) کی آیات نمبر ۸۳-۷۷ اور سورہ الحجر (۱۵) کی آیات نمبر ۷۹-۶۱ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۳۰] جب قوم لوط کا وقت آپہنچا تو ان کی بستی کو تہہ وبالا کر دیا گیا۔ اب بھی اس الٹی ہوئی بستی میں کچھ کھنڈرات مدینہ اور شام کے درمیان موجود ہیں اور اہل مکہ جب تجارت کی غرض سے شام کو جاتے ہیں تو راستے میں ان کھنڈرات کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر ان سے عبرت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔

دَارِهِمْ جَحِشِينَ ﴿۳۱﴾

نے آپکڑا، پس صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں
اوندھے منہ پڑے رہ گئے تھے۔ [۳۱]

وَعَادًا وَثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ
مَّسْكِنِهِمْ^{۳۲} وَرَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿۳۲﴾

۳۸۔ اور عاد اور ثمود کو (بھی ہم نے ہلاک کر دیا) اور ان
کے (تباہ شدہ) مکانات تمہارے لئے ظاہر ہو چکے
ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے خوش
نما بنا دیا تھا اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا تھا
حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے۔ [۳۲]

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ^{۳۳} وَلَقَدْ
جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي
الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا لَاسِقِينَ ﴿۳۳﴾

۳۹۔ اور (ہم نے) قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی
ہلاک کیا) اور بے شک موسیٰ ان کے پاس واضح
نشانیاں لے کر آئے تھے، پھر بھی انہوں نے زمین
میں سرکشی کی حالانکہ وہ (ہماری گرفت سے بچ کر)
آگے بڑھ جانے والے نہ تھے۔ [۳۳]

[۳۱] اہل مدین ناپ تول میں کی اور خیانت کرتے اور چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اس لئے انجام سے بے فکر ہو کر زمین میں فساد
پھیلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا اور انہوں نے اہل مدین کو قیامت پر ایمان
لانے اور فساد نہ پھیلانے کی دعوت دی مگر انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنی خیانت اور فساد انگیزی پر قائم
رہے جس کے نتیجہ میں ان پر زبردست آواز کے ساتھ ایسا زلزلہ آیا کہ وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے
رہ گئے تھے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورۃ الاغراف (۷) کی آیات نمبر ۹۳-۸۵ اور سورہ ہود (۱۱) کی آیات نمبر
۹۵-۸۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۳۲] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران یمن میں قوم عاد اور حجاز و شام کے
درمیان قوم ثمود کے تباہ شدہ مکانات دیکھے ہوں گے۔ شیطان نے ان کے کفر و شرک اور ان کے مظالم کو ان کے لئے اس
قدر خوش نما بنا دیا تھا کہ وہ سیدھے راستے کو چھوڑ کر غلط راستے پر گامزن ہو گئے حالانکہ وہ بڑے سمجھ دار لوگ تھے، اگر وہ
اپنی عقل کو استعمال کرتے تو حق کو سمجھ سکتے تھے مگر جو لوگ اپنی عقل پر ضد اور تعصب کے پردے ڈال دیتے ہیں وہ حق کو سمجھنے
سے قاصر رہتے ہیں۔

[۳۳] قارون، فرعون اور ہامان بڑے سرکش ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ حضرت

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِمْ فَنَقَرْنَاهُمْ مِّنْ أَسْفَلَ سَوَابِقِ الْأَرْضِ وَأَنزَلْنَاهُم مِّنْ الْأَرْضِ عَلَىٰ عِلْقٍ صَبَإٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَاهُ وَمَا كَانِ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ پھر ہم نے ہر ایک (سرکش) کو اس کے گناہ کے باعث پکڑ لیا، پس ان میں سے بعض پر ہم نے پتھر برسائے اور ان میں سے بعض کو ایک خوف ناک کڑک نے آ پکڑا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے (سمندر میں) غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ [۳۰]

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ إِذَا أَخَذَتْ بُيُوتًا وَ إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور مددگار بنائے ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے (جالے سے) گھر بنایا اور بے شک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش! وہ لوگ (اس حقیقت کو) جانتے۔ [۳۱]

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ

۳۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ اس کے سوا پوجتے

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی اور اپنی نبوت کے لئے معجزات بھی دکھائے مگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنی سرکشی پر قائم رہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون اور ہامان کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور کوئی بڑے سے بڑا سرکش بھی اس کی گرفت سے بچ کر نہیں بھاگ سکتا۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے سب اقوام کی طرف انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ انہوں نے اپنی قوموں کو سرکشی سے منع فرمایا لیکن جو لوگ سرکشی اور ظلم و زیادتی سے باز نہ آئے اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان کے جرائم کے موافق انہیں مختلف سزائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ ان لوگوں کے اپنے کئے ہوئے مظالم تھے جن کی وجہ سے وہ اس سزا کے مستحق قرار پائے تھے۔

[۳۵] اس آیت میں معبودان باطلہ کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح مکڑی کا جالہ تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے جو بارش اور تیز ہوا کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکتا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بناتے ہیں اور مشکل میں ان کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہیں انہیں اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ معبودان باطلہ تو خود مکڑی کے جالے کی طرح اتنے کمزور ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے تو پھر وہ کسی اور کو کیسے بچا سکیں گے؟

ہیں، اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔ [۳۶]

شَيْءٌ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۳۳۔ اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا

ہیں اور ان مثالوں کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں۔ [۳۷]

يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۝

۳۴۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ

فرمایا، بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے (اس

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

کی قدرت کی بڑی) نشانی ہے۔ [۳۸]

۳۵۔ (اے رسول مکرم!) جو کتاب آپ کی طرف وحی کی

أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ

گئی ہے اسے پڑھیے [۳۹] اور نماز قائم رکھیے،

الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے،

[۳۶] اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور وہ

نساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بے بس ہیں، حقیقت میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی سب پر غالب ہے اور اسی کی کامل حکمت سے یہ نظام کائنات چل رہا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۳۷] یہ مثالیں اس لئے بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کو سمجھیں اور اس پر ایمان لائیں۔ اگرچہ یہ

مثالیں سب لوگوں کے لئے ہیں مگر ان کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں کیونکہ وہ ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور جوان میں غور و فکر نہ کریں ظاہر ہے وہ ان مثالوں سے کچھ نہیں سمجھ سکیں گے۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو صحیح انداز سے کے مطابق پیدا فرمایا ہے، اس میں ذرہ برابر کی بیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

زمین و آسمان کے اس کامل نظام میں اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔

[۳۹] اس آیت میں خطاب بظاہر تو نبی کریم ﷺ سے ہے مگر حقیقت میں تمام ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب

قرآن مجید کی تلاوت اگرچہ بغیر وضو کے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر یا چلتے پھرتے کی جاسکتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ

پہلے وضو کرے اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر بڑے ادب و سکون کے ساتھ تلاوت کرے اور دل و دماغ میں اس

احساس کو تازہ کرے کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ ہمارے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے ہماری

ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ تلاوت شروع کرتے وقت یہ پڑھے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرحیم۔ میں مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تلاوت قرآن مجید کے مقاصد

۱۔ اجر و ثواب کے لئے

حضرت ابو امامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (مسلم: صلاة المسافرين: باب ۴۲)

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف کی تلاوت کی اس کے لئے اس تلاوت کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”الم“ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی: فضائل القرآن: باب ۱۶) گویا صرف ”الم“ پڑھنے سے تیس نیکیاں مل جاتی ہے۔ اہل علم کہتے ہیں: جو صرف الف کی تلاوت کرتا ہے اس کی زبان سے تین حروف (الم) ادا ہوتے ہیں، لہذا صرف ”الم“ کی تلاوت سے ۹۰ نیکیوں کا ثواب ملے گا اور یہ ثواب ہر مومن کو ملے گا خواہ وہ آیات کا معنی جانتا ہے یا نہیں کیونکہ ”الم“ حروف مقطعات ہیں اور قرآن مجید میں حروف مقطعات پر مشتمل ۲۹ آیات ہیں جن کا معنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر ان کے ہر حرف کی تلاوت کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

قرآن مجید خود پڑھنے کے علاوہ اگر کسی کو پڑھتے ہوئے سنا جائے تو بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔ امام دارمی نے اپنی سنن میں قرآن سننے کی فضیلت کے بارے میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں حضرت خالد بن معدان ؓ بیان کرتے ہیں: بے شک جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے ایک اجر ہے اور جو اس کو غور سے سنتا ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۱۰) قرآن مجید کا پڑھنا فرض نہیں مگر اس کا سنتا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ (قرآن: ۷: ۲۰۴) فرض کا ثواب چونکہ واجب، سنت اور مستحب کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے قرآن مجید سننے کے ثواب کو دو اجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: جس شخص نے کتاب اللہ کی ایک آیت بھی غور سے سنی تو یہ آیت اس کے لئے (قیامت کے دن بمنزلہ) نور ہوگی۔ (سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۱۰)

۲۔ علم حاصل کرنے اور علم دینے کے لئے

حضرت عثمان بن عفان ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو علم دے۔ (بخاری: فضائل القرآن: باب ۲۱) ساری کائنات میں سب سے زیادہ سچی اور سب سے بڑی عظمت والی کتاب قرآن مجید ہے، جو اس کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے وہ سب سے بہتر نہیں ہوگا تو

اور کون ہوگا؟

یہ اتنی عظیم کتاب ہے کہ سب سے پہلے اس کا علم سکھانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سب سے پہلے طالب علم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سورہ رحمن کی تفسیر میں اہل علم لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو قرآن مجید کا علم سکھایا اور پھر حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو اس کا علم سکھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا علم پڑھانا اللہ تعالیٰ کی بھی سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی سنت ہے اور قرآن مجید کا علم حاصل کرنا ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بھی سنت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی سنت ہے، الغرض قرآن مجید کا علم حاصل کرنا اور اس کی تعلیم دینا دونوں ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہیں۔

قرآن مجید کے الفاظ کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (قرآن: ۱۵: ۹) اور قرآن مجید کا علم اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو عطا فرمایا جس کے محافظ علمائے کرام ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹) اسی لئے قرآن کے الفاظ میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن کے علم میں اختلاف ہے کیونکہ اس کے محافظ علماء ہیں مگر اہل علم کا اختلاف رحمت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۳۶) لہذا آج قرآن، حدیث اور شریعت کا جتنا علم موجود ہے یہ علمائے کرام کا مرہون منت ہے۔ دنیا کا ہر مسلمان خواہ وہ ڈاکٹر ہے یا لیڈر، عابد ہے یا شیخ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی عالم کے شاگرد ہیں اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اس نے اسلام کو علماء سے نہیں بلکہ بخاری سے سیکھا ہے تو صحیح بخاری بھی دراصل ایک عالم دین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء (کے قلم) کی سیاہی اور شہیدوں کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء (کے قلم) کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱) امام بخاری کے عہد میں نہ جانے کتنے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جام شہادت نوش کیا ہوگا، وہ خود تو جنت کے مستحق قرار پائے ہوں گے مگر آج ہمیں ان کا نام تک معلوم نہیں جب کہ حضرت امام بخاری اپنے قلم کی سیاہی کی وجہ سے آج بھی اہل ایمان کے دلوں میں زندہ ہیں، انہوں نے صحیح بخاری میں جو احادیث جمع کی ہیں وہ سینکڑوں سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔ اسی طرح اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اس نے اسلام کو علماء سے نہیں بلکہ براہ راست قرآن مجید سے سیکھا ہے تو قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ یا نبی کریم ﷺ نے نہیں لکھا بلکہ اہل علم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لکھا ہے، لہذا ہر شخص بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی عالم کا شاگرد ہے اور اسے علماء کا احسان مندر ہونا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: قرآن کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کا علم سکھاؤ۔ اگر اسی حالت میں تمہاری موت آگئی تو قرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جس طرح بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔ (کنز

العمال: جلد ۱۰: ص ۲۵۹) یعنی جس طرح مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ کی زیارت کا شوق ہوتا ہے اسی طرح فرشتوں کو تیری قبر کی زیارت کا شوق ہوگا۔ صرف حج کے موقع پر دو تین ملین مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور پورے سال میں نامعلوم کتنے ملین مسلمان بیت اللہ کے طواف کے لئے جاتے ہیں۔ ذرا اندازہ کریں جتنی مقدار میں مسلمان بیت اللہ کے طواف کے لئے جاتے ہیں اتنی مقدار میں اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے جس عالم دین کی قبر کی زیارت کے لئے آئیں گے اور صاحب قبر کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کریں گے تو اس عالم دین کی عظمت کا کیا عالم ہوگا، عالم کی فضیلت کے بارے میں تین اور احادیث ملاحظہ کریں:

☆ ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کا مقام عابد سے اتنا بلند ہے جتنا تمہارے ادنیٰ آدمی سے میرا مقام بلند ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور زمین و آسمان میں رہنے والی مخلوق حتیٰ کہ چیونٹی اور مچھلی بھی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔

(ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہے۔

(ترمذی: ۲۶۸۱: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اسے قیامت کے دن نور کا ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی کے مانند ہوگی اور اس کے والدین کو دوا ایسے حلے (لباس) پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا بھی ان کی قیمت کے برابر نہ ہوگی، وہ عرض کریں گے: ہمیں یہ لباس کس وجہ سے پہنایا گیا ہے؟ انہیں جواب دیا جائے گا: اس لئے کہ تمہارے بیٹے نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تھا۔

(المستدرک: حاکم: ۲۰۸۶: جلد اول: ص ۷۶)

۳۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اس لئے نازل کیا ہے کہ انسان اس کو زبان سے پڑھ کر دل میں اتارے اور اس کے پسند و نصائح کو قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو، تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے، کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ وغیرہ

☆ جو لوگ زبان سے تو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر دل میں نہیں اتارتے اور اس کی نصیحت قبول نہیں کرتے ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ ظاہری طور پر کتنی ہی اچھی نمازیں پڑھتے ہوں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ہوگی۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوم یا گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری: ۶۹۳۱: کتاب المرتدین: باب ۶) ایک اور حدیث میں نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیرکمان سے نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور غیر مسلموں کو چھوڑ دیں گے۔ (بخاری: ۳۳۴۴: کتاب الانبیاء: باب ۶)

☆ جو لوگ قرآن مجید سے نصیحت حاصل کر کے اس پر عمل کرتے ہیں، قرآن ان کے حق میں ایسی حجت قائم کر دے گا کہ وہ جنت کے مستحق قرار پائیں گے اور جو لوگ قرآن مجید سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، یہ قرآن ان کے خلاف ایسا ثبوت فراہم کرے گا کہ وہ جہنم کے مستحق قرار پائیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف۔

(مسلم: ۵۳۴: کتاب الطہارۃ: باب ۱)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت مقبول ہوگی اور نافرمان لوگوں کا شکوہ کرے گا جو سنا جائے گا۔ جس شخص نے قرآن کو اپنا امام بنایا یہ قرآن اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اس کو پس پشت ڈال دیا یہ اسے جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔

(صحیح ابن حبان: ۱۲۴: جلد اول: ص ۱۲۲)

۳۔ غور و فکر کرنے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ کتاب برکت والی ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں۔ (قرآن: ۲۹: ۳۸) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی وہ ایک گھڑی ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔ (تفسیر بیضاوی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۱۹۱)

اس افضل عبادت کے سلسلہ میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اترنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم قومیں کائنات میں غور و فکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

افسوس یہ نہیں کہ ہم ہوئے بے حس افسوس تو یہ ہے کہ احساس بے حس بھی نہ رہا
وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور و فکر کرتے رہے وہ دنیا کو نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے اور دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلو تہی کر لیا تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر ہم خوار ہوئے ہیں تارک قرآن ہو کر
درس قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

وَالشُّكْرِ ۖ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

[۴۰] اور واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے،

[۴۰] نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ نماز کے ظاہری آداب سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازیں پابندی کے ساتھ ان کے صحیح اوقات میں پیارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق ادا کی جائیں اور نماز کے باطنی آداب سے مراد یہ ہے کہ نماز کے دوران تیری عاجزی و انکساری، خدا خونی اور یکسوئی کا عالم یہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے ورنہ کم از کم اتنا یقین تو ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے اور ہر نماز کو اتنی احتیاط سے ادا کر جیسے وہ تیری زندگی کی آخری نماز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس نماز کے بعد زندگی تیرا ساتھ چھوڑ جائے اور دوسری نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے۔ نماز کے ظاہری و باطنی آداب کے لئے سورہ مومنون (۲۳) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

نماز بے حیائی اور برائی سے کیسے روکتی ہے؟

☆ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ رہا ہے اگرچہ اس کا احساس بہت کم ہوتا ہے لیکن کم از کم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گزارشات پیش کرتے وقت تو بھرپور یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ جو شخص ہر روز پانچ مرتبہ اس یقین کے ساتھ نماز ادا کرے گا کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے تو آہستہ آہستہ یہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے گی اور نماز کے باہر بھی جب شیطان اس کے دل میں برائی کا دوسوہ ڈالے گا تو اسے فوراً خیال آجائے گا کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے اور وہ فوراً اس برائی سے باز آجائے گا۔

☆ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا ایک مقصد یہ بتایا ہے: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔ (قرآن: ۱۳:۲۰) یعنی روزانہ پانچ بار تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نماز قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ رکھو اور نماز کے باہر جب شیطان اس کے دل میں برائی کا دوسوہ ڈالے گا تو اسے فوراً خیال آجائے کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور جائے گا تو کیا منہ کھائے گا، اس طرح نماز اور اللہ تعالیٰ کی یاد اسے برائی سے روک دیتی ہے۔

☆ انسان کتنا ہی بے حیا اور بدکار کیوں نہ ہو جب تک وہ نماز میں مشغول رہتا ہے وہ برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ اس طرح اگر وہ نماز سے باہر برائیوں میں مبتلا رہتا ہے تو بہر حال نماز کی حالت میں تو نماز اسے برائیوں سے روک دیتی ہے۔

☆ نماز بے حیائی اور برائی سے روکنے کا سبب اور ذریعہ بنتی ہے۔ جو شخص نماز پڑھنے کے باوجود برائی کا ارادہ کرتا ہے تو یہ خیال اسے برائی سے روکتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھنے مسجد میں جائے گا تو دوسرے نمازی کیا کہیں گے کہ یہ شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور برائی بھی کرتا ہے، چنانچہ اسے دوسرے نمازیوں سے شرم محسوس ہوگی اور کم از کم لوگوں کے سامنے برائی کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

☆ ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ نماز کے تین اوصاف ہیں اور جس نماز میں ان تین اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں ہے یعنی (۱) اخلاص (۲) خشیت (۳) اللہ تعالیٰ کا ذکر، پس اخلاص اس نیکی

کا حکم دیتا ہے اور خشیت اس کو برائی سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یعنی قرآن پڑھنا اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک نوجوان انصاری کی شکایت کی گئی کہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور بے حیائی اور چوری کے گناہوں سے باز بھی نہیں آتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک نہ ایک دن نماز اسے برائیوں سے روک دے گی۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ توبہ کر کے نیک بن گیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ ایک دن نماز اسے گناہوں سے روک دے گی۔ (تفسیر قرطبی)

☆ جو شخص پورے خشوع و خضوع اور خلوص نیت سے نماز ادا کرتا ہے، نماز اسے ایک دن برائیوں سے روک دے گی مگر اس کے لئے وقت درکار ہے کیونکہ بیماری آنے میں دیر نہیں لگاتی، بعض دفعہ صرف ٹھنڈی ہوا لگی اور چند لمحوں میں بیماری آگئی مگر اس کو جانے میں کئی دن لگتے ہیں۔ اسی طرح برائیوں سے جان چھڑانے میں بھی وقت لگتا ہے، اگر انسان صبر و استقامت سے مقابلہ کرتا رہے تو بالآخر برائیوں سے نجات پالیتا ہے۔

☆ جو شخص نماز پڑھنے کے باوجود عمر بھر گناہوں میں مبتلا رہا تو ظاہر ہے وہ نماز پڑھنے میں مخلص نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس افسوس ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو یا کاری کرتے ہیں۔ (قرآن: ۱۰۶: ۳۰) اور ایسے ہی نمازیوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی سے نہیں روکا اس نماز سے اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے دوری حاصل ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے! یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیات الصلاة: باب ۶)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹) مذکورہ دو احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز قائم کرنے سے چھوٹے گناہ تو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے مگر بڑے گناہ اور حقوق العباد میں کوتاہی معاف نہیں ہوتے۔ جب بندے کو یہ علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی برکت سے اس کے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو پھر اسے اللہ تعالیٰ سے شرم آئے گی اور بڑے گناہوں سے پرہیز کرے گا۔

☆ سید محمود آلوسی نے ابو عبد اللہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کی نماز مقبول ہوئی ہے یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ کیا اس کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے یا نہیں، وہ جس قدر برائی سے دور ہوگا اسی قدر اس کی نماز مقبول ہوگی۔
(تفسیر روح المعانی)

☆ اس آیت پر ایک عمومی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ کئی لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں تو پھر نماز انہیں برائی سے کیوں نہیں روکتی؟

علامہ محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے میں اس کو اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں یعنی ایک ہے نمازی کو برائی سے روکنا اور ایک ہے نمازی کا برائی سے رک جانا، ان دونوں میں فرق ہے۔ اس آیت میں یہ ذکر تو ہے کہ نماز برائی سے منع کرتی ہے مگر یہ ذکر نہیں ہے کہ نمازی برائی سے رک جاتا ہے کیونکہ جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا وہ برائی سے نہیں رکتے۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے، نیکی کرنے اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ (قرآن: ۱۶: ۹۰) یعنی اللہ تعالیٰ تو سب کو نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے مگر پھر بھی اکثر لوگ برائی سے باز نہیں آتے تو جب اللہ تعالیٰ کے روکنے سے تمام لوگ برائیوں سے نہیں رکتے تو نماز کے منع کرنے سے کیسے رک سکتے ہیں؟ الغرض روکنے والا اللہ تعالیٰ ہو یا اس کا پیارا رسول ﷺ، قرآن ہو یا نماز صرف وہی لوگ برائیوں سے رک جاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔ یا رب العالمین! اس فقیر پر تقصیر، اس کے جملہ متعلقین اور ساری امت مسلمہ کے دلوں میں اپنا خوف پیدا فرما دے اور تمام مومنین اور مومنات کے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے نبی کی حقیقی محبت پیدا فرما دے۔ آمین ثم آمین!

نماز کے فوائد

- ۱۔ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے۔
- ۲۔ نماز دین کا ستون ہے۔
- ۳۔ نماز جنت کی چابی ہے۔
- ۴۔ نماز آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔
- ۵۔ نماز مومن کی معراج ہے۔
- ۶۔ نماز سے دل کو سکون ملتا ہے۔
- ۷۔ نماز اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرتی ہے۔
- ۸۔ نماز اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رابطے کا ایک ذریعہ ہے۔
- ۹۔ نماز انسان کے جسم اور کپڑوں کو پاک رکھتی ہے۔
- ۱۰۔ نماز پڑھنے سے وقت کی پابندی کی عادت پڑتی ہے۔

[۲۱] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۲۱﴾

۱۱۔ ہر شخص نماز پڑھنے والے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۱۲۔ دن میں پانچ مرتبہ وضو کرنے سے انسان کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور چہرہ تروتازہ رہتا ہے۔

۱۳۔ نماز باجماعت سے حقیقی مساوات اور بھائی چارے کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

[۲۱] اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت

☆ ابن زید اور قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور تمام عبادات سے افضل ہے۔ (تفسیر قرطبی) حتیٰ کہ نماز جیسی اہم عبادت کا ایک مقصد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔

(قرآن: ۱۴۲۰)

☆ سلمان نے کہا: کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے افضل نہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزر دو تو ان سے اپنا حصہ لے لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ جنت کے باغات کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کے حلقے ہیں۔

(شعب الایمان: بیہقی: ۵۲۹: جلد اول: ص ۳۹۸)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو صاف کرنے اور چمکانے کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے اور دلوں کو صاف کرنے اور چمکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجہ والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کے صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں نے رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا: جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر اطمینان اور سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

(مسلم: ۶۶۵۵: کتاب الذکر والدعاء: باب ۱۱)

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کے خوف و تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ یہی سارے معاملے کی اصل ہے۔ میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ مزید نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم پکڑو کیونکہ یہ زمین میں تمہارے لئے نور اور آسمان میں تمہارے لئے (نیکیوں کا) ذخیرہ ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۳۶۳: جلد اول: ص ۲۰۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو تمہارا ذکر کرتا ہے وہ اس سے زیادہ بڑا ہے جو تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (تفسیر روح المعانی) اس قول کی تائید میں ایک حدیث قدسی ملاحظہ کریں جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا بندہ جیسے مجھ سے گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اسے یاد کروں گا۔ (بخاری: ۷۴۰۵: کتاب التوحید: باب ۱۵) ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو یاد کرنا اور پھر نورانی فرشتوں کے جھرمٹ میں اس کا ذکر کرنا اتنا بڑا اعزاز ہے جس کا مقابلہ کائنات میں کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری: ۷۴۰۷: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں گھومتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں اور جب وہ کسی جماعت کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: آؤ تمہارا مقصد یہ لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے آسمان دنیا تک اپنے پروں کے ساتھ ان لوگوں پر چھا جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ خود ہی خوب جانتا ہے۔ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکی، بڑائی اور حمد بیان کرتے ہیں (یعنی سبحان للہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، خدا کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری عبادت، بزرگی اور پاکی اور زیادہ بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں اے ہمارے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو وہ جنت کی خواہش، طلب اور رغبت اور زیادہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جہنم دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں اے ہمارے رب! خدا کی قسم! انہوں نے جہنم نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي
هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ
وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ
إِلَيْكُمْ وَالْهَذَا إِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ
مُسْلِمُونَ ۝

۴۶۔ اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے بحث مباحثہ نہ کیا
کر مگر ایسے طریقہ سے جو عمدہ ہو سوائے ان لوگوں
کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا [۴۲] اور (ان
سے) کہہ دو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف
اتارا گیا اور (اس پر بھی ایمان لائے) جو تمہاری
طرف اتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک
ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ [۴۳]

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ۖ فَالَّذِينَ
آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَوْمَئِذٍ بِهٖ ؕ وَمِنْ هَؤُلَاءِ

۴۷۔ اور (اے رسول مکرم ﷺ!) ہم نے اسی طرح
آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے، پس جن کو ہم نے

کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو اس سے دور بھاگتے اور بہت زیادہ اس سے ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے:
ان ذکر کرنے والوں میں فلاں شخص بھی تھا جو ان میں سے نہیں تھا (یعنی ذکر کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا) وہ اپنے کسی کام کے
لئے وہاں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ (ذکر کرنے والے) ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

(بخاری: ۶۴۰۸: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

[۴۲] تبلیغ کے دوران اگر اہل کتاب سے نوبت مناظرہ تک پہنچ جائے تو ان کے ساتھ بڑے مہذب، معقول اور عمدہ طریقہ سے گفتگو کرو
تا کہ ان کے دل میں تعصب پیدا نہ ہو اور تمہاری تبلیغ کو غور سے سنیں لیکن ان میں سے جو زیادتی اور بدتہذیبی پر اتر آئیں تو ان کے
ساتھ تکرار میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رحمن کے بندے وہ ہیں
جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں: (تم پر) سلام ہو۔

(قرآن: ۲۵: ۶۳)

[۴۳] جب اہل کتاب سے گفتگو کا موقع ملے تو منفی اور اختلافی مسائل کے بجائے مثبت اور مشترک امور سے گفتگو کا آغاز کیا جائے
یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور تمہارے انبیائے کرام پر تورات و انجیل کو نازل فرمایا۔
یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہی ہے اور ہم سب اسی کے
فرماں بردار ہیں، اس لئے تمہارے اور ہمارے درمیان بہت سے بنیادی امور میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس طرح
مشترک امور پر گفتگو کے آغاز سے فریقین کے درمیان باہمی احترام کے جذبات پیدا ہوں گے اور ایک دوسرے کی بات
سننے میں دلچسپی لیں گے۔

مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ ۖ وَ مَا يَجْعَدُ بِالْإِتِنَا إِلَّا
الْكَفْرُونَ ﴿۲۸﴾

(پہلے) کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے
ہیں اور ان (اہل مکہ) سے بھی بعض اس (قرآن) پر
ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا صرف کفار ہی
انکار کرتے ہیں۔ [۲۸]

وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ
وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكُمْ إِذَا لُمْتُمْ
الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۹﴾

۲۸۔ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور
نہ آپ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ اہل
باطل ضرور شک میں پڑھ جاتے۔ [۲۹]

[۲۸] اے رسول مکرم ﷺ! جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح ہم نے
آپ پر بھی قرآن مجید نازل فرمایا ہے اور پہلی کتابوں میں بھی قرآن مجید کا ذکر موجود تھا، لہذا جو اہل کتاب اپنی کتابوں پر
عمل پیرا تھے وہ قرآن مجید پر ایمان لے آئیں گے بلکہ کئی مشرکین مکہ بھی جو اگرچہ سابقہ آسمانی کتب کا علم نہیں رکھتے مگر
قرآن اور صاحب قرآن کی صداقت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے حق ہونے کے دلائل اس قدر
روشن ہیں کہ صرف وہی کفار ہی منکر رہیں گے جو تعصب اور عناد کا شکار ہیں۔

[۲۹] اہل مکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نزول قرآن سے پہلے اپنی چالیس سالہ زندگی میں نبی کریم ﷺ نے نہ کبھی کوئی کتاب
پڑھی اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل یہ شبہ کر سکتے تھے کہ آپ نے پہلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں
نوٹ کر لی ہیں اور اب آہستہ آہستہ لوگوں کو سنارہے ہیں۔ اگرچہ دنیا کے سارے پڑھے لکھے لوگ مل کر بھی قرآن جیسی
کتاب تیار نہیں کر سکتے تھے، تاہم اہل باطل کو بات بنانے کا ایک موقع مل سکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن سے
پہلے آپ کو پڑھنے لکھنے سے دور رکھا۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ محققین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ قید ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے پڑھتے
لکھتے نہیں تھے اور نزول قرآن کے بعد جو آپ نے لکھا یا پڑھا وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق سے پڑھنا لکھنا
سیکھنے بغیر آپ کا لکھنا پڑھنا ایک الگ معجزہ ہے۔ (تفسیر تبيان القرآن)

اعلان نبوت کے بعد آپ سے لکھنا اور پڑھنا دونوں ثابت ہیں۔ اس سلسلے میں صلح نامہ حدیبیہ کا واقعہ ملاحظہ کریں جس کو امام
بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کا احرام باندھا (اور مکہ
روانہ ہوئے) لیکن اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آخر صلح اس پر ہوئی کہ (اس سال آپ عمرہ کے

بغیر واپس چلے جائیں، آئندہ سال آئیں اور) مکہ میں تین دن تک قیام کریں گے۔ جب انہوں نے معاہدہ میں یہ لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی۔ کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے، اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو۔ (چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاہدہ تحریر کر رہے تھے اس لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں (رسول اللہ کے الفاظ) کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا اور ”رسول اللہ“ کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۶۹۸) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی۔۔۔۔۔

عمر بن شیبہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے کہ اس وقت اچانک آپ نے لکھنا شروع کر دیا۔ (خصائص کبزی: جلد دوم: ص ۲۳۶) علامہ آلوسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پڑھنے کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں۔“ (تفسیر روح المعانی: سورہ الاعراف (۷): زیر آیت نمبر ۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم عطا فرمایا اسی طرح لکھنا پڑھنا بھی سکھایا، البتہ تبلیغ اسلام میں آپ کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت بہت کم پڑی کیونکہ اہل عرب کی اکثریت ان پڑھ تھی اور انہیں زبانی تبلیغ کی ہی ضرورت تھی۔ شہاب الدین خفاجی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ نے نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں لکھنے کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا کہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے“ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین سے اٹھالیا تاکہ کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ پڑے۔

(نسیم الرياض: جلد ۲: ص ۳۹۸: النبی الامی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”امی“ کہا ہے جس کا معنی ”ان پڑھ“ بھی ہے تو پھر آپ کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ لیکن قرآن مجید میں یہ بھی تو ہے: {وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں (ان پڑھ لوگوں) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے} (قرآن: ۲: ۶۲) نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲) اب جس کو اللہ تعالیٰ پوری امت کا معلم اور استاد بنائے اس کو ان پڑھ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اگر اعلان نبوت سے پہلے آپ کو ان پڑھ کہا جائے تو اس پر بات ہو سکتی ہے مگر اعلان نبوت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کا معلم بنا دیا ہے تو اب ان کو ان پڑھ کہنا درست نہیں ہے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پڑھ لیں۔ (البدایہ والنہایہ: جلد اول: ص ۸۱) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کی لکھی ہوئی تختیاں پڑھ لیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سارے انبیاء کے امام اور سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھ سکیں۔ جس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ
أُوْتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا
الظَّالِمُونَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں
جن کو علم دیا گیا ہے، اور ظالموں کے سوا ہماری
آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ [۳۹]

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّنْ رَبِّهِ
قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَإِنَّمَا أَنَا
نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور کافروں نے کہا: ان (نبی کریم ﷺ) پر ان
کے رب کی طرف سے (ہمارے مطلوبہ) معجزات
کیوں نہیں نازل کیے گئے، آپ فرما دیجئے: معجزات
تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اور میں تو صرف واضح
طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔ [۴۰]

پڑھنا سکھا یا اس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھی سکھایا: اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ
کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ (قرآن: ۳: ۱۱۳)

[۳۹] قرآن مجید کے الفاظ حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں اور اس کے اسرار و معانی علماء کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ قرآن مجید کی
آیات اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ کوئی عقل مند انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا صرف وہی لوگ ان کا انکار کر سکتے ہیں جو حق و
انصاف کی حدود سے تجاوز کر کے ظلم و عدوان کی وادیوں میں سرگرداں ہیں۔

[۴۰] کفار مکہ کی طرف سے جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے مانند کی مثل معجزات نازل کیوں نہیں کئے گئے۔ (صفوة التفسیر) تو آپ نے فرمایا: معجزات کا اختیار اللہ
تعالیٰ کے پاس ہے، وہ جب مناسب سمجھتا ہے نازل فرماتا ہے، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں تاکہ
تم اس کے فرماں بردار بندے بن جاؤ۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے معجزات تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو بغیر اختیار ہر وقت آپ سے
صادر ہوتے ہیں جیسے آپ کے جسم پاک کا سایہ نہ ہونا یا پسینہ مبارک سے مشک و عنبر کی خوشبو۔ دوسرے وہ جن کے ظاہر
کرنے میں نبی کریم ﷺ کو اختیار نہیں دیا گیا، جیسے قرآن کی آیات (کیونکہ قرآن کی ہر آیت معجزہ ہے اور اس کو اللہ
تعالیٰ اپنی حکمت سے ہی نازل فرماتا ہے)، اور تیسرے وہ جو نبی کریم ﷺ کے اختیار سے صادر ہوئے جیسے نکلروں سے
کلمہ پڑھانا، چاند توڑنا اور سورج کو لوٹانا۔ یہاں دوسری قسم کے معجزات مراد ہیں۔ (تفسیر نور العرفان) یعنی جو معجزات
نبی کریم ﷺ کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر منحصر ہیں۔

۵۱۔ کیا ان کے لئے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے، بے شک اس (کتاب) میں ایمان والوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے۔ [۴۸]

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٤٨﴾

۵۲۔ آپ فرمادیجئے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، [۴۹] وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٤٩﴾

۵۳۔ اور وہ آپ سے عذاب کو جلد لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور اگر (عذاب کا) ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آچکا ہوتا، اور بے شک ان پر عذاب اچانک آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ [۵۰]

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَا اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْثَةٌ ۚ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٠﴾

[۴۸] کیا کفار مکہ کے لئے بطور معجزہ یہ قرآن کافی نہیں ہے جس کو وہ صبح و شام سنتے ہیں اور اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں، یہ سب سے بڑا معجزہ ہے، دوسرے معجزات ختم ہو گئے مگر قرآن مجید ایسا معجزہ ہے جو ہمیشہ موجود رہے گا، لہذا اگر وہ قرآن جیسے عظیم معجزہ پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کسی اور معجزہ پر کیسے ایمان لائیں گے۔ قرآن اگرچہ تمام انسانوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی حاصل کرتے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔

[۴۹] یعنی قرآن مجید جیسا واضح معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی اگر تم میری نبوت کی تصدیق نہیں کرتے تو اس کا تمہیں ہی نقصان ہوگا مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میری نبوت کا گواہ تو اللہ تعالیٰ خود ہے اور اس کے علم کا عالم یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے، اس لئے وہ سب سے بڑا اور کامل گواہ ہے۔

[۵۰] پیارے نبی ﷺ! یہ مشرکین کہتے ہیں کہ اگر وہ اچھی گمراہ ہیں تو پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ دراصل ان کے کړتوت تو اس لائق ہیں کہ انہیں فوراً تباہ کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے عذاب کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اس سے پہلے انہیں اصلاح احوال کی مہلت دی جاتی ہے لیکن جو لوگ اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اپنی اصلاح نہیں کرتے تو پھر ان پر اچانک عذاب آ جاتا ہے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی، چنانچہ مشرکین مکہ کو جنگ بدر اور فتح مکہ کے وقت خلاف توقع

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَإِنَّ جَهَنَّمَ
لَءِجْطَةُ الْكَافِرِينَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ وہ آپ سے عذاب کو جلد لانے کا مطالبہ کرتے ہیں،
اور بے شک جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔

يَوْمَ يَعْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ
تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں
کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو
کچھ تم کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔ [۵۱]

لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً
فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو بے شک میری
زمین کشادہ ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔ [۵۲]

اچانک شکست کے عذاب سے دو چار ہونا پڑا اور موت کے بعد جو قیامت ان پر برپا ہوگی اس کی شدت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر
جانتا ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم
ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔

(کنز العمال: ۴۸۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

[۵۱] مشرکین مکہ پر بڑا تعجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور آخرت کے عذاب کو محض دھمکی خیال کرتے ہیں اور اسی لئے جلد عذاب
لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان آیات میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آخرت بہر صورت آکر رہے گی اور جس طرح اس دنیا
میں ان کے ذہن و ضمیر کو چاروں طرف سے کفر و عناد نے گھیر رکھا ہے اور کہیں سے ہدایت کے داخل ہونے کا راستہ نہیں چھوڑا
اسی طرح آخرت میں جہنم کی آگ بھی انہیں چاروں طرف سے اس طرح گھیر لے گی کہ کہیں سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا اور
آذادی جائے گی کہ یہ تم پر ظلم نہیں ہو رہا بلکہ یہ تمہارے ان مظالم کا لازمی نتیجہ ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

[۵۲] مکہ میں جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے لئے مشکل
ہو جاتا۔ ایسے حالات میں انہیں ہجرت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ میری زمین بڑی وسیع ہے، یہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے
جاؤ جہاں میری عبادت کرنا اور دین کے دیگر امور پر عمل کرنا آسان ہو کیونکہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے
اور اسے وہاں قیام کرنا چاہیے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی لئے مسلمانوں نے پہلے حبشہ کی
طرف اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور آج بھی اگر کسی جگہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سارے شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور سارے
بندے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس لئے جس جگہ تم خیر کو پاؤ وہاں اقامت اختیار کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

۵۷۔ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، [۵۳] پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۵۷﴾

۵۸۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم انہیں ضرور جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ [۵۴]

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَافًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعَمٌ اَجْرٌ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۸﴾

[۵۳] اپنا گھر، مال و متاع، رشتہ دار اور احباب کو چھوڑ کر صرف ایمان بچانے کے لئے ہجرت کر جانا آسان نہیں ہے، اکثر یہ دنیاوی تعلقات ہجرت کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں لیکن موت ایک عالم گیر اور ناگزیر صداقت ہے اور جب موت آتی ہے تو یہ سارے تعلقات مجبوراً چھوٹ جاتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ہم آج اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی مرضی سے ان کو چھوڑ دیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخروئی حاصل کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہجرت کا حکم دیا تو ان پر وطن کو چھوڑنا اور بھائیوں سے جدا ہونا مشکل ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج تم جس جدائی کو ناپسند کر رہے ہو یہ تو ایک دن واقع ہو کر رہے گی کیونکہ ”ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔“ اور جب موت آئے گی تو سارے احباب از خود جدا ہو جائیں گے، لہذا بہتر یہی ہے کہ یہ جدائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود اختیار کی جائے تاکہ وہ تمہیں اس کا اچھا اجر عطا فرمائے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا خواہ وہ ایک بالشت کے فاصلہ پر ہی گیا ہو (اور اس اثنا میں اس کی موت آگئی ہو) وہ جنت کا مستحق ہوگا اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھی ہوگا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، پھر پوچھا: مومنوں میں سے سب سے زیادہ دانا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔ (ابن ماجہ: ۴۲۵۹؛ ابواب الزہد: باب ۳۱)

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تسبیح اٹھائے اور روزانہ ”یا موت، یا موت“ کا ورد شروع کر دے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے موت کو یاد رکھے کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے کیا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ کام اس کے لئے مصیبت تو نہیں بن جائے گا؟

[۵۴] اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کو دل کا سکون اور ایمان کی سلامتی عطا فرماتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

وَكَايْنٍ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا
اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّيِّعُ
الْعَلِيمُ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ [۵۵]

انہیں دنیا میں ان نیک اعمال کا کوئی ظاہری اجر بھی نظر آئے جیسے ایک انسان اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے گھر سے نکلے، میدان جہاد میں داد شجاعت دے اور پھر شہید ہو جائے تو اس دنیا میں بظاہر اسے کیا فائدہ ہوا؟ اس آیت میں ایسے ہی نیکو کاروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کسی حکمت کے تحت وہ اس زندگی میں آزمائش ہی کا شکار رہیں تو انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے جس میں انہیں ان کے صبر و توکل اور نیک اعمال کا عمدہ اجر ملے گا اور وہ جنت کے ایسے بالا خانوں میں ہمیشہ رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

[۵۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کی انتہا کر دی تو نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کو ہجرت کر کے مدینہ جانے کا حکم دیا۔ بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا وہاں کوئی گھریا جائیداد نہیں ہے تو ہمارے کھانے پینے کا انتظام کون کرے گا؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی ذرا ان بے شمار پرندوں اور چوپایوں کو دیکھو انہوں نے اپنی خوراک اپنے ساتھ نہیں اٹھا رکھی بلکہ وہ روزانہ خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرماتا ہے تو فکر نہ کرو وہ تمہارا بھی رازق ہے اور تم جہاں بھی جاؤ گے وہ تمہیں بھی رزق دے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۳۴۴؛ ابواب الزہد: باب ۳۳) اس حدیث میں توکل سے مراد ترک عمل نہیں بلکہ اس میں حصول رزق کے لئے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے جس طرح پرندے پہلے تلاش رزق میں نکلتے ہیں تو پھر شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں، اگر وہ گھوسلوں میں ہی بیٹھے رہتے تو رزق اڑ کر ان کے پاس نہ آتا۔ توکل کے لئے ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹنی کو باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ۲۵۱۷؛ ابواب القيامة: باب ۶۰) تاکہ کوئی چور اس کو نہ لے جائے۔

۶۱۔ اور اگر آپ ان (کفار) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے فرماں بردار بنایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کدھرا لئے جارہے ہیں۔ [۵۶]

۶۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

۶۳۔ اور اگر آپ ان (کفار) سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے اتارا، پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (تروتازہ) کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ فرما دیجیے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ [۵۷]

۶۴۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے، کاش! وہ

وَلَیْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنۢی یُؤْفَکُوْنَ ۝

اللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

وَلَیْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهٖ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَیٰوَانُ ۚ لَوْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور اپنے لئے رزق کا ذخیرہ نہیں کرتا سوائے چوئی، چوہا اور انسان کے۔ (تفسیر قرطبی) یہ تینوں جاندار کھاتے کم ہیں اور جمع کرنے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔

[۵۶] یعنی کفار کہہ جب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج و چاند کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو چھوڑ کر شرک کی طرف بھاگے جارہے ہیں؟

[۵۷] یعنی کفار کہہ جب یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے پانی اتار کر خشک زمین کو دوبارہ تروتازہ کرتا ہے اور مخلوق کے لئے رزق کے وسائل پیدا فرماتا ہے تو پھر وہ اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے کہ دراصل سب تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

کَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۵۸﴾

(اس حقیقت کو) جانتے۔ [۵۸]

فَإِذَا سَأَلَكَ فِي الْفُلْكِ دَعَا اللَّهَ
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى
الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿۵۹﴾

۶۵۔ پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے
اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے دعا مانگتے ہیں،
پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا
ہے تو وہ اسی وقت پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ [۵۹]

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَ لِيَسْتَعْبُوا
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۶۰﴾

۶۶۔ تاکہ وہ اس (نجات) کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں
عطا کی اور (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھائیں، پس
وہ عنقریب جان لیں گے۔ [۶۰]

[۵۸] یہ دنیا اور اس کا مال و متاع سب فانی ہے کھیل تماشے کی طرح ایک دن ختم ہو جائے گا جب کہ آخرت کی زندگی اور جنت کا گھر
دائمی ہے۔ کاش! وہ اس حقیقت کو جان لیتے کہ یہ دنیاوی زندگی تو محض آزمائش کی ایک مختصر مدت ہے تو وہ اس کو کھیل
تماشے میں ضائع نہ کرتے۔

یہاں دنیوی زندگی سے مراد کافر کی زندگی ہے کیونکہ وہ اس فانی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور آخرت کی فکر نہ ہونے
کے باعث وہ اس زندگی کو بے مقصد اور کھیل تماشے میں گزار دیتا ہے لیکن جن کے دلوں میں آخرت کا یقین اور اللہ تعالیٰ کا ڈر
ہے یہ دنیا ان کے لئے نعمت ہے کیونکہ اگر دنیوی زندگی کی آزمائش نہ ہوتی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور جنت کی نعمت
کیسے ملتی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے
توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنہ: ص ۲۲۷) اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنہ: ص ۲۲۷) اسی طرح
اہل علم کہتے ہیں کہ بچپن جوانی کی کھیتی اور جوانی بڑھاپے کی کھیتی ہے۔

[۵۹] مشرکین جب کشتی میں سوار ہوتے اور سمندر میں طوفان آ جاتا اور ان کی کشتی بچکولے کھانے لگتی تو وہ پورے خلوص کے ساتھ
اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور وعدہ کرتے کہ اگر وہ انہیں اس طوفان سے بچالے تو وہ شرک نہیں کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ
انہیں خیریت کے ساتھ خشکی پر پہنچا دیتا تو وہ فوراً اپنا وعدہ بھول جاتے اور شرک کرنے لگ جاتے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے عکرمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ دور جاہلیت والے سمندر میں سفر کرتے تو اپنے بتوں کو ساتھ رکھتے
لیکن جب سمندر میں طوفان آتا تو بتوں کو سمندر میں پھینک دیتے اور پکاراٹھتے: یارب یارب! (تفسیر مظہری) اس آیت کی
مزید تفسیر کے لئے سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۲۲ کا حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ کریں۔

[۶۰] چونکہ وہ شرک اور دنیاوی لذات کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے وہ جو نبی ڈوبنے سے بچ کر خشکی پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے
احسان کا انکار کر دیتے ہیں اور دنیاوی لذات میں گم ہو جاتے ہیں، لیکن انہیں عنقریب اس سرکشی اور ناشکری کا برا انجام
معلوم ہو جائے گا۔

۶۷۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنادیا ہے حالانکہ ان کے ارد گرد سے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے، تو کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ [۶۱]

۶۸۔ اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا اور حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اس کے پاس آچکا؟ کیا ایسے کفار کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہوگا؟ [۶۲]

۶۹۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھاتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکیوں کا روں کے ساتھ ہے۔ [۶۳]

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِّنَّا وَيَتَحَفَّفُ
النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ
وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَأَلَيْسَ فِي
جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

[۶۱] مشرکین پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ حرم کی وجہ سے ہمیشہ امن میں رہتے ہیں جب کہ عرب کے دیگر علاقوں میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہتا ہے لیکن یہ مشرکین بڑے ناشکرے ہیں کہ اتنے بڑے احسان کے باوجود بھی وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور باطل پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۶۲] جس شخص کے پاس قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی صورت میں حق بالکل واضح ہو کر آ گیا لیکن اس نے بغیر کسی دلیل کے حق کو جھٹلادیا، نیز اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے تو اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا یعنی حق کو جھٹلانا اور کسی پر جھوٹا الزام لگانا ہر حالت میں ظلم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کو جھٹلانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کا منسوب کرنا سب سے بڑا ظلم ہے، لہذا ایسے منکروں اور بہتان سازوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

[۶۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور اس کے راستہ میں آنے والی مشکلات برداشت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ایسے راستوں کی نشاندہی کر دیتا ہے جن پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتے ہیں یعنی جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ نیک کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے اور انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکریم، ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز منگل ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۰ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ الروم (۳۰)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ”الروم“ ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا نام روم اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورت کے شروع میں اہل ایران اور اہل روم کی جنگ کا ذکر ہے جس میں اہل ایران رومیوں پر غالب آئے تھے۔

رومی مسلمانوں کی طرح اہل کتاب تھے اور ایرانی مجوسی تھے یعنی مشرکین مکہ کی طرح توحید اور آخرت کے منکر تھے اس لئے مشرکین کو ایرانیوں کی فتح پر بڑی خوشی ہوئی۔ اس وقت اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ چند سالوں کے بعد اہل روم ایرانیوں پر غالب آجائیں گے جو کہ بظاہر مشکل نظر آتا تھا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی اور صرف سات سال بعد غزوہ بدر کے دن اہل روم ایرانیوں پر غالب آ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کا دن مکہ کے بت پرستوں اور ایران کے آتش پرستوں دونوں کے لئے شکست کا دن تھا۔ (صفوة التفاسیر: سورۃ الروم: زیر آیت نمبر ۵) یہ قرآن مجید کا عظیم معجزہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور تم پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر قائم رہو۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز جمعرات ۱۵ / اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۶ شوال ۱۴۳۰ھ

اباھا ۲۰ ﴿۲۰﴾ سُورَةُ الرَّوْمِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ ﴿۸۲﴾ رُكُوعَاتُهَا ۶ ﴿۶﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

۱۔ الف لام میم۔ [۱]

الْم

۲۔ رومی مغلوب ہو گئے۔

غَلِبَتِ الرَّوْمُ ﴿۱﴾

۳۔ قریب کی سر زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے

فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ

بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ [۲]

سَيَغْلِبُونَ ﴿۲﴾

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] حضرت عکرمہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ اہل روم اور اہل ایران کے درمیان جنگ ہوئی جس میں اہل روم مغلوب ہو گئے۔ مکہ میں

مسلمانوں پر یہ خبر شاق گزری کیونکہ نبی کریم ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ایران کے مجوسی روم کے اہل کتاب پر

غالب ہوں لیکن مکہ کے کافر اس خبر سے بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے صحابہ کو کہا: تم بھی اہل کتاب ہو اور روم کے عیسائی

بھی اہل کتاب ہیں مگر ہمارے مجوسی بھائی تمہارے اہل کتاب بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں اور بے شک اگر تم ہم سے قتال

کرو گے تو ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں (جن میں یہ خبر دی گئی کہ اگرچہ حجاز کے قریب

شام کی سر زمین پر رومیوں کو شکست ہوئی ہے لیکن چند ہی سال بعد ان کے درمیان پھر جنگ ہونے والی ہے جس میں رومی

غالب آجائیں گے۔) تب حضرت ابو بکر صدیق ؓ کفار کی طرف گئے اور ان سے کہا: اپنے مشرک بھائیوں کے غلبہ پر

زیادہ خوشیاں نہ مناؤ کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ عنقریب اہل روم ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ یہ

سن کر ابی ابن خلف کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے ابو بکر! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا: اے اللہ کے

دشمن! تم زیادہ جھوٹے ہو۔ میں تم سے شرط لگاتا ہوں کہ تین سال کے بعد اہل روم ایرانیوں پر غالب آجائیں گے، اگر اہل

روم غالب آ گئے تو میں تم سے دس اونٹنیاں لوں گا اور اگر ایرانی غالب آئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا، پھر حضرت

ابو بکر ؓ وہاں سے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر سنائی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں نے اس طرح ذکر نہیں کیا تھا۔ عربی کے لفظ بضع کا معنی صرف تین نہیں بلکہ یہ تین سے نو تک کے لئے بولا جاتا ہے، لہذا

شرط میں اونٹنیوں کی تعداد بھی بڑھاؤ اور مدت میں بھی اضافہ کرو، چنانچہ حضرت ابو بکر ؓ نے ابی ابن خلف سے دوبارہ

ملاقات کی اور شرط کی مدت ۹ سال اور اونٹنیوں کی تعداد سو تک کر دی۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

فِي بَضْعِ سِنِينَ ۖ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ
بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يُفَرِّحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝

۳۔ چند ہی سال میں، اور اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے پہلے بھی اور بعد
میں بھی، اور اس دن اہل ایمان خوش ہوں گے۔ [۳]

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۚ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الرَّحِيمُ ۝

۵۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے،
اور وہ سب پر غالب، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ ۚ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدًا وَلٰكِنْ
اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۶۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں
کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۴]

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۝

۷۔ وہ تو (صرف) دنیاوی زندگی کے ظاہری پہلو کو جانتے
ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔ [۵]

تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی اور نو سال کی مدت پوری ہونے سے پہلے صرف سات سال
کے بعد ہی غزوہ بدر کے دن اہل روم ایرانیوں پر غالب آگئے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کا
دن مکہ کے بت پرستوں اور ایران کے آتش پرستوں دونوں کے لئے شکست کا دن تھا۔ (صفوة التفسیر: سورہ الروم: زیر
آیت نمبر ۵) یہ قرآن مجید کا عظیم معجزہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط جیت لی اور ۱۰۰ اونٹنیاں لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے
فرمایا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! یہ حرام مال ہے اس کو صدقہ کر دو تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰ اونٹیوں کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر ابن ابی
حاتم) اسلام میں شرط لگانا ممنوع ہے، جس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی اس وقت تک اس کی ممانعت کا حکم نازل
نہیں ہوا تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

[۳] رومیوں کے غلبہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی یہ سب نشیب و فراز اللہ تعالیٰ ہی کی قضا و قدر سے ہیں اور جس دن رومیوں کو
ایرانیوں پر فتح حاصل ہوئی اسی دن غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو بھی مشرکین مکہ پر فتح حاصل ہوئی، اس طرح
اس دن مسلمانوں کو دو خوشیاں حاصل ہوئیں، ایک تو یہ کہ قرآن مجید کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی یعنی رومیوں کو فتح حاصل ہوئی
اور دوسرا یہ کہ اسی روز غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

[۴] یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ رومی چند سالوں کے بعد دوبارہ غالب آجائیں گے اور یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے
وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اس کے وعدہ پورا کرنے میں رکاوٹ پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے
لیکن مشرکین مکہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

[۵] اکثر لوگ اس دنیاوی زندگی کے صرف ظاہری معاملات کو جانتے ہیں اور ان کو خوب سے خوب تر بنانے اور دوسروں سے آگے

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ
اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا
بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ
النَّاسِ بِلِقَائِي رَبِّهِمْ لَكَفُرُونَ ۝

۸۔ کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ
نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے
سب کو صرف حق کے ساتھ اور مقررہ مدت تک کے لئے
ہی پیدا کیا ہے، اور بے شک اکثر لوگ اپنے رب کی
ملاقات کے منکر ہیں۔ [۶]

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشْدَّ
مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا
أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم
بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن
كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

۹۔ کیا انہوں نے کبھی زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ وہ
دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟
وہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں
خوب بل چلائے تھے اور انہوں نے زمین کو اس سے زیادہ
آباد کیا تھا جتنا انہوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس
ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے، پس اللہ تعالیٰ کی
یہ شان نہ تھی کہ وہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم
کرتے تھے۔ [۷]

بڑھنے میں ہر جائز و ناجائز ذریعہ استعمال کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ ظلم اور تکبر کی اس انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ اسی دنیا میں
ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس دنیاوی زندگی کے باطنی معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور اپنے مظالم کے
انجام پر غور کرتے تو وہ اس دنیا میں زوال پذیر نہ ہوتے۔

نیز اس دنیا کی عارضی زندگی میں ایک دوسری دائمی زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں اچھے اور برے اعمال کے نتائج
سامنے آ جائیں گے اور جو لوگ دائمی زندگی یعنی آخرت سے غافل ہو کر اسی دنیا کی ظاہری لطف اندوزی میں سرگرم رہتے
ہیں وہ آخرت میں ناکام ہوں گے۔

[۶] کیا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کتنا خوب صورت پیدا کیا، پھر ہر انسان اپنی مخصوص مدت گزار کر فنا ہو جاتا
ہے، اسی طرح زمین و آسمان کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے جس کے بعد وہ بھی فنا ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ
زندہ کر کے ان کا حساب و کتاب لے گا لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس ملاقات یعنی قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔

[۷] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم لوگوں نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران قوم عاد و ثمود وغیرہ کے تباہ شدہ مکانات دیکھے
ہوں گے۔ وہ لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے پانی کے کنویں اور نہریں بنا کر زمین میں اس قدر کھیتی باڑی کی کہ

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السُّوْا۟ى
اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا
یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸

۱۰۔ پھر ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوا جنہوں نے برائی کی
تھی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان
کا مذاق اڑاتے تھے۔ [۸]

اللّٰهُ یَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ
تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر (قیامت کے
دن) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا، پھر تم اسی کی طرف
لوٹائے جاؤ گے۔ [۹]

وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِِسُ الْہٰجِرُ مَوْنٌ ۝۱۲

۱۲۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ مایوس ہو جائیں
گے۔ [۱۰]

وَلَمْ یَكُنْ لَّہُمْ مِّنْ شُرَکَآءٍ یَّہْتَمُّوْنَ
وَّكَانُوْا شُرَکَآءٍ لَّہُمْ کٰفِرِیْنَ ۝۱۳

۱۳۔ اور ان کے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ان کے
سفارشی نہیں ہوں گے اور وہ (خود بھی) اپنے شریکوں
کے منکر ہو جائیں گے۔ [۱۱]

تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کسی
پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ لوگ خود سرکشی اور نافرمانی کر کے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بناتے ہیں، لہذا اے اہل مکہ! تم ان سے
عبرت حاصل کرو اور اس رسول مکرم کی تکذیب نہ کرو ورنہ تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

[۸] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا انہوں نے بہت بڑی برائی کی اس لئے ان کا انجام بھی بہت برا
یعنی جہنم میں ہوگا۔

[۹] یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی چیز کو ایجاد کرنا مشکل ہے لیکن اس جیسی چیز کو دوبارہ بنانا آسان ہے، اب جس ہستی نے انسان کو پہلی
مرتبہ بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے پیدا کیا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو فنا کر کے پھر اسی شکل و صورت میں
دوبارہ زندہ کر دے۔ اس سادہ اور عام فہم دلیل کے بعد بھی اگر کوئی عقیدہ آخرت کو تسلیم نہیں کرتا تو قیامت کے دن جب
اسے زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا تو پھر اس کے پاس اس انکار کا کیا جواب ہوگا؟

[۱۰] قیامت کے دن کفار و مشرکین جب میزان عدل پر پہنچیں گے تو ان کے پاس اپنے کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں ہوگی، لہذا وہ
ششدر و حیران اور گم سم رہ جائیں گے اور انہیں نجات کی کوئی امید نظر نہیں آئے گی۔

[۱۱] قیامت کے دن کفار و مشرکین جب دیکھیں گے کہ جن کو وہ خدا کا شریک بناتے تھے اور مشکل میں ان سے نجات کی امید رکھتے

۱۴۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ [۱۲]

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُنْفِثُ نَفَقَاتُهَا ۝۱۴

۱۵۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ (جنت کے) باغ میں خوش و خرم کئے جائیں گے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝۱۵

۱۶۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ لوگ عذاب میں رکھے جائیں گے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَفَعَلُوا الْآخِرَةَ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ۝۱۶

۱۷۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔ [۱۳]

فَسُبِّحْنَ اللَّهَ حِينَ تُمْسُونَ وَ حِينَ تُصْبِحُونَ ۝۱۷

۱۸۔ اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور (تم تسبیح کیا کرو) سہ پہر کو اور جب تم دوپہر کرو۔

وَلَهُ الْحُكْمُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَ حِينَ تُظْهِرُونَ ۝۱۸

۱۹۔ وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

تھے وہ تو خود بے بس ہیں، تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور اپنے شریکوں سے بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔

[۱۲] قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد اہل ایمان اور کفار کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور پھر کبھی وہ اکٹھے نہیں ہوں گے یعنی اہل ایمان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے اور کفار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۱۳] ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ان دو آیات میں نمازوں کے اوقات بیان کئے گئے ہیں، شام سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت ہے، صبح سے نماز فجر کا وقت، سہ پہر سے نماز عصر کا اور دوپہر سے نماز ظہر کا وقت مراد ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اس کے علاوہ چند دیگر مقامات پر بھی اوقات نماز کی طرف اشارات کئے گئے ہیں جن کے لئے سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۱۱۴، سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۷۸ اور سورہ طہ (۲۰) کی آیت نمبر ۱۳۰ ملاحظہ کریں۔

مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَمْوَاتِ ۚ
وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٤﴾

نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (تروتازہ) کرتا ہے، اور اسی طرح تم بھی (قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔ [۱۴]

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿١٥﴾

۲۰۔ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان بن کر (زمین میں) پھیلے جا رہے ہو۔ [۱۵]

[۱۴] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جو مردہ انڈہ سے زندہ مرغی اور زندہ مرغی سے مردہ انڈہ نکال سکتا ہے اور زمین کے خشک ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ سرسبز و شاداب کر سکتا ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ تمہیں فقا ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

[۱۵] آنے والی چند آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے کس طرح بے جان مٹی سے ایک خوبصورت شکل والا جاندار اور عقل مند انسان پیدا فرمایا جس کی ذریت ہر طرف پھیل رہی ہے اور زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کو بے نقاب کر رہی ہے۔

انسان نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں مگر انسان اول چونکہ مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اس لئے اصل کی وجہ سے انسان کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور آج بھی کئی حوالوں سے انسان کا مٹی کے ساتھ رشتہ قائم ہے، مثلاً مٹی ہی کی پیداوار سے انسان نشوونما پاتا ہے۔ نیز پیدائش کے وقت اس کی ناف پر مٹی کا رنگ بھی چڑھایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مولود کی ناف پر اس مٹی کا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے، اور آخری عمر میں انسان کو اسی مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ بے شک میں اور ابو بکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔

(کنز العمال: ۳۲۶۷۳: جلد ۱۱: ص ۵۶۵)

اس حدیث سے اندازہ کریں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ کتنا قرب حاصل ہے۔ شیخین کی فضیلت کے لئے چند احادیث ملاحظہ کریں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بعض صحابہ کو بادشاہوں کی طرف بھیجوں تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا: آپ ابو بکر اور عمر کو کیوں نہیں بھیجتے کیونکہ وہ اچھے طریقہ سے تبلیغ کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت ہے کیونکہ دین میں ان کا وہی درجہ ہے جو جسم میں آنکھ اور کان کا ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۶۷۴: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ
أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ
يَتَفَكَّرُونَ ①

۲۱۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے
لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے
سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت
اور رحمت پیدا کر دی، بے شک اس میں ان لوگوں
کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ [۱۶]

☆ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام میں کوئی بچہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے
زیادہ پاک، صاف اور فضیلت والا پیدا نہیں ہوا۔ (کنز العمال: ۳۲۶۸۵: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آسمان و زمین
والوں سے بہتر ہیں بلکہ قیامت تک سب آنے والوں سے بہتر ہیں۔ (کنز العمال: ۳۲۶۸۶: جلد نمبر ۱۱: ص ۵۶۷)

☆ حضرت سفینہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد بنائی تو ابوبکرؓ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو
رکھ دیا، پھر عمرؓ ایک پتھر لے آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عثمانؓ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، تو رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد یہ (تینوں یکے بعد دیگرے) حکمران ہوں گے۔ (مستدرک للحاکم: ۴۲۸۴: جلد ۳:
ص ۱۴) امام حاکم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر منی و امانہ و ابوبکر اخی فی الدنیا
والآخرة۔ ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(کنز العمال: ۳۲۵۰۰: جلد ۱۱: ص ۵۴۴)

☆ حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکرؓ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر
فرمایا: اے ابودرداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست
قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! غیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج
طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السيرة الحلیة: جلد ۲: ص ۵۶)

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔
(السيرة الحلیة: جلد ۲: ص ۵۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے پاس
جبریل امین آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کیا کریں۔

(السيرة الحلیة: جلد ۲: ص ۵۶)

[۱۶] اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے سکون کے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، اگر تمہاری

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَإِخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَأْنِكُمْ ۚ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی
پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا
اختلاف ہے، بے شک اس میں اہل علم کے لئے
نشانیوں ہیں۔ [۱۷]

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُونَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن میں تمہارا
سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے، بے شک
اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور سے
سننے ہیں۔ [۱۸]

بیویاں کسی اور جنس یعنی جنات یا حیوانات سے ہوتیں تو تمہیں آپس میں سکون حاصل نہ ہوتا بلکہ بداعتمادی اور بے قراری کی
نضا پر دان چڑھتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے انسان کی بیوی انسان ہی بنائی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا اندازہ
لگائیں کہ ایک ہی مادہ اور ایک ہی عمل سے پیدا کرنے کے باوجود سب کو مرد یا سب کو عورتیں نہیں بنایا بلکہ بعض کو مرد اور
بعض کو عورت بنایا اور ہر ایک کے اعضاء، اخلاق، جذبات اور شکل و صورت میں ایسا حسین فرق اور امتیاز رکھا جو دوسرے
کے لئے کشش، محبت اور رحمت کا باعث ہے۔ اور اس فرق کی بدولت نسل انسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک ہی پیٹ سے مرد
اور عورت کی تخلیق محض اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت کا مظہر ہے اور اس میں جتنا غور کیا جائے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی
قدرت کے دلائل روشن ہو جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ازدواجی زندگی کا مقصد سکون قلب کا حصول ہے لیکن اس کے لئے باہمی محبت اور رحمت
ضروری ہے جس سے گھر کا ماحول جنت نظیر بن جاتا ہے۔

[۱۷] بلند و بالا آسمان اور اس میں چمکنے والے ستارے، چاند اور سورج کو دیکھو جن کے نظم و نسق میں کبھی خلل پیدا نہیں ہوا۔ طویل و
عریض زمین اور اس پر پھیلے ہوئے درخت اور کھیت دیکھو جو ہماری خوراک کا ذریعہ ہیں، پھر ایک ہی ماں باپ سے پیدا
ہونے والی نسل انسانی کو دیکھو ان کی پہچان کے لئے ان کی زبانوں اور ان کے رنگوں میں کتنا واضح فرق ہے حالانکہ کسی
کارخانہ کے ایک سانچہ سے نکلنے والی ہر چیز ایک جیسی ہوتی ہے مگر یہاں ہر انسان اتنا مختلف ہے کہ اس کے انگوٹھے کی لکیریں
بھی دوسرے انسانوں سے نہیں ملتیں تو یہ سب محض اتفاق نہیں بلکہ اہل علم کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی
تدبیر کی نشانیاں موجود ہیں۔

[۱۸] جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو لوگ دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے سو جاتے ہیں اور جب دن کی روشنی آتی ہے تو
تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رزق کی تلاش میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس کے برعکس دن کو

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا
وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَنْرَاضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ
يَعْقِلُونَ ﴿۱۹﴾

۲۴۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں
ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور
آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر اس پانی سے زمین کو اس
کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (سرسبز و
شاداب) کرتا ہے، بے شک اس میں عقل مند لوگوں
کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۱۹]

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ
بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ
الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿۲۰﴾

۲۵۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان اور
زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تم کو زمین
سے (نکلنے کے لئے) بلائے گا تو تم فوراً باہر نکل
آؤ گے۔ [۲۰]

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ

۲۶۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کا ہے

سونے اور رات کو کام کرنے کا عمل بھی کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ صرف دن کو ہی کام کرتے ہیں اور جہاں بجلی نہیں وہاں تو
دن ہی میں کام کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال جو لوگ نصیحت کو غور سے سنتے ہیں ان کے لئے رات اور دن کے اس حسین نظام میں
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تدبیر کی نشانیاں موجود ہیں۔

[۱۹] جب آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو تمہیں یہ خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں یہ بجلی گر کر تمہیں نقصان نہ پہنچائے لیکن ساتھ ہی یہ امید بھی
پیدا ہو جاتی ہے کہ ابھی بارش ہوگی اور خشک زمین میں سرسبز و شاداب فصلیں لہلہانے لگیں گی جن سے پرندوں، حیوانوں
اور انسانوں کو خوراک مہیا ہوگی۔ اگر بارش کا یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے تو کئی علاقے بخر ہو جائیں اور وہاں
انسانوں کا زندہ رہنا محال ہو جائے۔ زمین کی سیرابی کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس میں عقل مند لوگوں کے لئے اللہ
تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیاں موجود ہیں کیونکہ یہ نظام کائنات اسی کی حسن تدبیر سے رواں دواں ہے۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین و آسمان وجود میں آئے، اسی کے حکم سے بدستور قائم ہیں اور ہزاروں سال سے ان میں کوئی نقص
اور خلل پیدا نہیں ہوا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو زمین و آسمان کا یہ سارا نظام یک دم درہم برہم ہو جائے گا۔ مرنے
کے بعد قبروں میں تمہارے جسم بھی فنا ہو چکے ہوں گے مگر جو نبی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا ایک نیاز زمین و آسمان وجود میں آ جائے گا
اور تم بھی دوبارہ زندہ ہو کر فوراً قبروں سے باہر نکل آؤ گے۔ ان مثالوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی واضح
نشانیاں موجود ہیں۔

اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ [۲۱]

قَتْنُون ۱۱

۲۷۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر (قیامت کے دن) اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے، [۲۲] اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۲۸۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے حالات سے ہی ایک مثال بیان فرمائی ہے: کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس رزق میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے؟ کہ تم (اور وہ غلام) اس رزق میں برابر کے

صَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۚ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْتُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ

[۲۱] زمین و آسمان اور ان میں موجود سب چیزوں کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب اس کے حکم کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔ البتہ انسانوں اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں میں اختیار دیا ہے ان میں اکثر انسان اور جن نافرمانی بھی کرتے ہیں لیکن وہ بھی بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سب لوگ اپنی پیدائش، زندگی، موت اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے میں حکم کے پابند ہیں خواہ وہ عبادت میں سرکشی کرتے ہوں۔ (تفسیر خازن) اس آیت کی تفسیر میں امام متولی الشعر اوی لکھتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور کرنا پسند نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ جو بھی فرماں بردار بنے وہ اپنے اختیار اور اخلاص سے اطاعت اختیار کرے۔ (تفسیر الشعر اوی)

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا فرمایا اور وہی قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔ یہاں پر بات کو عام فہم بنانے کے لئے مخلوق کے تجربہ کی مثال بیان کی گئی ہے یعنی مخلوق کے لئے کسی چیز کو دوبارہ بنانا آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے پہلی بار پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا سب برابر ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے اور اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے لئے دوبارہ زندہ ہونا پہلی تخلیق سے آسان ہوگا کیونکہ سب لوگ صرف ایک آواز سے فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے، یہ لوگوں کے لئے اس سے آسان ہوگا کہ وہ پہلے لطفہ بنیں، پھر معلق گاڑھا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر بچہ یا بچی بنیں اور پھر پیدا ہوں۔ (تفسیر الخازن، تفسیر قرطبی)

كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ كَذَلِكَ نَقْصِلُ
الْأَيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۲۳﴾

شریک ہو اور تم ان سے اس طرح ڈرنے لگو جس
طرح تم اپنوں سے ڈرتے ہو، اسی طرح ہم اپنی
نشانیوں کو ہول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے
جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ [۲۳]

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ۖ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۚ وَمَا
لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی نفسانی
خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، پس جس کو اللہ تعالیٰ
نے گمراہ کر دیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے،
اور ان لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۲۴]

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ
اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پس تم یکسو ہو کر اپنا رخ دین (اسلام) کی طرف رکھو (یعنی)
اللہ تعالیٰ کی (پیدا کردہ اسلامی) فطرت پر (قائم رہو)
جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی تخلیق
(فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی دین قیم ہے
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۲۵]

[۲۳] اہل عرب میں غلامی کا رواج عام تھا اور کوئی غلام نہ تو اپنے مالک کے مال میں شریک ہوتا اور نہ اس میں اپنی مرضی سے
تصرف کر سکتا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غلاموں کی مثال سے توحید کا ثبوت اور شرک کا بطلان بیان کیا ہے یعنی
تمہارے غلام تمہارے مال میں حصہ دار نہیں ہیں جس طرح تمہارے بھائی تمہارے برابر کے حصہ دار ہیں اور تم اپنے مال
میں تصرف کرتے وقت اپنے غلاموں سے نہیں ڈرتے جس طرح تم اپنے بھائیوں سے ڈرتے ہو، سوائے مشرکوں! اگر تم اپنے
غلاموں کو اپنا شریک گوارا نہیں کرتے جو تمہاری طرح انسان ہیں اور ہاتھ پاؤں، شکل و صورت اور دیگر ضروریات زندگی
میں تمہارے برابر ہیں تو یہ کتنی بڑی نا انصافی ہے کہ تم ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور
مملوک ہیں اور کسی ذاتی یا صفاتی کمال میں اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہیں۔

[۲۴] جو لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت کو ٹھکرا دیتے ہیں وہ ایسے
ظالم اور گمراہ ہیں جن کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور نہ ہی قیامت کے دن کوئی ان کی مدد کر سکے گا۔

[۲۵] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو انسانی فطرت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور انسانی فطرت کے
تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ باطل سے منہ موڑ کر صرف ایک خدا کی طرف رخ کرے اور
پوری یکسوئی سے دین اسلام پر قائم رہے، یہی دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اس لئے وہ
حقیقت سے نا آشنا رہتے ہیں۔

۳۱۔ (اسی دین پر قائم رہو) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

۳۲۔ (ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ [۲۶]

مَنْ الَّذِينَ فَارَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ۝ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

ایک خدا کا تصور ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے

ایک مافوق الفطرت عظیم ہستی کا تصور ہر شخص کی فطرت اور اس کے تحت الشعور میں موجود ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری: ۱۳۵۸: کتاب الجنائز: باب ۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی فطرت میں توحید کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی کسی میں یہ طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت میں کوئی رد و بدل کر سکے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی بچہ کفر پر پیدا ہو بلکہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اگر ماحول یا ماں باپ کسی کو عیسائی یا یہودی بنا دیں پھر بھی اس میں قبول اسلام کی صلاحیت موجود رہتی ہے، جب بھی وہ غور و فکر کرے گا وہ اسلام قبول کر سکتا ہے، اگر ابوجہل اور ابولہب کی فطرت میں قبولیت توحید کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہیں قبول اسلام کی دعوت دینا اور پھر انہیں جہنم کا مستحق قرار دینا صحیح نہ ہوتا۔

ایک خدا کی طرف رجوع

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ چیز انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر یثان حال کی دعا قبول کرتا ہے خواہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس وقت سارے جھوٹے اور مادی سہارے ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور صرف ایک خدا کی رحمت کا سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ یونس (۱۰): زیر آیت نمبر ۲۲)

اس لئے نبی کریم ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کی تلقین فرمائی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۵۳) اور اس کی بددعا بہت جلد درجہ قبولیت تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۲۲ کا حاشیہ نمبر ۲۳ بھی ملاحظہ کریں۔

[۲۶] اہل اسلام کو نصیحت کی جارہی ہے کہ تم اصل دین پر قائم رہو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنی خواہشات کے

وَإِذَا مَسَّ النَّاسُ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ
إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا آذَاهُمْ مِنْهُ رَحْمَةٌ إِذَا
فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب
کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتے ہیں،
پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو
ان میں سے ایک گروہ فوراً اپنے رب کے ساتھ شرک
کرنے لگتا ہے۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۖ فَسَمِعُوا ۖ فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ تاکہ وہ اس نعمت کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا
کی ہے، پس تم (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھا لو،
پھر عنقریب تم (اس کا انجام) جان لو گے۔ [۲۷]

أَمْ أَنْزَلْنَاهُمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا
كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل اتاری ہے جو ان کے
شرک کی تصدیق کرتی ہے۔ [۲۸]

وَإِذَا آذَيْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا
وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ مِمَّا قَدَّمَتْ آيَاتُنَا لَهُمْ
إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس
سے خوش ہو جاتے ہیں، اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی
ہے ان کو تو توں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ پہلے کر
چکے تھے تو وہ فوراً مایوس ہو جاتے ہیں۔ [۲۹]

مطابق دین میں تبدیلی کر کے کئی فرقے بنائے اور ہر فرقہ اپنے نظریات کو صحیح اور دوسرے کے نظریات کو غلط سمجھتا ہے۔

[۲۷] مشرکین مکہ جب مصائب اور قحط سالی کا شکار ہوتے تو جوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور جب اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرماتا
اور انہیں مصائب سے نجات دے دیتا تو ان میں سے سرکش لوگ پھر شرک کرنے لگتے۔ چونکہ وہ شرک اور دنیاوی لذات کو
چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے جو بھی وہ مصائب سے نجات پاتے تو اللہ تعالیٰ کے احسان کا انکار کر دیتے اور دنیاوی لذات
میں سرگرم عمل ہو جاتے لیکن عنقریب انہیں اس سرکشی اور ناشکری کا برا انجام معلوم ہو جائے گا۔

[۲۸] اہل مکہ جس شرک کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کے پاس نہ تو اس شرک کی کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس شرک
کے حق میں کوئی دلیل نازل کی ہے بلکہ یہ محض ان کی جہالت، گمراہی اور ہٹ دھرمی ہے۔

[۲۹] بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب انہیں کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور تکبر میں آ کر عیاشی اور
سرکشی میں سرگرم ہو جاتے ہیں اور جب انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا ملتی ہے اور کسی مصیبت کا شکار ہوتے ہیں تو فوراً مایوس

۳۷۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۷﴾

۳۸۔ پس رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ [۳۰]

فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَسِيرَ وَالسَّبِيلَ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۸﴾

ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرنے لگتے ہیں، یہ دونوں حالتیں ان کے لئے نقصان اور عذاب کا سبب بنتی ہیں۔ ان کے برعکس بعض لوگ ایسے ہیں جو نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور مصیبت کے آنے پر صبر کرتے ہیں اور اس مصیبت سے نجات کی کوشش اور دعا کرتے ہیں، یہ دونوں حالتیں ان کے لئے خیر و برکت اور اجر و ثواب کا باعث بنتی ہیں۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ نے جس مومن کے رزق میں وسعت عطا فرمائی ہے اس کے کشادہ رزق میں غریب لوگوں کا حق بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بطور امانت اس مومن کے حوالے کیا ہے۔ یہ امانت اس کے لئے آزمائش ہے کہ آیا وہ غریبوں کی امانت ان تک پہنچا کر جنت کا مستحق قرار پاتا ہے یا خود ہی غصب کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے پیش نظر اگر کسی کو غریب بنایا ہے تو اس کی عزت نفس اور کفالت کا انتظام بھی کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دولت مند مومن کو حکم دیا ہے کہ اس کی دولت میں غریب رشتہ داروں، مسکین اور مسافروں کا حق ہے جو اسے ادا کرنا ہے، اس لئے جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ نے غریبوں کی مدد کی توفیق بخشی ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ غریبوں پر احسان کر رہا ہے بلکہ یقین رکھے کہ وہ امانت کو اس کے وارثوں تک پہنچا رہا ہے۔

غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے حوالے سے چند احادیث ملاحظہ کریں

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ شخص کہے گا:

اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔

(مسلم: ۶۵۵۶: کتاب البر: باب ۱۳)

۲۔ حضرت سالمؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(مسلم: ۶۵۷۸: کتاب البر: باب ۱۵)

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ ☆ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

☆ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

☆ ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں۔

☆ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔

☆ راہ حق میں پیش آنے والے معاصی پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے گھبراہٹ کے وقت آپ کو تسلی دینے کے لئے جن اوصاف کا ذکر کیا ان کا تعلق غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے سے ہے حالانکہ آپ کا صادق اور امین ہونا زیادہ مشہور تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نزدیک غریبوں کی مدد کرنے والے صرف آخرت میں ہی کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ اس دنیا میں بھی سرخرو ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

(کنز العمال: ۳۳۱۵۳: جلد ۱۶ ص ۱۲۸)

علامہ اقبال کہتے ہیں:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

وَمَا آتَيْتُمْ مِّن رَّبًّا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ
النَّاسِ فَلَا يَرْبُوَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَمَا آتَيْتُمْ
مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُضْعِفُونَ ﴿٣١﴾

۳۹۔ اور جو مال تم سود پر دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال
میں بڑھتا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا
اور جو مال تم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے زکوٰۃ
میں دیتے ہو، پس وہی لوگ (اپنے مال کو) بڑھانے
والے ہیں۔ [۳۱]

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ
يُعِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ
مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَنَهُ
وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣٢﴾

۴۰۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تم تمہیں پیدا کیا، پھر تم کو رزق
دیا، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا،
کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی
ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے، اللہ تعالیٰ
پاک ہے اور ان چیزوں سے بہت بلند ہے جنہیں وہ
(اس کا) شریک بناتے ہیں۔ [۳۲]

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ
أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي
عَمِلُوا ۖ الْعَالَمُ يَرْجِعُونَ ﴿٣٣﴾

۴۱۔ خشکی اور تری میں لوگوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کے
باعث فساد پھیل گیا تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بعض (برے)
اعمال کا مزہ چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔ [۳۳]

[۳۱] جس طرح شراب کے احکام بتدریج نازل ہوئے اسی طرح سود کی قطعی حرمت اگرچہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں نازل
ہوئی مگر اس آیت میں اس حکم کی طرف پہلا قدم اٹھایا گیا ہے۔

سود سے بظاہر مال میں اضافہ معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اضافہ نہیں بلکہ غریبوں کا استحصال اور انجام
کے اعتبار سے تباہی کا باعث ہے۔ اس کے برعکس زکوٰۃ سے بظاہر مال میں کمی معلوم ہوتی ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا
جوئی کے لئے زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے مال میں برکت آتی ہے اور قیامت کے دن ان کے مال میں اتنا اضافہ ہوگا کہ ایک
کھجور کے برابر دیا ہو مال احد پہاڑ کے برابر بن چکا ہوگا۔

[۳۲] شرکین مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا، تمہارے لئے زمین میں رزق کے
وسائل پیدا کئے، وہی تمہیں موت دیتا ہے اور وہی آخرت میں دوبارہ زندہ کرے گا لیکن جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک
بنارکھا ہے وہ تو ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کر سکتے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟

[۳۳] اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے زمین ظلم اور گمراہی سے بھری ہوئی

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ
مُشْرِكِينَ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ آپ فرمادیجئے: زمین میں چل کر دیکھو ان لوگوں کا
انجام کیسا (برا) ہوا جو ان سے پہلے تھے، ان میں
سے اکثر مشرک تھے۔ [۳۲]

فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ
يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ
يَصْدَّعُونَ ﴿٣٣﴾

۳۳۔ پس اپنا رخ دین مستقیم کی طرف رکھیے اس سے پہلے
کہ وہ دن آجائے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹالا
نہیں جائے گا، اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں
گے۔ [۳۵]

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلَا تَنْفُسِهِمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اس پر ہوگا اور جن
لوگوں نے نیک کام کئے تو اپنے ہی لئے (جنت) تیار
کر رہے ہیں۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

۳۵۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو بدلہ دے

تھی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو کفار مکہ میں سے کچھ لوگ ہدایت کی طرف لوٹ آئے۔
(تفسیر بغوی، تفسیر روح المعانی) لیکن جو کفار مکہ اپنی سرکشی اور نبی کریم ﷺ کی اذیت رسانی پر قائم رہے اللہ تعالیٰ
نے ان کے بعض گناہوں کے بدلے انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے انہیں ہڈیاں اور مردار بھی کھانا پڑے۔
(تفسیر مظہری) اگرچہ نیکیوں اور گناہوں کی مکمل جزا و سزا تو آخرت میں ملے گی مگر کچھ سزا اس دنیا میں بھی دی جاتی ہے تاکہ
وہ گناہوں سے باز آجائیں۔

[۳۲] کفار مکہ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کا حشر کیا ہوا، ان کی آباد
بستیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا اور ان میں اکثر مشرک تھے کیونکہ مشرکین قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور
آخرت کے حساب و کتاب سے بے نیاز ہو کر اس دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں۔

[۳۵] روز قیامت کے آنے سے پہلے دین مستقیم یعنی اسلام کا راستہ اختیار کر لو کیونکہ قیامت کا دن بہر صورت آکر رہے گا اسے کوئی
حال نہیں سکتا اور اس دن حساب و کتاب کے بعد سب لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمیشہ کے لئے جدا جدا کر دیا جائے
گا۔ ایک ال ایمان جن کو نیکیوں کے باعث جنت میں بھیج دیا جائے گا اور دوسرا منکرین توحید جن کو گناہوں کے باعث جہنم
رسید کر دیا جائے گا۔

مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، بے شک
اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ [۳۶]

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّياحَ مُبَشِّرَاتٍ وَ
لِيُنْذِرَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَ لِيَجْزِيَ الْفُلْكَ
بِأَمْرِهِ وَ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝

۳۶۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خوش خبری
سنانے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی
رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے
چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور
تاکہ تم شکر ادا کرو۔ [۳۷]

وَ لَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى
قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَأَنْتَقَمْنَا مِنْ
الَّذِينَ أَجْرُمُوا ۚ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ
الْمُؤْمِنِينَ ۝

۳۷۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو ان کی
قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن
نشانیوں لے کر آئے، پھر ہم نے ان سے انتقام لیا
جنہوں نے جرم کئے، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے
ذمہ کرم پر ہے۔ [۳۸]

[۳۶] جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور اور کفر کے عذاب کے قریب کر دیا
ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔
یہاں فضل سے مراد ہے: ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ دیا جائے گا۔

[۳۷] اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہوا بھی ہے جو بارانِ رحمت کی خوش خبری لاتی ہے جس کی بدولت زمین سے تمہارے رزق
کے وسائل پیدا ہوتے ہیں اور اسی ہوا کے ذریعہ (پٹرول اور ڈیزل کی دریافت سے پہلے) تمہاری کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم
سامان تجارت منتقل کر کے اپنا رزق تلاش کرو۔ یہ ساری نعمتیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تم ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ
تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

[۳۸] پیارے نبی ﷺ! آپ سے پہلے بھی ہمارے رسول ہماری نشانیاں لے کر اپنی قوموں کے پاس گئے۔ جن لوگوں نے ان
کی تکذیب کی ہم نے ان پر عذاب نازل کیا مگر اہل ایمان کو ہم نے اس عذاب سے محفوظ رکھا کیونکہ ان کی مدد کرنا ہمارے
ذمہ کرم پر لازم ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت کی مدافعت کی اللہ تعالیٰ
پر اس کا حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو دور کر دے، پھر نبی کریم ﷺ نے سورہ روم کی یہ آیت نمبر ۴
تلاوت فرمائی۔
(مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۹، تفسیر قرطبی)

۴۸۔ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے بارش نکلتی ہے، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک بارش پہنچاتا ہے تو وہ بندے خوش ہو جاتے ہیں۔ [۳۹]

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا
فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ
كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ
فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا
هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۸﴾

۴۹۔ اگرچہ ان پر بارش نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ مایوس ہو چکے تھے۔

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ
قَبْلِهِ لَكَيْلَسِينَ ﴿۳۹﴾

۵۰۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (سرسبز و شاداب) کرتا ہے، بے شک وہی مردوں کو

فَانْظُرْ إِلَى الثَّرَىٰ رَحِمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُنْجَىٰ

اہل ایمان کی مدد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تکالیف کے بدلے میں ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، فکر، حزن، تکلیف یا غم ہو جاتا ہے اس کو کوئی کاٹنا بھی چھوٹا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۶۴۱: کتاب الرضی: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے۔

(بخاری: ۵۶۴۵: کتاب الرضی: باب ۱)

☆ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں گیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہت تیز بخار ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ہر اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح ساقط فرما دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(بخاری: ۵۶۴۷: کتاب الرضی: باب ۲)

[۳۹] اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں، کبھی وہ بادل سارے علاقہ پر چھا جاتے ہیں اور کبھی ٹکڑے بن کر بعض علاقوں پر منتشر ہو جاتے ہیں، پھر جن علاقوں پر بارش ہوتی ہے وہاں کے لوگ خوش ہو جاتے ہیں حالانکہ نزول بارش سے پہلے وہ مایوس ہو چکے تھے کیونکہ ان کے کھیت خشک ہو چکے تھے۔

الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۰﴾

زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۴۰]

وَلَيْنَ آتْرَاسُنَا رَیْحًا فَرَاوُهُ مُصْفَرًّا

۵۱۔ اگر ہم ایسی ہوا بھیج دیں (جس کے باعث) وہ دیکھیں

لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ﴿۴۱﴾

کہ ان کی کھیتی زرد پڑ گئی ہے تو وہ اس کے بعد

نا شکری کرنے لگیں گے۔ [۴۱]

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

۵۲۔ بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو

الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۴۲﴾

اپنی پکار سنا سکتے ہیں (بالخصوص) جب وہ پیٹھ پھیر کر

بھاگے جا رہے ہوں۔ [۴۲]

وَمَا أَنْتَ بِهَادٍ الْعُمَىٰ عَنْ صَلَاتِهِمْ

۵۳۔ اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت

إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ

دینے والے ہیں، آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں

مُسْلِمُونَ ﴿۴۳﴾

جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، سو وہی مسلمان

ہیں۔ [۴۳]

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ

۵۴۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا کیا، پھر

مِنْ بَعْدٍ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ

کمزوری کے بعد قوت عطا فرمائی، پھر قوت کے بعد

قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ

کمزوری اور بڑھاپا دے دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا

فرماتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بڑی قدرت

[۴۰] اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اندازہ کریں کہ وہ تمہیں رزق مہیا کرنے کے لئے کس طرح خشک زمین کو بارش کے ذریعہ سرسبز و

شاداب کر دیتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن وہ مردوں کو بھی زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۴۱] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں ان کا حال بڑا عجیب ہے، اگر ان پر بارش نہ ہو تو بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اور اگر بارش

ہو جائے تو اتنے خوش ہوتے ہیں کہ تکبر کرنے لگتے ہیں اور اگر کبھی ایسی سخت ہوا چل پڑے جس سے فصلیں خشک ہو کر زرد

پڑ جائیں تو پہلی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں اور پھر ناشکری کرنے لگتے ہیں۔

[۴۲] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ النمل (۲۷) کی آیت نمبر ۸۰ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۴۳] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ النمل (۲۷) کی آیت نمبر ۸۱ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

والا ہے۔ [۳۴]

هُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ۝

۵۵۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں بھی حق کو چھوڑ کر) الٹا چلا کرتے تھے۔ [۳۵]

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ
مَا لَيْسُوا بِغَيْرِ سَاعَةٍ ۚ كَذَلِكَ كَانُوا
يُؤْفَكُونَ ۝

۵۶۔ اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: بے شک تم نوشتہ الہی کے مطابق روزِ حشر تک ٹھہرے رہے ہو، اور یہ حشر کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ [۳۶]

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ
لَبِئْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ
فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا
تَعْلَمُونَ ۝

[۳۴] اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت کمزور پیدا فرمایا، انسان تمام جانوروں کے بچوں سے زیادہ کمزور اور نا سمجھ پیدا ہوتا ہے۔ دیگر جانوروں کے بچے چند ہفتوں اور چند مہینوں میں اپنے آپ کو سنبھال لیتے ہیں جب کہ انسان ایک طویل عرصہ تک والدین کا محتاج رہتا ہے اور جب انسان جوان ہوتا ہے تو اس میں اتنی قوت آ جاتی ہے کہ بڑے سے بڑا جانور بھی اس کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکتا اور جوانی کے بعد جب بڑھا پا آتا ہے تو انسان پھر کمزوری کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے ان مختلف احوال میں غور کیا جائے تو انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے کیونکہ نہ تو کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر ہے۔

[۳۵] قیامت کے دن جب مجرموں سے دنیاوی زندگی کا حساب لیا جائے گا تو وہ جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے: ہم دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے تو پھر ہم سے اتنا سخت محاسبہ کیوں کیا جا رہا ہے؟

دراصل وہ بچاس ساٹھ سالہ طویل زندگی کو ایک گھڑی کہہ کر صریح جھوٹ بول رہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں وہ دنیا میں بھی راہِ راست کو چھوڑ کر الٹا چلا کرتے تھے اور واضح دلائل کے باوجود آخرت کا انکار کرتے تھے۔

[۳۶] فرشتے، انبیاء اور علماء اس وقت ان مجرموں کی تردید کریں گے کہ تم نے دنیا میں بھی اور قبر میں بھی پیدائش سے لے کر حشر تک ایک طویل عرصہ گزارا ہے، نیز تم عقیدہ آخرت کا مذاق اڑاتے تھے، لہذا آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ ہے وہ حشر کا دن جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَمْعَدُ مَا لَهُمْ
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٤﴾

۵۷۔ پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں
دے گی اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ [۴۷]

وَلَقَدْ صَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ
كُلِّ مَثَلٍ ۖ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٥﴾

۵۸۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر
قسم کی مثالیں بیان کی ہیں اور اگر آپ ان کے پاس
کوئی بھی نشانی لے آئیں تب بھی کفار یہی کہیں گے کہ
آپ تو محض جھوٹے ہیں۔ [۴۸]

كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا
يَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾

۵۹۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا
ہے جو نہیں جانتے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ
الَّذِينَ لَا يُؤْقِنُونَ ﴿٥٧﴾

۶۰۔ پس آپ صبر کریں بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے
اور کہیں وہ لوگ آپ کو کمزور نہ کر دیں جو یقین نہیں
رکھتے۔ [۴۹]

[۴۷] حشر کے دن ظالموں کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو پکار اٹھیں گے: ہم سے غلطی ہوئی، ہم اب توبہ کرتے ہیں، لہذا ہمیں
معاف کر دیا جائے یا ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیا جائے ہم ہرگز نافرمانی نہیں کریں گے مگر اب توبہ کا وقت گزر
چکا ہوگا اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں جو توحید، رسالت اور آخرت پر دلالت کرتی ہیں مگر کفار مکہ آپ کے
متعلق تعصب اور عناد کا شکار ہیں، آپ ان کو کوئی بھی معجزہ دکھائیں وہ صرف یہی کہیں گے کہ یہ جھوٹ اور جادو ہے۔ دراصل
ان کی ضد اور ہٹ دھرمی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ وہ حق بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے
دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ حقیقت کو نہیں جانتے۔

[۴۹] نبی کریم ﷺ کی غلوں بھری تبلیغ کے باوجود مشرکین مکہ کی مخالفت بڑھتی جا رہی تھی اور جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس پر
عرصہ حیات تک کر دیا جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ان کی ایذا رسانی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں
بلکہ صبر و تحمل سے اسلام کی تبلیغ جاری رکھیں، عنقریب اسلام پھیل کر ہی رہے گا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا
ہوا اور چند سالوں میں اسلام کا پرچم نہ صرف مکہ بلکہ پورے عالم عرب پر لہرانے لگا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکریم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز پیر ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء مطابق ۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پندرہ اکتوبر تا چھپیس اکتوبر یعنی گیارہ دنوں میں سورہ روم کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سورة لقمن (۳۱)

یہ سورت مکی ہے، اور اس کا نام ”لقمان“ ہے۔

سبب نزول

دکتر وہب زحیلی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ قریش مکہ نے نبی کریم ﷺ سے حضرت لقمانؑ اور ان کے بیٹے کا قصہ دریافت کیا تو یہ سورت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر) اس سورت کی آیات نمبر ۱۲ تا ۱۹ میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو عرب کے مشہور دانشور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام لقمان رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم اگرچہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے مگر اس سے صحیح فائدہ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو نیک ہیں، اور جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اس سورت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور مختلف مثالوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ کہ اس دن سے ڈرو جس دن باپ بیٹا بھی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز منگل ۷/۲ اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

سورۃ لقلم ۵۷ مکتبہ ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

۱۔ الف لام میم۔ [۱]

اَلَمْ

۲۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ

۳۔ (یہ کتاب) نیکوکاروں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ [۲]

هُدًی وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ

۴۔ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ

۵۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

۶۔ اور بعض لوگ غافل کر دینے والی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں، ان ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ [۳]

وَمِنَ النَّاسِ مَنۢ یَّشْتَرِیْ لَهٗوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنۢ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن حکیم اگرچہ تمام نسل انسانی کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو نیک ہیں یعنی وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہاں پر نیک لوگوں کی صرف تین صفات یعنی نماز، زکوٰۃ اور آخرت پر یقین کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کیونکہ یہ تینوں صفات بنیادی اہمیت کی حامل ہیں ورنہ نیک لوگ تو فرائض، واجبات اور سنن بلکہ مستحبات تک کی پابندی کرتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

[۳] یہ آیت نصر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی، وہ تجارت کے لئے فارس جاتا تھا، وہاں سے عجمیوں کی کتابیں خرید لاتا اور قریش

کوسنا کر کہتا کہ محمد ﷺ تم کو عا د اور شمود کی خبریں سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار اور عجمی بادشاہوں کی خبریں سناتا ہوں، چنانچہ کفار مکہ اس کی خبروں اور کہانیوں کی طرف مائل ہوتے اور قرآن سننے کا خیال ترک کر دیتے۔ (روح المعانی، تفسیر قرطبی) نیز اس نے گانے والی لونڈی بھی خرید رکھی تھی اور جب کوئی کافر اسلام کی طرف مائل ہوتا تو وہ اپنی گانے والی لونڈی کو کہتا کہ تو اس شخص کو کھلا پلا اور اسے گانا سنا اور پھر اس شخص کو کہتا: یہ گانا بجانا اس نماز روزہ سے بہتر ہے جس کی طرف تمہیں محمد ﷺ بلاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) اس طرح نصر بن حارث دین اسلام کا مذاق اڑاتا اور لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

گانے بجانے کا مسئلہ

اس آیت کی تفسیر میں بعض اہل علم نے غنا یعنی گانے بجانے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے کا ذریعہ ہے مگر علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس غنا سے مراد وہ معروف غنا ہے جو نفسانی خواہش، عورتوں کے عشق اور بے حیائی پر براہیختہ کرتا ہے۔ اس قسم کا غنا سننا جس میں عورتوں کا ذکر اور ان کے حسن و جمال کا بیان ہو یا شراب اور دیگر حرام چیزوں کی تعریف ہو، اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ لایعنی اور قابل مذمت غنا ہے لیکن وہ غنا جو اس قسم کی قباحتوں سے پاک ہے، خوشی کے مواقع پر اس قسم کا کچھ غنا سن لینا جائز ہے، مثلاً شادی اور عید کے ایام میں یا سخت مشقت طلب کاموں (یعنی جنگ وغیرہ) پر جوش دلانے کے لئے۔ (تفسیر قرطبی)

عید کے موقع پر گانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ عید کے دن انصار کی دولاکیاں میرے پاس جنگ بھاٹ کے گیت گارہی تھیں اور وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور نبی کریم ﷺ بھی وہاں بستر پر لیٹے ہوئے تھے اگرچہ آپ کا رخ دوسری طرف تھا۔ اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شانہ نبوت میں داخل ہوئے اور غصہ میں آکر فرمایا: کیا یہ شیطانی مزامیر رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اور ان کی موجودگی میں بجائے جارہے ہیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو گانے دو، ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری: ۹۳۹-۹۵۲: کتاب العیدین)

شادی کے موقع پر گانا

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کی ایک انصاری مرد کی طرف رخصتی کی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ کوئی گانا بجانا نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو گانا اچھا لگتا ہے۔

(بخاری: ۵۱۶۲: کتاب النکاح: باب ۶۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسی رشتہ دار لڑکی کی شادی ایک انصاری لڑکے سے کی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھی بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں، تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار میں گانے کا رواج ہے، کاش! تم وہن کے ساتھ گانے والی کو بھی بھیجتے جو یہ گاتا:

آتیناکم آتیناکم فحیاتنا و حیاتکم

ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، سو اللہ ہمیں بھی سلامت رکھے اور تمہیں بھی سلامت رکھے۔

(ابن ماجہ: ۱۹۰۰: ابواب النکاح: باب ۲۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دُف بجاؤ۔

(ابن ماجہ: ابواب النکاح: باب ۲۰)

خوشی کے موقع پر گانا

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد پر خوش تھے۔ (بخاری: ۳۹۲۵: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۶) جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو استقبال کرنے والوں سے مدینہ کی گلیاں اور مکانوں کی چھتیاں بھر گئی تھیں، ہر ایک نے بہترین لباس پہن رکھا تھا، حبشی لوگوں نے ہتھیار اٹھا رکھے تھے اور جنگی کرتب دکھا رہے تھے۔ خدام اور بچے درج ذیل نعرے لگا رہے تھے:

اللہ اکبر جاء رسول الله اللہ اکبر جاء محمد

اللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اللہ اکبر، حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔

(سبل الہدی والرشاد: جلد ۳: ص ۳۸۶، ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۱۱۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس دن نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی عورتیں، بچے اور بچیاں سب درج ذیل اشعار گا کر آپ کا استقبال کر رہی تھیں:

طلوع البدر علینا من ثنایات الوداع

وجوب الشکر علینا مادعا للوداع

ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

(وداع کے ٹیلوں سے چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اے ہمارے پاس نبی بن کر آنے والے! آپ اس طرح تشریف لائے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں کچھ لڑکیوں کے پاس سے گزرے جو دُف بجا کر گارہی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

۷۔ اور جب اس شخص کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں گرانی ہے، سو آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ [۴]

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَسَّشْرُهُ بِعَذَابِ الْيَمِيمِ ④

۸۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ⑤

يا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ

نَحْنُ جَوَارِ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، یا محمد! آپ کتنے بہترین پڑوسی ہیں) یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے یقیناً میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ: ۱۸۹۹: ابواب النکاح: باب ۲۱)

جنگ کے موقع پر گانا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار سب مل کر مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور مٹی کو اپنی پشتوں پر رکھ کر منتقل کر رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے:

عَلَى الْإِسْلَامِ مَا يَبْقِيَانَا أَبَدًا

نَحْنُ الَّذِينَ يَأْتِيُوهُمُ مُحَمَّدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں) اور نبی کریم ﷺ ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے:

فَبَارِكْ فِي الْإِنصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ

(اے اللہ تعالیٰ! اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت نازل فرما۔) (بخاری: ۲۸۳۵: کتاب الجہاد: باب ۳۲) یعنی غزوہ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے خود بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اشعار پڑھے۔

[۴] جو شخص گانا بجانا، نفسانی خواہشات اور لغو باتوں کا خوگر ہو جاتا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور اس کے ڈر سے خالی ہو جاتا ہے، سو ایسے شخص کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے جیسے وہ بہرا ہے اور اس نے سنا ہی نہیں۔ جو شخص اپنے خالق، مالک اور رازق کی بات ہی سننے کے لئے تیار نہیں ہے اسے دردناک انجام کی خبر نہ سنائی جائے تو اور کیا سنایا جائے؟

۹۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے،
اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔ [۵]

خَلِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①

۱۰۔ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا (جیسا کہ) تم
انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو
نصب کیا تاکہ وہ تمہارے ساتھ ڈولتی نہ رہے اور اس
میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان
سے پانی اتارا، پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی عمدہ
فصلیں اگائیں۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَالْأَرْضَ
فِي الْأَرْضِ رَوَايَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ
فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ②

۱۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، [۶] اب ذرا تم مجھے دکھاؤ اللہ
تعالیٰ کے سوا دوسروں نے (جن کو تم معبود سمجھتے ہو) کیا
پیدا کیا ہے؟ دراصل یہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ
الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي
ضَلَالٍ مُبِينٍ ③

[۵] وعدہ پورا نہ کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ انسان کو وعدہ کرنے کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ یہ وعدہ اس کے لئے
نقصان دہ ہے، لہذا وہ اپنے نقصان سے بچنے کے لئے وعدہ پورا نہیں کرتا اور دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی مجبوری لاحق
ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ وعدہ پورا کرنے سے قاصر ہے یا اتنا بڑا وعدہ کر بیٹھا ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے۔ بہر حال
کسی نہ کسی غلطی، کمزوری یا مجبوری کے باعث وہ وعدہ خلافی کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ عقل اور عدل کے تقاضوں کے
عین مطابق ہوتا ہے اور اس میں کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ حکیم اور سب سے بڑا دانہ ہے اور ہر چیز کے انجام
سے خوب آگاہ ہے۔ نیز اس کو وعدہ پورا کرنے میں نہ تو کوئی کمزوری یا مجبوری لاحق ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی اسے ایفاء
عہد سے روک سکتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر اور سب پر غالب ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جن جنتوں کا وعدہ کیا
ہے وہ اس کی حکمت کے عین مطابق ہے اور اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔

[۶] مشرکین کو عام فہم دلائل سے توحید کی تبلیغ کی جا رہی ہے یعنی تم اچھی طرح دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے
قائم کر رکھا ہے اور زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے اس پر پہاڑ نصب کر دیئے ہیں، پھر زمین پر انسان اور بے شمار قسم
کے جانور پھیلا دیئے، پھر آسمان سے پانی اتارا اور جانداروں کی خوراک کے لئے رنگارنگ فصلیں اگائیں۔ یہ ساری چیزیں
تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اب ذرا تم بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟
ظاہر ہے ہر چیز کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے تو عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۱۲۔ اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی (اور فرمایا) کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، [۷] اور جو (اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدے کے لئے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ
وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ

[۷] حضرت لقمان ؑ مصر کے سیاہ فام حبشیوں میں سے تھے، ان کے ہونٹ بڑے موٹے موٹے تھے، انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے علم حاصل کیا اور وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔ (تفسیر قرطبی) حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لقمان ؑ نبی نہیں تھے لیکن وہ بہت غور و فکر کرنے والے بندے تھے، ان کا عقیدہ عمدہ تھا، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا محبوب بنالیا اور انہیں حکمت و دانائی عطا فرمائی۔ (تفسیر قرطبی) اس آیت کی تفسیر میں امام خازن لکھتے ہیں کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت لقمان ؑ بڑے دانا تھے مگر وہ نبی نہیں تھے۔

حضرت لقمان ؑ کی چند حکمت آمیز باتیں

☆ ابن جریر ؓ نے عمر بن قیس ؓ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کا حضرت لقمان ؑ کے پاس سے گزر ہوا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ اس نے حضرت لقمان ؑ سے پوچھا: کیا تم فلاں آدمی کے غلام ہو اور کیا تم فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتے تھے؟ لقمان نے جواب دیا: ہاں میں وہی ہوں۔ اس نے پوچھا: تو پھر تم کو یہ حکمت اور دانائی کہاں سے ملی ہے؟ لقمان نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے ڈر، سچ بولنے، امانت داری اور لایعنی باتوں سے خاموشی کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا ہے۔ (تفسیر درمثور)

☆ خالد بن ولید ؓ بیان کرتے ہیں کہ لقمان حبشی غلام تھا۔ ایک دن اس کے مالک نے اسے کہا: یہ بکری ہمارے لئے ذبح کرو اور اس کے گوشت کے سب سے اچھے دو ٹکڑے لے آؤ، چنانچہ وہ زبان اور دل نکال کر لے آیا۔ مالک نے کچھ عرصہ بعد پھر لقمان کو کہا: آج یہ بکری ہمارے لئے ذبح کرو اور اس کے گوشت کے سب سے خبیث دو ٹکڑے لے آؤ، چنانچہ وہ پھر زبان اور دل نکال کر لے آیا۔ مالک نے لقمان کو کہا: میں نے تجھے سب سے اچھے ٹکڑے لانے کو کہا تو بھی یہی دو لایا اور اب سب سے خبیث ٹکڑے لانے کو کہا تو بھی وہی دو ٹکڑے لایا ہے تو یہ دونوں بہترین اور بدترین کیسے ہو سکتے ہیں؟ لقمان نے جواب دیا: اگر یہ دونوں یعنی زبان اور دل اچھے ہوں تو یہ سب سے بہترین ہیں اور اگر یہ دونوں خبیث ہوں تو ان سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

☆ ابوالجلاء ؓ نے حضرت لقمان ؑ کا قول بیان کیا ہے: جو شخص اپنے آپ کو صیحت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ذلت اٹھانا اس کی نافرمانی میں عزت سے بہتر ہے۔ (تفسیر درمثور)

فَإِنَّ اللَّهَ عَنِّي حَبِيدٌ ⑩

اللہ تعالیٰ بے نیاز حمد کیا ہوا ہے۔ [۸]

وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنَىٰ لَا

تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ⑪

۱۳۔ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ

کرنا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ [۹]

☆ حضرت لقمان ؑ سے کہا گیا کہ تم کتنے بد صورت ہو! حضرت لقمان ؑ نے کہا: تم نقش میں عیب نکال رہے ہو یا نقاش میں؟

(تفسیر تبيان القرآن)

[۸] اگر کوئی شکر ادا کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اضافہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی ناشکری کرے تو اس کی عظمت میں کمی نہیں ہوتی، البتہ شکر کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا اور ناشکری کرنے والے کو اس کی سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ کسی کے شکر کا محتاج نہیں۔ ساری دنیا اس کی محتاج ہے اور سرکش جنوں اور انسانوں کے سوا اس کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد بیان کرتا ہے کیونکہ وہ ہر لحاظ سے قابل حمد ہے۔

[۹] اہل عرب کے دلوں میں حضرت لقمان ؑ کے لئے بڑا احترام تھا، وہ حضرت لقمان ؑ کو تاریخ کا بڑا دانا اور حکیم خیال کرتے تھے اور اس کی حکمت آمیز باتیں بڑے غور سے سنتے تھے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان ؑ کی جو پہلی نصیحت ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ شرک نہ کرو کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے اہل عرب کو بتانا مقصود ہے کہ جس لقمان کو تم حکیم اور دانشور سمجھتے ہو وہ اپنے بیٹے کو شرک سے منع کرتے ہیں، لہذا تمہیں بھی شرک سے باز آ جانا چاہیے لیکن تم بڑے عجیب لوگ ہو کہ اگر لقمان ؑ شرک سے منع کرے تو تم انہیں دانش مند اور حکیم کہتے ہو اور اگر حضرت محمد ﷺ شرک سے منع کریں تو ان کو جادوگر اور مجنون قرار دیتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ تفاسیر میں لقمان ؑ کے بیٹے کے کئی نام ذکر کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک انعم ہے۔ (روح المعانی)

حضرت لقمان ؑ کی اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں

☆ اے میرے پیارے بیٹے! یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے اور اس میں بہت سے لوگ غرق ہو چکے ہیں، پس تو دنیا کے اس سمندر میں خوف خدا کو اپنی کشتی بنا، اس کشتی میں ایمان کو سوار کر اور اللہ تعالیٰ پر توکل کے بادبان لگا کر سفر شروع کر دے تو نجات پا جائے گا ورنہ مجھے تیری نجات کی توقع نہیں ہے۔ (درمستور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! بے شک حکمت اور دانائی مساکین کو بادشاہوں کا ہم نشین بنادیتی ہے۔ (درمستور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مجلس میں بیٹھا کر، ان کی صحبت سے تمہیں بھلائی نصیب ہوگی اور جب ان پر رحمت نازل ہوگی تو ان کے ساتھ تجھے بھی رحمت نصیب ہوگی، اور شریر لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا کر، ان کی صحبت سے تجھے بھلائی نہیں ملے گی بلکہ جب ان پر عذاب نازل ہوگا تو ان کے ساتھ تو بھی عذاب سے نہ بچ سکے گا۔ (درمستور)

۱۲۔ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں

نصیحت کی، [۱۰] اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف

برداشت کرتے ہوئے اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے

رکھا، [۱۱] اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے،

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنَةً أُمَّهُ

وَهُنَا عَلٰی وَهْنٍ وَفِضْلُهُ فِي عَامِلِينَ أَنْ

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو کسی کو اپنا بھائی بنانے کا ارادہ کرے تو پہلے اس کو غضب ناک کر کے دیکھ! اگر وہ غصہ

کے باوجود تیرے ساتھ انصاف کرے تو اس کو اپنا بھائی بنا لے ورنہ اس سے دور رہ۔ (درمثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! توبہ کو مؤخر نہ کر کیونکہ موت اچانک آجائے گی۔ (درمثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اس مرغ سے زیادہ عاجز نہ بن جو سحری کے وقت آواز دیتا ہے اور تو اپنے بستر پر سویا رہے۔

(درمثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اتنے میٹھے نہ بنو کہ نگل لئے جاؤ اور اتنے کڑوے نہ بنو کہ اگل دیئے جاؤ۔ (درمثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے، جس آدمی کا خلق اچھا نہ ہو

اس کی پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ چٹان کو اپنی جگہ سے منتقل کرنا کسی بے وقوف کو مسئلہ سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔

(درمثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! علماء کی مجالس میں بیٹھا کر اور حکماء کے کلام کو غور سے سنا کر! کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو

حکمت کے نور سے اس طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے۔ (درمثور)

[۱۰] گزشتہ آیت میں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو نصیحت کی ہے کہ وہ میری توحید کے بعد والدین کا خاص خیال رکھیں اور میرے شکر

کے ساتھ ان کا بھی شکر ادا کریں۔

سفیان بن عیینہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں: جس شخص نے پانچ نمازیں پڑھیں اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جس نے

نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعا کی اس نے والدین کا شکر ادا کیا۔ (تفسیر قرطبی) والدین کے ساتھ حسن سلوک کے

سلسلہ میں سورہ نساء (۴) کی آیت نمبر ۳۶ کا حاشیہ نمبر ۵۱، سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۲۳ کا حاشیہ نمبر ۲۳ اور

سورہ علقبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۸ کا حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ کریں۔

[۱۱] اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش میں والدین کا رول بہت اہم ہے اس لئے ماں باپ دونوں اولاد کی طرف سے حسن سلوک

کے حقدار ہیں لیکن دونوں میں سے ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ وہ نو ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، پھر وضع

حمل کی تکالیف سے گزرتی ہے اور پھر ایک عرصہ تک اپنا دودھ پلاتی ہے جب کہ باپ کو ان مشکل مراحل سے واسطہ نہیں

کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا، میری ہی
طرف لوٹنا ہے۔ [۱۲]

اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۖ اِلَى الْمَصِيْرِ ۝

پڑتا۔ غالباً اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ماں کی تین درجے زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول
اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے دوبارہ عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے تیسری بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے چوتھی بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔

(بخاری: ۵۹۷۱: کتاب الادب: باب ۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ میں جا کر اس کی ٹخلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو، تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

(عمدة القاری: کتاب الادب: باب ۲: جز ۲۲: ص ۸۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال: ۴۵۳۳۹: جلد ۱۶: ص ۳۶۱)

[۱۲] ماں کا دودھ

ماں کے دودھ پر سب سے زیادہ حق اس کے نومولود بچے کا ہے اور بچے کو اپنا دودھ پلانے میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے۔ بچے کو اپنا دودھ پلانا ہر ماں کی فطرت اور طبیعت میں داخل ہے اور یہ ایسی فطرت ہے جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے جانور بھی بچوں کو اپنا دودھ پلانے میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

ماں کے دودھ میں حکمتیں

۱۔ ماں کا دودھ جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بیماری کا سبب نہیں بنتا کیونکہ وہ ماں کی چھاتی سے سپرہا بچے کے پیٹ میں جاتا ہے جبکہ گائے بکری کا دودھ کئی مراحل اور برتنوں سے گزرتا ہے اور کسی بھی مرحلہ پر اس میں جراثیم کا اضافہ ہو سکتا ہے جو بچے کی صحت کے لئے مضر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ ماں کا دودھ نہ زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور نہ زیادہ گرم بلکہ بچے کے مزاج کے عین مطابق ہوتا ہے، جبکہ گائے بکری کا دودھ ماں خود گرم کرتی ہے جس میں کی بیشی سے بچے کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ جو ماں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے اس کی چھاتی میں کینسر کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں جبکہ اپنا دودھ نہ پلانے والی ماں کی چھاتی میں کینسر کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

۴۔ نومولود بچے کے لئے سب سے بہترین غذا ماں کا دودھ ہے، اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی ایک نومولود بچے کو ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کا متبادل نہیں بن سکتا۔

۵۔ مائیں دودھ کے ذریعے بچوں کو صرف جسمانی غذا ہی فراہم نہیں کرتیں بلکہ قوی روایات اور اخلاق و اطوار بھی منتقل کرتی ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بچوں کو اچھی ماؤں کا دودھ پلاؤ۔ (روح البیان: سورہ بقرہ: زیر آیت ۱۰۸) کیونکہ دودھ کے ذریعہ ماں کے اچھے اخلاق بچے میں منتقل ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ماں کا دودھ بھی بچے کے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔“ (روح البیان: سورہ انعام: زیر آیت نمبر ۱۵۰) آج کل ہمیں شکوہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل قوی روایات اور خاندانی اخلاق و اطوار سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ماؤں نے بچوں کو اپنا دودھ پلانا چھوڑ دیا ہے۔ اکبر الہ آبادی کا یہ شعر اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے:

طفل میں بُو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی دودھ ہے ڈبے کا تعلیم ہے سرکاری

ماں کے دودھ کی مدت

دو سال کی عمر تک دودھ پینا بچے کا حق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے: {اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔} (قرآن: ۲: ۲۳۳) دو سال سے پہلے دودھ چھڑانے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بچے کا وظیفہ پیدائش کے ساتھ ہی شروع کر دیا تھا تاکہ وظیفے کے لالچ میں کوئی ماں دو سال سے پہلے بچے کا دودھ نہ چھڑائے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نومولود کا وظیفہ

ایک رات ایک تجارتی قافلہ نے مسجد نبوی کے قریب قیام کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آؤ آج رات اس قافلہ کا پہرہ دیں تاکہ کوئی ان کا سامان چوری نہ کرے۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بچے کو بہلا کر خاموش کرو۔ کچھ دیر بعد بچہ پھر رو یا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر اس کی ماں سے کہا کہ اپنے بچے کو بہلاؤ۔ رات کے آخری حصہ میں پھر جب بچہ رو یا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سختی سے فرمایا: تو بڑی بے رحم ماں ہے، اسے بہلاتی کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے بندے! تم خواہ مخواہ مجھے تنگ کرتے ہو، دراصل میں اس کا دودھ چھڑاتی ہوں کیونکہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا جب تک وہ بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ نہ دے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

پر رقت طاری ہو گئی اور صبح کی جماعت کرانے کے فوراً بعد فرمایا: ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا، اسی وقت منادی کرادی: خبردار! بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، آج کے بعد جس دن بچہ پیدا ہوگا اسی دن اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد: جلد ۳: ص ۲۸۰، سیرۃ عمر بن الخطاب: ابن الجوزی: ص ۶۲، الفاروق عمر: محمد حسین بیگل: حصہ دوم: ص ۱۹۵، مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۹۷۱: جلد ۵: ص ۳۱۱، الفاروق علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۳۰)

تاریخ انسانیت میں حضرت عمر فاروقؓ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا سرکاری وظیفہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا مگر آج ہماری بد قسمتی ہے کہ مسلم دنیا کے غریب بچے اس نعمت سے محروم ہیں اور غیر مسلم دنیا میں امیر بچے اس سہولت سے مستفید ہو رہے ہیں۔

عالمی صحت کا ادارہ

عالمی صحت کا ادارہ (The World Health Organization) اقوام متحدہ کی صحت کے لئے خصوصی ایجنسی ہے۔ یہ سات اپریل ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی۔ آئین میں WHO کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام افراد عالم کو ممکن حد تک صحت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو۔ WHO کے آئین کے مطابق صحت کی تعریف صرف یہی نہیں کہ انسان بیمار اور کمزور نہ ہو بلکہ اس کو مکمل جسمانی، ذہنی اور معاشرتی فلاح و بہبود حاصل ہو۔ WHO عالمی صحت کی اسمبلی WHA کے ماتحت ہے جو کہ ۱۹۴۲ رکن ریاستوں پر مشتمل ہے۔

WHO کی شائع کردہ عالمی صحت کی رپورٹ ۲۰۰۲ء کے مطابق

بچے کی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ سب سے بہترین غذا مہیا کرتا ہے اور ساتھ ہی متنوع غذائی فوائد بھی فراہم کرتا ہے جو کہ بچے کی گونا گوں ضروریات کے عین مطابق ہے۔ بچے کے اوائل چھ ماہ میں ماں کا دودھ مناسب معدنیات اور قوت بخش غذا کا حامل ہے۔ اس دودھ میں ایسے حفاظتی، ترکیبی اور دیگر مدافعاتی اجزاء ہیں جو مختلف بکٹیریا، متعدی اور طفیلی جراثیم سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس دودھ کے عناصر بچے کے ذاتی مدافعاتی نظام کی مناسب نشوونما میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ ان موجود دلائل کی بناء پر WHO کی عوامی صحت کی ہدایت یہ ہے کہ بچوں کو زندگی کے اوائل چھ ماہ میں بلا شرکت غیرے ماں کا دودھ پلایا جائے اور یہ عمل دو سال تک جاری رہے۔ "بلا شرکت غیرے دودھ پلانے" کا مطلب یہ ہے کہ اوائل چھ ماہ میں بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جائے، کھانے پینے کی اور کوئی چیز نہ دی جائے۔ تقریباً تمام حالات میں بچے کی غذا کے لئے ماں کا دودھ سب سے زیادہ آسان، سب سے زیادہ صحت بخش اور سب سے سستا طریقہ ہے اور بچے کی غذائی ضروریات کے بھی عین مطابق ہے۔

ماں کا دودھ پلانے میں کمی اور خاص کر زندگی کے اوائل مہینوں میں بلا شرکت غیرے ماں کا دودھ پلانے کی قلت، یہ ایسے خطرات کا حامل ہے جو بچوں کی ہلاکت اور بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں جب بچوں کو اسہال اور سانس کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ماں کا دودھ بچے کی اعصابی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا

وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَالِيَسَ
لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي
الدُّنْيَا مَعْرُوفَانِ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ
إِلَىٰ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور اگر دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو
شریک قرار دے جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی
اطاعت نہ کرنا، البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک
کرنا اور اس شخص کے راستہ کی پیروی کرنا جس نے
میری طرف رجوع کیا ہو، پھر تم سب نے میری طرف
لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے آگاہ کروں
گا جو تم کرتے تھے۔ [۱۳]

ہے، خاص طور پر وہ بچے جو قبل از وقت، کم جسامت یا کم وزن والے پیدا ہوں ان کی اعصابی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ
بہت اہمیت رکھتا ہے۔ (WHO 2002 P 56- lack of Breast-feeding)

یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ WHO نے ساہا سال کی تحقیقات کے بعد ۲۰۰۲ء میں یہ سفارش کی کہ بچے کو دو سال
تک ماں کے دودھ کی ضرورت ہے جبکہ قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا:

۱۔ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (قرآن: ۲: ۲۳۳)

۲۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے) اس کی ماں نے
ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر
کر، (آخر تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (قرآن: ۱۴: ۳۱) یہ اسلام کے دین فطرت ہونے اور قرآن مجید
کے کلام الہی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

[۱۳] والدین انتہائی قابل احترام ہیں اور ان کا اولاد پر بڑا حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے، اگر والدین شرک یا اللہ
تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی
اطاعت نہیں کیونکہ اطاعت تو صرف نیکی میں ہے۔ (بخاری: ۷۲۵۷: کتاب اخبار الاحاد: باب ۱) یعنی ان لوگوں کی
اطاعت اور پیروی کی جائے جن کی خواہشات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوں خواہ وہ والدین ہوں یا کوئی اور۔ بالآخر سب کو
اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے لیکن پھر بھی دنیا میں
ان کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ جاری رکھا جائے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین
کاموں میں کسی ایک شخص کے لئے بھی رخصت نہیں ہے:

☆ والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔

☆ عہد پورا کرنا خواہ وہ مسلمان سے ہو یا کافر سے۔

يَبْنِيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيَّ صَخْرَةً أَوْ فِي السَّمَوَاتِ
أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ
لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾

۱۶۔ اے میرے پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے
برابر ہو اور وہ کسی چٹان کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا
زمین میں (پوشیدہ) ہو تو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ
اسے لے آئے گا، بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین اور
ہر چیز سے باخبر ہے۔ [۱۴]

يَبْنِيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَآمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ
ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾

۱۷۔ اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم
دے اور برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس
پر صبر کر، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ [۱۵]

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي
الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
مُصَوِّتٍ ﴿١٨﴾

۱۸۔ اور لوگوں سے (تکبر کے ساتھ) روگردانی نہ کر اور
زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ تعالیٰ اکڑ کر چلنے

☆ اور امانت کو ادا کرنا خواہ وہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔

(کنز العمال: ۳۳۷۹۱: جلد ۱۶: ص ۲۸، جمع الجوامع: ۱۰۷۶۰: جلد ۴: ص ۱۳۴)

[۱۴] درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر دو آیات (یعنی چودہ اور پندرہ آیات) میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہوا۔
یہاں سے پھر حضرت لقمان کی نصیحتوں کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

رائی کا دانہ اتنا معمولی اور چھوٹا ہوتا ہے کہ نہ تو اس کا وزن محسوس ہوتا ہے اور نہ وہ چند میڑ کے فاصلہ سے نظر
آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رائی کے دانہ کے برابر معمولی سی نیکی یا برائی بھی اگر کسی چٹان میں چھپ کر کی جائے یا
آسمان کی بلندی پر یا زمین کی گہرائی میں کی جائے تو بھی وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اور قیامت کے دن اسے لوگوں کے
سامنے ظاہر کر دیا جائے گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے ذرہ برابر بھی
نیکی کی ہوگی وہ اس (کی جزا) کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس (کی سزا) کو دیکھ لے گا۔

(قرآن: ۹۹: ۷۸)

[۱۵] جب کوئی شخص لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور انہیں برائی سے روکنے کے لئے میدانِ عمل میں اترتا ہے تو ساری باطل قوتیں اکٹھی
ہو کر اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتی ہیں اور اسے ناکام کرنے میں ہر ممکن حربہ استعمال کرتی ہیں، لہذا اسے میرے
پیارے بیٹے! اس فریضہ کی ادائیگی میں جو تکلیفیں آئیں ان سے دل برداشتہ نہیں ہونا بلکہ ان پر صبر کرنا اور پوری ثابت قدمی
کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھنا۔ بے شک یہ بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی بہت بڑا ہے۔

مُخْتَالٍ فَخُورًا ﴿۱۶﴾

والے (اور) فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ [۱۶]

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْصُصْ مِنْ صَوْتِكَ
إِنْ أَنْتَ إِلَّا صَوَاتُ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿۱۷﴾

۱۶۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔ [۱۷]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ
نِعْمَهُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا ۚ وَمِنَ النَّاسِ مَن
يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا
كِتَابٍ مُنِيرٍ ﴿۱۸﴾

۲۰۔ کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں، پھر بھی بعض لوگ بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ [۱۸]

[۱۶] پیارے بیٹے! لوگوں کو حقیر سمجھ کر ان سے اعراض نہ کرو اور زمین پر تکبر کے ساتھ اکڑ کر نہ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: ایک انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں، اس کا جوتا خوبصورت ہو، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے اور تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کر دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

[۱۷] پیارے بیٹے! جب تو عام حالات میں چلے تو مریضوں کی طرح زمین سے پوچھ کر قدم نہ رکھ اور نہ مجرموں کی طرح بھاگ بلکہ پورے وقار کے ساتھ درمیانی چال چل، اور جب تو بات کرے تو گدھے کی طرح بلاوجہ چیخ کر بات نہ کر جس سے تجھے بھی تکلیف ہو اور سننے والے کو بھی ناگوار گزرے بلکہ اتنی آواز سے بات کر جو سامعین کے لئے خوش گوار ہو۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے یعنی سورج اور چاند وغیرہ کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا ہے کہ انسان ان سے بالواسطہ استفادہ کر رہا ہے اور زمین اور موشیوں کو براہ راست انسان کے تابع بنا دیا ہے، انسان جس طرح چاہے ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار ظاہری نعمتوں یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ اور باطنی نعمتوں یعنی دل اور عقل وغیرہ سے مالا مال فرمایا جن کی وجہ سے وہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سی چیزوں پر حکومت کر رہا ہے۔ ان نعمتوں میں غور و فکر کرنے سے انسان آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جس ہستی نے انسان کے لئے یہ بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں وہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے، لیکن مشرک لوگ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا
أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ
السَّعِيرِ ۝

۲۱۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن) کی پیروی
کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں:
بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے
باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے
عذاب کی طرف بلارہا ہو۔ [۱۹]

وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ
 فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ وَإِلَى
اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

۲۲۔ اور جو شخص اپنے چہرہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دے
اور وہ نیکو کار بھی ہو تو بے شک اس نے ایک مضبوط
حلقہ پکڑ لیا، اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی
طرف ہے۔ [۲۰]

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا
مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

۲۳۔ اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے،
ان سب نے ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم
انہیں بتائیں گے جو وہ کرتے تھے، بے شک اللہ تعالیٰ
سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ [۲۱]

حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی علمی دلیل ہے اور نہ عقلی ہدایت اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کی کوئی دلیل ہے جو ان کے شرک کو
ثابت کر سکے۔

[۱۹] مشرکین مکہ کو دعوت دی جا رہی ہے کہ تمہارے پاس شرک کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا تم قرآن مجید کی پیروی کرو کیونکہ
اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے مگر وہ تعصب اور بے جا ضد کی بنا پر صرف یہی کہتے ہیں کہ ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے
باپ دادا کرتے آئے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر کسی کے باپ دادا کو شیطان جہنم کی طرف لے جا رہا ہو تو کیا وہ پھر بھی
ان کے پیچھے چل کر جہنم رسید ہوں گے؟

[۲۰] جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کر دے اور پورے خلوص کے ساتھ نیکو کار بن جائے تو اس نے اپنے آپ کو ایسے قافلہ میں
شامل کر لیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ عظیم اجر سے نوازے گا۔

[۲۱] پیارے نبی ﷺ جو لوگ آپ کی تبلیغ کے باوجود اسلام قبول نہیں کرتے آپ ان کے کفر پر غمگین نہ ہوں۔ دراصل ان کے
دلوں میں تعصب کی بیماری ہے جس کے باعث وہ کفر سے چٹے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب وہ ہمارے سامنے پیش
کئے جائیں گے تو ہم ان کے دلوں میں پوشیدہ سازشوں کو ظاہر کر دیں گے۔

نَسْتَعْتُمُ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابِ غَلِيظٍ ۝

۲۲۔ ہم انہیں (دنیا میں) تھوڑا سا فائدہ اٹھانے دیں گے، پھر ہم انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔ [۲۲]

وَ لَیِّنْ سَاَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّہٗ قُلُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ۚ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

۲۵۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ فرمائیے: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ [۲۳]

لِیْلِهِۦ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝

۲۶۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز لائق حمد ہے۔ [۲۴]

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ قَلَمٍ ۙ وَالْبَحْرِ یَمْدُہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃٌ اَبْحُرٌ مَّا تَفَدَتْ کُلُّہٗۤ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

۲۷۔ اور روئے زمین پر جتنے درخت ہیں اگر وہ قلمیں بن جائیں اور سمندر (تمام روئے زمین کا پانی) سیاہی بن جائے اور اس کے بعد سات اور سمندر اسے مزید سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات (لکھنے سے) ختم نہیں ہوں گے، بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔ [۲۵]

[۲۲] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں آخر وہ کب تک اس فانی زندگی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے، بالآخر انہیں مرنا ہے اور اپنے کفر کا حساب دینا ہے اور ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب انہیں زبردستی گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

[۲۳] اگر آپ مشرکین مکہ سے دریافت کریں کہ زمین و آسمان کا یہ نظام جو کروڑوں سالوں سے قائم ہے کیا یہ تمہارے معبودوں نے پیدا کیا ہے جن کو تم نے خود آج بنایا ہے اور وہ کل فنا ہو جائیں گے یا اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا؟ تو انہیں ناچار کہنا پڑے گا کہ اس زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مشرکین کو بھی چار و ناچار یہ تسلیم کرنا پڑا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس اعتراف کے بعد ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی ایمان لے آئیں لیکن ان میں اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

[۲۴] زمین و آسمان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ان میں موجود سب چیزوں کا مالک بھی وہی ہے، اس لئے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور وہ بے نیاز ہے یعنی ساری دنیا اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، لہذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی حمد و ثنا کی جائے۔

[۲۵] اگر روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنائی جائیں اور زمین کا تمام پانی اور اس جیسے سات اور سمندروں کے پانی کو سیاہی

مَا خَلَقْتُمْ وَلَا بَعَثْتُمْ إِلَّا كُنُفُسًا وَاحِدَةً
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝۲۸

۲۸۔ تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو (مرنے کے بعد دوبارہ) زندہ کرنا (اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف) ایک جان (کے پیدا کرنے اور اسے دوبارہ زندہ کرنے) کی مانند ہے، بے شک وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ [۲۶]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ
يُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ
القَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ
اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۲۹

۲۹۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنے وقت مقرر تک چل رہا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ [۲۷]

بنادیا جائے اور ساری مخلوق ان قلموں سے لکھنا شروع کر دے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے سارے اوصاف و کمالات اور اس کی جملہ معلومات کا لکھنا ناممکن ہے کیونکہ سمندروں کا پانی کتنا ہی وسیع و عریض کیوں نہ ہو وہ بہر حال محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالات غیر محدود ہیں، لہذا کسی بھی محدود ہستی میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ غیر محدود کمالات کا احاطہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ (قرآن: ۱۴: ۳۴) اگر سارے انسان مل کر صرف ان نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے جو صرف انسانوں کو دی گئی ہیں تو پھر دیگر مخلوقات کو دی گئی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات و معلومات کا احاطہ کیسے کر سکتے ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

[۲۶] جس طرح ایک دعا کا سننا اور بیک وقت تمام مخلوق کی دعاؤں کا سننا یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت کائنات کی تمام چیزوں کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لئے برابر ہے اسی طرح کسی ایک انسان کو پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنا یا ساری مخلوق کو پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے برابر ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اور جب وہ کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو اور ایک یا بے شمار چیزوں کو بیک وقت پیدا کرنا چاہے تو اسے کسی وقت یا مادے کی ضرورت نہیں ہے، وہ صرف ارادہ کرتا ہے اور وہ سب کچھ وجود میں آجاتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے جیسا کہ حضرت علی سے پوچھا گیا کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا حساب کیسے لے گا؟ آپ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں سب انسانوں کو رزق دیتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔ (سورۃ انعام: ۶): تفسیر الشعراوی: زیر آیت نمبر ۶۲

[۲۷] اللہ تعالیٰ مریوں میں رات کا کچھ حصہ کم کر کے دن کو لمبا بنا دیتا ہے اور مردیوں میں دن کا کچھ حصہ کم کر کے رات کو لمبا بنا دیتا

۳۰۔ یہ اس لئے ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں یقیناً وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت بلند بہت بزرگ ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝

۳۱۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے، بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۲۸]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيْكُمْ مِنْ اٰيٰتِهٖ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّحَلِّ صَبٰرٍ شٰكُوْرٍ ۝

۳۲۔ اور جب کوئی موج سائبانوں کی طرح ان پر چھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے چند ہی اعتدال پر رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا صرف وہی انکار کرتا ہے جو بڑا بد عہد سخت ناشکرا ہے۔ [۲۹]

وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلُمِ دَعَوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَبِهِمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خٰسٍ كَفُوْرٍ ۝

ہے۔ اس طرح رات اور دن کی گردش پورے ضابطے کے مطابق جاری ہے۔

نیز اس نے سورج اور چاند کو بھی تمہیں فائدہ پہنچانے کے لئے ایک مخصوص دائرہ تک پابند کر رکھا ہے۔ یہ سارے انتظامات یاد کرانے کا مقصد یہ ہے تاکہ مشرکین یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے جو دن رات، سورج اور چاند اور زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور عبادت کے لائق نہیں ہیں۔

[۲۸] اگر اللہ تعالیٰ سمندر کے پانی کو ہر وقت طوفانی کیفیت سے وابستہ کر دیتا تو اس میں کشتیوں کا چلنا مشکل ہو جاتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے پانی کو ایک مناسب انداز میں ٹھہرا رکھا ہے جس پر کشتیاں چلتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے کبھی کبھی اس میں طغیانی کی کیفیت بھی پیدا کر دیتا ہے تاکہ جب کشتی طوفانی موجوں میں ڈگمگا رہی ہو تو لوگ صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور جب خیریت کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

[۲۹] مشرکین جب کشتی میں سیر کرتے تو اگر کوئی طوفانی موج ان پر چھا جاتی اور ان کی کشتی ہچکولے کھانے لگتی تو وہ خلوص کے ساتھ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا
لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ
جَانِبُ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ
فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ
بِاللَّهِ الْعُرُورُ ③

۳۳۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو
جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ
دے سکے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے
کچھ بدلہ دے سکے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا
ہے، سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے
اور نہ ہی فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ تعالیٰ
کے بارے میں دھوکہ دے۔ [۳۰]

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور وعدہ کرتے کہ اگر وہ انہیں اس طوفان سے بچالے تو وہ شرک نہیں کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ
انہیں خیریت کے ساتھ خشکی پر پہنچا دیتا تو بہت کم لوگ اپنے وعدہ پر قائم رہتے جب کہ اکثر لوگ بدعہدی اور ناشکری کرتے
ہوئے اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیتے۔

[۳۰] اے لوگو! قیامت کے دن سے ڈرو جس میں باپ بیٹا بھی ایک دوسرے کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ قیامت کا
دن ضرور آئے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور دنیا کی رنگینیوں اور شیطان کے سبز باغوں سے
دھوکہ نہ کھاؤ۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کے پاس آ کر کہے گا: میں آپ کا فرمانبردار،
ہمدرد اور محسن بیٹا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میں آج کس مشکل میں ہوں، لہذا آپ مجھے ایک نیکی تو دے دیں یا میرا ایک
گناہ ہی اٹھالیں تو باپ جواب دے گا: بیٹا! تو نے بہت تھوڑی سی چیز طلب کی ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو
شکار ہے (یہ کہہ کے باپ اپنے بیٹے کو ایک نیکی دینے سے معذرت کر لے گا)۔ اسی طرح باپ اپنے بیٹے سے سوال کرے گا
اور بیٹا بھی وہی جواب دے گا جو باپ نے دیا تھا، اور ایک شخص اپنی بیوی سے کہے گا: میں نے تیرے ساتھ ساری زندگی
بہت حسن سلوک کیا اس کے بدلے میں تو میرے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے شاید کہ میں نجات پا جاؤں۔ بیوی کہے گی: بے شک
تیرا مطالبہ بہت تھوڑا سا ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کر بیوی اپنے خاوند کے ایک گناہ کا
بوجھ اٹھانے سے بھی معذرت کر لے گی)۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فاطر: زیر آیت نمبر ۱۸)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، صالحین، قرآن، رمضان، کمن بچے اور کمن
بچیاں وغیرہ گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ گناہگاروں کے گناہوں کا بوجھ خود اٹھالیں
گے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کر کے گناہگاروں کے گناہوں کو معاف کر دے گا یعنی ان کے گناہوں کا
وجود ہی ختم فرما دے گا۔ اس سلسلہ میں سورہ طہ (۲۰) کی آیت نمبر ۱۰۹ کا حاشیہ نمبر ۲۷ ملاحظہ کریں۔

۳۴۔ بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔

[۳۱]

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۚ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۚ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۳۴﴾

[۳۱] صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۵۰ میں ہے کہ جبریل امین نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں اس کی نشانیاں تم کو بتائے دیتا ہوں۔ (وہ یہ ہیں کہ) جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، جب سیاہ اونٹوں والے چرواہے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے۔ (ان علامتوں کے علاوہ قیامت کا علم) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: {بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔} (قرآن: ۳۱: ۳۴)

پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) بندہ کل کیا کرے گا؟ (۵) بندہ کس زمین میں مرے گا؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ان چیزوں کا تعلق علم غیب سے ہے حالانکہ اور بھی غیب کی بے شمار چیزیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، مثلاً بندہ کون سے دن اور کون سی تاریخ کو مرے گا؟ اس کے مرنے کا سبب کیا ہوگا؟ وغیرہ تو پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے ان ہی پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آیت ایک دیہاتی کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نام وارث بن عمرو بن حارثہ ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا:

۱۔ میری بیوی حاملہ ہے آپ مجھے بتائیں وہ کیا جنے گی؟

۲۔ ہمارے شہروں میں قحط سالی ہے آپ بتائیں بارش کب ہوگی؟

۳۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کب پیدا ہوا آپ بتائیں میں کب مروں گا؟

۴۔ مجھے معلوم ہے جو عمل میں نے آج کیا ہے آپ بتائیں میں کل کیا کروں گا؟

۵۔ آپ بتائیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ لقمان: زیر آیت نمبر ۳۴)

علم غیب سے کیا مراد ہے؟

غور و فکر، حواس، علامات اور آلات کے ذریعہ جو علم حاصل ہو جیسے بادلوں کے ذریعہ بارش برسنے اور اثر اساوٹ کے ذریعہ پیٹ میں بچے کی کیفیت کا علم حاصل ہو جاتا ہے اسے علم غیب نہیں کہتے۔ علم غیب وہ ہے جو وسائل اور اسباب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہو جائے۔

کیا علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے؟

بلاشبہ ہر غیب کا ذاتی، کلی اور غیر متناہی علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو پسند فرماتا ہے اس کو غیب کا جزئی اور محدود علم عطا فرماتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی ان کو از خود نہیں جان سکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز از خود جانتا ہے تو اس نے قرآن کا انکار کیا، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے ذریعہ ان امور غیبیہ میں سے بہت کچھ جانتے ہیں۔ اس آیت سے مراد (انبیاء کے علوم کی نفی نہیں بلکہ) کاہنوں، نجومیوں اور جو لوگ بارش کے نزول کو مخصوص ستاروں کے طلوع و غروب سے وابستہ سمجھتے ہیں، ان کی تردید ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ لقمان (۳۱): زیر آیت نمبر ۳۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ یہ امور خمسہ غیب کی کنجیاں (مفتاح الغیب) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مختص کر لیا ہے اور انہیں کوئی از خود نہیں جان سکتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کا علم سکھا دے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۃ لقمان (۳۱): زیر آیت نمبر ۳۴)

قرآن مجید کی آیات بھی مذکورہ دو تفاسیر کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ {اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کر لے}

(قرآن: ۷۲: ۲۶-۲۷)

☆ {اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں (عام لوگوں کو) غیب پر آگاہ کرے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے}

(قرآن: ۱۷۹: ۳)

عام لوگوں کو علم غیب نہ بتانے کی وجہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو غیب پر آگاہ نہیں فرماتا کیونکہ عام آدمی کو اگر غیب کا علم ہو جائے تو اس کی عملی جدوجہد میں تعطل

پیدا ہو جائے گا اور وہ ہر وقت آنے والے حادثات کے بارے میں فکر مند رہے گا، مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کو یہ علم ہو جائے کہ دس سال بعد اس کے ساتھ ایک ایسا حادثہ پیش آنے والا ہے جس میں اس کا بیس سال کا جوان بیٹا فوت ہو جائے گا، اٹھارہ سال کی جوان بیٹی ہمیشہ کے لئے اندھی اور اس کی بیوی اپنا چ ہو جائے گی، اب آپ خود اندازہ کریں اس خاندان کے یہ آنے والے دس سال کس کرب و غم سے بسر ہوں گے اور اگر اسے یہ علم نہ دیا جاتا تو کم از کم یہ دس سال تو وہ خوشی اور سکون سے گزارتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ ان کا منصب بہت بلند ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین اور رضائے خداوندی پر مطمئن ہوتے ہیں جیسے حضور اکرم ﷺ کو منافقین کا علم تھا مگر حکمت کے تحت خاموش اور مناسب وقت کے انتظار میں تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بندے کے مرنے کے دن، تاریخ، جگہ اور وقت کا علم عطا فرمایا۔ بادلوں اور ہواؤں کے فرشتوں کو بارش برسنے کے علاقہ اور وقت کا علم عطا فرمایا۔ اور فرشتوں کو ماں کے پیٹ میں بچے کے مستقبل کا علم عطا فرمایا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغ (گوشت کا لوتھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۸ کتاب بدء الخلق: باب ۶) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔

علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مر جائے گا تو ہو سکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ نو سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کر لوں گا یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہو جائیں، یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تاکہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی

ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورة الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتادیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ذر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔} (قرآن: ۲۰: ۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تاکہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تاکہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

جبریل امین نے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تو اگر آپ ﷺ کو علم نہیں تھا تو آپ صاف فرمادیتے کہ میں نہیں جانتا مگر آپ نے ذومعنی جملہ اس لئے استعمال فرمایا کیونکہ اس کا علم عام لوگوں کے مفاد میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے کہ قیامت اچانک آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ {قیامت تمہارے پاس اچانک آئے گی} (قرآن: ۷: ۱۸۷)

☆ {پس ان کے پاس قیامت اچانک آجائے گی اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا} (قرآن: ۲۶: ۲۰۲)

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے

اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: {میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو (یعنی جو تمہارے پیٹ میں ہے) اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو} (قرآن: ۳: ۴۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔" (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز نکا ہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ ﷺ کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام ﷺ پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمادیا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۷: جلد ۱۱: ص ۲۲۰)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اُحد پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری: فضائل اصحاب: باب ۷) یعنی آپ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی طبعی موت کے ساتھ انتقال کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔

☆ جنگ بدر سے ایک روز پہلے حضور اکرم ﷺ نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔ (مسلم: ۷۲۲۲: کتاب الجنة: باب ۱۷)

☆ جنگ بدر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ستر قیدیوں کے بارے میں مجلس مشاورت قائم کی۔ کئی تجاویز پیش ہوئیں کہ ان ظالموں کو قتل کر دیا جائے وغیرہ، مگر حضور اکرم ﷺ نے جو تجویز پسند فرمائی وہ یہ تھی کہ حسب استعداد فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے اور جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو وہ آزاد ہیں۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۴۷) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں جن کو کافر قیدیوں نے علم سکھایا۔

(طبقات ابن سعد: جلد ۲: ص ۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسیران بدر کا فدیہ چار سو درہم مقرر فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے اور آپ کی بیوی ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور آپ نے اس سے کہا تھا: اگر میں اس سفر جنگ میں مر گیا تو یہ مال میرے بیٹوں کو دے دینا۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! میں جان گیا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ (سبل الہدی والرشاد: جلد ۴: ص ۱۰۵، مسند احمد: جلد اول: ص ۳۵۳)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے نفی میں جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا، جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: احادیث نمبرز: ۳۲۳۳-۳۲۳۴-۳۲۳۵)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔ (بخاری: ۱۳۴۴: کتاب الجنائز: باب ۷۳) جو ہستی اس دنیا میں رہتے ہوئے حوض کوثر کو دیکھ لے اور جس کو اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دے اس کے علم غیب اور خزانوں کا صحیح اندازہ

انسان نہیں کر سکتا، یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا پیارا نبی ﷺ ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا علم غیب اور کتنے خزانے عطا فرمائے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو: بے شک اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ (بخاری: ۳۱۱۶: کتاب فرض الخمس: باب ۷)

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے یعنی اس کا علم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے یعنی اس کے علم کی کوئی حد نہیں اور ساری کائنات کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، جبکہ نبی کریم کا علم حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا علم عطائی ہے یعنی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا علم غیر محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اتنا ہی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ الغرض نبی کریم کا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بہت ہی محدود ہے مگر مخلوق کے مقابلے میں اتنا وسیع ہے کہ ہمارے حساب و کتاب کے پیمانے ختم ہو سکتے ہیں مگر اس کی وسعت کو ناپا نہیں جاسکتا۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تک ہے وہاں تک ہے
خدا جانے کہاں سے جلوہ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ذاتی و عطائی کی تقسیم کا کیا ثبوت ہے؟

اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر قرآن و حدیث میں تعارض پیدا ہو جائے گا، مثلاً ایک طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رؤف رحیم (قرآن: ۹: ۱۲۸) اور انسان کو سمیع بصیر (قرآن: ۷۶: ۲) بنایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رؤف رحیم (قرآن: ۲: ۱۴۳) اور سمیع بصیر (قرآن: ۱۷: ۱) فرمایا ہے۔ مذکورہ آیات کو سمجھنے کے لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی، قدیم، کلی اور غیر متناہی ہے اور انبیاء و اولیاء اور دیگر مخلوقات کی صفات عطائی، حادث، جزئی اور متناہی ہیں اور یہی فرق علم غیب میں بھی ماننا پڑے گا، لہذا آیات نفی میں ذاتی، قدیم اور غیر متناہی علم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور آیات اثبات میں عطائی، حادث اور متناہی علم مراد ہے جو صرف مخلوق ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین حیرزادہ: جامعہ الکریم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز جمعہ ۶ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۷۷ راکتوں پر ۶ نومبر یعنی دس دنوں میں سورہ لقمان کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة السجدة (۳۲)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ”السجدة“ ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۵ کے مضمون سے ماخوذ ہے۔ اس سورت میں قرآن، رسالت، توحید اور آخرت کے بارے میں مشرکین کے شبہات دور کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تصدیق فرمائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، پھر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی تصدیق فرمائی کہ جو کتاب حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں یہ ان کا اپنا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور قدرت کی نشانیاں بیان کی ہیں کہ اس نے کس طرح زمین و آسمان اور انسان کو پیدا فرمایا۔

مشرکین کو آخرت پر یقین نہیں تھا مگر قیامت کے دن جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو پکارا نہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ایک دفعہ واپس دنیا میں لوٹا دے تو ہم ضرور نیک اعمال کریں گے اور تیری نافرمانی نہیں کریں گے لیکن اس وقت کا بچتا واپس سود ہوگا اور وہ دوزخ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

اہل ایمان آخرت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہوئے برائیاں نہیں کرتے اور اس کی رحمت پر امید رکھتے ہوئے نیکیاں کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

سورة السجدة کی فضیلت

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ الم تنزیل (السجدة) اور تبارک الذی (الملک) پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ (ترمذی: ۲۸۹۲: فضائل القرآن: باب ۹)

☆ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ الم تنزیل اپنے پڑھنے والے کی قبر میں وکالت کرے گی اور عرض کرے گی: اے اللہ! اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس شخص کے متعلق میری شفاعت قبول فرما اور اگر میں تیری کتاب کا حصہ نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے نکال دے اور یہ سورت ایک پرندہ کی مانند ہوگی اور اپنے پروں کو اس شخص پر پھیلا دے گی۔ آخر کار اس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ اور تبارک الذی (الملک) کے متعلق بھی ایسی ہی روایت ہے، اور خالد بن معدان رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ (سنن دارمی: ۳۴۱: فضائل القرآن: باب ۱۹)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکریم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز ہفتہ ۷ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

﴿ اٰیٰتِهَا ۲۰ ﴾ ﴿ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۵ ﴾ ﴿ رُكُوْعَاتُهَا ۲ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ

۱۔ الف لام میم۔ [۱]

۲۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

تَنْزِیْلِ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

۳۔ کیا وہ (منکرین) یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو اس (رسول) نے خود گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے (کافی عرصہ تک) کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ [۲]

اَمْ یَقُوْلُوْنَ اَفْتَرٰیهُۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اَتَتْهُمْ مِنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝

۴۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، [۳] تمہارے لئے اس کے بغیر نہ

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] کافی عرصہ گزر گیا، اہل عرب کے پاس کوئی نئی نہ آیا اس لئے وہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات بھلا چکے تھے۔ ان کے ہاں اللہ کا نام تو موجود تھا مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں وہ گمراہ ہو چکے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جب آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام (قرآن مجید) پڑھ کر سنایا تو وہ کہنے لگے: یہ قرآن اس (رسول ﷺ) نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن حضرت محمد ﷺ کا اپنا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے اور اس کے کلام الہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

[۳] چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے طلوع و غروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ

کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی سفارشی، [۴] کیا پھر بھی
تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

الْعَرْشُ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن ذَلِي وَلَا
شَفِيعَ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝

۵۔ وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، پھر
وہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسے دن میں رجوع
کرے گا جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک
ہزار سال ہے۔ [۵]

يَذَرُ الْأَرْضَ إِلَى السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ
يَعْرِجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝

کے عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جب کہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حقیقت اللہ تعالیٰ
ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

[۴] زمین و آسمان کا خالق اور ان میں چلنے والے نظام کا حکمران اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی عبادت کرو
گے تو وہ چیز تمہاری مدد یا سفارش نہیں کر سکے گی، لہذا اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو اور شرک سے باز آ جاؤ۔ یہ دنیا دار العمل
ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی مرضی کے کام اور فیصلے کرنے کا اختیار دے رکھا ہے لیکن قیامت کے دن صرف
اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ فرمائے گا اور کوئی اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکے گا، البتہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو شفاعت کر سکیں گے
ان میں انبیاء، علماء، اولیاء، شہداء، حفاظ اور معصوم بچے شامل ہوں گے۔

[۵] آسمان سے لے کر زمین تک تمام امور اللہ تعالیٰ کی حسن تدبیر سے سرگرم عمل ہیں، پھر ایک وقت آئے گا کہ یہ ساری کائنات فنا
ہو جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی جس میں تمام انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور وہ ان
کے متعلق فیصلہ فرمائے گا۔

قیامت کے دن کا اندازہ اس آیت میں اور سورہ حج (۲۲) کی آیت نمبر ۴ میں ایک ہزار سال بتایا گیا ہے اور آگے
سورہ المعارج (۷۰) کی آیت نمبر ۴ میں پچاس ہزار سال بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اصل میں تو قیامت
کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا لیکن کفار کو ان کی پریشانی کے باعث پچاس ہزار سال لمبا معلوم ہوگا اور اہل ایمان کو جنت کی
خوش خبری کے باعث اتنا مختصر معلوم ہوگا جتنے وقت میں ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن کس قدر طویل ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یہ وقت مومن کے لئے بہت خفیف ہو کر گزرے گا حتیٰ
کہ مومن جتنے وقت میں دنیا میں ایک فرض نماز پڑھتا ہے یہ اس سے بھی کم وقت میں گزر جائے گا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۵)

ذٰلِكَ عَلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ
الرَّحِيمُ ①

۶۔ وہی غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ سب پر غالب
بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۶]

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ
الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ②

۷۔ وہی ہے جس نے جو چیز بھی بنائی بہت خوب بنائی [۷]
اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی [۸]

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ
مَّهِينٍ ③

۸۔ پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ (نطفہ) سے اس کی نسل
چلائی۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ
لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ④ قَلِيلًا
مَّا تَشْكُرُونَ ⑤

۹۔ پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور
تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے، (مگر)
تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ [۹]

قیامت کے دن حضرت آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب کتنے وقت میں
ہوگا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۶۲ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ کریں۔

[۶] اللہ تعالیٰ ہر چیز کے باطن و ظاہر کو جانتا ہے۔ انسان جو بھی نیکی یا برائی خواہ چھپ کر یا اعلانیہ کرے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا
ہے، لہذا مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے، کوئی بھی اس کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سب پر غالب
ہے۔ نیز مجرموں کو اس کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ بہت مہربان ہے، جو بھی سچے دل سے توبہ کر لے وہ
اسے معاف کر دیتا ہے۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین تک، سورج سے ستاروں تک اور انسان سے چوٹی تک، جو چیز بھی بنائی وہ اپنے مقصد تخلیق کے
اعتبار سے اتنی کامل، مضبوط اور خوبصورت ہے کہ اس میں کسی کی بیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

[۸] اللہ تعالیٰ نے انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا، پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو
پیدا فرمایا، پھر ان دونوں کے نکاح اور نطفہ سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری
رہے گا۔

[۹] شکم مادر میں پانی کا ایک بے جان قطرہ جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس ایک ہی مادہ سے گوشت، ہڈیاں، ہاتھ، پاؤں، اعصاب،
شریانیں، دل، دماغ، آنکھ اور کان وغیرہ بے شمار مختلف بلکہ متضاد اعضاء بناتا ہے، پھر اس مجسم میں روح پھونکتا ہے اور ایسا

وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَائِي رَبِّهِمْ كَفِرُونَ ۝

۱۰۔ اور انہوں نے کہا: جب ہم مٹی میں گم ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کئے جائیں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں۔ [۱۰]

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝

۱۱۔ آپ فرمادیجئے: موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہاری روح قبض کرے گا، [۱۱] پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

حسین انسان بن جاتا ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم و فراست سے دیگر مخلوقات پر حکومت کر رہا ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ان نعمتوں کا احساس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔

روح

روح سے مراد سانس ہے جس کے اندر آنے جانے سے انسان زندہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے بلکہ یہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کی تعظیم اور تکریم کے لئے ہے، جیسے کعبہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی عزت والا ہے، اسی طرح روح بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے۔

[۱۰] مشرکین چونکہ قیامت کے دن اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے منکر ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں: یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب ہم مٹی ہو کر مٹی کے ساتھ مل جائیں گے تو پھر ہم از سر نو کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ اس کا جواب سورہ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے۔ ”وہی جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔“ (قرآن: ۱۷: ۵۱) یعنی جس نے انسان کو پہلی مرتبہ بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے مٹی سے پیدا کر لیا تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو اسی شکل و صورت میں مٹی سے دوبارہ پیدا کر دے۔

[۱۱] موت و حیات کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس نے ملک الموت علیہ السلام یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روحیں قبض کرنے پر مقرر کر رکھا ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی تنہا اور کبھی اپنے معاون فرشتوں کی معیت میں روحیں قبض کرتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں دنیا کے مختلف حصوں میں بے شمار لوگ فوت ہوتے ہیں تو ایک ملک الموت ان مختلف جگہوں سے کیسے روحیں قبض کرتا ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین نے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ کریں:

۱۔ روایت ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے، وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے

پکڑ لیتا ہے، وہ مشارق و مغارب سے مخلوق کی رُوحوں کو قبض کر لیتا ہے اور رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس کے مددگار ہیں، سو رحمت کے فرشتے مومنوں کے لئے ہیں اور عذاب کے فرشتے کافروں کے لئے ہیں۔

(معالم التنزیل: الحسین بن مسعود البغوی)

☆ زہیر بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: ملک الموت علیہ السلام تو ایک ہے اور مشرق و مغرب میں دو لشکر لڑتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں (ملک الموت علیہ السلام سب کی رُوحیں کیسے قبض کرتا ہے؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کے لئے دنیا اس طرح گھیر دی ہے جس طرح ایک طشت تمہارے سامنے ہو، لہذا دنیا کی کوئی چیز ملک الموت علیہ السلام سے چھوٹ نہیں سکتی۔

(تفسیر در مشور: امام جلال الدین سیوطی)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت یعنی عزرائیل سے پوچھا: جب ایک شخص مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں یا کسی ملک میں وبا پھوٹ پڑے یا دو لشکر آپس میں لڑائی شروع کر دیں تو آپ ان کی رُوحیں کیسے قبض کرتے ہیں؟ ملک الموت علیہ السلام نے کہا: میں رُوحوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارتا ہوں اور تمام رُوحیں میری ان دو انگلیوں کے درمیان آ جاتی ہیں۔

(تفسیر در مشور: امام جلال الدین سیوطی)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دو ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا جن میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ایک ہی وقت میں فوت ہوئے تو ملک الموت علیہ السلام دو مختلف جگہوں سے ایک ہی وقت میں کیسے رُوحیں قبض کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ملک الموت علیہ السلام کے سامنے مشرق، مغرب، ہوا، سمندر اور تاریکیاں ایسے ہی ہیں جیسے کسی آدمی کے سامنے دسترخوان ہو، وہ جہاں سے چاہے لے لیتا ہے۔

(تفسیر در مشور: امام جلال الدین سیوطی)

☆ مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام کے سامنے زمین سمیٹ کر طشت کی طرح کر دی گئی ہے، لہذا وہ جس جگہ سے چاہتا ہے رُوح کو پکڑ لیتا ہے۔

(تفسیر در مشور: امام جلال الدین سیوطی)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ ملک الموت کے لئے ظاہر و باطن اور دور و نزدیک میں کوئی فرق نہیں ہے ساری زمین سمیٹ کر دسترخوان کی طرح اس کے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ ملک الموت کی بصیرت واقعی بڑی وسیع ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی جو وسعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں وہ فرشتوں سے کہیں زیادہ ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا ہے اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

(مسلم: ۷۲۵۸: کتاب الفتن: باب ۵)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف زمین ہی نہیں بلکہ آسمانوں کا علم بھی عطا فرمایا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔

(ترمذی: تفسیر القرآن: حدیث نمبر ۳۲۳۳)

ملک الموت کی عرضداشت

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو قبض کرنے کا معاملہ عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے میرے ذمہ ایسا کام لگایا ہے جس کی وجہ سے سارے لوگ مجھے برا کہیں گے اور میں ہمیشہ برائی سے یاد کیا جاؤں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے دنیا میں موت کے کچھ ظاہری اسباب اور امراض بنادیئے ہیں، لہذا لوگ موت کو ان اسباب کی طرف منسوب کریں گے اور تجھے لوگ اچھائی کے ساتھ یاد رکھیں گے۔

موت کے قاصد کون ہیں؟

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام دکھ درد موت کے قاصد ہیں اور جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ملک الموت علیہ السلام اسے کہتا ہے: اے بندے! میرے آنے سے پہلے مختلف امراض اور حوادث کی صورت میں کتنے قاصد تیرے پاس آتے رہے تاکہ تو موت کے لئے تیاری کر لے۔ میں آخری قاصد ہوں میرے بعد کوئی قاصد نہیں آئے گا، لہذا چاروں اچار اب تجھے اپنے رب کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔ جب ملک الموت علیہ السلام روح قبض کر لیتا ہے اور میت کے عزیز واقارب چیخا اور پیٹنا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت علیہ السلام انہیں کہتا ہے: تم کیوں چیختے ہو، خدا کی قسم! میں نے اس کی مدت حیات میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ میں نے اس کا رزق کھایا ہے بلکہ اس کے رب نے اس کو بلالیا ہے، لہذا رونے والے اپنے اوپر روئیں کہ ان پر بھی یہ وقت آنے والا ہے۔

☆ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: جب میری موت قریب آئے اور تم میری روح قبض کرنے کا ارادہ کرو تو مجھے بتا دینا، ملک الموت نے کہا: (ٹھیک ہے) میں تمہاری طرف دو یا تین قاصد بھیجوں گا۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی مہلت حیات ختم ہوئی اور ملک الموت ان کے پاس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ملنے آئے ہو یا میری روح قبض کرنے؟ ملک الموت نے جواب دیا: تمہاری روح قبض کرنے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم میری طرف ایک یا دو قاصد بھیجو گے؟ ملک الموت نے جواب دیا: میں نے تو وہ قاصد بھیج دیئے ہیں۔ (اور وہ یہ ہیں)

☆ تمہارے بال سیاہ تھے، سفید ہو گئے۔

☆ تمہارا بدن مضبوط تھا، پھر کمزور ہو گیا۔

☆ تمہارا جسم پہلے بالکل سیدھا تھا، پھر جھک گیا۔

اے یعقوب! یہ میرے تین قاصد ہیں جو میں اولاد آدم کے پاس موت سے پہلے بھیجتا ہوں۔

(ارشاد العباد: ص ۷)

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ
عِندَ رَبِّهِمْ ۚ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا
فَاَرْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور اگر آپ دیکھیں کہ جب مجرم لوگ اپنے رب کے
سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے):
اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس
ہمیں (ایک بار دنیا میں) واپس بھیج دے تو ہم نیک
عمل کریں گے، بے شک اب ہم یقین کرنے والے
ہیں۔ [۱۲]

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلَٰكِنْ
حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت عطا فرما دیتے لیکن میری
طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں سب (سرکش)
جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ [۱۳]

موت کا کوئی مقررہ وقت نہیں، بچپن، لڑکپن، جوانی، اور بڑھاپے میں کسی بھی وقت آسکتی ہے، لہذا ہر وقت موت کے
لیے تیار رہنا چاہیے، معلوم نہیں کس وقت سانسوں کا تانا بانا بکھر جائے؟ لیکن جن کے پاس مندرجہ بالا تین یا ان میں سے
کوئی ایک یاد و قاصد آچکے ہیں، انہیں تو ایک لمحہ بھی موت سے غافل نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ:
ع دیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈب جائزاں (میاں محمد بخش)

اور حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں:

اُنھ فرید استیا تیری داڑھی آیا بور ☆ اگا آگیا نیرے تے بچھارہ گیا دور

[۱۲] میرے پیارے نبی ﷺ! آج تو یہ مشرکین آپ کی بات نہیں سنتے اور عقیدہ آخرت کا مذاق اڑاتے ہیں کہ مٹی میں مٹی ہو جانے
کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ زندہ ہو جائیں؟ مگر قیامت کے دن جب انہیں دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں
پیش کر دیا جائے گا تو فرط ندامت سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! دنیا میں ہم
جن حقائق کو جھٹلایا کرتے تھے آج ہم نے ان کی حقیقت کا مشاہدہ کر لیا ہے اور دنیا میں جن باتوں کا انکار کیا کرتے تھے آج
ہم نے ان کی صداقت اپنے کانوں سے سن لی ہے اور یقین ہو گیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا،
ہم ہی فلفلہ کار تھے۔ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ضرور نیک عمل کریں گے مگر
آخرت کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، کاش وہ اسی دنیا میں غور سے سنتے اور عبرت حاصل کرتے۔

[۱۳] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر گامزن کر دیتا اور کوئی بھی نافرمانی نہ کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ
کر رکھا ہے کہ انسان کو نیکی یا برائی پر مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ جو لوگ اپنی مرضی سے ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوں گے

۱۴۔ پس تم نے جو اپنے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا، اب اس کا مزہ چکھو، بے شک ہم نے بھی تم کو نظر انداز کر دیا ہے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھو ان کو تو توں کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔ [۱۴]

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا
اِنَّا نَسِينَكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

۱۵۔ ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں سے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ [۱۵]

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِالْآيَاتِ الْاٰتِيَةِ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا
سَخَرُوْا سَجْدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۶۔ ان کے پہلو ان کے بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ [۱۶]

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جو لوگ اپنی مرضی سے گمراہی کا راستہ اختیار کریں گے ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔

[۱۴] جو لوگ قیامت کے دن اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو فراموش کر کے گناہوں میں زندگی بسر کر دیتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی انہیں نظر انداز کر کے اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور وہ اپنے گناہوں کے سبب ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ کی آیات سے مکمل فائدہ وہ مومن اٹھاتے ہیں کہ جب ان آیات سے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں اور اس کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکر بجالاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی و انکساری کرتے ہیں اور کبھی تکبر نہیں کرتے۔ اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے اور سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۲۰۶ کے حاشیہ میں ملاحظہ کریں۔

[۱۶] کامل اہل ایمان کی شان یہ بھی ہے کہ جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے ہیں اس وقت وہ راتوں کو اٹھ کر نوافل تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہیں مگر اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ
أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پس کوئی نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے
پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ ان کے (نیک) اعمال کا صلہ
ہے۔ [۱۷]

أَقْسَنَ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَا
يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ کیا وہ شخص جو مومن ہو اس کی مانند ہو سکتا ہے جو نافرمان
ہو، (نہیں) وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ [۱۸]

تہجد اور رات کو دیگر نوافل پڑھنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کورات کے آخری تیسرے
حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا
قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو
بخش دوں؟ (بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۲، ترمذی: ۲۴۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے
روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۳: کتاب الصیام: باب ۳۸)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ
اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی: ۲۴۸۵: ابواب صفة الجنة: باب ۴۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے
پاؤں سوچ کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے
اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر
گزار بندہ ہوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے ان کے نیک اعمال کے بدلے میں جو انعامات تیار کر رکھے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں
جانتا اور اہل ایمان جب انہیں دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی بیان فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے
نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل
میں ان کا خیال آیا ہے۔ (بخاری: ۴۷۷۹: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ السجدة)

[۱۸] جس طرح کسی ملک کا وفادار اور اس کا باغی دونوں برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کا وفادار اور اس کے احکام

۱۹۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں، یہ جنتیں بطور ضیافت ہیں ان اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔ [۱۹]

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

۲۰۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا آگ ہے، وہ جب بھی اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو وہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا: اب اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ [۲۰]

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۲۰﴾

۲۱۔ اور البتہ ہم انہیں (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ وہ (نافرمانی سے) باز آجائیں۔ [۲۱]

وَلَنَذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأُولَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾

۲۲۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے روگردانی کر لی، بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ

کا باقی بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نیز جس طرح ان کے احکام مختلف ہیں اسی طرح ان کا انجام بھی مختلف ہوگا۔

[۱۹] جب کوئی مہمان کسی کے گھر جائے تو اہل خانہ اپنے معمول سے بالاتر ہو کر مہمان کے لئے خصوصی انتظامات کرتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس مہمان نے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا چند دنوں کے بعد چلا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ضیافت کے لئے جو جنتیں تیار کر رکھیں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

[۲۰] نافرمانوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور جب بھی وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے انہیں واپس جہنم میں دھکیل دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: اب اس جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔

[۲۱] اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے اس دنیا میں کچھ چھوٹے عذاب یعنی امراض و حوادث میں مبتلا کرتا ہے تاکہ انہیں احساس ہو کہ سب کچھ ان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ کوئی اور سہر طاقت ہے جو اس نظام کائنات کو چلا رہی ہے، لہذا وہ ان چھوٹے مصائب سے عبرت حاصل کریں اور قیامت کے بڑے عذاب سے بچنے کی فکر کریں۔

مُسْتَقِيمُونَ ﴿۲۱﴾

والے ہیں۔ [۲۲]

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي
مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي
إِسْرَآءِيلَ ﴿۲۲﴾

۲۳۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی، پس
آپ ایسی کتاب کے ملنے میں شک نہ کریں اور ہم
نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔ [۲۳]

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً يُّهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَهَا
صَبْرًا ۖ وَكَانُوا بِالْبَيِّنَاتِ يُوقِنُونَ ﴿۲۳﴾

۲۴۔ اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے بعض
کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے،
اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ [۲۴]

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ الْقِيَمَةِ
فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۲۴﴾

۲۵۔ بے شک آپ کا رب ہی ان کے درمیان قیامت کے
دن ان باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف
کرتے تھے۔ [۲۵]

[۲۲] سب سے بڑا ظالم وہ شخص ہے جس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جائیں اور وہ تکبر کرتے ہوئے یادداشتہ ان سے
رد گردانی کر لے تو وہ اپنے ظلم کا خود ذمہ دار ہوگا، کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مجرم سے بدلہ لے گا تو جو سب سے بڑا
مجرم اور ظالم ہوگا وہ انتقام سے کیسے بچ سکے گا۔

[۲۳] اس آیت میں بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد مشرکین مکہ ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور قرآن مجید
کو کلام الہی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اسی طرح اب تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید
عطا فرمایا ہے اور قرآن مجید کا نزول کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے بھی انبیائے کرام علیہم السلام پر کتابیں نازل ہو چکی ہیں،
لہذا تم اس میں شک نہ کرو بلکہ اس پر ایمان لا کر ہدایت حاصل کرو۔

[۲۴] یہ آیت اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے بعض مذہبی پیشواؤں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی
اللہ تعالیٰ مذہبی پیشوائی کے تاج ان خوش نصیب لوگوں کے سروں پر سجاتا ہے جو اس کی آیتوں پر کامل یقین رکھتے ہیں، اس
کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی تکالیف اور مشکلات سے گھبراتے نہیں بلکہ ان پر صبر کرتے ہیں
اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔

[۲۵] آج تو اہل ایمان اور اہل کفر میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے حالانکہ دلائل و شواہد میں غور کرنے

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ
الْقُرُونِ يَظُنُّونَ فِي مَسْكِتِهِمْ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ کیا اس بات نے انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان
سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں
یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں نشانیاں
ہیں، تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟ [۲۶]

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ
الْجُزْرِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ
أَنْعَامُهُمْ وَانْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم پانی کو بحرِ زمین کی طرف
لے جاتے ہیں، پھر ہم اس پانی کے ذریعہ فصل اگاتے
ہیں جس سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے
ہیں، تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟ [۲۷]

وَيَقُولُونَ مَتَى هَٰذَا الْفَتْحُ ۖ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور وہ کہتے ہیں: یہ فیصلہ (کادون) کب ہوگا اگر تم سچے
ہو۔ [۲۸]

سے حق کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے اس کے باوجود لوگ دانستہ تکبر کرتے ہیں۔ بہر حال قیامت کے دن صرف عقلی نہیں بلکہ عملی
فیصلہ کر کے انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے گا یعنی اہل حق جنت میں سرور ہوں گے اور اہل باطل جہنم میں
پریشان ہوں گے۔

[۲۶] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ اپنے تجارتی سفروں میں پہلی قوموں کے تباہ شدہ مکانات کے پاس سے
گزر رہے ہیں جن کی شکستہ دیواریں زبانِ حال سے اپنے کمینوں کی سرکشی کی داستانیں سنارہی ہیں۔ کیا وہ ان داستانوں کو نہیں
سنتے؟ کیا وہ ان کھنڈرات سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟

[۲۷] بحرِ زمین جس میں سبزے کا نام و نشان نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ اس زمین کی طرف پانی لے جاتا ہے تو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ
اگنے لگتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم جب مردہ انسانوں کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ بھی ہر طرف سے زندہ ہو کر نکلنا شروع
ہو جائیں گے۔

[۲۸] مسلمان مشرکین مکہ کو کہتے تھے کہ تم ایمان لے آؤ ورنہ قیامت کے دن جب حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہوگا تو تمہیں اپنے کفر
کی بدولت دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس پر مشرکین مکہ کہتے کہ جس دن سے تم ہمیں ڈراتے ہو ذرا بتاؤ تو کبھی وہ
کب آئے گا؟

۲۹۔ آپ فرمادیجئے: فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ [۲۹]

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْتَفَعُونَ ۝

۳۰۔ پس ان سے اعراض کریں اور انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ [۳۰]

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ
مُنتَفِرُونَ ۝

[۲۹] اس آیت میں مشرکین مکہ کو جواب دیا جا رہا ہے کہ قیامت کا دن اپنے وقت مقرر پر ضرور آئے گا اور اسے دیکھ کر تمہیں بھی قیامت کا یقین آجائے گا مگر اس دن ایمان لانے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر اس دن تم نے دنیا میں دوبارہ آنے کی مہلت مانگی تو وہ بھی نہیں ملے گی، لہذا اسی دنیا میں جو زندگی کی مہلت دی گئی ہے اسی سے فائدہ اٹھاؤ اور ایمان لے آؤ۔
[۳۰] پیارے نبی ﷺ! آپ کی خلوص بھری تبلیغ کے باوجود اگر یہ کفر و شرک سے باز نہیں آتے تو آپ ان کی دل آزار باتوں کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے رب کی نصرت کا انتظار کریں اور ان مشرکین کو اپنی تباہی اور آتش جہنم کا منتظر رہنے دیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکریم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز بدھ ۱۱ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

۷ نومبر تا ۱۱ نومبر یعنی چار دنوں میں سورۃ السجدہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

☆ تفسیر امداد الکریم کی تیسری جلد پندرہ سورتوں (سورہ کہف ۱۸ تا سورہ سجدہ ۳۲) پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد لکھنے کا آغاز ۶ مئی ۲۰۰۷ء کو ہوا تھا اور آج ۱۱ نومبر ۲۰۰۹ء کو یعنی اڑھائی سال کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فہرست مطالب

سورۃ الکہف تا سورۃ النہج

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
اللہ تعالیٰ				
جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار	18	107	81	1232
اللہ تعالیٰ کے نثارے اسمائے گرامی	20	8	6	1267
اخلاص سے ایمان لانے والا جنت میں جائے گا	20	8	6	1267
کلمہ شہادت لکھنے کی فضیلت	20	8	6	1267
اللہ تعالیٰ کے متعلق عقلی دلائل	21	22	18	1311
بائبل اور توحید باری تعالیٰ	21	25	21	1315
ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے	24	41	55	1444
اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی والے کام ہمیشہ باقی رہیں گے	28	88	82	1593
شرک کا بطلان	30	28	23	1643
ایک خدا کا تصور ہر فطرت میں ہے	30	30	25	1643
ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے	30	30	25	1643
ایک خدا کی طرف رجوع	30	30	25	1643
اللہ تعالیٰ پریشان حال کافر کی دعا بھی سنتا ہے	30	30	25	1643
مظلوم کافر کی بددعا سے بھی بچو	30	30	25	1643

1318	26	30	21	ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا
1636	9	11	30	اللہ تعالیٰ کے لئے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے
1642	22	27	30	اللہ تعالیٰ کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کیسے آسان ہے؟
1207	34	39	18	مصیبت کو دور رکھنے کا وظیفہ
1237	3	3	19	دعا اور ذکر آہستہ کرنا
1533	29	30	27	اللہ کے نام سے شروع کرنا انبیاء کی سنت ہے
1541	53	59	27	ہر کام اور ہر کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہو
1541	53	59	27	ہر کام کی ابتدا حمد و صلاۃ سے ہو
1586	66	70	28	دنیا و آخرت میں حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے
1619	41	45	29	اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت
1619	41	45	29	اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام عبادات سے افضل ہے
1619	41	45	29	ذکر کے حلقے جنت کے باغ ہیں
1619	41	45	29	اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کو صاف کرتا ہے
1619	41	45	29	اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرنا بہت بڑا اعزاز ہے
1619	41	45	29	اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بہتر اجتماع میں یاد کرتا ہے
1619	41	45	29	اللہ تعالیٰ کا ذکر زمین میں نور اور آسمان میں ذخیرہ ہے
1619	41	45	29	اللہ کا ذکر کرنا اور نہ کرنا، زندگی اور موت کی طرح ہے
1619	41	45	29	ذاکرین کی مجلس میں بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا
1645	29	36	30	نعمت ملنے پر شکر اور مصیبت پر صبر کرنا

علم غیب				
1675	31	34	31	پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے
1675	31	34	31	علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے
1675	31	34	31	اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے
1675	31	34	31	اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے
بیماری				
1257	63	76	19	بیماری میں معمول کی نیکیوں کا ثواب جاری رہتا ہے
1261	73	90	19	اللہ تعالیٰ سب سے بڑا علیم اور صابر ہے
1479	51	64	25	رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت
مخلوقات				
1233	83	109	18	اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر محدود ہیں
1267	6	8	20	اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی
1343	83	104	21	ساتوں زمین و آسمان اور ان کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے ہاں رائی کے دانے کے برابر ہے
1438	47	35	24	اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے
1439	48	35	24	اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال
1461	3	2	25	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا مکمل اندازے پر بنائی ہے
1596	5	6	29	سارے انسان نیک یا نافرمان بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں کمی بیشی نہیں کر سکتے
1597	7	8	29	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں
1660	5	9	31	اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے
1660	5	9	31	انسان وعدہ پورا کیوں نہیں کرتا

1660	9	13	31	دنیا کے سمندر میں خوف خدا کی کشتی بناؤ
1669	25	27	31	اللہ تعالیٰ کے جملہ کلمات کا لکھنا ممکن نہیں ہے
1344	86	107	21	اللہ تعالیٰ کا فیض نبی کریم ﷺ کے واسطے سے ملتا ہے
1468	20	21	25	نبی کریم ﷺ کی تصدیق کے لئے فرشتے نازل ہوتے تو انسان نہ دیکھ سکتے
1519	94	219	26	نبی کریم ﷺ کے والدین کا ایمان
1519	94	219	26	نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچانا
1581	54	56	28	جناب ابوطالب کا ایمان
1240	10	12	19	حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے حضرت محمد ﷺ نبی تھے
1344	86	107	21	سرکش جنات اور انسانوں کے سوا ہر چیز نبی کریم ﷺ کو رسول مانتی ہے
1468	20	21	25	نبی کریم ﷺ کی تصدیق کے لئے فرشتے نازل ہوتے تو انسان نہ دیکھ سکتے
1518	91	214	26	نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کی
1581	54	56	28	جناب ابوطالب کا ایمان
1633	2	3	30	نبوت کا ثبوت
1344	86	107	21	سرکش اونٹ نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی
1450	67	56	24	دشمن کے خوف سے نجات کا ذریعہ

				رسول اللہ ﷺ کا روضہ اور اذان پر روزہ و سلام
1201	19	21	18	روئے زمین کی سب سے افضل قبر
1201	19	21	18	روضہ رسول عرش سے بھی افضل ہے
1201	19	21	18	صحابہ کرام آپ کی قبر کی زیارت اور سلام کرتے
1294	74	109	20	جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کروں گا
1452	75	61	24	خالی گھر میں نبی کریم ﷺ کو سلام کرنا
1541	53	59	27	ہر کام کی ابتدا حمد و صلاۃ سے ہو
				نبی کریم ﷺ کا علم
1202	22	23	18	نماز میں نبی کریم ﷺ کا نسیان
1219	57	65	18	نبی کریم ﷺ کا علم غیب
1296	80	114	20	نبی کریم ﷺ کے علم و فضل میں ہر گھڑی اضافہ ہو رہا ہے
1352	5	5	22	ماں کے پیٹ میں بچے کا علم
1448	66	55	24	نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی
1545	60	65	27	علم غیب کی قسمیں
1545	60	65	27	اللہ تعالیٰ کا علم غیب
1545	60	65	27	رسول اللہ ﷺ کا علم غیب
1545	60	65	27	فرشتوں کا علم غیب
1545	60	65	27	ذاتی اور عطائی علم کی تقسیم
1545	60	65	27	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم غیب
1545	60	65	27	رکوع اور خشوع کا علم
1545	60	65	27	ساری دنیا کو تعلیمی کی طرح دیکھنا

1545	60	65	27	کسی کی موت کی کیفیت کا علم
1548	61	65	27	کسی کے مرنے کی جگہ کا علم
1548	61	65	27	کسی کے گھر کے مال کا علم
1548	61	65	27	زمین و آسمان کی ہر چیز کا علم
1548	61	65	27	حوض کوثر کو دیکھنا
1548	61	65	27	قیامت کا علم مخفی رکھنے کی حکمت
1622	45	48	29	اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم ﷺ لکھتے پڑھتے نہیں تھے
1622	45	48	29	اعلان نبوت کے بعد اچانک لکھنا پڑھنا آپ کا معجزہ ہے
1622	45	48	29	صلح نامہ حدیبیہ میں آپ ﷺ نے خود لکھا
1622	45	48	29	نبی کریم ﷺ نے اس لئے نہیں لکھا تا کہ قلم کا سایہ لفظ اللہ پر نہ پڑے
1622	45	48	29	نبی کریم ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا گیا
1638	15	20	30	نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ شیخین کہاں دفن ہوں گے؟
1675	31	34	31	علم غیب سے کیا مراد ہے؟
1675	31	34	31	عام لوگوں کو علم غیب نہ بتانے کی وجہ کیا ہے؟
1675	31	34	31	اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے
1675	31	34	31	تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں
1675	31	34	31	دنیا میرے سامنے پھیلی کی طرح ہے
1675	31	34	31	پہاڑ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں
1675	31	34	31	جنگ بدر میں کفار کے مرنے کی جگہیں
1675	31	34	31	حضرت عباس کے گھر سوتے کی قبلی
1675	31	34	31	علم ذاتی اور علم عطائی کی تقسیم
1685	11	11	32	نبی کریم ﷺ نے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا

1685	11	11	32	زمین و آسمان کی ہر چیز نبی کریم ﷺ کے علم میں ہے
				نبی کریم ﷺ کا اختیار
1464	10	10	25	نبی کریم ﷺ نے آخرت اور فقر کو پسند فرمایا
1464	10	10	25	نبی کریم ﷺ کو دنیا کے خزانے پیش کئے گئے
1581	54	56	28	نبی کریم ﷺ بھی ہدایت دے سکتے ہیں
				شفاعت
1255	59	71	19	نیک لوگوں کی شفاعت قبول ہوگی
1294	74	109	20	شفاعت کے متعلق احادیث
1294	74	109	20	ہر نبی کو ایک خصوصی دعا کا حق
1294	74	109	20	میدان حشر میں نبی کریم ﷺ کو کہاں تلاش کریں؟
1294	74	109	20	انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے
1294	74	109	20	جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کروں گا
1322	39	43	21	انبیاء و صالحین کو شفاعت کے لئے خدا کی تائید حاصل ہوگی
				نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت
1439	48	35	24	اللہ کے نور کی مثال
1439	48	35	24	حلیہ سعدیہ کو چراغ کی ضرورت نہیں تھی
1439	48	35	24	دعویٰ کے وقت بادل کا سایہ
1439	48	35	24	اعلان نبوت سے پہلے پتھر کا سلام
				نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور ان کا مزاج
1251	47	54	19	نبی کریم ﷺ نے وعدہ کے مطابق تین دن انتظار کیا

1327	53	63	21	اونٹنی کا بچہ سواری کے لئے دوں گا۔ (مزاح)
1327	53	63	21	کوئی بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی۔ (مزاح)
1327	53	63	21	زاہر ہمارا دیہاتی ہے۔ (مزاح)
1344	86	107	21	نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا
1344	86	107	21	نبی کریم ﷺ نے کسی کو کبھی ”نہ“ نہیں فرمایا
1344	86	107	21	جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ عورت کو نہ خادم کو
1344	86	107	21	جو اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا اس سے انتقام لیتے
1406	54	96	23	حسن اخلاق اور درگزر کی چند مثالیں
1406	54	96	23	کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا
1406	54	96	23	برائی کا بدلہ نیکی سے دو
1406	54	96	23	فتح مکہ کے دن عام معافی
1439	48	35	24	نبی کریم ﷺ صادق و امین تھے
				فہرست مطالب
1233	84	110	18	نبی کریم ﷺ کی بشریت
1233	84	110	18	صوم وصال۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں
1233	84	110	18	نبی کریم ﷺ کی نورانیت
1233	84	110	18	سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے
1233	84	110	18	نبی کریم ﷺ کے نور سے سوئی نظر آگئی
1344	86	107	21	سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا
1439	48	35	24	اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال
1439	48	35	24	علیہ سجدہ کو چراغ کی ضرورت نہ تھی

1439	48	35	24	نبی کریم ﷺ کے چہرہ سے روشنی کا ظہور
1514	80	193	26	نبی کریم ﷺ کی نورانی اور بشری جہتیں
				نبی کریم ﷺ کی رحمت
1344	86	107	21	نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں
1344	86	107	21	مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے
1344	86	107	21	میری رحمت مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے
				معجزات
1439	48	35	24	میلاد النبی کے موقع پر شام کے محلات
1439	48	35	24	علیہ سجدیہ کو چراغ کی ضرورت نہ تھی
1439	48	35	24	نبی کریم ﷺ کے چہرے کا نور
1439	48	35	24	دھوپ کے وقت بادل کا سایہ
1439	48	35	24	اعلان نبوت سے پہلے پتھر کا سلام کرنا
1624	47	50	29	نبی کریم ﷺ کن معجزات کو دکھانے پر قادر تھے
1625	48	51	29	سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے
				نبی کریم ﷺ کی ہجرت
1325	53	64	21	یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے
1656	3	6	31	مدینہ آمد پر نعرے
1656	3	6	31	طلع البدر علینا
				مفردات
1198	16	18	18	نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوں گے

1202	22	23	18	نماز میں نبی کریم ﷺ کا نسیان
1333	64	79	21	نبی کریم ﷺ کو خوش کرنے کے لئے اعمال کو مزین کرنا
1533	29	30	27	نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنا
1689	16	16	32	رات کے قیام میں نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک پھٹ جاتے
1238	5	5	19	انبیاء کے وارث علماء ہیں
1238	5	5	19	انبیاء کی وراثت علم ہے
1238	5	5	19	انبیاء کی وراثت کامل صدقہ ہے
1240	10	12	19	اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی معصوم ہوتا ہے
1240	10	12	19	حضرت مکیؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بچپن میں نبوت ملی
1240	10	12	19	عام طور پر اعلان نبوت کی عمر چالیس سال ہے
1250	44	51	19	نبی اور رسول میں فرق
1269	9	13	20	نبوت وہی چیز ہے
1269	9	13	20	نبی پیدائشی مؤمن ہوتا ہے
1275	25	40	20	نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد عطا کی جاتی ہے
1288	62	92	20	داڑھی انبیائے کرام کی سنت ہے
1299	89	124	20	انبیاء پر سب سے زیادہ سخت مصیبت آتی ہے
1308	7	7	21	سارے انبیاء مرد تھے
1337	72	87	21	کسی نبی کو ظالم کہنا کفر ہے

1337	72	87	21	جس لفظ سے نبی کی توہین نکلتی ہو اس کی تاویل کی جائے
1390	16	24	23	انبیاء کی ہمیشہ مخالفت ہوتی رہی ہے
				حضرت آدم علیہ السلام
1333	65	80	21	حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم دیا گیا
1622	45	48	29	حضرت آدم علیہ السلام کو پڑھا لکھا پیدا کیا گیا
1622	45	48	29	حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے ستونوں پر کلمہ طیبہ پڑھ لیا
				حضرت ابراہیم علیہ السلام
1326	50	58	21	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تہوار کے دن بت توڑ دیے
1327	53	63	21	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت
1329	56	69	21	آگ میں جبریل امین کی پیشکش
1329	56	69	21	سات دن تک آگ میں سب سے زیادہ راحت ملی
1329	56	69	21	نمرود نے آگ میں باغ دیکھا
1329	56	69	21	آگ میں باغ کا بن جانا بہت بڑا معجزہ ہے
1359	21	26	22	کعبہ کی تعمیر
1360	23	27	22	حج کا اعلان رحمن میں روحوں نے بھی سنا
				حضرت موسیٰ علیہ السلام
1215	52	60	18	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ
1273	21	38	20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور دریا میں ڈالا جانا
1273	21	38	20	فرعون کے محلات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش
1274	22	40	20	حضرت موسیٰ علیہ السلام درود پینے کے لئے واپس ماں کے پاس آ گئے

1275	25	40	20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت چالیس سال کے بعد ملی
1282	47	73	20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا پہرہ دیتا تھا
1282	47	73	20	آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی
1286	56	85	20	سامری کی پرورش جبریل امین نے کی
1286	58	85	20	بچھڑے کی سی آواز
1288	62	92	20	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کیوں پکڑی؟
1288	62	92	20	داڑھی انبیائے کرام کی سنت ہے
1290	63	94	20	حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا جواب دیا
1291	64	96	20	بچھڑے کی سی آواز
1291	65	97	20	سامری کا انجام
1291	65	97	20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سامری کے انجام کا علم تھا
1565	16	15	28	قبیلہ کو قتل کرنا
1571	28	27	28	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی کس عورت سے ہوئی
1571	28	27	28	حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس کتنی مدت ٹھہرے؟
1574	35	35	28	کسی بھائی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑا احسان اپنے بھائی پر نہیں کیا
1588	70	76	28	قارون کی دولت
1589	71	78	28	قارون کا تکبر
1240	10	12	19	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یحییٰ میں نبوت ملی
1339	74	91	21	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک سے پیدائش
1554	77	82	27	قرب قیامت کی نشانیاں

دیگر انبیائے کرام علیہ السلام				
1215	52	60	18	حضرت خضر علیہ السلام تھے یا ولی؟
1215	52	60	18	حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ ہیں یا نہیں؟
1215	52	60	18	مجمع البحرین کہاں ہے؟
1215	52	60	18	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ
1215	57	65	18	حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم لدنی یعنی علم غیب تھا
1232	81	107	18	انبیائے کرام نے جنت کے لئے دعا کی
1259	69	85	19	بعض انبیاء کے پاس قیامت کے دن ایک امتی بھی نہ ہوگا
1288	62	92	20	داڑھی انبیائے کرام کی سنت ہے
1294	74	109	20	انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے
1331	63	78	21	حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد
1331	63	78	21	حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا
1331	63	78	21	حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کا اثر
1331	63	78	21	حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پرندے اور پہاڑ بھی ذکر کرتے تھے
1333	65	80	21	حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا
1333	65	80	21	انبیائے کرام کے پیشے
1335	66	81	21	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوا پر حکومت
1336	68	84	21	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری
1336	71	87	21	حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانا
1336	71	87	21	حضرت یونس علیہ السلام کی اجتہادی خطا
1336	71	87	21	حضرت یونس علیہ السلام کی دعا سے مشکل آسان ہو جاتی ہے

1337	72	87	21	حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظالم فرمایا کوئی اور کہے تو ظالم ہو جائے
1339	73	90	21	حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش
1529	17	19	27	حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی آواز سننا
1530	20	20	27	حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت اور ہوائی جہاز کی مثال
1533	29	30	27	بسم اللہ پڑھنا انبیاء کی سنت ہے
1600	14	14	29	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اور تبلیغ کا عرصہ
1202	22	23	18	ان شاء اللہ کہنا
1207	34	39	18	ما شاء اللہ، لا قوۃ الا باللہ کہنے سے مصیبت نہیں آتی
1288	62	92	20	داڑھی انبیاء کرام کی سنت ہے
1333	62	80	21	دین کے ذریعہ دنیا طلب کرنے والا جہنم میں جائے گا
1344	86	107	21	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آسان چیز کو اختیار فرماتے
1385	2	3	23	اسلام کی خوبی یہ ہے کہ مسلمان بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے
1398	32	55	23	اللہ تعالیٰ دین صرف اس کو دیتا ہے جس کو پسند فرماتا ہے
1430	27	27	24	کسی کے گھر جانے کے آداب
1430	27	27	24	اپنے گھر آنے کے آداب
1505	58	130	26	کسی پر سختی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈریں
1505	58	130	26	لو کر کو دن میں ستر مرتبہ معاف کرو
1579	48	50	28	مومن کی خواہش نفس بھی اسلام کے تابع ہوتی ہے
1581	53	55	28	جاہلوں کو سلام کہہ کر علیحدہ ہو جاؤ
1581	53	55	28	جاہلوں کے ساتھ الجھنا مومن کو زیب نہیں دیتا

1581	54	56	28	جناب ابوطالب کا ایمان
1621	43	46	29	غیر مسلموں کے ساتھ گفتگو کا آغاز مشترک امور سے کیا جائے
1627	53	57	29	صرف دین بچانے کے لئے ہجرت کرنا آسان نہیں ہے
1627	53	57	29	ہجرت کرنے والا حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق ہوگا
1198	16	18	18	جس سے محبت کرو اس کو اپنی محبت کے متعلق بتاؤ
1232	81	107	18	قیامت کے دن امت مسلمہ کی صفیں زیادہ ہوں گی
1232	81	107	18	جنت الفردوس مانگا کرو
1259	69	85	19	ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے
1259	69	85	19	قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی امت سب سے زیادہ ہوگی
1340	76	93	21	میری امت کے ۷۳ فرتے ہوں گے
1381	81	78	22	قیامت کے دن امت محمدیہ تمام نبیوں کی گواہ ہوگی
1385	2	3	23	مسلمان کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے
1385	2	3	23	نیک مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت ناپسند ہے
1385	2	3	23	جو مسلمان چالیس سال کے بعد بھی نیک نہ بنے
1448	66	55	24	خلافت تیس سال ہوگی
1505	57	129	26	نیکبر کے لئے بڑے مکانات بنانا جہنم کا ذریعہ ہیں
1505	57	129	26	اچھا لباس پہننا منع نہیں ہے
1505	57	129	26	نعمت کا اظہار کرنا منع نہیں ہے
1505	58	130	26	کسی پر سختی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈریں
1505	58	130	26	نوکر کو دن میں ستر مرتبہ معاف کرو

1529	17	18	27	چیونٹی کی طرح آنے والے خطرات کے لئے تیاری کرو
1529	17	18	27	پندرہ کام کرنے سے مسلمانوں پر عذاب آئے گا
1581	53	55	28	جاہلوں کو سلام کہہ کر علیحدہ ہو جاؤ
1581	54	56	28	جناب ابوطالب کا ایمان
1650	38	47	30	اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو تکلیف پہنچتی ہے
1650	38	47	30	جو اپنے بھائی کی عزت بچائے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے بچائے گا
1194	6	9	18	بنی اسرائیل کے اولیاء اللہ۔ اصحاب کہف
1259	69	85	19	بعض انبیاء کے پاس قیامت کے دن ایک امتی بھی نہ ہوگا
1286	56	85	20	سامری کی پرورش جبریل امین نے کی
1287	58	88	20	بچھڑے کی سی آواز
1291	65	97	20	سامری کا انجام
1340	76	93	21	بنی اسرائیل کے ۷۲ فرقے تھے
1560	5	4	28	مصر میں بنی اسرائیل کے زوال کا سبب
1562	8	7	28	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ستر ہزار لڑکے قتل کئے گئے
1579	50	52	28	جیشہ کے عیسائیوں نے مکہ میں آکر اسلام قبول کر لیا
1580	52	54	28	تین آدمیوں کو دو گنا جر ملے گا
1580	52	54	28	جواہل کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس کو دو گنا جر ملے گا
1589	71	78	28	قارون کی سوچ
1621	43	46	29	اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کا آغاز مشترک امور سے کیا جائے

اہل بیت				
1282	47	73	20	سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں
1282	47	73	20	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت اسلام پر قربان کر دی
1409	58	101	23	میرے نسب کے علاوہ تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے
1409	58	101	23	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اہل ایمان کے رشتے بھی قائم رہیں گے
1409	58	101	23	اہل محشر نکلیں جھکالیں حتیٰ کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا گزر جائیں
1422	10	11	24	انک یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ
1646	30	38	30	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: غریب پروری کرنے والا رسوا نہیں ہوگا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ				
1263	تعارف	20		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ
1265	تعارف	20		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب دیا گیا
1264	تعارف	20		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر آسمان والے خوش ہوئے
1265	تعارف	20		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ۹۵۰ سال میں بیان نہیں ہو سکتی
1264	تعارف	20		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کو ایمان سے بھر دے
1282	47	73	20	سب سے پہلے شہید ہونے والی حضرت سمیرہ رضی اللہ عنہا ہیں
1294	74	109	20	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شفاعت کریں گے
1327	53	63	21	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے
1040	76	93	21	جنتی جماعت وہ ہوگی جو میری اور میرے اصحاب کی سنت پر ہو
1448	66	55	24	خلفائے راشدین کی خلافت برحق ہے
1448	66	55	24	خلافت تیس سال ہوگی

1522	97	227	26	حضرت حسان ؓ کی شاعری
1597	7	8	29	حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کا اپنی ماں کو جواب
1638	15	20	30	حضرت ابو بکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کی فضیلت
1638	15	20	30	شیخین اسلام کے لئے آنکھ اور کان کا درجہ رکھتے ہیں
1638	15	20	30	نبی کریم ﷺ کے بعد ابو بکر ؓ، عمر ؓ اور عثمان ؓ حکمران ہوں گے
1638	15	20	30	شیخین سب سے بہتر، افضل اور پاکیزہ ہیں
1638	15	20	30	حضرت ابو بکر ؓ کی محبت امت پر واجب ہے
1638	15	20	30	حضرت ابو بکر ؓ نبی کریم ﷺ سے ہیں اور نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر ؓ سے ہیں
1638	15	20	30	حضرت ابو بکر ؓ سے مشورہ کرو
1638	15	20	30	حضرت ابو بکر ؓ دنیا و آخرت میں نبی کریم ﷺ کے بھائی ہیں
1638	15	20	30	حضرت ابو بکر ؓ کے آگے نہ چلو
1278	35	55	20	تمام انسان مٹی سے پیدا کئے گئے
1351	4	5	22	تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے ہیں
1352	5	5	22	ماں کے پیٹ میں بچے کے مختلف مراحل
1352	5	5	22	شکم مادر میں بچے کے مستقبل کا علم
1388	10	14	23	شکم مادر میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل
1475	36	44	25	انسان میں عقل اور شہوت دونوں ہیں
1512	75	184	26	انسان کی جبلت اور فطرت تبدیل نہیں ہوتی
1638	15	20	30	انسان جس مٹی سے پیدا ہوا اسی میں دفن ہوتا ہے
1652	44	54	30	انسان دیگر جانوروں کی نسبت بہت کمزور پیدا ہوتا ہے

1660	5	9	31	انسان وعدہ پورا کیوں نہیں کرتا
1660	5	9	31	اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے
1661	7	12	31	دل اور زبان ہی بہترین یا بدترین ہیں
1662	9	13	31	زیادہ بیٹھے اور کڑوسے نہ بنو
1662	9	13	31	کسی کو دوست بنانے کا اصول
ہر اول				
1282	47	73	20	سب سے پہلے شہید ہونے والی حضرت سمیر رضی اللہ عنہا ہیں
1294	74	109	20	انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے
1369	44	40	22	جہاد کے بغیر کسی مذہب کا عبادت خانہ سلامت نہ رہتا
1656	3	6	31	جنگ کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	نبی کریم ﷺ نے خود بھی اشعار پڑھے
دعا				
1237	3	3	19	دعا اور ذکر آہستہ کرنا
1250	46	53	19	اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی دعا سے ہر نعمت مل سکتی ہے
1296	80	114	20	علم میں اضافہ کی دعا
1296	80	114	20	دعا عبادت کا مغز ہے
1296	80	114	20	دعا سب سے زیادہ بزرگی والی عبادت ہے
1336	71	87	21	حضرت یونس علیہ السلام کی دعا سے مشکل آسان
1397	29	51	23	حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی

1342	82	103	21	امام مسجد قیامت کے دن بے خوف ہوگا
1359	21	26	22	مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی پہلی تعمیر
1360	22	26	22	مساجد کو پاک و صاف رکھنا انبیاء کی سنت ہے
1441	50	36	24	مساجد اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہیں
1441	50	36	24	موجودہ دور کی چار مساجد انبیائے کرام نے بنائیں
شیطان				
1211	43	50	18	شیطان جنات میں سے تھا
1259	67	83	19	شیطان کسی کو برائی پر مجبور نہیں کرتا
1372	54	52	22	غرائق علیٰ اور بتوں کی شفاعت کا جھوٹا واقعہ
1452	75	61	24	کھانے پر بسم اللہ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے
نوجوان				
1194	6	9	18	سات نوجوانوں کی کرامت
1194	6	9	18	اصحاب کہف نوجوان تھے
1194	6	9	18	اسلامی انقلاب میں نوجوانوں کا حصہ
1232	81	107	18	اہل جنت نوجوان ہوں گے
1305	1	1	21	بڑھاپے سے پہلے جوانی سے استفادہ کرلو
1305	1	1	21	صبح طے تو شام کا انتظار نہ کرو
1452	58	64	29	بچپن جوانی کی اور جوانی بڑھاپے کی سمیٹتی ہے

1194	6	9	18	اسلامی انقلاب میں نوجوانوں کا حصہ
1343	84	105	21	شرک کے ہوتے ہوئے حکومتیں چل سکتی ہیں
1343	84	105	21	ظلم و فساد سے حکومتیں برباد ہو جاتی ہیں
1418	3	2	24	حدود میں کمی بیشی کرنے والا حاکم
1448	66	55	24	خلفائے راشدین کی خلافت برحق ہے
1448	66	55	24	خلافت تیس سال ہوگی پھر ملوکیت
1343	84	105	21	شرک کے ہوتے ہوئے بھی حکومتیں چل سکتی ہیں
1372	54	52	22	غرائق علی اور بتوں کی شفاعت کا جھوٹا واقعہ
1386	6	8	23	منافق کی تین نشانیاں
1367	40	37	22	عبادت اور قربانی کا فلسفہ
1479	51	64	25	رات کے آخری حصہ میں عبادت کرنا
1479	51	64	25	فجر و عشاء کی نماز باجماعت سے ساری رات کا ثواب
1625	50	53	29	اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو
1661	7	12	31	اطاعت خداوندی میں ذلت اٹھانا
1689	16	16	32	تہجد اور رات کے نوافل

1689	16	16	32	سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آواز دیتا ہے
1689	16	16	32	فرض نماز کے بعد رات کے نوافل افضل ہیں
1689	16	16	32	رات کو نماز پڑھنے والا جنت میں جائے گا
1689	16	16	32	رات کو قیام میں نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک پھٹ جاتے
رسال علم				
1215	52	60	18	طلب علم اور زیارت عالم کے لئے سفر کرنا انبیاء کی سنت ہے
1219	57	65	18	علم لدنی کی تعریف
1219	57	65	18	علم لدنی سے مراد علم غیب ہے
1220	58	66	18	اہل علم اور استاد کا ادب
1220	58	66	18	ہارون رشید کے بیٹوں کا ادب
1238	5	5	19	انبیاء کے وارث علماء ہیں
1238	5	5	19	انبیاء کی وراثت علم ہے
1259	69	85	19	طالب علم بغیر حساب کے جنت میں جائے گا
1294	74	109	20	انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے
1296	89	124	20	انبیاء کے بعد زیادہ سخت مصیبت علماء پر آتی ہے
1307	5	5	21	اشعار کہنا اور سننا
1342	82	103	21	امام قیامت کے دن بے خوف ہوگا
1377	71	68	22	جب لوگ تبلیغ نہ سہیں تو اپنی فکر کرو
1377	71	68	22	متعصب اور جھگڑالو کے ساتھ مناظرہ نہ کرو
1390	16	24	23	مخلص لوگوں کی ہمیشہ مخالفت ہوتی رہی ہے

1398	32	55	23	اللہ تعالیٰ دین صرف اس کو دیتا ہے جس کو پسند فرماتا ہے
1445	56	43	24	بادل، بارش، برف اور اولے کیسے بنتے ہیں؟
1611	39	45	29	علم قرآن کے محافظ علماء ہیں
1611	39	45	29	انبیاء کے وارث علماء ہیں
1611	39	45	29	عالم کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے بھاری ہوگی
1611	39	45	29	بیت اللہ کی طرح فرشتے عالم کی قبر کی زیارت کریں گے
1611	39	45	29	عالم کی عابد پر فضیلت
1611	39	45	29	عالم ہزار عابدوں سے شیطان پر زیادہ سخت ہے
1611	39	45	29	عالم کے والدین کو حلے پہنائے جائیں گے
1611	39	45	29	کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا
1611	39	45	29	علم میں غور و فکر کی ایک گھڑی عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے
1611	39	45	29	غور و فکر کرنا افضل عبادت ہے
1661	7	12	31	حضرت لقمان کون تھے؟
1661	7	12	31	حضرت لقمان کی حکمت آمیز باتیں
1661	7	12	31	حضرت لقمان کو حکمت و دانائی کیسے ملی؟
1662	9	13	31	حضرت لقمان نے شرک سے منع کیا
1662	9	13	31	حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں
1662	9	13	31	بے وقوف کو سمجھانا چٹان منتقل کرنے سے مشکل ہے
1662	9	13	31	علماء کی صحبت سے دل زندہ ہوتا ہے
1662	9	13	31	حکمت مسکین کو بادشاہوں کا ہم نشین بنادیتی ہے

1252	50	58	19	قرآن پڑھ یا سن کر رونے کی کوشش کرنا
1252	50	58	19	جور وئے وہ آنسو صاف نہ کرے
1259	69	85	19	متقی لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے
1259	69	85	19	متقی لوگ قیامت کے دن سوار یوں پر سوار ہوں گے
1305	1	1	21	دن اور رات روزانہ ندادیتے ہیں کہ نیکی کرو
1367	40	37	22	اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے
1367	40	37	22	اللہ تعالیٰ شکلوں کو نہیں بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے
1385	2	3	23	لغو قول و فعل سے اجتناب کرو
1385	2	3	23	بے کاری سے اجتناب کرو
1390	16	24	23	مخلص لوگوں کی ہمیشہ مخالفت ہوتی رہی ہے
1399	33	60	23	نیک لوگ نیکی کر کے بھی ڈرتے رہتے ہیں
1625	50	53	29	ہر وقت استغفار کرتے رہو
1661	7	12	31	اپنے آپ کو نصیحت کرنا
1661	7	12	31	اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا
اسرائیل ایمان - اولیاء اللہ				
1194	6	9	18	بنی اسرائیل کے اولیاء کی کرامت
1194	6	9	18	اصحاب کہف کا قصہ
1198	16	18	18	اصحاب کہف کا کتا
1198	16	18	18	اللہ والوں سے محبت کرنا

1198	16	18	18	اللہ کے لئے محبت کرنا
1201	19	21	18	مزارات کے قریب مساجد بنانا
1201	19	21	18	مزارات پر عمارت بنانا
1202	20	22	18	اصحاب کہف کتنے تھے
1219	57	65	18	علم لدنی کی تعریف
1219	57	65	18	علم لدنی سے مراد علم غیب ہے
1225	68	83	18	ذوالقرنین کا قصہ
1255	59	71	19	نیک لوگ قیامت کے دن شفاعت کریں گے
1257	63	76	19	بیماری میں معمول کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے
1262	77	96	19	دلی کے لئے عام بندوں کے دل میں محبت پیدا ہو جاتی ہے
1294	74	109	20	ستر ہزار بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے
1371	50	47	22	قیامت کا دن اہل ایمان کے لئے چند لمحوں کا ہوگا
1469	23	24	25	قیامت کا دن اہل ایمان کے لئے فرض نماز پڑھنے کے برابر ہوگا
1469	23	24	25	قیامت کے دن مؤمن جنت میں قیلولہ کریں گے
1499	43	87	26	اللہ تعالیٰ روز قیامت اہل ایمان کی پردہ پوشی فرمائے گا
1536	37	40	27	آصف بن برخیا کا تخت لانا
1581	54	56	28	جناب ابوطالب کا ایمان
1619	41	45	29	ذاکرین کی مجلس میں بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا
1650	38	47	30	تکلیف سے اہل ایمان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں
1650	38	47	30	اہل ایمان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے
1690	17	17	32	نیک لوگوں کے لئے ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں

فہرست مطالب				
1211	42	49	18	قبر و حشر اور جنت کی زبان عربی ہوگی
1232	81	107	18	جنت کے لئے انبیاء نے بھی دعا کی
1232	81	107	18	اہل جنت کی عمریں
1232	81	107	18	اہل جنت کی صفیں
1232	81	107	18	اہل جنت میں سب سے زیادہ مکرم شخص
1232	81	107	18	جنت الفردوس
1232	81	107	18	جنت الفردوس مانگا کرو
1255	59	71	19	پل صراط جہنم کے اوپر ہے
1255	59	71	19	ہر ایک کو پل صراط سے گزرنا ہوگا
1259	69	85	19	ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے
1259	69	85	19	ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار
1259	69	85	19	طالب علم، فرمانبردار بیوی اور فرمانبردار اولاد بغیر حساب جنت میں جائیں گے
1282	47	73	20	فرعون کی بیوی آسیہ نے زندگی میں ہی جنت میں اپنا مکان دیکھ لیا
1294	74	109	20	ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے
1387	8	11	23	جنت الفردوس
1469	23	24	25	قیامت کے دن مؤمن جنت میں قیلولہ کریں گے
1515	81	195	26	اہل جنت کی زبان عربی ہوگی
1590	73	80	28	جنت کی نعمتیں کسی نے دیکھی سی نہیں ہیں
1690	17	17	32	جنت کی نعمتیں جو کسی نے نہ دیکھیں نہ سنیں

1204	27	28	18	نیکوں اور بروں کی محبت
1257	63	76	19	بیماری میں معمول کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے
1259	69	85	19	نیک عمل قیامت کے دن حسین شکل میں استقبال کرے گا
1259	69	85	19	نیک عمل قیامت کے دن خوبصورت سواری کا کام دے گا
1260	70	86	19	برا عمل قیامت کے دن بد صورت شکل میں استقبال کرے گا
1367	40	37	22	اللہ تعالیٰ شیطوں کو نہیں بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے
1367	40	37	22	اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے
1443	52	38	24	نیکیاں گن کر نہ کرو
1470	26	28	25	کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا
1470	26	28	25	بری سوسائٹی سے تنہائی بہتر ہے
1470	26	28	25	دوست بنانے سے پہلے خوب غور کر لو
1470	26	28	25	ایچھے ساتھی کی مثال عطار اور برے کی مثال لوہار ہے
1470	26	28	25	کون سا ساتھی بہتر ہے؟
1470	26	28	25	نیکوں کے ساتھ پتھر اٹھانا بدکاروں کے ساتھ عمدہ کھانے سے بہتر ہے
1481	55	70	25	بچی تو یہ سے برائیاں نیکیوں میں بدل جاتی ہیں
1590	73	80	28	نیک لوگوں کی جنتی نعمتیں کسی نے دیکھی سنی نہیں ہیں
1592	77	84	28	نیک اور برائی کا ارادہ کرنا
1593	82	88	28	اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی والے کام ہمیشہ باقی رہیں گے
1596	5	6	29	سارے انسان نیک یا نافرمان ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی شان میں کی بیشی نہیں کر سکتے

1597	7	8	29	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے
1600	13	13	29	گمراہی کی دعوت دینے والے پر گمراہوں کے گناہ بھی لادے جائیں گے
1200	18	21	18	دوبارہ زندگی کے لئے ایک بہترین نمونہ
1211	42	49	18	قبر، حشر اور جنت کی زبان عربی ہوگی
1211	42	49	18	قیامت کے دن ہر شخص پڑھ سکے گا
1255	59	71	19	نیک لوگوں کی دوستی قیامت کے دن کام آئے گی
1259	69	85	19	نیک عمل قیامت کے دن حسین شکل میں استقبال کرے گا
1259	69	85	19	نیک عمل قیامت کے دن خوبصورت سواری کا کام دے گا
1259	69	85	19	مقلی لوگ قیامت کے دن سواریوں پر سوار ہوں گے
1259	69	85	19	مقلی لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے
1259	69	85	19	بعض انبیاء کے پاس ایک امتی بھی نہ ہوگا
1259	69	85	19	نبی کریم ﷺ کی امت سب سے زیادہ ہوگی
1260	70	86	19	برا عمل قیامت کے دن بد صورت شکل میں استقبال کرے گا
1267	6	8	20	کلمہ شہادت والا کاغذ نوائے گناہوں کے رجسٹروں سے بھاری ہوگا
1294	11	15	20	قیامت کے وقت کو کیوں پوشیدہ رکھا گیا؟
1294	74	109	20	ہر نبی کو ایک خصوصی دعا کا حق دیا گیا
1294	74	109	20	قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کو کہاں تلاش کریں
1294	74	109	20	قیامت کے دن انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے
1294	74	109	20	قیامت کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شفاعت کریں گے
1294	74	109	20	ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے

1323	43	47	21	اعمال کا جسم نہیں پھر ان کا وزن کیسے ہوگا؟
1352	5	5	22	دوبارہ زندہ ہونے کی مثال
1353	7	5	22	دوبارہ زندہ ہونے کی مثال
1371	50	47	22	قیامت کا دن کتنا لمبا ہوگا؟
1371	50	47	22	اہل ایمان کو قیامت کا دن چند لمحوں کا معلوم ہوگا
1381	81	78	22	قیامت کے دن امت مسلمہ تمام نبیوں کی گواہ ہوگی
1393	23	37	23	قیامت کی ضرورت
1393	23	37	23	ہولوکاسٹ اور شہید کا بدلہ
1469	23	24	25	قیامت کا دن مومنوں کے لئے فرض نماز پڑھنے کے برابر ہوگا
1469	23	24	25	قیامت کے دن مومن جنت میں قیلولہ کریں گے
1548	61	65	27	قیامت کا علم مخفی رکھنے کی حکمت
1550	66	72	27	موت بھی ایک قیامت ہے
1554	77	82	27	قرب قیامت کی دس نشانیاں
1554	77	82	27	دابۃ الارض کا نکلنا
1599	12	12	29	قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا
1625	50	53	29	موت بھی ایک قیامت ہے
1636	9	11	30	دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل
1683	5	5	32	قیامت کا دن کتنے سال کا ہوگا؟
1683	5	5	32	کافر کو پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا
1683	5	5	32	مومن کو فرض نماز پڑھنے کے برابر معلوم ہوگا
1685	10	10	32	انسان کو دوبارہ زندہ کرنا

فہرست اوراق

1201	19	21	18	مزارات کے قریب مساجد بنانا
120	19	21	18	مزارات پر عمارت بنانا
1211	42	49	18	قبر، حشر اور جنت کی زبان عربی ہوگی
1305	1	1	21	نبی کریم ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے
1305	1	1	21	قبر روزانہ آواز دیتی ہے
1305	1	1	21	عذاب قبر کا ثبوت
1305	1	1	21	موت سے پہلے زندگی سے فائدہ اٹھالو
1305	1	1	21	دن رات بھی روزانہ آواز دیتے ہیں
1364	32	31	22	نیک آدمی کی روح آسمان کی بلندی پر خوش رہتی ہے
1364	32	31	22	برے آدمی کی روح زمین کی پستی میں پریشان رہتی ہے
1481	55	70	25	سچی توبہ سے برائیاں نیکیوں میں بدل جاتی ہیں
1545	60	65	27	کسی کی موت کی کیفیت کا علم
1545	60	65	27	کسی کے مرنے کی جگہ کا علم
1550	66	72	27	موت بھی ایک قیامت ہے
1552	74	80	27	مردے سن سکتے ہیں
1552	74	80	27	نبی کریم ﷺ کا مُردوں سے خطاب
1552	74	80	27	قبروں والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتے ہیں
1552	74	80	27	اہل قبور کو سلام کرنا سنت ہے
1552	74	80	27	مُردے سلام کرنے والوں کو پہچانتے ہیں
1552	74	80	27	ایصالِ ثواب

1625	50	53	29	موت بھی ایک قیامت ہے
1627	53	57	29	موت کو یاد کرنے والا سب سے زیادہ دانا ہے
1638	15	20	30	انسان جس مٹی سے پیدا ہوا اسی میں دفن ہوتا ہے
1662	9	13	31	توبہ کو مؤخر نہ کرو
1684	9	9	32	روح
1685	11	11	32	ملک الموت روحیں قبض کرتا ہے
1685	11	11	32	موت کے قاصد کون ہیں؟
1685	11	11	32	ملک الموت کی عرضداشت

قرآن مجید

1252	50	58	19	قرآن پڑھ یا سن کر رونے کی کوشش کرنا
1294	74	109	20	قرآن مجید شفاعت کرے گا
1372	54	52	22	غرائق علی اور بتوں کی شفاعت کا جھوٹا واقعہ
1452	75	61	24	خالی گھر میں سورہ اخلاص پڑھنا
1462	5	4	25	قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ نے خود نہیں بنایا
1462	5	4	25	یہودی اور عیسائی آپ کو قرآن نہیں سکھاتے تھے
1471	28	32	25	قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی وجوہات
1471	29	33	25	قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی وجوہات
1514	80	193	26	قرآن کا نزول نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر پر ہوا
1514	80	193	26	دیگر انبیائے کرام پر صحیفے یکبارگی نازل ہوئے
1533	29	30	27	بسم اللہ پڑھنا انبیاء کی سنت ہے
1541	53	59	27	ہر کام کی ابتدا حمد و صلاۃ سے ہو

1611	39	45	29	قرآن مجید کی تلاوت کے آداب
1611	39	45	29	تلاوت قرآن کے مقاصد
1611	39	45	29	اجر و ثواب کے لئے
1611	39	45	29	علم حاصل کرنے اور تعلیم دینے کے لئے
1611	39	45	29	نصیحت حاصل کرنے کے لئے
1611	39	45	29	غور و فکر کرنے کے لئے
1611	39	45	29	قرآن تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گا
1611	39	45	29	ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا
1611	39	45	29	قرآن پڑھنے والے کو ایک اجر اور سننے والے کو دو اجر ملیں گے
1611	39	45	29	جو ایک آیت بھی غور سے سنے یہ اس کے لئے قیامت کے دن بمنزلہ نور ہوگی
1611	39	45	29	سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے
1611	39	45	29	قرآن پڑھنا اور پڑھنا رسول اللہ کی سنت ہے
1611	39	45	29	قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف
1611	39	45	29	جو قرآن کو امام بنائے یہ اس کو جنت میں لے جائے گا
1619	41	45	29	قرآن کی تلاوت زمین میں نور اور آسمان میں ذخیرہ ہے
1625	48	51	29	سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے
1633	2	3	30	قرآن کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی
1633	2	3	30	یہ قرآن کا معجزہ ہے

معارف کا نظام اور اس کے حقوق و فرائض

1259	69	85	19	فرمانبردار بیوی بغیر حساب کے جنت میں جائے گی
1282	47	73	20	فرعون کی بیوی آسیہ ایمان لائی

1282	47	73	20	آسیہ نے زندگی میں ہی جنت میں اپنا مکان دیکھ لیا
1282	47	73	20	سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں
1282	47	73	20	سب سے پہلے شہید ہونے والی حضرت سمیرہ رضی اللہ عنہا ہیں
1344	86	107	21	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت یا خادم کو نہیں مارا
1352	5	5	22	ماں کے پیٹ میں بچے کے مختلف مراحل
1352	5	5	22	شکم مادر میں بچے کے مستقبل کا علم
1420	8	6	24	میاں بیوی کا ایک دوسرے پر زنا کا الزام (لعان)
1422	10	11	24	افک یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ
1430	27	27	24	کسی کے گھر جانے کے آداب
1430	27	27	24	اپنے گھر آنے کے آداب
1432	30	30	24	نگاہیں جھکانا اور بد نظری سے بچنا
1433	32	31	24	عورتیں بھی نگاہیں نیچی رکھیں
1433	34	31	24	زینت سے کیا مراد ہے
1434	35	31	24	چہرہ اور ہتھیلیوں کا پردہ ضروری نہیں
1435	36	31	24	سر کے بال، گردن اور سینہ پردہ میں شامل ہیں
1435	38	31	24	بعض غلاموں سے پردہ ضروری نہیں
1436	39	31	24	عورتیں ایسے کام یا لباس سے پرہیز کریں جو مردوں کو ان کی طرف متوجہ کریں
1436	40	32	24	نکاح کی ترغیب
1437	42	32	24	صرف غربت کی وجہ سے نکاح کا ارادہ ترک نہ کیا جائے

رزق حلال اور چھوٹی گواہی

جلد سوم

1333

65

80

21

رزق حلال کی طلب

1482	57	72	25	جھوٹی گواہی دینے والے کا منہ کالا کرنا
1259	69	85	19	فرمانبردار اولاد بغیر حساب کے جنت میں جائے گی
1262	78	97	19	بیٹے کے استغفار سے والدین کا جنت میں درجہ بلند ہوتا ہے
1294	74	109	20	بچے شفاعت کریں گے
1333	65	80	21	اولاد اور والدین کے لئے رزق کمانے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے
1597	7	8	29	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں والدین کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے
1662	9	13	31	حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں
1663	10	14	31	والدین کا شکر کیسے ادا کیا جائے
1663	11	14	31	ماں کا حق تین درجے زیادہ ہے
1663	11	14	31	ماں کے قدم چومنا
1663	11	14	31	ماں کے قدموں میں جنت ہے
1664	12	14	31	ماں کا دودھ
1664	12	14	31	ماں کے دودھ میں حکمتیں
1664	12	14	31	ماں کے دودھ کی مدت
1664	12	14	31	عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ برائے ماں کا دودھ
1663	13	14	31	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے
1667	13	15	31	والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر
1674	30	33	31	قیامت کے دن باپ بیٹا ایک نیکی بھی نہیں دیں گے

1202	22	23	18	نبی کریم ﷺ کا نماز میں نسیان
1252	51	59	19	نماز کی فرضیت
1252	51	59	19	نماز جنت کی کنجی ہے
1252	51	59	19	نوافل سے فرائض کی کمی پوری ہو سکتی ہے
1252	51	59	19	نماز کا چور
1269	10	14	20	نماز سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ رہتی ہے
1269	10	14	20	نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے
1301	94	130	20	پانچ نمازوں کے اوقات
1302	96	132	20	اہل خانہ کو نماز کا حکم دو
1342	82	103	21	امام قیامت کے دن بے خوف ہوگا
1342	82	103	21	مؤذن قیامت کے دن بے خوف ہوگا
1384	1	2	23	نماز میں خشوع
1384	1	2	23	نماز میں اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے
1384	1	2	23	نماز میں قیام کے وقت نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھو
1384	1	2	23	نماز پڑھتے وقت تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے
1384	1	2	23	نماز کے ظاہری اور باطنی آداب
1384	1	2	23	حضرت حاتمؒ کی نماز
1400	37	67	23	نماز عشاء کے بعد دنیاوی باتیں کرنا ممنوع ہے
1452	75	61	24	نماز میں فرشتوں کو سلام
1479	51	64	25	رات کے آخری حصہ کی عبادت

1479	51	64	25	عشاء و فجر کی نماز باجماعت سے ساری رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے
1611	39	45	29	کچھ بے دین ایسے بھی ہوں گے جو تم سے اچھی نمازیں پڑھیں گے
1616	40	45	29	نماز قائم کرنے کا مطلب کیا ہے؟
1616	40	45	29	نماز بے حیائی اور برائی سے کیسے روکتی ہے؟
1616	40	45	29	پانچ مرتبہ غسل اور درخت کے پتے جھڑنے کی مثال
1616	40	45	29	نماز کے فوائد
1637	13	17	30	قرآن میں اوقات نماز
1689	16	16	32	تہجد اور رات کے نوافل کی فضیلت
16875	16	16	32	سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آواز دیتا ہے
1689	16	16	32	فرض نماز کے بعد رات کے نفل افضل ہیں
1689	16	16	32	رات کو نماز پڑھنے والا جنت میں جائے گا
1689	16	16	32	رات کو قیام سے نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک پھٹ جاتے

1294	74	109	20	روزہ شفاعت کرے گا
1360	23	27	22	حج کا اعلان رحموں میں روحوں نے سنا
1361	24	28	22	حج کی فضیلت
1361	24	28	22	حج کے دینی اور دنیاوی فوائد
1361	25	28	22	قربانی کے ایام
1361	25	28	22	قربانی کے جانور
1361	25	28	22	قربانی کا حکم
1361	25	28	22	قربانی کی فضیلت

1361	25	28	22	قربانی کا گوشت
1365	34	33	22	ہدی سے استفادہ کرنا جائز ہے
1367	40	37	22	قربانی کا فلسفہ
1397	29	51	23	حرام خور جنت میں نہیں جائے گا
1397	29	51	23	حرام کھانے سے مٹی کھانا بہتر ہے
1414	2	2	24	حد اور تعزیر میں فرق
1414	2	2	24	زنا کی سزا کا حکم
1414	2	2	24	زنا کے ثبوت کے لئے شرائط
1414	2	2	24	بائبل میں زنا کی سزا
1414	2	2	24	غیر شادی شدہ مرد یا عورت کی سزا
1414	2	2	24	کوڑا مانے کی کیفیت
1414	2	2	24	غلام یا لونڈی کی سزا
1414	2	2	24	شادی شدہ مرد یا عورت کی سزا
1414	2	2	24	سگسار کئے گئے کی مذمت نہ کرو
1414	2	2	24	کافر پر حد نہیں ہے
1414	2	2	24	حاکم وقت حد و قائم کرتا ہے
1414	2	2	24	دارالحرب میں حد و نہیں ہیں
1418	3	2	24	اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا
1418	3	2	24	حد و میں کی پیشی کرنے والا حاکم
1419	4	2	24	مجرم پر رحم کرنا لوگوں پر ظلم کرنے کے مترادف ہے

1420	6	4	24	کسی پرزنا کی تہمت لگانا۔ (حد قذف)
1420	8	6	24	میاں بیوی کا ایک دوسرے پرزنا کا الزام۔ (لعان)
1422	10	11	24	إفک یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ
1282	47	73	20	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ساری دولت اسلام پر قربان کر دی
1646	30	38	30	دولت مند کے مال میں غریبوں کا حق ہے
1646	30	38	30	اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہیں کی
1646	30	38	30	میں نے کھانا مانگا تو نے نہیں کھلایا
1646	30	38	30	میں نے پانی مانگا تو نے نہیں پلایا
1646	30	38	30	جو اپنے بھائی کی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کرے گا
1646	30	38	30	جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا
1646	30	38	30	غریبوں کی مدد کرنے والا رسوا نہیں ہوتا
1646	30	38	30	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے غریب پروری کی بنا پر تسلی دی
1646	30	38	30	سب سے اچھا وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے
1248	40	47	19	کفار کو سلام کرنا
1430	27	27	24	کسی کے گھر جانے کے آداب
1430	27	27	24	اپنے گھر آنے کے آداب
1452	75	61	24	سلام اور اس کے احکام
1452	75	61	24	گھر میں داخل ہوتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا

1505	57	129	26	اچھا لباس پہننا منع نہیں
1505	57	129	26	نعت کا اظہار کرنا منع نہیں
سچ اور جھوٹ				
1406	54	96	23	حق بات کہو خواہ تمہارے خلاف ہو
1482	57	72	25	جھوٹی گواہی دینے والے کا منہ کالا کرنا
1662	9	13	31	جھوٹ سے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے
فرشتے				
1317	22	27	21	فرشتے معصوم ہیں
1317	23	28	21	فرشتے بھی شفاعت کریں گے
1452	75	61	24	نماز میں فرشتوں کو سلام
1468	20	21	25	فرشتوں کو اصل حالت میں انسان نہیں دیکھ سکتا
1474	36	44	25	فرشتوں میں صرف عقل ہے
1514	80	193	26	جبریل کو روح امین کیوں فرمایا گیا؟
1514	80	193	26	نبی کریم ﷺ پر جبریل امین کتنی بار نازل ہوئے
1514	80	193	26	دیگر انبیائے کرام پر جبریل امین کتنی بار نازل ہوئے
1685	11	11	32	ملک الموت روحیں قبض کرتا ہے
1685	11	11	32	ملک الموت کے سامنے تمام دنیا پھٹیل کی طرح ہے
1685	11	11	32	ملک الموت کے سامنے تمام دنیا طشت کی طرح ہے
1685	11	11	32	تمام روحیں ملک الموت کی دو انگلیوں کے درمیان آجاتی ہیں
1685	11	11	32	ملک الموت کے سامنے تمام دنیا ستر خوان کی طرح ہے

1685	11	11	32	ملک الموت کی عرضداشت
1282	47	73	20	سوتے وقت جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے
1282	47	73	20	جادو اور معجزہ کا مقابلہ
1518	91	214	26	سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دو
1628	55	60	29	توکل سے کیا مراد ہے؟
1628	55	60	29	انسان، چیونٹی اور چوہا کھاتے کم ہیں فکر زیادہ کرتے ہیں
1367	40	37	22	کھانا کھلانے کا ایصال ثواب
1193	4	7	18	دنیاوی مال و دولت کی قدر و منزلت
1209	39	46	18	دنیا اور آخرت کی کھیتیاں
1256	61	74	19	دولت کی کمی بیشی حق اور باطل کا معیار نہیں
1299	89	124	20	دنیا میں تنگ زندگی سے کیا مراد ہے؟
1302	95	131	20	دنیا داروں کی شان و شوکت

1305	1	1	21	دنیا میں مسافر کی طرح رہو
1333	65	80	21	دین کے ذریعہ دنیا طلب کرنے والا جہنم میں جائے گا
1398	32	55	23	مال و اولاد آزمائش ہے
1398	32	55	23	اللہ تعالیٰ دنیا کا فکر کو بھی دیتا ہے مگر دین صرف مؤمن کو
1400	37	67	23	نماز عشاء کے بعد دنیاوی باتیں کرنا ممنوع ہے
1464	10	10	25	نبی کریم ﷺ کو دنیا کے خزانے پیش کئے گئے
1464	10	10	25	نبی کریم ﷺ نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو پسند کیا
1464	10	10	25	نبی کریم ﷺ نے دولت کے بجائے فقر کو پسند فرمایا
1583	58	60	28	دنیا کی عارضی زینت اور آخرت کی دائمی نعمت
1583	58	60	28	دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے
1583	58	60	28	جس کا مرتبہ بلند ہو اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے
1589	71	78	28	قارون کا تکبر
1593	82	88	28	دنیا کے کام فنا ہو جائیں گے
1630	58	64	29	دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے
1630	58	64	29	دنیا آخرت کی کھیتی ہے
1630	58	64	29	بچپن جوانی کی اور جوانی بڑھاپے کی کھیتی ہے
1630	58	64	29	موتی کے لئے دنیا بہترین گھر ہے
1634	5	7	30	دنیاوی زندگی کے ظاہری معاملات
1662	9	13	31	دنیا کے سمندر میں خوف خدا کی کشتی بناؤ

اجتہاد

1331	63	78	21	حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا
------	----	----	----	---

1331	63	78	21	مجتہد کا فیصلہ غلط ہو تو بھی اسے ثواب ملتا ہے
1331	63	78	21	عصر حاضر میں بھی اجتہاد جائز ہے
اسماء				
1386	5	8	23	جو امانت کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں
1386	6	8	23	جو وعدہ کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں
1386	6	8	23	منافق کی تین نشانیاں
1667	13	15	31	عہد پورا کرو خواہ مسلمان سے ہو یا کافر سے
1667	13	15	31	امانت ادا کرو خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی
اسماء				
1344	86	107	21	سرکش اونٹ نے آپ ﷺ کی اطاعت کی
1474	36	44	25	حیوانوں میں صرف شہوت ہے
ظلم و ستم				
1505	58	130	26	کسی پر سختی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈریں
1505	58	130	26	نوکروں میں ستر مرتبہ معاف کرو
1566	18	17	28	ظالم کا مددگار بھی ظالم ہوتا ہے
1566	18	17	28	ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو
صبر و شکر				
1466	19	20	25	صابر و شاکر بننے کا طریقہ

1467	19	20	25	اپنے سے کمتر میں خود کرو
1467	19	20	25	جو تا چوری ہونے پر شکوہ
1662	8	12	31	شکر گزاری و ناشکری کا فائدہ و نقصان
مکہ اور مدینہ				
1294	74	109	20	جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کروں گا
1359	21	26	22	کعبہ اور مسجد اقصیٰ کی پہلی تعمیر
مفتقات				
1211	42	49	18	قبر، حشر اور جنت کی زبان عربی ہوگی
1211	42	49	18	قیامت کے دن ہر شخص پڑھ سکے گا
1225	68	83	18	ذوالقرنین کا قصہ
1229	75	94	18	یا جوج اور ماجوج
1198	16	18	18	جس سے محبت کرو اسے اپنی محبت کے متعلق بتاؤ
1288	62	92	20	داڑھی
1305	1	1	21	پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو
1307	5	5	21	اشعار کہنا اور سننا
1318	26	30	21	ہر جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا
1319	30	33	21	فلک اور آسمان میں فرق ہے
1333	64	79	21	نبی کریم ﷺ کو خوش کرنے کے لئے اعمال کو مزین کرنا یا نہیں ہے
1333	65	80	21	کسی پیشہ کو حقیر نہ سمجھو
1342	82	103	21	جو مزدور مالک کے حقوق ادا کرے وہ قیامت کے دن بے خوف ہوگا

1372	54	52	22	غرائق علی اور بتوں کی شفاعت کا جھوٹا واقعہ
1386	4	6	23	لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے جنسی عمل
1430	27	27	24	کسی کے گھر جانے کے آداب
1430	27	27	24	اپنے گھر آنے کے آداب
1441	49	35	24	زیتون کے تیل کی فضیلت
1445	56	43	24	بادل، بارش، برف اور ازلے کیسے بنتے ہیں
1476	41	53	25	دریا اور سمندر کا پانی میٹھا اور کڑوا کیوں ہوتا ہے؟
1505	57	129	26	تکبر کے لئے بڑے مکانات بنانا جہنم کا ذریعہ ہے
1522	97	227	26	اتجھے اور برے شاعر
1627	53	57	29	صرف ایمان بچانے کے لئے ہجرت کرنا آسان نہیں ہے
1627	53	57	29	ایک بالشت بھر بھی ہجرت کرنے والا جنت کا مستحق ہوگا
1627	53	57	29	ہجرت کرنے والا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق ہوگا
1633	2	3	30	شرط لگانا ممنوع ہے
1656	3	6	31	گانے بجانے کا مسئلہ
1656	3	6	31	عید کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	شادی اور خوشی کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	مدینہ آمد پر نعرے لگانا
1656	3	6	31	مدینہ آمد پر اشعار پڑھے گئے
1656	3	6	31	طلع الہدٰ علیہا
1656	3	6	31	جنگ کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اشعار پڑھے
1669	16	18	31	تکبر کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا

آخذ و مراجع

کتب تفاسیر

- ۱- تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)
- ۲- الدر المنثور: امام جلال الدین السيوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)
- ۳- الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الانصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)
- ۴- التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)
- ۵- حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
- ۶- فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶
- ۷- جامع البیان (تفسیر طبری / تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)
- ۸- تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)
- ۹- صفوة التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)
- ۱۰- تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)
- ۱۱- تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبدالعزیز دہلوی: علمی پریس، دہلی، انڈیا
- ۱۲- تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)
- ۱۳- تفسیر مظهری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)
- ۱۴- تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان
- ۱۵- تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)
- ۱۶- تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)
- ۱۷- تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)
- ۱۸- تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

- ۱۹۔ تنویر المقباس: عبد اللہ بن عباس: المكتبة الشعبية، قاہرہ مصر ۱۹۷۲
- ۲۰۔ البحر المیحط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)
- ۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبد اللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶
- ۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مراد آبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا
- ۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
- ۲۴۔ زهرة التفاسیر: محمد ابو زهرة: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر
- ۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان
- ۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷
- ۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
- ۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)
- ۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
- ۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وہبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)
- ۳۱۔ زاد المسیر: عبد الرحمن الجوزی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)
- ۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبد الماجد دریا آبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)
- ۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)
- ۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)
- ۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)
- ۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)
- ۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)
- ۳۸۔ تفسیر تبیان القرآن: علامہ غلام رسول سعیدی: فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، پاکستان
- ۳۹۔ تفسیر ابی السعود: قاضی محمد بن محمد: دار الفکر، بیروت، لبنان
- ۴۰۔ تفسیر حقانی: علامہ عبد الحق حقانی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان
- ۴۱۔ تفسیر المراغی: احمد مصطفیٰ المراغی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

کتاب احادیث

- ۴۲- صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۳- صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۴- سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۵- سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوی: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۶- سنن ابو داؤد: سلیمان بن الأشعث: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۷- سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۸- مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۴۹- الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
- ۵۰- مشکوٰۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ
- ۵۱- المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبعة الزهراء الحديثة، موصل، عراق، ۱۹۸۳ (۲۵ جلدیں)
- ۵۲- المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)
- ۵۳- الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)
- ۵۴- ریاض البصالحین: یحییٰ بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰
- ۵۵- سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)
- ۵۶- شعب الایمان: احمد بن الحسین البیهقی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰
- ۵۷- الترغیب والترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸
- ۵۸- السنن الکبریٰ: احمد بن الحسین البیهقی: نشر السنة، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)
- ۵۹- المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبہ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)
- ۶۰- صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان، (۶ جلدیں)
- ۶۱- سنن دارمی: امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، دار الدعوة، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)
- ۶۲- مصنف عبد الرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)
- ۶۳- مصنف ابن ابی شیبہ: عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، دار الفکر، بیروت، لبنان
- ۶۴- معجم صغیر: امام طبرانی: دار الفکر، بیروت، لبنان
- ۶۵- جمع الجوامع: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- ۶۶- جامع صغیر: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

دیگر کتب

- ۶۷- معجزات الرسول: محمد متولی الشعر اوی: مكتبة الاسلامية الشعر اوی، قاهره مصر
- ۶۸- الخصائص الكبرى: امام جلال الدين السيوطي: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)
- ۶۹- السيرة النبوية: عبد الملك بن هشام: دار الجيل، بيروت، لبنان، (۳ جلدیں)
- ۷۰- البداية والنهاية: الحافظ اسماعيل ابن كثير: دار الفكر، بيروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)
- ۷۱- المفردات: امام راغب الاصفهاني: مكتبة مصطفى البابي، مصر ۱۹۶۱
- ۷۲- لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاهره مصر (۸ جلدیں)
- ۷۳- المنجد: دار المشرق، بيروت، لبنان، ۱۹۷۵
- ۷۴- شرح المواهب اللدنية: امام محمد بن عبد الباقي الزرقاني المالكي: دار الفكر، بيروت، لبنان
- ۷۵- دلائل النبوة: احمد بن الحسين البيهقي: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)
- ۷۶- كتاب المبسوط: شمس الدين السرخسي: دار المعرفة، بيروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)
- ۷۷- الفتاوى العالمگیریة: علامة نظام الدين: بلوچستان بک ڈپو، کوسٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)
- ۷۸- فتاوی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوسٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)
- ۷۹- رد المحتار: ابن عابدین: دار الفكر، بيروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)
- ۸۰- حاشية الطحطاوى: امام احمد الطحطاوى: مير محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان
- ۸۱- مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: مير محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان
- ۸۲- فتاوی افریقیة: امام احمد رضا قادری: مدينه پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان
- ۸۳- بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان
- ۸۴- امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاهرہ مصر، ۲۰۰۳
- ۸۵- اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناننگہم شائر، یو کے، ۱۹۹۹
- ۸۶- کنز العمال: علامہ علاء الدین البرہان فوری: مؤسسۃ الرسالۃ، بيروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)
- ۸۷- مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)
- ۸۸- نزہۃ المجالس (اردو) عبد الرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

- ۸۹۔ نور الايضاح: الشيخ حسن بن علي: كتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان
- ۹۰۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکریم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناننگہم شار، یو کے
- ۹۱۔ السیرہ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان
- ۹۲۔ ضیاء النبی: پیر کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)
- ۹۳۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان
- ۹۴۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان
- ۹۵۔ سبل الہدی والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارة الاوقاف، قاہرہ: مصر (۱۲ جلدیں)
- ۹۶۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبدالرحمن الجوزی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)
- ۹۷۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذہبی: دار الکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)
- ۹۸۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)
- ۹۹۔ حلیۃ الأولیاء: امام ابو نعیم الاصفہانی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)
- ۱۰۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہب زحلی دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)
- ۱۰۱۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغر جی، دار الکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)
- ۱۰۲۔ الفقہ علی المذاهب الاربعہ: عبدالرحمن الجزیری، دار الفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)
- ۱۰۳۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)
- ۱۰۴۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب
- ۱۰۵۔ السیرۃ الحلیۃ: نور الدین الحلبي، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
- ۱۰۶۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)
- ۱۰۷۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)
- ۱۰۸۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)
- ۱۰۹۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)
- ۱۱۰۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)
- ۱۱۱۔ الہدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکتہ علمیہ، بیرون یوٹر گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)
- ۱۱۲۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)
- ۱۱۳۔ عمدۃ القاری: علامہ بدر الدین عینی، دار الفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)

- ۱۱۴۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت لبنان (۱۳ جلدیں)
- ۱۱۵۔ الاحکام الفقہیہ: احمد محمد عساف، دار احیاء العلوم، بیروت، لبنان
- ۱۱۶۔ جامع بیان العلم و فضلہ: یوسف بن عبد اللہ قرطبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء
- ۱۱۷۔ المقاصد الحسنیہ: شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء
- ۱۱۸۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اردو بازار، لاہور، پاکستان
- ۱۱۹۔ المواہب اللدنیہ: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)
- ۱۲۰۔ الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین، دار الکتب العلمیہ، لبنان (۲ جلدیں)
- ۱۲۱۔ الکواکب السائرۃ: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
- ۱۲۲۔ الفوائد المجموعۃ: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- ۱۲۳۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام
- ۱۲۴۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبۃ العصریہ، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء (۴ جلدیں)
- ۱۲۵۔ سیرۃ النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار لاہور، پاکستان
- ۱۲۶۔ الخطبۃ العصریہ: ابراہیم محمد الجمل، مکتبۃ القرآن، قاہرہ، مصر
- ۱۲۷۔ کتاب الخراج: امام ابو یوسف، مکتبۃ الازہریۃ للتراث، قاہرہ، مصر
- ۱۲۸۔ شرح شمائل ترمذی: سلیمان بن عمر الازہری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- ۱۲۹۔ البدر المنیر: امام شعرائی، مکتبۃ عالم الفکر، قاہرہ، مصر
- ۱۳۰۔ الکامل لابن اثیر: دار الکتب العربی، بیروت، لبنان
- ۱۳۱۔ ارشاد العباد: عبدالعزیز محمد سلمان: مطابع الخالد، ریاض، سعودی عرب
- ۱۳۲۔ نسیم الریاض: شہاب الدین خفاجی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- ۱۳۳۔ اسد الغابۃ: ابوالحسن الجزری، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
- ۱۳۴۔ الاصابہ: حافظ ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت، لبنان
- ۱۳۵۔ جلاء الافہام: ابن قیم الجوزیہ، دار الحدیث، قاہرہ، مصر
- ۱۳۶۔ سیرۃ عمر بن خطاب: ابوالفرج بن الجوزی، دار الدعوة الاسلامیہ، قاہرہ، مصر
- ۱۳۷۔ الفاروق عمر: محمد حسین بیگل: دار المعارف، قاہرہ، مصر
- ۱۳۸۔ فیوض القرآن: سید حامد حسن بکرامی، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان
- ۱۳۹۔ نزہۃ القاری شرح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی، دائرۃ البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

۱۳۰۔ منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: عرفان القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور، پاکستان

۱۳۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری: شہاب الدین قسطلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۳۲۔ ایہا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 200 UK Swansea

English Books

- 143) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi* Published by *Daar-ul-Tagwa Ltd. London*
- 144) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*
- 145) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*
- 146) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*
- 147) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*
- 148) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*
- 149) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*
- 150) **The Living Bible** : *British Edition, 1975.*
- 151) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*
- 152) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*
- 153) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*
- 154) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*
- 155) **Fream's Agriculture** : *Printed by Bufler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*
- 156) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*
- 157) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic**: *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*
- 158) **The 100** : *Michael H. Hart, Citadel Press, 1987, Secaucus; New Jersey, USA.*
- 159) **The Bible, The Qur'an and Science**: *Maurice, 1979, North America, Trust Publication, USA.*

وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِأَعْيَانِ
الْمَلَكُوتِ

